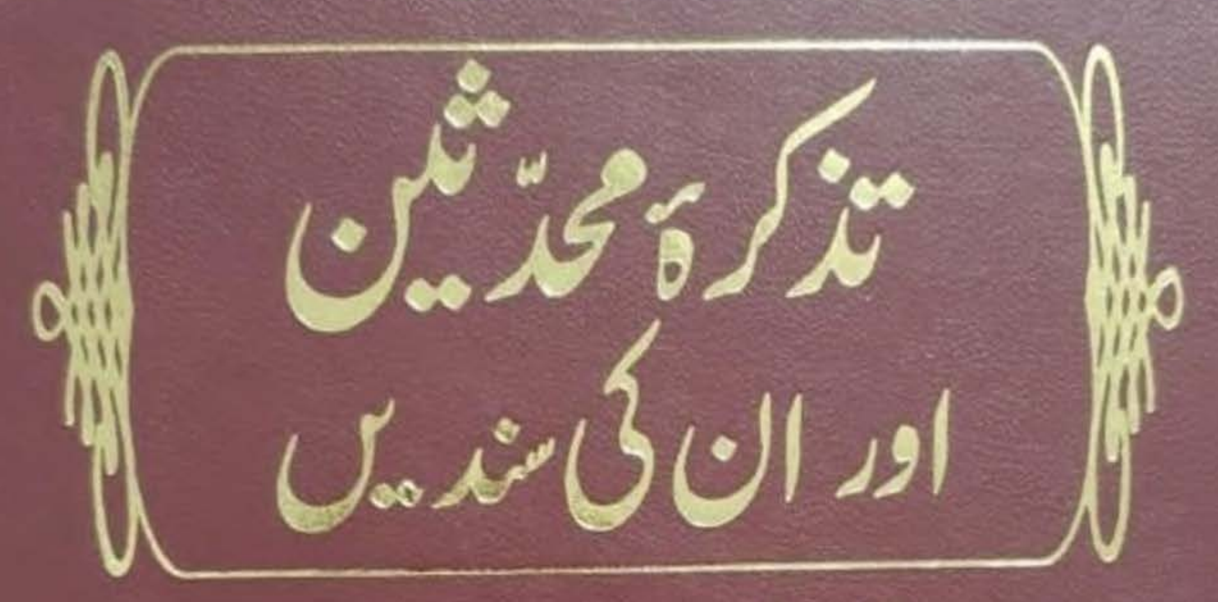
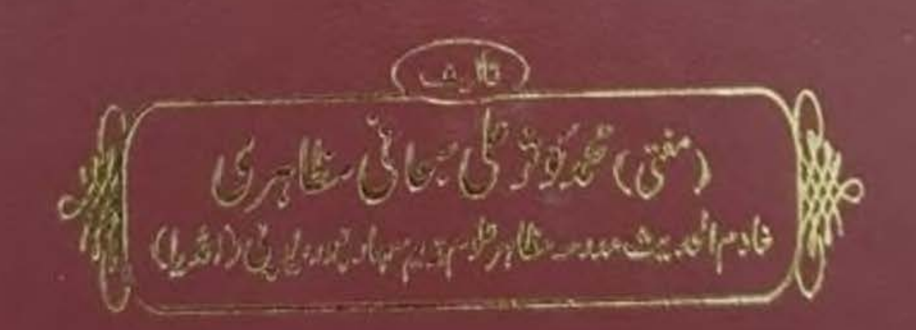
الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء (ابن المبارک)

الجوھر المفید فی تحقیق الاسانید



تذکرۂ محدثین اور ان کی سندیں

اس کتاب میں سند سے متعلق دس علمی مباحث کے ساتھ دونوں دارالعلوم دیوبند اور دونوں مظاہر علوم سہارنپور کے اساتذۂ حدیث کی سندیں متداول اور داخلِ نصاب کتبِ حدیث کی سندوں کو مصنفین کتبِ حدیث تک پہنچا کر تمام واسطے یعنی جملہ رجالِ اسناد کا تعارف و تذکرہ شامل ہیں۔ الحمد للہ! سارے مضامین، مدلل، مطول، محقق اور مرتب انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔



تالیف

(مفتی) محمد کوثر علی سبحانی مظاہری

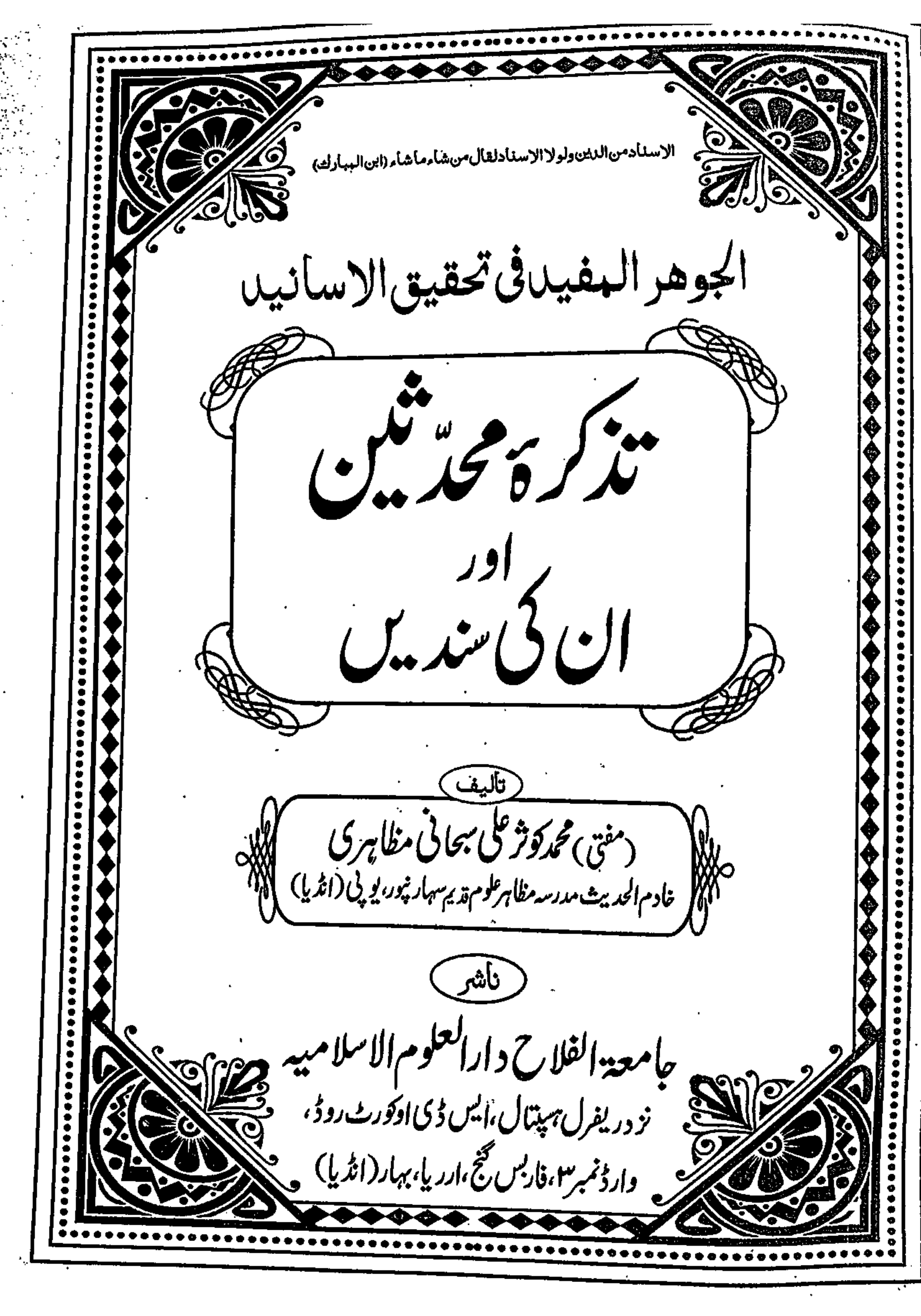
خادم الحدیث مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور یوپی (انڈیا)



ناشر

جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ

نزد ریفرل اسپتال، ایس ڈی او کوارٹرز، وارڈ نمبر ۳، فاربس گنج، ارریہ، بہار (انڈیا)



الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء (ابن المبارک)

الجوهر المفید فی تحقیق الاسانید

تذکرۂ محدّثین اور ان کی سندیں

تألیف

(مفتی) محمد کوثر علی سبحانی مظاہری
خادم الحدیث مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور، یوپی (انڈیا)

ناشر

جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ
نزد ریفرل ہسپتال، ایس ڈی او کورٹ روڈ،
وارڈ نمبر ۳، فاربس گنج، ارریا، بہار (انڈیا)

تفصیلات

نام کتاب .... الجوہر المفید فی تحقیق الاسانید یعنی تذکرۂ محدثین اوران کی سندیں
نام مصنف .... مفتی محمد کوثر علی سبحانی
صفحات ۵۷۶
تعداد ۱۰۰۰
سن اشاعت .... جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ مطابق دسمبر ۲۰۲۱ء
کمپیوٹر کتابت .... مولوی محمد ارشد علی ندوی مظاہری ارریاوی
ناشر .... جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ فاربس گنج ارریہ بہار
پریس : الفا پریس، دریا گنج، نئی دہلی
ہدیہ : -/400 روپے

﴿ ملنے کے پتے ﴾

مفتی محمد کوثر علی سبحانی
حجرہ نمبر ۹/ نزد کلثومیہ مسجد دار الطلبہ قدیم مظاہر علوم چلکانہ روڈ سہارنپور یوپی انڈیا
موبائل وواٹسپ نمبر 8859040180-91+

جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ
نزد ریفرل ہسپتال ایس، ڈی، او کورٹ روڈ (جامعہ نگر) فاربس گنج ارریا بہار انڈیا

کلمات تبریک

محقق زماں محدث عظیم حضرت الاستاذ مولانا سید محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم ، امابعد

''اسناد'' اس امت کی ایسی خصوصیت اور امتیاز ہے جس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔

جب اہل باطل وضاعین کی طرف سے جھوٹی روایات اور من گھڑت احادیث کا طوفان اٹھا، تو اہل حق اور محافظین دین نے اس پر بند باندھنے کے لیے ''سند'' کو ایجاد فرمایا، جس کے تحت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی جانے والی ہر بات کی توثیق واستناد کے لیے راویٔ حدیث سے لے کر آپ ﷺ تک پورے سلسلۂ رُوات کو بیان کرنا ضروری قرار پایا، پھر ان واسطوں کے لیے بھی معروف الحال اور عادل وثقہ ہونا شرط قرار دیا گیا، جس سے وضع وجعل سازی کا طوفان اپنی جگہ تو موجیں مارتا رہا، مگر خطیرۂ شریعت میں اس کی دخل اندازی آج تک ممکن نہ ہوسکی۔

محدثین کرام کے اس زریں کارنامے کی بدولت رہتی دنیا تک کے لیے کسی بھی روایت اور خبر کے صدق وکذب کو جانچنے اور پرکھنے کی ایسی کسوٹی قائم ہوگئی کہ حدیث تو حدیث، اہل علم کے ایک طبقہ میں دیگر آثار، اخبار، اشعار اور اقوال وآراء کے لیے بھی سند کا مطالبہ کیا جانے لگا اور کسی بھی قول یا روایت کے استناد کے لیے سند کو ہی معیار ٹھہرایا گیا۔

اسی کی بدولت مسلمانوں کے درمیان اسماء الرجال کا ایسا فن وجود میں آگیا جس کے تحت چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کے بلا مبالغہ لاکھوں اہل علم وفن کے احوال مدون ہوگئے اور یہ بھی اس امت کی ایسی خصوصیت ہوگئی جو اقوام عالم میں سے کسی اور کے نصیب میں نہ آسکی، صحاح ستہ جو حدیث کی امہات کتب بھی کہلاتی ہیں وہ ہمارے تمام مرکزی مدارس میں داخل نصاب ہیں اور ان کو پڑھانے والے اساتذہ بھی ہر کتاب کی ابتداء میں ان کتابوں کے مصنفین تک اپنی

اپنی اسانید نہایت اہتمام سے بیان فرماتے ہیں۔

مولانا محمد کوثر علی سبحانی مظاہری سلمہ (استاذ مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور) ماشاء اللہ حدیث شریف کے ایک کامیاب اور نیک استاذ ہیں، حدیث کی مُختلف کتابیں ان کے زیر درس رہتی ہیں، انہوں نے دورۂ حدیث میں ''کتب عشرہ'' کی اسانید پر مشتمل ''الجوہر المفید فی تحقیق الأسانید'' کے نام سے ایک نہایت مبسوط کتاب ترتیب دی ہے، جس میں اپنے اساتذۂ حدیث سے لے کر مصنفین کتب تک کے تمام وسائط کے مفصل احوال جمع کیے ہیں۔

مزید برآں مظاہر علوم سہارنپور کے دونوں حصوں، اسی طرح دار العلوم کے دونوں حصوں کے موجودہ تماما ساتذۂ حدیث کا بھی تفصیلی تعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالی موصوف کی اس کاوش کو شرف قبول سے نوازیں اور مزید علمی وعملی ترقیات سے نواز کر عام وتام فرمائیں (آمین)

وصلی اللہ وبارک وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت شیخ مولانا سید (محمد عاقل) صاحب عفی عنہ

۲۸/ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

کلمات تحسین

حضرت مولانا عبداللہ معروفی صاحب دامت برکاتہم
استاذ تخصص فی الحدیث دار العلوم دیوبند (الہند)

باسمہ تعالیٰ شانہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً و بعد:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مشہور قول " الاسناد من الدین، لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء الخ " کے پیش نظر بلکہ درحقیقت ارشاد باری تعالیٰ "ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا " کی تعمیل میں امت مسلمہ نے ہر دور میں سند کے ساتھ باتیں نقل کرنے خصوصاً احادیث شریفہ کو مع سند نقل کرنے اور سند کی کڑیوں کو پرکھنے کا اہتمام فرمایا ہے، احادیث شریفہ کے مدون ہوجانے کے بعد بھی ان کتابوں کو مصنفین حضرات سے سند کے ساتھ نقل و روایت کا اہتمام آج تک جاری ہے، چنانچہ آج بھی کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل عالم یا کسی محدث سے خصوصی طور پر علم حدیث پڑھنے والے طالب علم کے لئے مشکل نہیں کہ وہ حدیث شریف کے متداول کتب حدیث میں موجود کسی حدیث کو اپنے سے لے کر حضور پاک ﷺ تک پہنچنے والی سند سے بیان کرسکے، بلکہ سند کی ہر کڑی کے حالات و تعارف سے واقفیت بھی مشکل نہیں، مگر جوں جوں دور رسالت سے دوری ہوتی جارہی ہے اسی قدر سند کے ساتھ دلچسپی بھی کم ہورہی ہے بلکہ دور تدوین کے بعد کے رجال سے ناآشنائی موجودہ دور کے اہل علم میں عام بات ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری مدظلہ استاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کو کہ آپ نے برصغیر کے دونوں بنیادی مراکز علم حدیث دار العلوم دیوبند، اور مظاہر علوم سہارن پور کے حضرات محدثین کی سندیں ضبط فرماکر سلسلۂ اسناد کی ہر کڑی کا جامع اور مفید تعارف کا بیڑا اٹھایا اور اس جوکھم بھرے کام سے انتہائی خوش اسلوبی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے، آپ کا یہ کام علمی دنیا پر ایک عظیم احسان ہے، تاریخ اسلام کی نمایاں اور اہم علمی شخصیات کے تذکرے و حالات اس کتاب میں مل جائیں گے، راقم سطور نے سرسری طور سے کتاب پر نظر ڈالی، واقعی بہت مفید خدمت انجام دی گئی ہے، بندہ تہ دل سے مصنف محترم کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے اور علمی حلقوں کے لئے مفید و نافع بنائے آمین

فقط

عبداللہ معروفی

خادم تدریس دار العلوم دیوبند

۲۶/جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ

کلماتِ تقدیم

خلیق الامت جانشین فقیہ الاسلام حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أحمدهٗ وَأصلی علی رسوله الکریم أمابعد!

صاحبانِ علم وقلم نے یوں تو دین کے ہر باب اور ہر موضوع پر بڑی دیانت کے ساتھ تصنیفات، تالیفات اور رسائل وغیرہ لکھ کر دین کی حقانیت، شفافیت اور اس کے فیض کو عام وتام کرنے کے لئے ہر ممکن کوششیں فرمائی ہیں لیکن جو حزم واحتیاط اور جس دیانت داری کا مظاہرہ روایتِ حدیث میں کیا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے کیونکہ دین کا مدار اسی پر ہے۔ دینی باتوں کی صحت اور اس پر اعتماد کے لئے ضروری ہے کہ درمیان کے تمام واسطے اور راستے اعتماد واستناد کے اعلیٰ ترین درجہ پر ہوں اسی لئے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مشہور ارشاد سراپا رشاد ہے: الاسناد من الدین ، لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء (سند دین میں سے ہے اگر اسناد کا وجود نہ ہوتا تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیتا)۔

دورِ حاضر میں اسلام کے علاوہ تمام مذاہب اور ادیان پر نظر کر لیجئے کسی بھی مذہب میں سند کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور یہی چیز اِن مذاہب کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے، اسلام وہ دین حق اور دین فطرت ہے جس کے ایک ایک جزء اور ایک ایک حرف کی حفاظت اور صیانت کے لئے ائمہ دین، علماء ومحدثین اور فقہاء ومصنفین نے مستقل کتابیں تصنیف کیں، اصول بنائے، سختی کے ساتھ اصولوں پر خود بھی عمل پیرا رہے اور اپنے بعد والوں کو ان ہی کے مطابق عمل کی تلقین وہدایت فرما گئے چنانچہ صحابہ کرام کا دورِ زریں اس وجہ سے بھی نہایت عظیم ہے کہ انہوں نے براہِ راست سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں، اُن حضرات نے احادیث کے سلسلہ میں حدیث کے مطلب اور مفہوم کو نہیں بلکہ الفاظ حدیث کو معیار بنایا ہے کیونکہ احادیث رسول دراصل قرآن کریم کی صحیح معنوں میں تفسیر ہے جس طرح الفاظ قرآنی، اعراب قرآنی اور آیات قرآنی میں کوئی تبدیلی برداشت نہیں اسی طرح اقوال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کوئی تغیر اور تبدل ناقابل معافی جرم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "میری طرف جھوٹی بات منسوب کرنے والا اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے (صحیح بخاری)

دوسری روایت میں ہے ''مجھ پر جھوٹ باندھنے والا شخص جہنم میں جائیگا۔
صحیح مسلم میں ہے جو میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ زمانے بھر کا جھوٹا شخص شمار ہوگا۔
حضرت امام احمدؒ نے اپنی مسند میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل فرمائی ہے. تَسمَعُون ويسمَع منكم ويسمَع مِمَّن يَسمَع منكم (حاکم) آپ (صحابہ) حدیثیں سنتے ہیں اور آپ سے حدیثیں سنی جائینگی اور اس سے بھی سنی جائیں گی جو آپ سے سنتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: الأسناد سلاح المؤمن، اذا لَم يُكن معه سلاح فبأى شئى يقاتل؟ (اسناد مومن کا ہتھیار ہیں اگر یہ ہتھیار نہ ہو تو کس چیز کے ذریعہ جنگ کرے گا)
علم الاسناد کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ علم شریف سابقہ امتوں میں سے کسی کو نہیں دیا گیا، اسی وجہ سے اسلام کے علاوہ کسی امت اور کسی مذہب کے پاس اصل تعلیمات باقی نہیں رہیں، البتہ تعلیم کے نام پر من گھڑت قصے ہیں، دیو مالائی کہانیاں ہیں، مذہب کے پجاریوں، راہبوں، پنڈتوں اور پوپ وغیرہ کے نام سے ان کے جو پیشوا ہیں وہ بھی اپنے مذہب کی اصلی تعلیمات سے یکسر ناواقف ہیں کیونکہ ان کے مذہب کی تعلیمات ریت کی ایسی دیوار پر کھڑی ہیں جس کی فطرت میں سرکنا ہی مقدر ہے۔
حضرت خطیب بغدادیؒ نے ''شرف اصحاب الحدیث'' میں اور حضرت ''ابن عبد البرؒ نے'' جامع بیان العلم و فضلہ'' میں علماء و محدثین کے ایسے ایسے محیر العقول واقعات شامل کتاب کئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اسانید کی تفتیش اور تحقیق کے سلسلہ میں کس قدر محنت اور اسفار کئے ہیں۔
اسلام کے تمام علوم قائل کے ساتھ ساتھ سند کے ذریعے بھی باہم مربوط ہیں، اسی امتیاز و تفوق اور خصوصیت کی بنیاد پر اسلامی علوم کی استنادی حیثیت مضبوط ہے۔
''رفع القول الى قائله'' کو اسناد کہا جاتا ہے، بعض محدثین نے ''حكاية طريق المتن'' کو اسناد سے تعبیر فرمایا ہے، مفہوم و مقصود اور مراد دونوں کی تقریباً ایک ہے، یعنی متن تک پہنچنا، حدیث کی سند بیان کرنا، سند سے مراد ہے راوۃ کا وہ سلسلہ جو حدیث کے ابتدائی راوی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تک پہنچتا ہے۔ علم حدیث کے پورے ذخیرے کا دار و مدار سند میں مذکور رواۃ پر ہوتا ہے۔ راوی قابل اطمینان ہے تو حدیث قابلِ قبول ہے، راوی قابل اعتماد نہیں تو روایت قابل اعتماد نہیں۔
ادب الاملاء والاستملاء میں ہے کہ ''والفاظ رسول الله صلى الله عليه وسلم لا بد لها من النقل، ولا تعرف صحتها الا بالاسناد الصحيح، والصحة فالاسناد لا تعرف الا براوى الثقة عن الثقة والعدل عن العدل۔''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات روایت کرنا ضروری ہے، ان کی صحت کی معرفت صحیح سند سے ہوسکتی ہے اور سند

کا صحیح ہونا اس طرح معلوم ہوگا کہ اس کے تمام راوی ثقہ اور عادل ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے امت کے تفسیری اقوال کی صحت وعدم صحت کا مدار بھی اسی سند پر ہے، گویا دین سند پر موقوف ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: ''اَلاِسنَادُ مِنَ الدِّینِ۔'' سند بیان کرنے کا عمل دین کا حصہ ہے۔

حضرت علامہ ابن حجرؒ نے اس کا جاننا فرضِ کفایہ قرار دیا ہے۔ حضرت علامہ ابن العربیؒ تو سند کے بغیر روایت کرنے کا نتیجہ سلبِ نعمت کا ذریعہ بتلاتے ہیں، علامہ عبدالحی کتانی ''فہرس الفہارس والاثبات'' اسناد کو امت محمدیہ کی خصوصیت بتایا اور لکھا کہ دین کی باتیں نقل کرنے میں یہود اور نصاریٰ کی روش پر نہ چلو ورنہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی یہ نعمت اپنے ہاتھوں گنوا بیٹھو گے۔

دورِ حاضر میں حدیث کے ساتھ ہی اس کے راوی کی بابت بھی بالخصوص پوچھا جاتا ہے یہ آج کا اختصاص نہیں ہے امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں: ''فتنوں کے نمودار ہونے سے پہلے سند کا مطالبہ نہیں کیا جاتا تھا لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو ائمہ حدیث راویوں سے کہنے لگے: اپنے اساتذہ کا نام بتاؤ، چھان بین کے بعد اہلِ سنت راوی کی روایت قبول کرتے اور بدعتیوں کی رد کرتے تھے۔''

حضرت امام مسلم کا مشہور واقعہ ہے جس کو صحیح مسلم کے مقدمہ میں بھی ذکر کیا ہے:

''بشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر احادیث سنانے لگا۔ آپ نے نہ اس کی حدیث سنی اور نہ اس کی جانب کوئی التفات کیا، بشیر بن کعب آپ کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر کہنے لگا: کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ میری حدیث نہیں سن رہے، حالانکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی روایت بیان کر رہا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ فرمانے لگے: ایک دور تھا کہ جب ہم کسی کی زبان سے ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' سنتے، تو ہماری نگاہیں اس کی جانب دوڑ پڑتی تھیں، اور ہم ہمہ تن گوش ہوجاتے تھے۔ اب جبکہ حالت بدل گئی، لوگوں میں اچھے برے کی تمیز نہیں رہی، تو ہم صرف انہیں باتوں کو قبول کریں گے، جو ہم پہلے جانتے تھے۔''

مسلمانوں نے علمِ حدیث، تمام تفسیری روایات، سیرت ومغازی کا ہر ہر واقعہ، قراءات کا ایک ایک طریق، فقہ کا ایک ایک جزئیہ سند کے ساتھ محفوظ رکھا ہے بلکہ ادب، شعر، بلاغت، صرف، نحو اور لغت سب کی سندیں بھی محفوظ ہیں۔

اب ہم آتے ہیں عالی سند کی طرف، عالی سند کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد ہے: عالی سند کا طلب کرنا سلف کی سنت ہے۔

حضرت یحییٰ بن معینؒ سے مرض الوفات میں ان کی آخری خواہش کی بابت پوچھا گیا کہ تو فرمایا ''بیت خالی واسناد عالی'' خالی گھر اور عالی سند۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ سند کا قرب اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔ مستدرک میں حاکم کا ارشاد ہے کہ عالی سند طلب کرنا سنت صحیحہ ہے۔

ان سطور سے سند کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، عالی سند کی طلب باعث سعادت ہے اور مستحق افراد کو اس سلسلۃ الذہب میں شامل کرنا مزید لائق سعادت ہے، محدثین نے عالی سند کے حصول کے لئے دور دراز کے سفر کئے ہیں، استحقاق نہ ہونے کی صورت میں بھی سند کا دینا صرف فتنوں کو جنم دے گا غیر مستحق شخص کو حدیث اور راویان حدیث سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں میں مؤقر و معتبر بنانے کے لئے عالی سند کا حوالہ دے کر خود گنہگار ہوتا ہے اور جس سے وہ عالی سند حاصل ہوئی ہے اس کو بھی اس گناہ میں شامل کرنے کی جسارت کرتا ہے کیونکہ اس نے غیر مستحق کو سند دے کر فتنہ اور فساد کی بنیاد رکھ دی ہے۔

پیش نظر کتاب ''الجوهر المفيد في تحقيق الاسانيد'' جناب مولانا کوثر علی سبحانی استاذ حدیث مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کے قلم سے نکلا ہوا وہ عظیم مجموعہ ہے جس کے بارے میں میں نے کافی پہلے تحریری طور پر مشورہ دیا اور متوجہ کیا تھا اور ماخذ و مظان تک رہنمائی کے لئے بعض کتابوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ کچھ اہم مشورے بھی تحریر کئے تھے، یہ بھی لکھا تھا کہ اپنی تصنیف میں ایک باب اسانید عالیہ کا بھی رکھیں اور اس میں عالی اسانید و رجال بھی جمع فرمائیں۔ ضمناً یہ بھی عرض کیا تھا کہ احقر کے پاس بھی الحمد للہ بعض ایسی اسانید عالیہ موجود ہیں جن کے ذریعہ حضرت امام بخاریؒ تک بارہ واسطوں سے وصول ہو جاتا ہے، میرے علم کے مطابق یہ سند اس وقت سب سے عالی سند ہے اس سند میں مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

مقام شکر ہے کہ مولانا موصوف نے محنت شاقہ کے بعد اس موضوع پر ضخیم کتاب مرتب فرمادی ہے، اس سے پہلے بھی انہوں نے کئی عمدہ کتابیں لکھ کر شائع کیں جو علمی حلقوں تک پہنچ کر داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کتاب کو قبول فرمائے، مفتی صاحب تدریس کے دھنی اور قلم کے غنی شخص ہیں، مخلص اور موفق انسان ہیں، دعا گو ہوں کہ یہ سلسلۂ تحریر ہمیشہ جاری رہے، ان کا ذہن اسی طرح یواقیت و جواہر سے امت کو مالا مال کرتا رہے، ان کا ذہن و دماغ علوم عالیہ کے لئے فارغ اور ان کا جسم امراض و اسقام سے محفوظ رہے۔

العبد

محمد سعیدی

مورخہ: ۲۶ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ مطابق ۲ نومبر ۲۰۲۱ء

کلمات تحقیق

محدث ذی شان حضرت مولانا محمد رضوان الدین معروفی صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ اشاعت العلوم اکل کواں، مہاراشٹر

دین اسلام خدا کا بھیجا ہوا ابدی پیغام اور تمام بنی نوع انسانی کے لیے ایک مکمل دستور حیات اور نظام زندگی ہے، جس کی بابت اللہ تعالی نے اعلان کر دیا: الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي ورضیت لکم الإسلام دینا ، اس لیے اس قانون کو محفوظ رکھنا اور قیامت تک باقی رکھنا ضروری تھا، حق تعالی نے اس کے دو سرچشمے کتاب وسنت کو محفوظ رکھنے کا ایک ایسا نظام قائم فرمایا کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود؛ حوادث دہر اور انقلابات زمانہ کے آندھیوں میں اس کی نقطے اور شوشے پر بھی کوئی فرق نہیں آیا، معاندین اسلام کی مسلسل دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود یہ دین پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی حق وصداقت کا اعلان کرتا رہا ہے، مادیت کی پرستار اس تیرہ وتاریک دنیا میں آج بھی حیران وسرگرداں قلوب کی رہبری ودستگیری کا کام کر رہا ہے۔

حق سبحانہ وتعالی نے اس دین کے دونوں سرچشمے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ دونوں کی حفاظت کا نظام الگ الگ انداز میں قائم فرمایا، قرآن مجید کو جہاں تواتر پیہم کے نظام سے مربوط کر کے اسناد سے آزاد رکھتے ہوئے معصوم چھوٹے بچوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا وہیں احادیث نبویہ -علی صاحبہا الصلاۃ والسلام- کو اسانید وطرق کے نظام سے وابستہ کر کے راویان حدیث اور حاملین سنت کو دین حنیف کے نظام حفاظت کا ایک حصہ بنا کر انہیں عزت وکمال کے اوج ثریا تک پہنچایا۔ احادیث رسول کی حفاظت کے لیے قریہ قریہ، شہر شہر، ملک ملک کی خاک چھاننا ان عاشقان رسول کا محبوب مشغلہ رہا جنہوں نے اس صحرائے محبت کی آبلہ پائی کر کے ثابت کر دیا کہ پروانہائے شمع رسالت کے ہوتے ہوئے بڑے سے بڑے دجال اور دشمن اسلام کے لیے یہ ممکن نہیں کہ دین محمدی میں ذرہ برابر کمی بیشی کر سکے۔ ہارون الرشید کے سامنے ایک واضع حدیث کو جب قتل کے لیے لایا گیا تو کہنے لگا ان ہزاروں حدیثوں کا کیا ہوگا جن کو میں نے گھڑ رکھی ہے، اس پر ہارون رشید نے جواب دیا: فأین أنت یا عدو اللہ من ابي إسحاق الفزاري و ابن المبارک ینخلانها فیخرجانها حرفا حرفا (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۱) کہ اے دشمن اسلام! کیا میرے پاس ابو اسحاق فزاری اور ابن المبارک جیسی ہستیاں نہیں ہیں جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دے۔ اسناد کی دولت اس امت کا وہ سرمایہ افتخار ہے جس سے دنیا کی دوسری قومیں محروم رہیں، امام ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں: لم یکن في أمة من الأمم منذ خلق اللہ آدم أمناء یحفظون آثار الرسل إلا في هذه الأمة (شرف اصحاب الحدیث ۴۲) کہ آدم علیہ

السلام سے لے کر آج تک کسی امت کو ایسے حفاظ میسر نہیں ہوئے جنہوں نے اپنے نبی کے آثار ونقوش کو اس امت کی طرح محفوظ رکھا ہو۔ محمد بن حاتم المظفرؒ فرماتے ہیں: إن الـله أكرم هذه الأمة وشرفها و فضلهابالإسناد، وليس لأحد من الأمم قديمهم وحديثهم إسناد ، وإنما هي صحف في أيديهم، وقد خلطوا بكتبهم أخبارهم، وليس عندهم تمييز بين ما نزل من التوراة والإنجيل مماجائهم به انبيائهم وتمييز مابين ألحقوا بكتبهم من الأخبار التي أخذوا عن غير الثقات، وهذه الأمة إنما تنص الحديث من الثقة المعروف في زمانه المشهور بالصدق والأمانة عن مثله حتى تتناهى أخبارهم، ثم يبحثون أشد البحث حتى يعرفوا الأحفظ فالأحفظ والأضبط فالأضبط ، والأطول مجالسة لمن فوقه ممن كان أقل مجالسة ، ثم يكتبون الحديث من عشرين وجها و أكثر حتى يهذبوه من الغلط والزلل،و يضبطوا حروفه ويعدوه عدا. فهذا من أعظم نعم الله تعالى على هذه الأمة حق سبحانہ تقدس وتعالی نے اس امت کو اسناد کے ذریعہ شرف اور فضیلت سے نوازا ہے، کسی قدیم وجدید امت کو یہ اعزاز حاصل نہیں، ان کے ہاتھوں میں محض صحائف ہیں جس میں انہوں نے خلط ملط کر دیا، ان کے یہاں توریت وانجیل کے منزل من اللہ اور غیر منزل کو تمییز کرنے، ثقات سے منقول اور غیر ثقات سے نقل کردہ اخبار کو الگ کرنے کے لیے کوئی پیمانہ اور معیار نہیں ہے، جب کہ یہ امت حدیث محض ثقات سے روایت کرتی ہے جو اپنے زمانہ میں صدق وامانت میں معروف تھے جنہوں نے انہیں صفات کے حامل اساتذہ سے نقل کیا اور یہی سلسلہ منتہائے سند تک رہا، اس کے بعد اس کا بھی بہت تتبع کرتے تھے کون بڑا حافظ اور ضابط ہے، اور کس کی صحبت اپنے شیخ سے طویل رہی ہے اور کس کی قلیل، پھر وہ حدیث کو بیس بیس طرق سے لکھتے تھے تاکہ خطا اور لغزش سے اسے پاک رکھ سکیں اور اس کے حروف کو ضبط کریں اور شمار میں لا سکیں، یہ اللہ تعالی کا اس امت پر ایک بڑا احسان ہے (شرف اصحاب الحدیث ۴۰)۔ ابن حزم لکھتے ہیں: نقل الثقة عن الثقة يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم مع الاتصال، خص الله به المسلمين، دون سائر الملل، وأما مع الإرسال والإعضال فيوجد في كثير من اليهود، و لكن لايقربون فيه من موسى قربنا من محمد صلى الله عليه وسلم، بل يقفون بحيث يكون بينهم وبين موسى أكثر من ثلاثين عصرا، وإنما يبلغون به إلى شمعون ونحوه، قال: وأما النصارى فليس عندهم من من صفة هذا النقل إلا تحريم الطلاق فقط، وأما النقل بالطريق المشتملة على كذاب أو مجهول العين فكثير في نقل اليهود والنصارى ۔ ثقہ بواسطہ ثقہ اتصال کے ساتھ نقل وروایت میں اللہ نے اس امت کو انفرادیت بخشی ہے، دنیا کے دوسرے مذاہب وملل میں یہ چیز نہیں ہے، ہاں ارسال واعضال کے ساتھ یہودیوں کے یہاں کثرت سے روایات ہیں اس میں بھی انہیں موسی علیہ السلام سے انہیں وہ قرب میسر نہیں جو ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے، بل کہ کہیں

کہیں ایسا انقطاع اور توقف ہے کہ ان کے اور حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے مابین تیس صدیوں سے طویل عرصہ ہے، نصاری کا بھی یہی حال ہے ان کے یہاں بھی نقل کا طلاق کی حرمت کے مسئلہ کے علاوہ مقامات میں یہی صورت حال ہے، کذاب یا مجہول العین پر مشتمل اسانید یہود و نصاری کی نقول میں بکثرت ہیں (قواعد التحدیث ۲۰۱)

مسلمانوں نے نہ صرف احادیث کی اسانید کی حفاظت کا اہتمام کیا بل کہ راویان حدیث کی زندگی، ان کے تقوی وطہارت، حفظ وضبط میں مقام ومرتبہ، علمی رحلات، اور شیوخ واساتذہ کی تفصیلات کو بڑی انتھک کاوشوں اور پیہم جدوجہد سے تیار کر کے ''علم اسماء الرجال'' کی داغ بیل ڈالی۔ یہ شرف اس امت کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، الفضل ماشهدت بــه الأعــداء مشہور جرمن مشہور متشرق ڈاکٹر اسپنگر الإصابہ فی أحوال الصحابہ کے ۱۸۸۲ء کے ایڈیشن کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

''کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گذری اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت پانچ لاکھ مسلمانوں کے حال معلوم ہو سکتا ہے''۔

اسانید حدیث کے ساتھ یہ اہتمام وشغف آج بھی امت میں قائم ہے، اور یہ ایک مبارک سلسلہ ہے جو ایک طالب حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خصوصی نسبت اور تعلق پیدا کرتا ہے، گو تدوین کتب کے عہد کے بعد اس کی وہ ضرورت باقی نہ رہی تاہم امت نے اپنے نبی کے حیات سے وابستہ اس سلسلۃ الذہب کو اپنے سینے سے لگایا اور دل میں بسایا ہے، اسی کی ایک جھلک فاضل مؤلف مفتی محمد کوثر صاحب مظاہری کی گرانقدر اور بلند پایہ تصنیف موسوم بہ ''الجوہر المفید فی تحقیق الاسانید'' ہمارے سامنے ہے، موصوف ملک کے مایہ ناز ادارے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک مقتدر و معزز استاذ فقہ حدیث ہیں، اور آپ کے قلم گہر بار سے اس سے پہلے بھی قیمتی تصانیف طبع عام ہو کر تشنگان علوم کی سیرابی کا سامان فراہم کر رہی ہیں، ہمیں امید ہے کہ کتاب ہذا بھی وابستگان علم حدیث اور تشنہ کامان فن کے لیے چشمہ فیاض ثابت ہوگی۔ اللہ تعالی موصوف کے قلم کو رواں دواں رکھے اور آپ کا فیض علم جاری وساری رہے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد رضوان الدین المعروفی

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کواں

ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ نومبر ۲۰۲۱ء

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وصحبه اجمعین اما بعد

اسلام اللہ سبحانہ وتعالی کا آخری اور سرمدی دین ہے اور اس دین متین کے لئے دو بنیادی سرچشمے عطا فرمائے، ایک کتاب اللہ، دوسرے سنت رسول اللہ ﷺ، اور ان دونوں کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالی نے لے لی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون"

قرآن کریم کو اللہ تعالی نے انسانوں کے سینے میں اس طرح محفوظ کر دیا ہے کہ الفاظ، حروف وکلمات، حرکات و سکنات تک میں آج تک کسی طرح کی کوئی تبدیلی اور تحریف نہیں ہوسکی اور انشاء اللہ قیامت تک نہیں ہو سکے گی اور احادیث رسول ﷺ قرآن کریم کے معانی اسکی تشریح وتفسیر ہے قرآن کی حفاظت اس کے معانی یعنی حدیث کی حفاظت کو بھی متضمن ہے اور حدیث کی حفاظت رجال ورواۃ حدیث کے ذریعہ فرمائی۔

اللہ تعالی نے امت محمدیہ علی نبیہا الصلوۃ والسلام کو یہ خاص شرافت عطا فرمائی کہ صدیوں گزر جانے کے بعد بھی امت کے پاس اس نبی ﷺ کے تمام اقوال، افعال، احوال، تقریرات اور اوصاف واخلاق اور دیگر علوم نبویہ اتصال سند اور تسلسل کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ بغیر کسی انقطاع کے برابر چلا آرہا ہے اسی سلسلہ رواۃ کا نام اسناد ہے، اسی سلسلہ سند پر دین کا مدار ہے۔

چنانچہ مقدمہ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ کا قول ہے " الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء "، یعنی سند کا بیان کرنا دین ہے اگر اسناد نہیں ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا کہہ دیتا۔

پھر اسناد حدیث کے دو سلسلے ہیں

(۱) ایک سلسلہ تو مصنفین کتب حدیث سے نبی کریم ﷺ تک کا ہے اسی اسنادی سلسلہ پر حدیث کی صحت وسقم کا دارومدار ہے، احادیث کی کتابوں کی تدوین اور طباعت کے ساتھ یہ اسنادی سلسلہ بھی کتابوں میں محفوظ ہو گیا ہے اور لاکھوں ان تمام رواۃ حدیث کی تاریخ ولادت ووفات، ان کا زمانہ اور طبقہ اور ان کے اساتذہ وتلامذہ کے اسماء اور دیگر

احوال خصوصاً ضبط وعدالت سے متعلق امور انتہائی تحقیق کے ساتھ لکھ کر بہت ساری بیشمار کتابوں میں محفوظ کر دیے گئے ہیں اور یہ مسلمانوں کا قابل فخر، عظیم اور منفرد کارنامہ ہے، جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی۔

(۲) اسناد کا دوسرا سلسلہ جو موجودہ زمانے کے علماء سے مصنفین کتب حدیث تک پہونچتا ہے اور زمانہ مابعد میں قیامت تک چلتا رہے گا انشاء اللہ العزیز، اگرچہ اس دوسرے اسنادی سلسلہ پر حدیث کی صحت وسقم کا مدار نہیں ہے اب ہر طالب حدیث یا محدث کے لیے اتنا کافی ہے کہ صرف متن حدیث کو بیان کر کے کتب حدیث کا حوالہ دیدے حدیث کے ثبوت کے لیے یہی کافی سمجھا جائے گا لیکن سلسلہ اسناد کو باقی رکھنے اور تبرک کے خاطر ہر مدرس اپنی سند کو اصحاب کتب حدیث تک پہونچائے اور اس کو محفوظ رکھے یہ باعث سعادت، سرمایۂ افتخار اور قابل اعتبار ہے۔

چنانچہ ہر دور کے مشائخ نے ان کتب حدیث کی سندوں کو بھی محفوظ کی ہیں اور بعض مشائخ نے مصنفین کتب حدیث تک اپنی اسناد کے متعدد طرق اور مختلف سندوں کو ایک رسالہ کی شکل میں مرتب کر دیئے ہیں جسے اصطلاح میں ثبت اور اس کی جمع اثبات کہلاتی ہے، پھر اختصار کے طور پر شیخ تلمیذ کو صرف ثبت کی اجازت دیدے تو تمام کتب حدیث کی اجازت اسے حاصل ہو جاتی ہے۔

ہمارے بعض ہندوستانی علمائے محدثین نے بھی اس سلسلہ میں رسائل واثبات لکھے ہیں، جیسے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب (۱) "الارشاد الی مهمات الاسناد" جس میں انہوں نے اپنے شیوخ سے لے کر مصنفین کتب حدیث تک کی اسناد کو ذکر کیا ہے

(۲) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی کتاب "العجالة النافعة"، جس میں انہوں نے علم حدیث کی دیگر بحثوں کے ساتھ اہم اور متداول کتب حدیث کی سندوں کو بھی ذکر فرمایا ہے (۳) شیخ مولانا محمد محسن ترہتی بیگوسرائیویؒ کی کتاب "اليانع الجنی من اسانيد الشيخ عبد الغنی" جس میں مؤلف نے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی مجددیؒ کی اسانید کو جمع کیا ہے (۴) مولانا عاشق الٰہی برنی مظاہریؒ کی کتاب "العناقيد الغالية من الاسانيد العالية" جس میں مشائخ دیوبند وسہارنپور کی سندوں کو ذکر کیا ہے (۵) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پاکستانیؒ کی کتاب "الازدياد السنی علی اليانع الجنی"، جس میں انہوں نے تمام اکابر دیوبند کی سندوں کو حضرت شاہ عبد الغنیؒ تک پہنچائی ہے (۶) حضرت مولانا روح الامین قاسمی بنگلہ دیشی کی کتاب "الكلام المفيد فی تحرير الاسانيد"، جس میں انہوں نے اپنے زمانے کے تمام اساتذۂ دار العلوم دیوبند کی سندیں اور رجال اسناد کا تعارف بھی کرایا ہے۔

مگر یہ ساری کتابیں عربی میں ہیں اردو خواں حضرات اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے نیز موجودہ زمانہ کے دار العلوم د

مظاہر علوم سہارنپور وغیرہ کے اساتذہ کی سندوں سے وہ کتابیں خالی ہیں۔

اس سلسلہ میں بہت سارے حضرات خصوصاً حضرات مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ رئیس جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات نے خواہش ظاہر کی کہ موجودہ اساتذۂ حدیث سے لیکر مصنفین کتب حدیث کی سندوں کولکھ کر رجال اسناد کا تذکرہ بھی لکھو۔

بہر کیف ان حضرات کی خواہش پر یہ کتاب ''الجوہر المفید فی تحقیق الاسانید''یعنی تذکرۂ محدثین اور ان کی سندیں قارئین کی خدمت میں پیش ہے

چنانچہ بندۂ عاجز ودرماندہ قلم نے اس کتاب کو چھ ابواب پر منقسم کیا ہے۔

پہلا باب:

مباحث عشرہ کے بیان میں ہے اس، میں سند سے متعلق دس بحثیں بیان کی گئی ہیں (۱) سند کی لغوی واصطلاحی کی تعریف (۲) سند کا بیان کرنا کیا امت محمدیہ کی خصوصیت ہے؟ (۳) حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی وجوہات اور اس کا تاریخی پس منظر (۴) سند کی قسمیں اور ان کے احکام (۵) علم حدیث میں سند کی اہمیت (۶) سند میں عدالت رواۃ کی اہمیت (۷) اتصال سند کی اہمیت (۸) رواۃ اسناد کی تعیین وتقسیم (۹) عصر حاضر میں سند بیان کرنے کا حکم (۱۰) بے اصل حدیث بیان کرنے کا حکم۔

دوسرا باب:

احقر الوری (محمد کوثر علی سبحانی) سے لے کر مصنفین کتب حدیث تک متداول کتب حدیث کی سندیں اور رجال اسناد کا تعارف اس باب کے تحت بندہ پہلے اپنی تمام متداول کتب حدیث یعنی صحاح ستہ موطین، طحاوی شریف اور مشکوٰۃ شریف کی سندوں کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک پھر ان تمام کتب حدیث کی سندوں کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اوپر مصنفین کتب حدیث تک پہنچا کر ان تمام رواۃ ومحدثین کے تعارف وتذکرے بیان کئے گئے ہیں۔

تیسرا باب:

مدرسہ مظاہر علوم کے اساتذۂ حدیث کی سندیں اور ان کا تعارف۔

چوتھا باب: جامعہ مظاہر علوم (دار جدید) کے اساتذۂ حدیث کی سندیں اوران کے تذکرے۔

پانچواں باب: دار العلوم دیوبند کے اساتذۂ حدیث کی سندیں اوران کے تذکرے۔

چھٹا باب: دارالعلوم وقف دیوبند کے اساتذۂ حدیث کی سندیں۔

چونکہ عام طور پر مدارس اسلامیہ میں دونوں دارالعلوم دیوبند اور دونوں مظاہر علوم سہارنپور ہی کے فضلاء وفارغین علماء بلاواسطہ یا بالواسطہ حدیث کا درس دیتے ہیں، اس لئے ان چاروں ادارے کے شیوخ واساتذۂ حدیث کی سندوں سے تمام مدارس کے اساتذہ طلبۂ حدیث کے لئے سندوں کا ڈھونڈنا اس کتاب کے ذریعہ آسان ہوجائیگا ان شاءاللہ العزیز۔

الحمدللہ اس کتاب میں ہر ایک چیز کو مدلل، مجول اور مرتب بیان کرنے کی حتیٰ المقدور کوشش کی گئی ہے، سادہ زبان اور عام فہم اسلوب اختیار کیا گیا ہے تاکہ عام طور سے علماء وطلباء اس سے فائدہ اٹھاسکیں، اگرچہ خطاو غلطی کا احتمال ہے اس لئے قارئین سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اسقام وتسامحات پر اس تہی دامنی کو آگاہ فرمادیں تو آپ کا بے حد مشکور رہوں گا تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

یاباری تعالٰی میری اس حقیری کاوش ومحنت کو قبول فرماکر ان محدثین کے زمرہ میں شامل فرماکر اس سیاہ کار کی مغفرت ونجات عطا فرمادے۔ آمین۔

ہدیۂ امتنان وتشکر

من لم یشکر الناس لم یشکر الله (الحدیث)

ہم اپنے رب ذوالجلال، خالق کائنات، خداوندقدوس کے سامنے سجدۂ شکر کے بعد دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور کے ان تمام محدثین واساتذۂ حدیث کے مخلصانہ کرم فرمائیوں پر جذباتی حدتک ممنون ومشکور ہیں جنہوں نے اپنی سندیں اوراپنی زندگی کے تذکرے ارسال فرماکراس حقیری تالیف کی قدر افزائی فرمائیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

خصوصاً ہمارے کرم فرما، روح رواں جانشین فقیہ الاسلام حضرت الحاج مولانا محمد سعیدی صاحب حفظہ اللہ اور دیگر ان تمام بزرگوں کے بے حد شکر گزار ہیں جنہوں نے اپنی قیمتی تقریظات سے اس کام میں وقعت واہمیت پیدا کی۔

ہمارے عظیم محسن

سب سے زیادہ ہدیۂ تشکر وامتنان کے مستحق ہمارے مخلص دوست، جان جگر، ہردل عزیز، ہردل نواز، عاشق سنت رسول ﷺ، صائم النہار، قائم اللیل، جامع شریعت وسنت حضرت اقدس مولانا زکریا صاحب پٹیل دامت برکاتہم العالیہ امام وخطیب اور پیر طریقت مسجد تقویٰ تورانٹو کناڈا ہیں جو اس کتاب کی طباعت کے علاوہ دیگر تمام علمی ودینی، ملی کاموں میں اپنے دست کرم کا ہاتھ میرے سرپر رکھ کر میری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں جس سے میرے اندر دینی، تحقیقی و تخلیقی خدمات کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالی آپ کی ہمہ جہتی، زندہ دل شخصیت کا سایہ تادیر امت مسلمہ پربایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے (آمین)

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اپنے عزیز مولوی محمد کفیل بجنوری سلمہ کا شکریہ ادانہ کروں جنہوں نے کمپوزنگ اور کتاب کی ترتیب وتحسین کے سلسلے میں بڑی محنت کی ہے اللہ تعالی دنیا وآخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطافرمائے (آمین)

نیز ہم شکریہ ادا کرنے کے ساتھ دعا گو ہیں دورۂ حدیث کے ان بچوں کے لیے جنہوں نے اس کتاب کی پروف اورتصحیح کے سلسلے میں ہمارا ساتھ دیا جیسے ہمارے کرم فرما حضرت ناظم صاحب کے چھوٹے صاحبزادے مولوی محمد سفیان سعیدی سلمہ اور مولوی عبداللہ نیموی بیگوسرائے، مولوی تنزیل حیاتی سیتامڑھی، مولوی محمد ارشد علی ندوی ارریاوی وغیرھم کہ اللہ ان کے علم وعمل اوراخلاص میں برکت عطافرمائے اور دینی خدمات کے مواقع، سہولتیں عطافرماکر مزید توفیق عطافرمائے (آمین)

اور بڑی ناقدری ہوگی اگر میں عزیز القدر مولوی عبدالسلام سہارنپوری سلمہ کا شکریہ ادانہ کروں جنہوں نے اس کتاب کے علاوہ میری دیگر تصانیف میں میرا ساتھ دیئے ہیں اطال اللہ عمرہ وزادہ علماً وتوفیقاً

باب اول

مباحث عشرہ میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ! بندہ حقیر کا مزاج ہے کہ کسی بھی چیز کو نمبر وار، مرتب بیان کیا جائے لہٰذا سند سے متعلق دس (۱۰) بحثیں ہمیں بیان کرنی ہیں:

(۱) سند کی لغوی و اصطلاحی تعریف (۲) سند کا بیان کرنا کیا امت محمدیہ کی خصوصیت ہے؟ (۳) حدیث کو سند کیساتھ بیان کرنے کی وجوہات اور اسکا تاریخی پس منظر (۴) سند کی قسمیں اور ان کے احکام (۵) علم حدیث میں سند کی اہمیت (۶) سند میں عدالت رواۃ کی اہمیت (۷) اتصال سند کی اہمیت (۸) رواۃ اسناد کی تعیین و تقسیم (۹) عصر حاضر میں سند بیان کرنے کا حکم (۱۰) بے اصل حدیث کے بیان کرنے کا حکم

پہلی بحث

سند کی لغوی و اصطلاحی تعریف

سند (باب نصر) سنوداً و استند و تساند الیہ اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا سند فی الجبل پہاڑ پر چڑھنا [۱]

علامہ سیوطی نے تدریب میں بدر بن جماعہ سے نقل کیا ہے اما من السند وھو مارتفع و علا من سفح الجبل لان المسند یر فعہ الیٰ قائلہ [۲]

یعنی سند کہا جاتا ہے دامن کوہ سے بلندی کی طرف چڑھنا، بلند ہونا اور چونکہ سند کا بیان کرنے والا بھی اپنے قول کو قائل تک پہنچاتا ہے اس لئے سند کو سند کہتے ہیں اس لئے علم حدیث کی اصطلاح میں علماء محدثین نے اسناد کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ (۱) علامہ سیوطیؒ نے ابن جماعہ اور علامہ طیبیؒ سے نقل فرمایا ہے اما السند ..ھو الاخبار عن طریق المتن

پھر علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ متن حدیث کے طرق کی خبر دینے کو سند اس لئے کہا جاتا ہے کہ حدیث کی صحت و

[۱] مصباح اللغات ص:۴۰۰ [۲] تدریب الراوی ص:۴۰ ج:۱

ضعف کے سلسلے میں حفاظ (حدیث کے راویوں) پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ ۱

(۲) حضرت شیخؒ نے اوجز کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے اما السند فهو عند المحدثين الطريق الموصل الى متن الحديث والمراد بطريق رواة الحديث. ۲

یعنی سند محدثین کے نزدیک متن حدیث تک حدیث کے راویوں کے اتصالی سلسلہ کا نام ہے۔

(۳) مولانا روح الامین بنگلہ دیشی الکلام المفید میں تحریر فرماتے ہیں والسند هو أولئك الرواة الناقلون المذكورون قبل متن الحديث ۳

یعنی متن حدیث سے قبل حدیث کے نقل کرنے والے اور ذکر کردہ راویوں کو سند کہا جاتا ہے۔

اسناد:۔ اسناد کی تعریف بھی مختلف کی گئی ہے (۱) حضرت شیخؒ مقدمہ اوجز میں تحریر فرماتے ہیں و امـــا الاسناد فهو حكاية عن طريق المتن ۴

یعنی اسناد متن حدیث کے راویوں کی حکایت کا نام ہے۔ (۲) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں الاسناد لغةً رفع الحديث الى قائله و اصطلاحاً الاخبار عن طريق المتن فهو مشترك مع السند في اعتماد الحفاظ ۵

یعنی سند لغت کے اعتبار سے بات کو قائل تک پہنچانا ہے اصطلاح میں، حدیث کے متن کو نقل کرنے والے راویوں کی خبر دینے کو اسناد کہا جاتا ہے لہذا راویوں پر اعتماد کرنے کے سلسلہ میں سند اور اسناد مشترک ہے۔

(۳) علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں واما الاسناد فهو رفع الحديث الىٰ قائله یعنی کلام کو متکلم تک پہونچانے کو اسناد کہا جاتا ہے۔

پھر علامہ سیوطیؒ علامہ طیبیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ حدیث کی صحت وضعف کے سلسلہ میں راویوں پر اعتماد کرنے کے متعلق سند اور اسناد قریب المعنی ہے اسی طرح ابن جماعہ کا قول ہے کہ سند اور اسناد کو محدثین حضرات ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ ۶

---

۱ تدریب الراوی ص:۴۲ ج:۱ ۲ مقدمہ اوجز المسالک ص:۷۰ ۳ الکلام المفید فی تحریر الاسانید ص:۱۷ ۴ مقدمہ اوجز المسالک ص:۷۰

۵ العجالۃ النافعہ ص:۱۰ ۶ تدریب الراوی ص:۴۰ ج:۱

دوسری بحث
سند کا بیان کرنا امت محمدیہ کی خصوصیت ہے؟

علمائے محدثین تحریر فرماتے ہیں کہ اسناد کے ساتھ کلام پیش کرنا یعنی باضابطہ ابتداء سے انتہاء تک حوالہ کے ساتھ ہر حدیث کو ہر راوی ہر زمانہ میں اپنی سند سے صاحب حدیث تک پہنچائے یہ امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے چنانچہ حافظ ابن صلاح تحریر فرماتے ہیں اصل الاسناد خصیصة فاضلة من خصائص هذه الامة و سنة بالغة من السنن المؤكدة.[1]

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حافظ ابن حزم سے نقل فرماتے ہیں کہ ہر ایک ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے حدیث کو نقل کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اس طرح پہنچانا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے مروی عنہ کے نام ونسب کی خبر دے رہا ہو اور ہر راوی اپنی ذات، اپنے حالات، اپنے زمانہ اور اپنے مکان کے اعتبار سے مشہور ہو اس طرح روایت کو نقل کرنا دیگر تمام قوموں کو چھوڑ کر یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے صرف امت مسلمہ کو بخشی ہے۔[2]

نیز حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے علامہ محمد بن حاتم بن مظفر کا قول نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت مسلمہ کو سند کے ذریعہ جو شرافت اور فضیلت بخشی ہے اس سے ماقبل کی تمام امتیں محروم ہیں، چنانچہ ان کے پاس تحریف اور مخلوط شدہ آسمانی کتاب توراۃ اور انجیل موجود ہیں لیکن ان کے پاس اس وقت اصل اور غلط کے درمیان تمیز پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔[3]

لیکن علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ارسال واعضال کے ساتھ سند بیان کرنے کا طریقہ اگرچہ بہت سے یہود میں پایا جاتا ہے مگر وہ اپنی سند اخیر تک یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تک نہیں پہنچا سکے بلکہ ان کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بہت سے وسائط باقی رہ گئے ہیں جن کو وہ پورا نہیں کر سکے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ بل يقفون بحيث يكون بينهم و بين موسىٰ اكثر من ثلاثين عصرا و انما يبلغون الى شمعون و نحوه.[4]

نیز نصاریٰ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ وہ بھی اپنی سند شمعون اور بولص سے آگے نہیں پہنچا سکے ہیں یہ خصوصیت

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح ص:۱۵۵، ص:۱۵۶ [2] العجالۃ النافعہ ص:۱۱ [3] العجالۃ النافعہ ص:۱۲ [4] الکلام المفید فی تحریر الاسانید ص:۱۱

اللہ تعالیٰ نے صرف امت محمدیہ کو عطا فرمائی ہے۔ اور حضرات محدثین کے یہاں سند ذکر کرنے کا اہتمام صرف احادیث نبویہ اور آثارِ صحابہ کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ ائمہ کے اقوال کو بھی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں چنانچہ ترمذی شریف میں یہ چیزیں کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ وہ بسا اوقات ائمہ کے اقوال بیان کرنے کے بعد ان کی سندوں کو بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

تیسری بحث

حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی وجوہات اور اس کا تاریخی پس منظر

ہر زمانہ کا دستور ہے کہ جب کسی چیز کا چلن ہوتا ہے اور اس مال کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو بہت سارے دھوکہ باز کاروباری مارکیٹ میں آجاتے ہیں اور نقلی مال کے اوپر اصلی مال کا لیبل لگا کر نقل کو اصل کے ساتھ ملا کر سپلائی شروع کر دیتے ہیں اور اپنے غلط ایجنڈوں کے ذریعہ اپنے سامان کی اتنی تشہیر (ایڈوٹائز) کرتے ہیں کہ اصل و نقل میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے، اس سے صرف دنیاوی معاملات ہی متاثر نہیں ہوتے ہیں بلکہ دینی روایات و حکایات بھی اس سے دوچار ہوتی ہیں چنانچہ دور اول میں جب تک مسلم اور مسلم ملکوں پر دشمنانِ اسلام کے حملے ہوتے رہے اس وقت تک مسلمان جہاد میں مشغول رہے پھر جب دشمن شکست کھا کر بیٹھ گئے تو مسلمانوں کو جہاد سے فرصت ملی اس فراغت کو غنیمت سمجھ کر مسلمان علومِ اسلامیہ، خاص کر دین کے تین اہم عناصر۔

قرآن کریم کی تفسیر، روایتِ حدیث اور فقہی مسائل کا اجتہاد شروع کر دیا تو ان تینوں عناصر میں فقہی اجتہاد سب کے بس میں نہیں تھا اس لئے اس میں لوگوں نے کم قدم رکھا البتہ حدیث شریف کی روایت کسی قدر آسان کام تھا اس لئے اس کی طرف عام رجحان بڑھا اور اس کا بازار اتنا گرم ہوا کہ بعض محدثین کے درسِ حدیث میں طلبہ کا تیس ہزار کا مجمع ہوتا تھا، روایات احادیث کے سیلاب میں اصل حدیث کے ساتھ بے اصل حدیث بھی روایت کی جانے لگی اور تفسیر قرآن تو ہر ایک کے ہاتھ کا کھلونہ بن کر رہ گیا۔

ایسی صورت حال سے نمٹنے کے لئے محققین علماء و محدثین عظام اور ملت کا درد رکھنے والے اساطینِ امت آگے بڑھے اور چوتھی صدی ہجری میں اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا اعلان کر دیا اور تفسیری تمام روایات کو نا قابل اعتبار قرار دیا کیونکہ اس سے قبل تفسیر کی روایاتِ صحیحہ منقح ہو کر سامنے آچکی تھیں اس لئے اس کی تنقیح کا کام نہیں کیا گیا کیونکہ قرآن فہمی کا

تعلق ان روایات سے نہیں تھا چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ثلاثة لیس لها اصل التفسیر والملاحم والمغازی اور روایاتِ احادیث کے سیلاب میں اصل حدیث کے ساتھ بے اصل حدیث بھی روایت کی جانے لگی۔[1]

مگر وضع حدیث کا یہ شنیع کام پہلی صدی کے تقریباً نصف تک نہیں پایا گیا کیونکہ یہ دور صحابہ یا کبار تابعین کا تھا صحابہ کے متعلق تو یہ مسلم بات ہے کہ (الصحابة كلهم عدول) کہ ان مقدس نفوس کی عدالت وثقاہت نصوص قطعیہ یعنی قرآن واحادیثِ متواترہ سے ثابت ہے پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام دین کے امانت دار اور احادیث وقرآن کے معاملے میں بہت ہی محتاط تھے خاص کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم (من كذب عليّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار) نے انہیں اور بھی چوکنا بنا رکھا تھا۔

بنابریں حضرات صحابہ بڑی دیانت داری، امانت داری اور تیقظ وتیقن کے ساتھ روایت کرتے اور لیتے تھے۔ بعض صحابہ خصوصاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ تو روایتِ حدیث پر استحلاف کرتے تھے چنانچہ ابن حبان نے کتاب المجروحین کے مقدمہ میں اپنی سند سے حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہؓ ابن مسعود، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابو مسعود انصاریؓ کو طلب کیا اور تنبیہ کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئے

(ما هذا الحديث الذى تكثرون عن رسول الله ﷺ) یعنی یہ حدیثیں کیسی ہیں جو تم کثرت سے بیان کرتے ہو (تم لوگوں کو ان احادیث پر گواہ پیش کرنا ہوگا)

چنانچہ جب تک ان احادیث کی تحقیق نہیں ہوگئی اس وقت تک ان حضرات کو مدینے سے باہر نہیں جانے دیا اس کے علاوہ حضرت عمرؓ فاروق کے اور بھی بہت سارے واقعات منقول ہیں جن سے روایت حدیث میں ان کا احتیاط حد کمال کو پہنچنا معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ باب التوقی فی الحدیث عن رسول اللہ ﷺ میں حضرت عمروؒ بن میمون کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں ما اخطانى ابن مسعود عشية فى خميس الا اتيتهٗ فيه قال فما سمعته يقول بشىء قط قال رسول الله ﷺ فلما كان ذات عشية قال قال رسول الله ﷺ قال فنكس قال فنظرت اليه فهو قائم محللة ازار قميصه قد اغر و رقت عيناه وانفخت اوداجهٗ قال او دون ذٰلك او فوق ذٰلك او قريباً من ذٰلك او شبيها بذٰلك۔[2]

---

[1] مستفاد فیض المنعم مقدمہ مسلم ص:۵۲، ص: ۱۳۴ [2] ابن ماجہ ص:۳، ج:۱

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے یہاں ہر جمعرات کی شام کو حاضر ہوتا اس میں کبھی ناغہ نہ کرتا میں نے کبھی ان کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ شک ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کہنے لگے قال رسول اللہ ﷺ عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان کو دیکھا کہ کھڑے تھے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھی ان کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھی اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھی اور عبداللہؓ بن مسعود کہہ رہے تھے آیا اس سے کم یا اس سے زائد یا اس کے قریب یا اس کے مشابہ۔

(۲) **دوسرا طبقہ** کبار تابعین کا ہے وہ حدیث کو بہت ہی تیقظ اور تثبت کے ساتھ بیان کرتے تھے۔

چنانچہ ابن حبان اس پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث کو تیقظ اور احتیاط کے ساتھ بیان کرنے میں مدینہ کے سادات اور کبار تابعین، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طریقہ اور انہیں کے نقش قدم کی اتباع کرتے تھے ان میں سے چند حضرات یہ ہیں۔

سعید ابن المسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ بن عمر علی بن حسین بن علی، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، خارجہ بن زید بن ثابت، عروہ بن زبیر بن العوام، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام اور سلیمان بن یسار رحمہم اللہ یہ حضرات حدیثوں کو یاد کرنے اور اس کے لئے سفر کرنے اور اس کی تحقیق و تفتیش اور حدیث کو سمجھنے کے لئے بڑی جد و جہد اور اس کے لئے دین اور دعوۃ المسلمین کو اپنے اوپر لازم پکڑے رہے۔[۱]

اس کے بعد ابن حبانؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے بھی ان سے علم حدیث کو سیکھ کر انہیں کے نقوش کو مشعل راہ بنایا جیسے امام زہری، یحیٰ بن سعید الانصاری، ہشام بن عروہ، سعد بن ابراہیم اور ان کے علاوہ مدینہ کی ایک اور جماعت۔

الغرض ان حضرات سے بعد کے ان لوگوں نے علم حدیث کو سیکھ کر حدیث کے طرق کی تحقیق اور رجال کی تفتیش اور احادیث کو جمع کرنے کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔[۱]

(۳) **تیسرا طبقہ** اوساط تابعین اور تبع تابعین کا ہے اس میں تھوڑا کذب کا ظہور ہوا اور مختلف اغراض کی بنا پر حدیث وضع کی گئی البتہ صحابہ اور تابعین کے دور میں جو حدیث کی وضع کا قصہ پیش آیا وہ اولاً مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ دشمنان اسلام کی فتنہ انگیزی تھی۔

---

[۱] المجروحین ص:۳۹ ج:۱ [۲] حوالہ بالا

وضع حدیث کی تاریخی داستان

بہر حال حدیثیں کب اور کیسے گھڑی گئیں اس کی تعداد اور تاریخی داستانیں بہت لمبی ہیں یہاں ان کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک یہ پاکیزہ دور وضع اور کذب سے سلامت رہا جب حضرت علیؓ کا دور خلافت آیا تو صحابہ کے درمیان مشاجرات واختلافات پائے گئے اور مسلمانوں کی متحدہ جمیعت منتشر ہوکر گروہوں میں تقسیم ہوگئی، تاریخ سے واقفین حضرات جانتے ہیں اس انتشار کا اصل محرک اور فتنہ کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا چنانچہ اس نے تمام فتنہ انگیزیوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی کھڑا کیا کہ حدیث گھڑنے کا کام شروع کردیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اول من کذب عبداللہ بن سبا

چنانچہ عبداللہ بن سبا نے حب علیؓ کا لبادہ اوڑھ کر حضرت علی کے مناقب میں اور ان کے خلیفہ بلافصل ہونے پر حدیثیں گھڑیں اور وضع حدیث کیلئے اس نے مختلف جماعتیں تشکیل دیں یہ اور ان کے گروہ نے مختلف ممالک میں جاکر حدیثیں گھڑنے کا کام بڑی جرأت مندی سے انجام دیا خاص کر فرقہ روافض اس معاملہ میں پیش پیش تھے۔

خلیل کا بیان ہے کہ روافض نے حضرت علیؓ اور ان کے اہل خانہ کے مناقب میں تقریباً تین لاکھ احادیث گھڑی تھیں۔

اس کے بعد خوارج وشیعہ اور دیگر فرقہ ضالہ نے بھی احادیث گھڑنے کا بازار گرم کردیا اور لاکھوں کی تعداد میں حدیثیں گھڑی گئیں عراق اس زمانہ میں حدیث گھڑنے کا ان بے باکوں کا مرکز تھا۔

مصطفیٰ السباعی نے اپنی کتاب (السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی) میں امام زہری کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں یخرج الحدیث من عندنا شبراً فیرجع من العراق ذراعاً۔[1]

یعنی ہمارے یہاں حدیث ایک بالشت نکلتی ہے اور جب عراق سے لوٹتی ہے تو ایک گز کی ہوجاتی ہے اسی وجہ سے حضرت امام مالکؒ نے عراق کو دارالضرب یعنی حدیث گھڑنے کی فیکٹری قرار دیا ہے۔

ان معاندین اسلام کی طرف سے حدیث وضع کرنے کا مشن تیزی پر تھا ہی کہ ان کی دیکھا دیکھی کچھ بد دین اور کچھ بے عقل دین داروں نے بھی غلط اغراض کے لئے حدیثوں کو گھڑنا شروع کردیا، چنانچہ علماء محدثین نے واضعین حدیث کی مختلف درجہ بندی کی ہے جو اس فن کی کتابوں میں تفصیلی تاریخ موجود ہے خصوصاً علامہ ابن الجوزیؒ کی الموضوعات

[1] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص:۹۳

الکبریٰ کا مقدمہ، علامہ ابن العراقی کنانی کی تنزیہ الشریعہ عن الاخبار الشنیعہ کا مقدمہ اور علامہ سیوطی کی اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے ہم ان کتابوں کا عکس پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اولاً واضعین حدیث، دو گروہوں میں منقسم ہیں (۱) عمداً وارادۃ وضع حدیث کرنے والے

(۲) قصداً وضع وکذب حدیث کا ارتکاب تو نہ کیا مگر ان کے حافظہ میں تغیر اور نقص اتقان پائے جانے کی وجہ سے ان کی حدیثوں میں وضع کذب پایا گیا۔

عمداً واضع حدیث کی قسمیں

علامہ ابن الجوزیؒ نے پہلے گروہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) پہلی قسم: ان لوگوں کی تھی جو بلا قصد وارادہ کے انجانے میں غلط احادیث بیان کر گئے مگر صحیح کے علم ہونے پر بھی رسوائی کے ڈر سے رجوع نہ کر سکے۔

(۲) دوسری قسم: ان لوگوں کی تھی جو کذابین وضعفاء سے جان بوجھ کر روایتیں لیتے اور تدلیس کرتے (یعنی ان جھوٹے اور ضعیف راویوں کو چھوڑ کر ان کے شیوخ سے جو ثقہ ہوتے ان سے روایت کر جاتے) یہ بھی کذب حدیث میں داخل ہے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے (من حدث عنی یری انہ کذب فہو احد الکاذبین) کی وجہ سے اس کے تحت وہ لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے ایسے شیوخ سے روایت لینے کا دعویٰ کیا تھا جنہیں کبھی دیکھا تک نہیں جیسے عبداللہ بن اسحاق کرمانی محمد بن یعقوب سے روایت لینے کا دعویٰ کرتا تھا حالانکہ محمد بن یعقوب اس کی ولادت سے کئی سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

اسی طرح محمد بن حاتم الکشی یہ عبد بن حمید کی سند سے حدیثیں سناتا تھا، شیخ ابو عبداللہ حاکم نشاپوری کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا کمبخت عبد بن حمید کی وفات کے تیرہ سال بعد سننے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

(۳) تیسری قسم: ان لوگوں کی ہے جو جان بوجھ کر وضع وکذب میں مبتلا ہوئے یہ لوگ کبھی خود سے حدیث وضع کرتے کبھی جھوٹی سند بیان کرتے مثلاً کسی ایسے راوی سے سماع کا دعویٰ کرتے جن سے کبھی حدیث اور روایت کو مشہور راوی سے پھیر کر غیر مشہور کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔

حافظہ میں نقص کی وجہ سے راویوں کی حدیثوں میں وضع کذب پائے جانے کے طبقات

علامہ ابن الجوزیؒ نے اخیر کے اس گروہ کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں۔

(۱) پہلا طبقہ: زنادقہ کا تھا جن کا مقصد دین وشریعت میں تحریف کر کے شکوک وشبہات پیدا کرنا تھا جیسے عبدالکریم بن ابی العوجا جو معن بن زائدہ کا ماموں اور حماد بن سلمہ کا ربیب تھا حماد کی حدیث کی کتابوں میں حدیث گھڑ کر شامل کر دیتا تھا جب پکڑا گیا اور اس کی پاداش میں قتل کا حکم لگایا گیا تو اسے اپنی موت کا یقین ہوا تو اس نے چار ہزار حدیثیں وضع کرنے کا اعتراف کیا نیز اس نے اس کا بھی اعتراف کیا کہ خدا کی قسم میں نے بہت سارے حرام کو حلال اور بہت سارے حلال کو حرام بنا دیا تھا اور روزہ کے دنوں میں افطار اور افطار کے دنوں میں روزہ رکھوایا۔

(۲) دوسرا طبقہ: ان لوگوں کا تھا جو اپنے مذہب ونظریات کی تائید کیلئے حدیث وضع کرتے تھے جیسے ایک بدعتی کا قول تحریر کرتے ہیں جس نے توبہ کرنے کے بعد کہا تھا

انظروا هذا الحديث ممن تأخذونهٗ فان كنا اذا رأينا رأيا جعلنا حديثاً

تم حدیثوں کو تحقیق کر کے لو کہ کس سے روایت کر رہے ہو کیونکہ جب ہم کوئی رائے قائم کرتے تو اس کی تائید میں ایک حدیث وضع کر لیتے تھے۔

(۳) تیسرا طبقہ: تیسرا طبقہ ان لوگوں کا تھا جو لوگوں کو اعمال سے جوڑنے اور اس پر آمادہ کرنے کے لئے حدیثیں گھڑتے تھے جیسے عبداللہ نہاوندی فرماتے ہیں کہ میں نے غلام خلیل سے سوال کیا کہ تم رقاق سے متعلق اتنی کثرت سے جو روایت بیان کرتے ہو کہاں سے لاتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے اس سلسلہ کی حدیثیں وضع کر لیتے ہیں۔

(۴) چوتھا طبقہ: ان لوگوں کا تھا جن کے نزدیک ہر اچھی بات کیلئے سند گھڑ کر حدیث کہنا جائز تھا جیسے محمد بن سعید کا قول ہے لا بأس اذا كان كلام حسن ان تصنع له اسناداً یعنی اگر کلام عمدہ ہو تو سند گھڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۵) پانچواں طبقہ: ان لوگوں کا تھا جو کبھی کبھی اپنے مقصد کے لئے حدیثیں گھڑتے تھے مثلاً شاہی دربار میں تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کے سامنے وضع کرنا جیسے غیاث ابن ابراہیم کا واقعہ مشہور ہے خلیفہ مہدی کے پاس آیا تو اس نے کبوتر دیکھے خلیفہ کبوتر کا بڑا شوقین تھا غیاث سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین کے سامنے کوئی حدیث بیان کرو تو اس نے کہا حدثنا فلان ان النبی ﷺ قال لا سبق في نصل او خف او حافر او جناح یعنی مسابقت صرف نیزہ بازی میں یا اونٹ میں یا گھوڑے میں یا پرندے میں ہے۔ (اس شخص نے جناح کا لفظ صرف بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے بڑھا دیا کیونکہ بادشاہ پرندے یعنی کبوتر سے کھیل رہا تھا)

یہ سن کر امیر المؤمنین نے اسکو انعام دیا وہ چلا گیا اور بعد میں مہدی نے کہا کہ اس شخص نے اللہ اور اسکے رسول پر جھوٹ باندھا ہے پھر اس نے کبوتر کو ذبح کر دیا۔

(۶) چھٹا طبقہ: ان لوگوں کا تھا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے عجیب وغریب کلام یا واقعہ باسند پیش کرنے کا بڑا شوق تھا تا کہ لوگ ان کو حیرت واستعجاب سے دیکھیں اور ان کی علمی برتری کے قائل ہوں حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کے بقول ابراہیم بن السبع یعنی ابن ابی حیہ بڑا پیش پیش تھا یہ شخص جعفر صادق اور ہشام بن عروہ دونوں سے حدیثیں نقل کرتا تھا مگر ایک حدیث کی سند کے ساتھ دوسری حدیث کا متن جوڑ دیا کرتا تھا تا کہ اس سند سے لوگ اس حدیث کو عجیب وغریب تصور کریں۔

(۷) ساتواں طبقہ: ان لوگوں کا تھا جن پر حدیث کا حفظ کرنا گراں گذرتا تھا تو بروقت کوئی حدیث تیار کر لیتا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ محفوظ حدیثیں تو معروف ہیں ہی کوئی انوکھی حدیث لائی جائے اسی وجہ سے بے اصل عجیب وغریب حدیثوں کے وضع کے مرتکب ہوجاتے تھے اس طبقہ میں زیادہ تر قصہ گو واعظین اور مقررین کا بڑا حصہ تھا۔

علامہ بن الجوزی فرماتے ہیں کہ مجھ سے دو فقیہ شخص نے ہمارے زمانہ کے ایک واعظ کے متعلق بتایا کہ وہ بظاہر عبادت گذار اور متقی لگتا تھا اس نے ان دونوں فقیہ سے یوم عاشوراء کے متعلق بہت سی حدیثیں بیان کیں قال رسول اللہ ﷺ من فعل کذا فلہ کذا ومن فعل کذا فلہ کذا (آخر مجلس تک یہ ہی چلتا رہا) مجلس کے اخیر میں ان دونوں حضرات نے اس سے معلوم کیا کہ یہ حدیثیں کہاں سے لی ہیں اس نے کہا واللہ میں نے انہیں کہیں سے حفظ نہیں کیا ہے میں ان کو جانتا بھی نہیں ہوں بلکہ انہیں ابھی ابھی میں نے بنائی ہے۔

نوٹ: امام اعمش کا ایک واقعہ

اسی طرح سلیمان بن مہران الاعمش کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب وہ بصرہ گئے تو ایک قصہ گو کو مسجد میں وعظ کرتے دیکھا وہ اس طرح حدیث بیان کررہا تھا حدثنا الاعمش عن ابی اسحق عن ابی وائل۔ یہ سن کر اعمش بیچ مجلس میں اٹھ کر بغل کا بال اکھاڑنے لگے اس پر قصہ گو کو غصہ آیا اور بولا اے شیخ! تجھے شرم نہیں آتی کہ میں تعلیم حدیث میں مشغول ہوں اور تو یہ نازیبا حرکت کررہا ہے اعمش نے جواب دیا جو کچھ میں کررہا ہوں یہ تیرے عمل سے بہتر ہے اس نے پوچھا وہ کیسے اعمش بولے "میں سنت زندہ کررہا ہوں اور تو جھوٹ بول رہا ہے اعمش تو میں ہوں اور میں نے کبھی بھی تم سے یہ حدیث بیان نہیں کی ہے۔

امام احمد و یحیٰ بن معین کا واقعہ

اسی طرح ملا علی قاری نے الموضوعات کبیر میں بہت سارے واقعات واعظین و مقررین کے پیش کئے ہیں جو بڑے دلچسپ ہیں ایک واقعہ حضرت احمد ابن حنبل اور یحیٰ بن معین کا ہے ان دونوں حضرات نے رصافہ کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز پڑھی نماز کے بعد ایک مقرر صاحب کھڑے ہو کر وعظ کہنے لگے بیان کرتے ہوئے کہا کہ احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین کے ذریعہ یہ حدیث مجھ تک پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کلمات میں سے ہر ہر کلمہ کے بدلے ایک چڑیا پیدا کرتا ہے اس کی چونچ سونے کی اور اس کے پر مرجان کے ہوتے ہیں۔

اس طرح اس نے بیس ورق بک ڈالے اس پر امام احمد یحیٰ بن معین کو اور یحیٰ بن معین امام احمد کو حیرت سے تکنے لگے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تم نے اس سے یہ حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا خدا کی قسم میں نے تو اس سے پہلے کبھی سنا بھی نہیں جب وہ اپنے وعظ سے فارغ ہو گیا اور چندوں سے جیب بھر لی تو اس انتظار میں تھوڑی دیر اور بیٹھا کہ شاید کچھ اور مل جائے تو یحیٰ بن معین نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بلایا وہ اس خیال سے فوراً چلا آیا کہ شاید یہ بھی کچھ دینگے۔ حضرت یحیٰ بن معین نے اس سے پوچھا کہ جناب آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے کہنے لگا کہ احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین نے۔ تو انہوں نے فرمایا "یحیٰ بن معین تو میں ہوں اور احمد بن حنبل یہ موجود ہیں اور میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے کلام میں کبھی نہیں سنا اگر آپ کا کام بغیر جھوٹ بولے چلتا ہی نہیں تو براہِ کرم ہمارا نام بدنام نہ کریں۔

وہ بولا کہ تم یحیٰ بن معین ہو انہوں نے کہا کہ ہاں! کہنے لگا کہ میں مدت سے سنا کرتا تھا کہ یحیٰ بن معین احمق ہے اس کا یقین مجھ کو نہیں ہوتا تھا مگر اس وقت تجربہ ہو گیا، یحیٰ بن معین نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں احمق ہوں تو کہنے لگا کہ کیا آپ دونوں کے سوا اللہ کی اس وسیع زمین میں کوئی دوسرا یحیٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہے ہی نہیں مجھ کو تو یہ حدیث سترہ (۱۷) احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین سے پہنچی ہے امام احمد نے اپنی آستین اپنے چہرہ پر رکھ لی اور یحیٰ بن معین سے کہا کہ اسکو یہاں سے جانے دو تو پھر وہ ہمارا اسی طرح مذاق اڑاتا چلا گیا۔

اس کے علاوہ بھی علمائے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس طرح کے عجائب وغرائب واقعات وضع حدیث کے سلسلہ میں تحریر کئے ہیں جنکو شوق ہو اس فن کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ [1]

---

[1] مستفاد عمدۃ الاقاویل فی تحقیق الاباطیل

دوسرا اگروہ جن سے بلا ارادہ محض سوءِ حفظ اور نقص اتقان کی وجہ سے وضع وکذب پایا گیا ان کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم: ان لوگوں کی تھی جن میں زہد وتصوف کا غلبہ تھا حدیث کی صحت وسقم میں فرق کرنے کی تمیز نہیں کرپاتے تھے جن کی کتابیں ضائع ہوگئیں تو حافظہ سے بیان کرنے لگے یہ لوگ کبھی مرسل کو مرفوع اور کبھی مسند کو موقوف اور کبھی اسناد بدل دیتے تھے کبھی ایک حدیث دوسری حدیث میں داخل کردیتے تھے۔

(۲) دوسری قسم: ان لوگوں کی تھی جن کا فن روایتِ حدیث نہیں تھا وہ روایت کرنے لگے تو ان سے بھی پہلے کی طرح غلطیاں ہوگئیں۔

(۳) تیسری قسم: ان ثقہ رواۃ کی ہے جن کو اخیر عمر میں اختلاط پایا گیا جس کی وجہ سے روایت خلط ملط ہوگئی۔

(۴) چوتھی قسم: ان لوگوں کی تھی جن پر سادہ لوحی یا غفلت کا غلبہ تھا بعض تو ایسے تھے جن پر روایت تلقین کی جاتی (یعنی لقمہ دیا جاتا اور وہ قبول کرلیتے) اس طرح ان کی روایات میں موضوعات شامل ہوگئیں۔

اساطینِ امت کی جانب سے کذبِ حدیث کی دفاعی سرگرمیاں

وضع حدیث کا فتنہ کوئی عجیب نہیں اور حجت حدیث کیلئے کچھ حارج بھی نہیں ہے یہ تو اللہ ہی کی طرف سے نظام بنا ہوا ہے کہ ہر حق کے مقابلے میں باطل سر ابھارتا ہی ہے اور حق مٹتا نہیں ہے وقتی طور سے دب جاتا ہے مگر باقی رہتا ہے اور باطل کبھی باقی نہیں رہتا وقتی طور سے ابھر جاتا ہے مگر پھر مٹ جاتا ہے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں و کذلک جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروراً ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون.

ترجمہ: اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن شیاطین پیدا کردئے ہیں اور وہ دشمن بعض انسان میں سے تھے اور بعض جنات میں سے، بعض بعض کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں تاکہ ان کو دھوکے میں ڈال دیں اور اگر اللہ چاہتا تو ایسے کام نہ کرسکتے بس آپ ان لوگوں کو افتراء پردازی کرتے ہوئے چھوڑ دیجئے۔ حق کے مقابلے میں باطل ہمیشہ ٹکرایا ہے مگر ہمیشہ شکست ہی کھایا ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

چنانچہ ایسے نازک اور پرفتن دور میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فن کو ایسے رجال مرحمت کئے جنہوں نے احادیث صحیحہ سے غیر صحیحہ کو ممتاز کیا اور نہ صرف یہ کہ کتابت حدیث پر اکتفا کیا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں احادیث کو مع سند کے اپنے سینے میں محفوظ اور ضبط کیا۔ جیسے ابوزرعہ رازی، امام بخاری سات سات لاکھ احادیث مع سند ومتن کے اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے تھے اور حضرت امام احمد ابن حنبل اور امام مسلم تقریباً تین تین لاکھ احادیث مع سند ومتن کے یاد کیے ہوئے تھے۔

بہر کیف فتنہ سبائیہ کے بعد محدثین نے سند کی کڑی شرطیں لگادیں چنانچہ امام مسلم مقدمہ مسلم میں تحریر فرماتے ہیں

عن ابن سیرین قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظروا الیٰ اهل السنة فیؤخذ عنهم وینظر الی اهل البدع فلا یؤخذ حدیثهم

ترجمہ:۔ محمد ابن سیرین فرماتے ہیں کہ (ابتداءِ زمانہ اسلام میں حضرات صحابہ وکبار تابعین) حدیث بیان کرنے والوں سے سند معلوم نہیں کرتے تھے مگر جب فتنہ رونما ہوا تو انہوں نے راویانِ حدیث سے سند دریافت کرنی شروع کی اور جب اہل سنت راوی دیکھے جاتے تو ان کی حدیث قبول کی جاتی اور اگر مبتدع یعنی فرق باطلہ سے تعلق رکھنے والے راوی معلوم ہوتے تو ان کی حدیث نہ لی جاتی۔

نیز سند کی داغ بیل حضرات صحابہ کے زمانہ میں ہی پڑگئی تھی اور ان حضرات نے ہی راویوں کی جانچ شروع کردی تھی چنانچہ ہم صحابہ کرام اور علماء محدثین کے چند آثار پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ کو عبداللہ ابن سبا کی فتنہ انگیزی کا جب علم ہوا تو فرمایا **مالی و لهذا الخبیث الاسود** (اس کالے خبیث سے مجھے کیا لینا دینا)۔

(۲) علامہ ذہبی حضرت علیؓ کا قول تحریر فرماتے ہیں **قاتلهم الله ای عصابه سودوا ای حدیث من حدیث رسول الله ﷺ افسدوا**

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے انہوں نے کتنی پاکیزہ جماعتوں کو سیاہ کرڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی حدیثوں کو فاسد کرڈالا۔

(۳) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں **قد احرقهم علی فی خلافته** (حضرت علیؓ نے ان واضعین حدیث کو آگ میں ڈلوادیا تھا)

(۴)امام مسلم نے مقدمہ مسلم میں بہت سے صحابہ وتابعین کے آثار بالسند بیان کئے ہیں چند پیش ہیں۔

۱۔عن ابن مليكة قال كتبت الىٰ ابن عباس اسأل ان يكتب لى كتابا و يخفى عنى فقال ولد ناصح انا اختار له الامور اختياراً و أخفى عنه قال فدعا بقضاء علىؓ فجعل يكتب منه اشياء و يمر به الشيء فيقول و الله ماقضى بهذا على الا ان يكون ضل [1]

ترجمہ:۔(طائف کے مشہور تابعی) عبداللہ بن عبید بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خط لکھا جس میں آنجناب سے درخواست کی کہ مجھے حضرت علیؓ کے فیصلوں کی ایک تحریر لکھ دیں اور غیر معتبر باتیں مجھ سے چھپالیں (نہ لکھیں) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خط پڑھ کر فرمایا کہ خیر خواہ لڑکا ہے (سمجھدار ہے)

میں اس کے لئے اچھی باتیں منتخب کرونگا اور غیر معتبر باتیں نہیں لکھوں گا، راوی نے کہا پھر آنجناب نے حضرت علیؓ کے فیصلے منگوائے اور اس میں سے نقل کرنے لگے اور بعض باتیں جب ان کی نگاہ سے گذری تو فرماتے ہیں کہ بخدا یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ نہیں ہوسکتا الا یہ کہ وہ گمراہ ہوگئے ہوں اور معلوم ہے کہ وہ گمراہ نہیں ہوئے پس یہ فیصلے ان کے نہیں ہیں بلکہ ان کے نام سے گھڑے گئے ہیں۔

(۵) عن ابى اسحق قال لما احدثوا تلك الاشياء بعد على قال رجل من اصحاب على قاتلهم الله اى علم افسدوا [1]

ترجمہ:۔ابواسحق سبیعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد جب لوگوں نے وہ چیزیں (موضوعات) ایجاد کیں تو حضرت علیؓ کے ایک شاگرد نے (جن سے توثیق چاہی گئی تھی) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غارت کرے ان لوگوں کو کیسا علم ان لوگوں نے بگاڑ ڈالا۔

(۶) عن مجاهد قال جاء بشير بن كعب العدوى الى ابن عباس فجعل يحدث و يقول قال رسول الله ﷺ فجعل ابن عباس لا يأذن لحديثه ولاينظر اليه فقال ياابن عباس مالى لا اراك تسمع لحديثى احدثك عن رسول الله ﷺ ولا تسمع فقال ياابن عباسؓ انا كنا مرة اذا سمعنا رجلاً يقول قال رسول الله ﷺ ابتدرته ابصارنا و اصغينا اليه باذاننا فلما ركب الناس الصعبة و الذلول لم نأخذ من الناس الا مانعرف [2]

---

[1] مقدمہ مسلم ص: ۱۰ [2] مقدمہ مسلم ص: ۱۰ ج: ۱

ترجمہ:۔ حضرت مجاہد تابعیؒ کہتے ہیں کہ بشیر عدوی حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا مجاہد نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کی حدیثوں سے توجہ ہٹالی اوران کی طرف سے نگاہ پھیرلی تو بشیر نے کہا کہ اے ابن عباسؓ کیا بات ہے؟ آپ میری حدیثیں نہیں سنتے ہیں میں تو آپ کو حدیث رسول پیش کرر ہاہوں اور آپ نہیں سن رہے ہیں اس پر حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ایک وقت تھا جب ہم کسی کو قال رسول اللہ ﷺ کہتا ہوا سنتے تو اس کی طرف ہماری نگاہیں اٹھ جاتی تھیں اور ہم اپنے کان اس کی طرف متوجہ کر دیتے تھے پھر جب لوگوں نے اچھی بری ہر قسم کی سواریوں پر چڑھنا شروع کر دیا تو اب ہم صرف وہی حدیثیں لیتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔

(۷)عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباسؓ قال انما کنا نحفظ الحدیث و الحدیث یحفظ عن رسول الله ﷺ فاما اذا رکبتم کل صعب و ذلول فهیهات[۱]

ترجمہ:۔ حضرت طاؤس ابن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہم حدیثیں یاد کرلیا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی حدیثیں تو یاد کی ہی جاتی ہیں مگر جب آپ لوگ ہر اچھی بری سواری پر چڑھنے لگے تو بات بہت دور چلی گئی (یعنی اعتبار جاتا رہا)

فتنہ وضع حدیث کے دفاع میں دواہم کام

اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اور اس کے خاتمہ کے لئے اساطین امت نے تو بہت سے کام انجام دئے ان میں سے اہم اور ضروری کام تو سند کی کڑی شرطیں مقرر کرنا ہے جسکی تفصیل گذر گئی۔

اسکے علاوہ دواہم کام انجام دئے گئے

(۱) کذاب اور واضعین حدیث کے خلاف ایسا سخت فتویٰ صادر کیا جو دین سے مرتد اور دین کے باغی کے قریب قریب تھا۔

چنانچہ ابوالعباس سراج کہتے ہیں کہ میں محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس حاضر ہوا اوران کو ابن کرام کا ایک مکتوب دیا جس میں چند احادیث کے بارے میں سوال کیا گیا تھا اس میں زہری اور سالم عن ابیہ کی سند سے اس روایت (الایمان لایزید ولاینقص) کے متعلق بھی سوال کیا گیا (جو دراصل موضوع روایت ہے) تو امام بخاریؒ نے خط کی پشت

[۱] مقدمہ مسلم ص:۱۰ ج:۱

پر لکھ دیا من حدث بهذا استوجب به الضرب الشدید والحبس الطویل یعنی حدیث کا بیان کرنے والا سخت سزا اور طویل قید کا مستوجب ہوگا اسی طرح حضرات محدثین نے وضاع وکذابین کی تکفیر کی۔

جیسے ابو محمد الجوینی اور ناصر الدین ابن المنیر المالکی نے تکفیر کی ہے اسی طرح ایک مفسد راوی سوید انباری کی جسکی تخریج امام حاکم نے کی ہے من عشق وعف و کتم و مات مات شهیداً کہ جس نے عشق کیا اور پاک دامن رہا اور اپنے عشق کو چھپایا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ شہید ہو کر مرا۔

یحیٰ بن معین کو جب اس روایت کے متعلق معلوم ہوا تو انہوں نے کہا لو کان لی فرس او رمح غزوت سویداً کہ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں سوید سے جنگ کرتا (گویا انہوں نے انباری کو مباح الدم قرار دیا) حتیٰ کہ امام احمد، امام حمیدی اور ابوبکر صیرفی کے نزدیک واضع حدیث کی توبہ بھی مقبول نہیں ہے

(۲) دوسرا اہم کام یہ کیا گیا کہ فن حدیث سے متعلق بہت سے علوم وفنون کو مدون کیا گیا اس کی تنقیح وتہذیب کے ساتھ بجد محققانہ طور سے راویان حدیث کی تحقیق وتنقید اس طرح کی گئی کہ ثقہ وسقیم راویوں میں خط امتیاز پیدا کر دیا اور ثابت روایات کو غیر ثابت سے اس طرح ممتاز کر دیا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا اور اس فن میں مختلف الجہات حدیث سے بحث کی گئی اور یہ صرف ایک علم وفن نہیں بلکہ علوم الحدیث یعنی کئی فن ہو گئے چنانچہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے اس فن میں ایک کتاب تالیف کی ہے معرفۃ علوم الحدیث اور اس میں پچاس انواع شمار کرائی پھر اس پر اضافہ ہی ہوتا رہا چنانچہ ابن صلاح نے مقدمہ میں اور علامہ نووی نے تقریب میں پینسٹھ (٦٥) اور علامہ سیوطی نے ترانوے (۹۳) انواع ذکر کی اور علامہ حازمی نے تو اپنی کتاب عجالہ میں فرمایا ہے

علم الحدیث یشتمل انواعه کثیرة تبلغ مأة کل نوع منها نوع مستقل. (عجاله للحازی)[۲]
یعنی علم حدیث انواع کثیرہ پر مشتمل ہے جن کی تعداد سو تک پہنچ رہی ہے اور ہر نوع مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

چوتھی بحث سند کی قسمیں اور ان کے احکام

سند کی دو قسمیں ہیں (۱) سند عالی (۲) سند سافل

(۱) سند عالی اس سند کو کہا جاتا ہے جس میں وسائط (راویان سند) کم ہوں یعنی حضور ﷺ تک حدیث پہنچانے میں

---
[۱] نووی شرح مسلم [۲] عجاله للحازمی

کم سے کم رجال آتے ہوں۔
(۲) سند سافل اس سند کو کہا جاتا ہے جس میں رجال سند کثیر ہوں یعنی حضور ﷺ تک حدیث کو پہنچانے میں راویان حدیث کا زیادہ واسطہ ہو اس کو سند نازل بھی کہتے ہیں۔

سند عالی وسافل کے احکام

سند عالی کا حصول سنت سلف ہے کیونکہ جب سند عالی ہوگی تو راوی حدیث حضور اکرم ﷺ کے قریب سے قریب پہنچتا جائیگا اور خیر کا ایک حصہ اسکو حاصل ہوگا جیسا کہ حضور ﷺ نے خود اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے خیر کم قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم. [۱]

اور اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے العجالة النافعه میں تحریر فرمایا ہے

قال الحافظ ابن الصلاح طلب العلو فی الاسناد سنة و لذلک استحبت الرحلة فیه قال الإمام احمد طلب الاسناد العالی سنة عمن سلف فان العلو یبعد الاسناد من الخلل لأن کل رجل من رجاله یحتمل ان یقع الخلل من جهته سهوا او عمدا ففی قلتهم قلت جهات الخلل وفی کثرتهم کثرة جهات الخلل. [۲]

ترجمہ:۔ حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ سند عالی کا حاصل کرنا سنت ہے اسی وجہ سے اس مقصد کے لئے سفر کرنے کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ عالی سند کا طلب کرنا اسلاف کا طریقہ ہے اس لئے کہ اس سے سند خلل سے بچ جاتی ہے کیونکہ سند کے راویوں میں سے ہر راوی میں یہ احتمال ہے کہ اس کی جانب سے سہواً یا عمداً (روایت میں) خلل واقع ہوا ہو اور راویوں کا کم ہو جانا خلل کی جہت کو کم کرتا ہے اور راویوں کا زیادہ ہونا خلل کی جہت کو زیادہ کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے جامع الاصول کے مقدمہ سے علو سند کے پانچ مراتب بیان کئے ہیں (۱) راویوں کی تعداد کے کم ہونے کے اعتبار سے (۲) راویوں کے ثقہ ہونے کے اعتبار سے (۳) راویوں کے فقیہ ہونے کے اعتبار سے (۴) راویوں کے مشہور ہونے کے اعتبار سے (۵) ان تمام صفات کے جامع ہونے کے اعتبار سے۔

فائدہ:۔ سند عالی کا سب سے اعلیٰ درجہ وحدانیات ہے وہ یہ ہے کہ مصنف اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ صحابی کا ہو چنانچہ یہ فضیلت صرف حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کو حاصل ہے کہ مسند امام اعظم میں بہت سی روایات وحدانیات بھی ہیں کیونکہ حضرت امام صاحبؒ کا بعض صحابہ سے سماع ثابت ہے اس لئے کہ امام صاحب

---

[۱] بخاری شریف الشہادات ص:۳۶۲ ج:۱، مسلم شریف فضائل الصحابہ ص:۳۰۹ ج:۲
[۲] العجالة النافعه ص:۱۴

کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت متعدد صحابہ بقید حیات تھے جن سے حضرت امام اعظمؒ کی ملاقات اور ان سے اخذ روایات بھی ثابت ہے۔ ۱

صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں وحدانیات وثنائیات نہیں ہیں البتہ مؤطا امام مالکؒ میں ثنائیات بھی ہیں (یعنی امام مالکؒ اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان صرف دو واسطے صحابہ اور تابعین کے ہیں)

صحاح ستہ میں سے بعض میں ثلاثیات ہیں بعض میں نہیں (یعنی مصنف کتاب اور حضور ﷺ کے درمیان صرف تین راویوں (یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) کا واسطہ ہو غالبًا سب سے زیادہ مسند امام احمد ابن حنبل میں ہیں چنانچہ اس میں ڈھائی سو (۲۵۰) ثلاثیات ہیں۔ بخاری شریف میں بائیس (۲۲) ابن ماجہ میں پانچ (۵) اور ترمذی شریف میں صرف ایک (۱) حدیث ثلاثی ہے ابوداؤد شریف میں باب فی الحوض کے تحت ابو برزہ اسلمیؓ کی حدیث ہے کہ ان کو ایک مرتبہ امیر کوفہ عبید اللہ بن زیادؒ نے اپنی مجلس میں طلب کیا اور عرض کیا کہ میں نے آپکو اس لئے بلوایا ہے تاکہ معلوم کروں کہ آپ نے حوض کوثر کے سلسلے میں حضور ﷺ سے کچھ سنا ہے کہ نہیں۔

علامہ سخاویؒ اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ثلاثی ہے لیکن یہ ان کا تسامح ہے حقیقت میں یہ رباعی ہے کیونکہ اس میں چار واسطے ہیں۔

البتہ رباعی فی حکم الثلاثی کہہ سکتے ہیں کیونکہ صحابی سے روایت کرنے والے تابعی اور تابعی کے شاگرد بھی تابعی ہیں لہٰذا اتحاد طبقہ کی وجہ سے ثلاثی کے حکم میں ہے۔

مسلم شریف اور نسائی شریف میں ایک بھی ثلاثی نہیں ہے ان دونوں کتابوں میں زیادہ سے زیادہ علو سند بشکل رباعی ہے اور تمام صحاح ستہ میں رباعیات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

اور صحاح ستہ میں سب سے نیچے جو سند سافل یا نازل ہے وہ زیادہ سے زیادہ عشاری ہے (یعنی مصنف کتاب سے لیکر حضور اکرم ﷺ تک دس واسطے ہوں) چنانچہ ترمذی اور نسائی شریف میں ایک حدیث عشاری ہے۔

پانچویں بحث علم حدیث میں سند کی اہمیت

کوئی حدیث کتنی ہی قوی ہو خواہ مرفوع ہو یا موقوف، متصل ہو یا منقطع اور بیان کرنے والا راوی کتنا ہی مثبت و

۱ قواعد فی علوم الحدیث مع تحقیق شیخ عبد الفتاح ابوغدہ ص: ۳۰۶

متیقن اور عادل کیوں نہ ہو بغیر ذکر سند کے اس روایت کا اعتبار اس حدیث جیسا نہیں ہوگا جس کی سند ذکر کردی گئی ہو چنانچہ خطیب تبریزی مقدمہ میں مشکوۃ شریف کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وان کان نقلهٗ وانهٗ من الثقات کالاسناد لکن لیس ما فیه اعلام کالاغفال(ا)

ترجمہ:۔ اگر چہ صاحب مصابیح کا ان احادیث کو بلا اسناد ذکر کرنا سند کے ساتھ بیان کرنے کے درجہ میں ہے کیونکہ وہ ثقہ لوگوں میں ہیں (مگر مصابیح کی روایت پر بداعتمادی پیدا ہوگئی) اس لئے کہ علامت والی چیز کے درجہ میں بے علامت چیز نہیں آسکتی۔ [1]

اس لئے کہ جن احادیث کی سندیں موجود ہوتی ہیں ان کی حیثیت سندوں سے معلوم ہوجاتی ہیں اور بلا سند والی روایت کو اگرچہ ثقہ لوگوں سے منقول ہونے کی وجہ سے صحیح مان بھی لیا ہو تو بھی ایک طرح کا خدشہ لگا رہتا ہے۔

لہٰذا کسی بھی محقق اور عظیم القدر محدث کی جلالت شان اس کو بیان سند سے مستغنی نہیں کرسکتی چنانچہ بعض اکابر متقدمین فقہاء اور محدثین نے بلا سند کے حدیثیں بیان کردیں تو بعد کے لوگوں نے ان کی تصانیف پر اعتراض کیا اور جب بداعتمادی پیدا ہونے لگی تو بعد کے علماء محدثین کو ان کی ذکر کردہ روایات کو سند کے ساتھ مستند کرنے کے لئے مستقل کتابیں لکھنی پڑیں جیسے مصابیح کے لئے مشکوۃ، ہدایہ کی روایات کے لئے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ اور التلخیص الحبیر تخریج عراقی وغیرہ کتابیں وجود میں آئیں۔

حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ سے غالباً یہ اعتراض کیا گیا کہ علم حدیث کی تو حقیقت میں بڑی فضیلت ہے اس کا پڑھنا پڑھانا باعث سعادت ہے مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ اصل (یعنی متن حدیث) تو برائے نام اور سندوں کا سلسلہ حدثنا فلاں حدثنا فلاں کی بھرمار ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ایک آدھ سطر کی روایت ہوتی ہے اور اس کی مختلف سندوں کو صفحات کے صفحات میں بمثلہ ونحوہ کہہ کر بیان کرتے چلے جاتے ہیں اسی طرح نسائی شریف، بخاری شریف دیگر کتب حدیث میں اسانید کے مختلف ہونے کی وجہ سے روایات کا تکرار ہے۔

بھلا ان راویوں کے نام پڑھنے سے کیا حاصل اور اس کی کیا فضیلت ہوسکتی ہے اس پر حضرت عبداللہ ابن المبارکؒ نے جواب دیا الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء [2]

یعنی سند کا بیان کرنا دین ہی میں سے ہے اگر اسناد کا یہ سلسلہ نہ ہوتا تو جس کا جو جی چاہتا بیان کرتا۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص:۱۰ ج: [2] مقدمہ مسلم ص:۱۲ ج:۱

یعنی متن حدیث ہی اصل خزانہ ہے مگر اس کے لئے اسناد محافظ قلعہ ہے نیز ابن مبارکؒ مزید براں ارشاد فرماتے ہیں بیننا و بین القوم القوائم یعنی الاسناد [۱]

کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان پائے ہیں اور وہ اسناد ہے

مطلب اسکا یہ ہے کہ ہمیں حضورﷺ کی حدیث صحابہ کرام ہی سے پہنچی ہے اور صحابہ کرام سے ہم نے براہِ راست نہیں سنی بلکہ راویوں کے واسطہ سے ہم وہاں تک پہنچ سکتے ہیں یہی واسطہ پایہ متن حدیث کیلئے ہے۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وفائدة حفظ الاسناد بقاء الشريعة المحمديه علىٰ صاحبها الصلوات والتسليمات فانا لم نشاهد النبى ﷺ ولم نسمع منه بلا واسطة ولم تصل الينا احاديثه الا بالوسائط [۲]

ترجمہ: سند کے یاد کرنے کا فائدہ محمدﷺ کی شریعت کی بقا ہے اس لئے کہ ہم بلا واسطہ حضورﷺ کے پاس حاضر ہو کر حدیث کی سماعت نہیں کر سکے بلکہ آپ کی احادیث ہم تک واسطے ہی کے ذریعے پہنچی ہیں۔

خطیب بغدادی نے الکفایہ میں عبداللہ ابن المبارکؒ کا قول تحریر فرمایا ہے

مثل الذى يطلب امر دينه بلا اسناد كمثل الذى يرتقي السطح بلا سُلم [۳]

ترجمہ: اس شخص کی مثال جو دینی بات کو بغیر سند کے حاصل کرتا ہے اس شخص جیسی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھتا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد گرامی ہے **الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم يكن معهٗ سلاح فباى شيىء يقاتل** [۴] کہ اسناد مؤمن کے لئے ہتھیار ہے بس اگر اس کے پاس ہتھیار نہ ہو تو کس چیز کے ذریعہ وہ قتال کریگا۔

اسی طرح حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد ہے:

مثل الذى يطلب الحديث بلاسند كمثل حاطب ليل [۵] یعنی بغیر سند کے حدیث طلب کرنے والے کی مثال رات میں لکڑی چننے والے کی سی ہے (رطب و یابس کلام کرنے والے کے مانند ہے)

چھٹی بحث سند میں عدالت رواۃ کی اہمیت

کسی بھی حدیث کے قابل اعتبار اور حجت ہونے کیلئے دو چیزیں شرط ہیں (۱) حدیث کی سند میں تمام راوی ثقہ ہوں کوئی ضعیف نہ ہو (۲) حدیث کی پوری سند متصل ہو کہیں انقطاع نہ ہو

[۱] العجالۃ النافعہ ص:۱۴ [۲] الکفایہ ص:۳۹۳ ماخوذ الاجوبۃ الفاضلہ ص:۲۱ [۳] الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملہ ص:۴۴ [۴] الاجوبۃ الفاضلہ ص:۴۴

ا۔ثقہ وہ راوی ہے جس میں بنیادی طور سے تین شرطیں موجود ہوں

(۱) اسباب طعن سے بالکل پاک ہو (۲) ضبط کی صلاحیت ہو (۳) صفت عدالت کے ساتھ متصف ہو

لہٰذا ضعیف وہ راوی ہے جو اسباب طعن کے ساتھ مجروح ہو

اسباب طعن کیا ہیں؟

طعن راوی میں کسی ایسی خرابی کا نام ہے جو حدیث کی قبولیت کے لئے مانع ہو۔

اسباب طعن دس (۱۰) ہیں پانچ عدالت سے متعلق اور پانچ ضبط سے متعلق۔

عدالت کو متاثر کرنے والے اسباب یہ ہیں

(۱) کذب (۲) تہمت (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بدعت

ضبط کو متاثر کرنے والے اسباب یہ ہیں

(۱) فحش غلط (غلطیوں کی کثرت) (۲) کثرت غفلت (۳) وہم (۴) مخالفت ثقات (۵) سوء حفظ

ضبط کا مطلب

ضبط کے معنی ہیں پورے طور سے یادرکھنا اور محفوظ کر لینا حافظ ابن حجرؒ نے اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) ضبط الصدر (۲) ضبط الكتابة

ضبط الصدر سینے میں محفوظ کر لینا یعنی حدیث شریف کو جس طرح سنا اسی طرح سے یادرکھنا اور جب چاہا اس کو صحیح صحیح بے تکلف بیان کر دینا۔

ضبط الکتابۃ لکھ کر محفوظ رکھنا یعنی حدیث شریف صاف واضح طور پر لکھ لینا ہے پھر لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا اور مشتبہ کلمات پر اعراب لگالینا [1]

ضبط کو خراب کرنے والے پانچ اسباب اوپر گذر گئے

عدالت کا مطلب

عدالت کے معنی دینداری ہے، عدالت انسان کے اندر اس وصف کا نام ہے جس کی وجہ سے اس کو نیک اور دیندار سمجھا جاتا ہے مثلاً گناہ کبیرہ سے اجتناب کرنا اور صغیرہ پر اصرار نہ کرنا نیز خلاف مروت باتوں سے پرہیز کرنا مثلاً جیسے

[1] نخبۃ الفکر صفحہ :۲۵

راستے میں پیشاب و پاخانہ کرنا اور بدکاروں سے میل جول رکھنا۔
عدالت کو متاثر کرنے والے اسباب طعن پانچ اوپر گذر چکے ہیں۔
عدالت کے تحقق کے لئے راوی میں جو جو اوصاف درکار ہیں اس کی تفصیل تو کتب اصولِ جرح وتعدیل میں ملے گی مختصراً یہ سمجھئے کہ چھ اوصاف کا ہونا راوی کے عادل بننے کے لئے ضروری ہے:
(۱) مسلم ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) فسق کے اسباب سے محفوظ ہونا
(۵) بداخلاقی والے اسباب سے محفوظ ہونا (۶) بدعت سے محفوظ ہونا
لہٰذا ان اوصاف کے بغیر روایت مقبول نہیں ہوگی۔
چنانچہ اس سلسلہ میں امام مسلمؒ نے مقدمہ مسلم میں کئی روایات پیش کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔
(۱) وقال محمد سمعت علی بن شقیق یقول سمعت عبد الله بن المبارک یقول علی رؤس الناس دعوا حدیث عمرو بن ثابت فانه کان یسب السلف [۱]
ترجمہ:۔ محمد بن قہزاذؒ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن شقیقؒ کو کہتے ہوئے سنا میں نے ابن مبارکؒ کو عام لوگوں کے سامنے برملا کہتے ہوئے سنا کہ عمرو بن ثابت کی حدیث کو چھوڑ دو کیونکہ وہ سلف (صحابہ) کو برا بھلا کہتا ہے۔
وضاحت: علماء جرح وتعدیل نے تفصیلی طور سے تحریر فرمایا ہے کہ ابو المقدام عمرو بن ثابت کوفی المتوفی ۱۷۲ھ نہایت ہی ضعیف راوی ہے یہ شخص ابن مبارک کا معاصر تھا کٹر شیعہ، خبیث رافضی تھا ان کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کے بعد تمام صحابہ کافر ہو گئے تھے علاوہ پانچ کے یہ شخص حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور حضرت علیؓ کو شیخین پر ترجیح دیا کرتا تھا علماء نے لکھا ہے کہ اس کا جنازہ ابن مبارکؒ کی مسجد کے سامنے سے گذرا تو ابن مبارکؒ مسجد میں چلے گئے اور مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ [۲]
(۲) حدثنا ابو عقیل صاحب بهیئة قال کنت جالسا عند القاسم بن عبید الله و یحیٰ بن سعید فقال یحی للقاسم یا ابا محمد انه قبیح علیٰ مثلک عظیم ان تسأل عن شیء من امر هذا الدین فلا یوجد عندک منه علم ولا فرج او علم ولا یخرج فقال له القاسم و عم ذلک قال لانک ابن امامی هدی ابن ابی بکر و عمر قال یقول له القاسم اقبح من ذاک عند من عقل عن الله ان اقول

[۱] مقدمہ مسلم ص: ۱۲ ج: ۱
[۲] مستفاد تهذیب ص:۹ ج:۸ ،میزان ص:۲۴۹ ج:۳ ،الضعفاء للعقیلی ص:۲۶۱ ، التاریخ الکبیر للبخاری ص:۳۱۹ ،والصغیر ص: ۱۷۵ ج: ۲

بغیر علم او آخذ عن غیر ثقة قال فسکت فما اجابه ۱

حضرت عائشہؓ اور بہیہ دونوں کے آزاد کرفرماتے ہیں کہ میں قاسم بن عبید اور یحی بن مسعود القطان کے پاس بیٹھا ہوا تھا یحیٰ نے قاسم سے کہا کہ اے ابومحمد! آپ جیسے حضرات کے لئے

یہ بات نہایت ہی غیر مناسب ہے کہ آپ سے دین کے متعلق کوئی سوال کیا جائے اور آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہو یا کوئی حل نہ ہو۔ قاسم نے ان سے کہا وہ کیا بات ہے؟ یحیٰ نے کہا اس وجہ سے کہ آپ دین کے دو پیشوا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جیسے عظیم المرتبت شخصیات کے فرزند ہیں۔

ابو عقیلؒ کہتے ہیں کہ قاسم نے یحیٰ کو جواب دیا کہ اس سے زیادہ خراب بات اس انسان کے نزدیک جس کو اللہ نے دین کی سمجھ دی ہے یہ ہے کہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہوں یا غیر معتبر شخص سے علم دین حاصل کروں ابو عقیلؒ کہتے ہیں کہ یحیٰ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔

ساتویں بحث اتصال سند کی اہمیت

حدیث کی صحت کے لئے پانچ شرطیں ہیں

(۱) تمام رواۃ کا عادل ہونا (۲) حدیث کو مع سند کے اچھی طرح یاد رکھنا (۳) سند کا متصل ہونا (یعنی سندوں میں سے کسی راوی کا چھوٹ نہ جانا) (۴) اسناد حدیث میں کوئی پوشیدہ خرابی کا نہ ہونا (۵) روایت کا شاذ نہ ہونا جیسا کہ نخبۃ الفکر میں ہے

خبر الآحاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ هو الصحیح لذاته ۲

(اور سند کے اتصال کے لئے ضروری ہے کہ راوی کا مروی عنہ سے سماع ثابت ہو یہاں پر چار چیزیں ہیں۔

(۱) معاصرت یعنی راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو۔ (۲) رؤیت یعنی راوی اور مروی عنہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ہو (یہ معاصرت سے اخص ہے) (۳) لقاء یعنی راوی اور مروی عنہ کی آپس میں ملاقات بھی ثابت ہو (یہ رؤیت سے بھی اخص ہے) (۴) سماع یعنی راوی نے مروی عنہ سے روایت کی سماعت بھی کی ہو (یہ لقاء سے بھی اخص ہے)۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ حدیث کو متصل قرار دینے کے لئے معاصرت کافی ہے یا لقاء وسماع بھی شرط ہے تو اس سلسلہ میں حضرات محدثین کے دو نظریے ہیں۔

---

۱ مقدمہ مسلم ۲ نخبۃ الفکر صہ

(۱) **پہلا نظریہ** یہ ہے کہ سند کو متصل قرار دینے کے لئے راوی کا مروی عنہ سے لقاء وسماع کا ثبوت شرط ہے محض معاصرت کی وجہ سے سند کو متصل قرار نہیں دیا جائیگا اگر چہ راوی مدلس نہ ہو البتہ ثقہ راوی اپنے شیخ سے حدثنا، اخبرنا اور سمعت وغیرہ صریح سماع پر دلالت کرنے والے صیغوں سے روایت کر رہا ہے تو اس روایت کو متصل قرار دیا جائیگا اور اگر راوی بصیغۂ عن روایت کرتا ہے تو اس روایت کو متصل نہیں مانا جائے گا جب تک کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان لقاء وسماع ثابت نہ ہو تو سند متصل نہیں ہوگی کیونکہ لفظ عن سے جو روایت کی جارہی ہے اس میں ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے روایت بالواسطہ سنی ہو اور روایت کرتے وقت واسطہ کو حذف کر دیا ہو۔

لہٰذا اس میں سماع اور انقطاع دونوں کا احتمال پیدا ہو گیا ہے اس لئے روایت معنعن کو متصل قرار نہیں دیا جائیگا اس نظریہ کے قائلین کون حضرات تھے تو اس سلسلہ میں عام طور پر امام بخاری اور ان کے جلیل القدر شیخ علی بن المدینیؒ کا نام پیش کیا جاتا ہے اور تقریباً سبھی حضرات نے یہ کہا ہے کہ امام مسلمؒ (بعض منتحلی الحدیث یعنی نام نہاد محدثین) کہکر انہیں حضرات پر رد کر رہے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نظریہ کے قائلین نہ تو امام بخاریؒ ہیں اور نہ انکے استاذ علی ابن المدینی بلکہ یہ بعض دوسرے محدثین کا نظریہ تھا جن کے نام کی صراحت تاریخ میں نہیں ہے اور حضرت امام بخاریؒ کی طرف عام رجحان اس لئے گیا کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس نظریہ کی فی الجملہ رعایت کی ہے اور متفق علیہ اسانید ہی سے روایت لی ہے تاکہ ہر مکتب فکر میں اس کتاب کو تلقی بالقبول کا درجہ ملے۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ نے تین طرح سے اس کی تردید فرمائی ہے

(۱) امام مسلمؒ نے مثال میں جو روایتیں پیش کی ہیں ان میں سے سات روایات خود بخاریؒ میں موجود ہیں اگر امام بخاریؒ کے نزدیک ثبوت لقاء ضروری ہوتا تو اپنی صحیح میں اس روایت کو درج نہیں کرتے (۲) بخاری مسلم سے پہلے لکھی گئی تھی۔

چنانچہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ ان مسلماً حذا حذو البخاری فی صحیحہ [1]

کہ امام مسلمؒ اپنی صحیح کی تالیف میں بخاری کے نقش قدم پر چلے ہیں تو تردید کرتے تو اس کا آسان طریقہ تھا کہ امام مسلمؒ یوں تحریر کرتے کہ فلاں فلاں حدیثیں خود اس قائل کی کتاب میں موجود ہیں مدعی کو چاہئے کہ ان میں سماع ثابت کرے۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ شیخین (بخاری ومسلم) کے درمیان تعلقات کی جو نوعیت تھی وہ امام مسلمؒ کے انداز تردید کے قطعاً منافی ہے کیونکہ جب ذہلی اور بخاری کے درمیان اختلاف ہوا اور امام ذہلیؒ نے اعلان کیا کہ الا من قال باللفظ

[1] تاریخ بغداد ص ۱۰۰ ج ۱۳

فلا یحل له ان یحضر مجلساً تو امام ذہلی کی مجلس سے جو دو شخص کھڑے ہوئے تھے ان میں سے ایک امام مسلمؒ بھی تھے بلکہ امام مسلمؒ نے تو ذہلی سے لکھی ہوئی تمام حدیثیں ان کو واپس کردی تھیں۔ ۱؎

جب وہ اتنے نیازمندانہ تعلقات رکھتے تھے تو وہ کیسے امام بخاری کو نام نہاد محدثین کہکر رد کر سکتے ہیں۔

(۲) دوسرا نظریہ ہے کہ روایت کے متصل قرار دینے کے لئے راوی اور مروی عنہ کے مابین معاصرت یعنی امکان لقاء ہی کافی ہے بشرطیکہ راوی مدلس نہ ہو تو روایتِ معنعن کو متصل قرار دیدیا جائیگا۔

اس نظریہ کے قائلین امام مسلم اور دیگر جمہور محدثین ہیں حضرت امام مسلمؒ نے اس سلسلہ میں دو دلیلیں بیان کی ہیں (۱) علماء متقدمین میں سے کسی نے بھی اتصال سند کیلئے ثبوت لقاء کی شرط نہیں لگائی ہے (۲) ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں ملاقات ثابت نہیں ہے پھر بھی تمام ائمہ نے ان راویوں کی معنعن روایتوں کو اتصال پر محمول فرمایا ہے۔ مثلاً عبداللہ بن یزید انصاریؓ (صحابی صغیر) حضرت حذیفہؓ المتوفی ۳٦ھ سے بصیغۂ عن ایک حدیث روایت کرتے ہیں اسی طرح حضرت ابومسعود انصاریؓ م ۴۰ھ سے بھی ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور عبداللہ کی ان دونوں صحابیوں سے ملاقات یا حدیث کو روبرو سننا کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔ ۲؎

مگر چونکہ معاصرت ہے اور ملاقات ممکن ہے اس لئے تمام ائمہ حدیث ان کی بصیغۂ عن روایت کو متصل قرار دیتے ہیں۔

امام مسلمؒ نے اس قسم کی سولہ (۱٦) مثالیں مقدمہ مسلم میں ذکر کی ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ تمام محدثین کے نزدیک روایت کو صحیح قرار دینے کے لئے سند کا متصل ہونا ضروری ہے اس کے بغیر روایت قبول نہیں کی جائیگی چنانچہ امام مسلمؒ نے مقدمہ مسلم میں اس سلسلہ میں عبداللہ بن المبارکؒ کا قول نقل کیا ہے:

وقال محمد سمعت ابا اسحق ابراهیم بن عیسیٰ الطالقانی قال قلت لعبد الله ابن المبارک یا ابا عبد الرحمن! الحدیث الذی جاء من البر بعد البر ان تصلی لابویک مع صلاتک و تصوم لهما مع صومک قال فقال عبد الله یا ابا اسحق اعمن هذا قال قلت له هذا من حدیث شهاب ابن خراش فقال ثقة عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقة عمن قال قلت قال رسول الله ﷺ قال یا ابا اسحق ان بین الحجاج بن دینار و بین رسول الله ﷺ مفاوز تنقطع فیها اعناق المطی

۱؎ هدیه الساری ص: ۴۹۱، مستفاد فیض المنعم شرح مقدمه مسلم ص: ۱۴۰ ۲؎ مقدمه مسلم

ولكن ليس في الصدقة اختلاف ۔

ترجمہ: محمد ابن قہزادؒ نے کہا کہ میں نے ابو اسحٰق طالقانیؒ کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے ابن المبارکؒ سے دریافت کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! یہ حدیث کیسی ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لئے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے بھی روزے رکھو طالقانی نے کہا کہ میں نے ابن المبارکؒ سے دریافت کیا کہ اے ابو اسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے طالقانی نے کہا میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ شہاب بن خراشؒ کی حدیثوں میں سے ہے پس ابن المبارک نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں اور وہ کس سے روایت کرتے ہیں طالقانی نے کہا میں نے عرض کیا کہ وہ حجاج بن دینارؒ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارکؒ نے فرمایا کہ یہ بھی ثقہ ہیں وہ کس سے روایت کرتے ہیں طالقانی نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن المبارکؒ نے فرمایا کہ اے ابو اسحٰق! حجاج بن دینارؒ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان تو ایسے بیابان ہیں جن کو پار کرتے ہوئے سواریاں ہلاک ہو جاتی ہیں مگر صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں۔[1]

مطلب یہ ہے کہ حجاج بن دینارؒ ساتویں طبقہ میں ہیں اور یہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں پس اگر وہ کہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے تو دو واسطے کم سے کم (ایک صحابی اور دوسرا تابعی) چھوٹ گئے ہیں زیادہ واسطے کا حال اللہ کو معلوم ہے پس سند میں بہت بڑا انقطاع ہے اسی کو ابن المبارکؒ نے بیابانوں (جنگلوں) کی حیلولت سے تعبیر فرمایا ہے۔

آٹھویں بحث رواۃ اسناد کی تعیین و تقسیم

کسی بھی سند پر صحت و سقم کے لحاظ سے حکم لگانے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) سند کے جملہ رجال کی تعیین (۲) جملہ رجال اسناد کی درجہ بندی

رجال اسناد کی تعیین

حدیث کی حیثیت کا پتہ سند سے اور سند کا پتہ رجال سند سے لگتا ہے اس لئے سند کے تمام راویوں کو ذاتی طور سے معلوم و متعین کر لینا ضروری ہے کیونکہ بسا اوقات ایک ہی طبقہ میں کئی رواۃ ایک ہی نام، ایک ہی کنیت اور ایک ہی نسبت کے ساتھ مشہور ہو جاتے ہیں مگر فن جرح و تعدیل میں ہر ایک کی حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں بعض ثقہ ہوتے ہیں تو بعض انتہائی ضعیف بلکہ کذاب بھی ہوتے ہیں۔

[1] مقدمہ مسلم ص

اس کی تعیین کے مختلف ذرائع وطریقے ہیں جسکا سراغ اس فن میں لگنے والوں کو مل سکتا ہے مثلاً جب کوئی راوی دوسرے کے نام کنیت اور نسبت وغیرہ میں مشترک ہوتو اس روایت کی تخریج کی جائے تو دوسرے طرق یا مصادر میں اس کا ذکر کسی خاص وصف یا لقب کے ساتھ مل سکتا ہے جس سے وہ دوسرے سے ممتاز ہو جائیں گے۔

اسی طرح اس راوی یا ان کے والد یا ان کے شیخ اور تلمیذ کے حالات کے مطالعہ سے کوئی خاص پہچان مل سکتی ہے جس کے ذریعہ وہ راوی اپنے ماسواء سے جدا ہو کر متعین ہو جائیں گے۔ نیز اس کا علم راوی (شاگرد) اور مروی عنہ (شیخ) کی معاصرت اور سن وفات سے بھی ہوسکتا ہے۔

رجال اسناد کی درجہ بندی

حضرات محدثین اور علماء جرح وتعدیل نے اپنے اپنے اجتہاد کے اعتبار سے رواۃ کی درجہ بندی اور اس کے نتیجہ میں ان کی مرویات کے درجے متعین کئے ہیں لیکن سب سے مختصر مگر جامع عمدہ اور آسان درجہ بندی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی بے مثال مختصر مگر جامع کتاب تقریب التھذیب میں کی ہے اگر حافظ ابن حجرؒ کی اس کتاب کا مطالعہ کر کے اس کے مواد کو ضبط کر لیا جائے تو بلاشبہ یہ مختصر کتاب مطولات سے بے نیاز کر دینے والی ہے اس بات کا اعتراف شیخ ولید عانیؒ نے بھی اپنی کتاب منہج دراسۃ الاسانید میں کیا ہے۔ [۱]

حافظ ابن حجرؒ نے رواۃ کو دو طرح سے تقسیم فرمایا ہے

(۱) پہلی قسم مقام ومرتبہ، ثقاہت وسقامت کے تفاوت اور عدالت وضعف کے فرق مراتب کے اعتبار سے اس کو مراتب سے تعبیر کرتے ہیں (۲) دوسری قسم امصار وزمانہ کے اعتبار سے کہ کس راوی کا نام حضور کے قریب ہے اور کس کا بعید ہے اس کو طبقات سے تعبیر کرتے ہیں

تقریب التھذیب کے اعتبار سے رواۃ کے مراتب

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے مقام وعظمت میں تفاوت کے لحاظ سے راویوں کے بارہ مراتب بیان کئے ہیں

(۱) پہلا مرتبہ صحابہ کا ہے ان حضرات کی شرافت مصرح ہے (ان کی عظمت ورفعت کے اعتبار سے ان کو پہلا رتبہ دیا گیا ہے)

حکم: ان کی روایات بالاجماع صحیح ومقبول ہوتی ہیں۔

(۲) دوسرا مرتبہ علماء جرح وتعدیل اور ائمۂ نقد کا ہے ان حضرات کی تعریف حافظ صاحب نے مؤکدانہ د

[۱] منہج دراسۃ الاسانید ص: ۲۳

مؤیدانہ انداز سے فرمائی ہے یا تو مبالغہ کے صیغے کے ذریعہ جیسے اوثق الناس یا صفت کے صیغے کو مکرر ذکر کرنے کے ساتھ جیسے ثقة ثقة یا صفت کے لفظ کو معنی مؤکد کرنے کے ساتھ جیسے ثقة حافظ۔

حکم: ان حضرات کی روایات صحیح لذاتہ اور پہلے درجہ کی شمار ہوتی ہیں۔

(۳) تیسرا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جن کے ثقہ ہونے پر ائمہ جرح وتعدیل متفق ہوں نیز یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے جن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہو مگر ان کی صحبت متحقق نہ ہو ان لوگوں کو حافظ صاحبؒ بغیر تکرار الفاظ کے ثقة، متقن، حجة، حافظ، مثبت، ثبت، عدل سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان کی روایات بھی صحیح لذاتہ ہوتی ہیں مگر دوسرے درجہ کی شمار ہوتی ہیں۔

(۴) چوتھا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جن کی توثیق میں ائمہ جرح وتعدیل تقریباً متفق ہوتے ہیں مگر بہت کم ہی لوگ ان کی تضعیف کرتے ہیں عام حضرات محدثین تو جمہور کی بات کا اعتبار کرتے ہوئے ثقہ قرار دیتے ہیں اور اکا دکا لوگوں کے اختلاف کی طرف توجہ نہیں دیتے مگر حافظ صاحبؒ ان حضرات کی رائے کا بھی خیال کرتے ہوئے تیسرے درجہ سے گرادیتے ہیں اور ان لوگوں کو حافظ صاحبؒ صدوق، لاباس بہ اور لیس بہ باس کے صیغے کے ذریعہ تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان حضرات کی روایات بھی صحیح لذاتہ ہوتی ہیں مگر تیسرے درجہ کی شمار ہوتی ہیں۔

(۵) پانچواں مرتبہ ان رواۃ کا ہے جنکی توثیق وتضعیف کے سلسلہ میں ائمہ جرح وتعدیل کے مابین اختلاف ہوتا ہے اور تضعیف کی بھی کوئی بنیاد ہوتی ہے ان لوگوں کو حافظ صاحبؒ صدوق سیء الحفظ، صدوق یہم، اولہ اوہام، اویخطی، او تغیر باٰخرہ وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں ان ہی حضرات کے حکم میں حافظ صاحبؒ نے ان لوگوں کو رکھا ہے جن پر کسی قسم کی بدعت کا الزام بھی آیا ہو جیسے شیعہ، قدریہ، نصبیہ، مرجیہ اور جہمیہ وغیرہ فرقے کی طرف منسوب ہوتے ہوں ان لوگوں کو صدوق رمی بالتشیع بالقدر وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: اس مرتبہ والے رجال کی روایات نمبر ایک کی حسن لذاتہ شمار ہوتی ہیں۔

(۶) چھٹا مرتبہ ان رجال حدیث کا ہے جو قلیل الحدیث ہوتے ہیں (یعنی جن کی روایات ایک سے دس تک کے درمیان ہوتی ہیں) ان کے متعلق کوئی جرح وسبب جرح بھی ثابت نہیں ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے ان کی روایتوں کو چھوڑا جاسکے پھر ان حضرات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جن کی روایتوں میں کسی ثقہ راوی نے متابعت کی ہو ان کو حافظ صاحبؒ مقبول سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۲) جن

کی حدیث کی متابعت نہ کی گئی ہوان کو حافظ صاحبؒ لین الحدیث سے یاد کرتے ہیں۔خیر یہ مرتبہ حافظ صاحبؒ کے نزدیک تعدیل کے مراتب میں سے ہے جرح میں سے نہیں۔

حکم: اس مرتبہ میں دوقسم کے لوگ ہیں اس لئے حکم بھی دونوں کا علیحدہ ہے۔(۱) مقبول کی حدیث حسن لذاتہ نمبر دو کی ہے۔(۲) لین الحدیث کی روایت حسن لذاتہ نمبر تین کی ہے۔

(۷) ساتواں مرتبہ ان رجال کا ہے جن سے روایت کرنے والے ایک سے زیادہ راوی ہوں مگران کی توثیق کسی نے بھی نہیں کی ہو۔ایسے لوگوں کو حافظ صاحبؒ مستور یا مجہول الحال سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: اس مرتبہ کے حضرات کی روایت پر توقف کیا جاتا ہے تاآنکہ ان کا کوئی حال منکشف ہوجائے اس کی صورت یہ ہے کہ ان کی روایت کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے تو اس راوی کو قابل اعتبار مان کر ان کی روایت کو قبول کرلیا جائیگا اوران کی یہ روایت نمبر ایک کی حسن لغیرہ شمار کی جائیگی۔

(۸) آٹھواں مرتبہ ان لوگوں کا ہے جن کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی معتبر شخص کی توثیق نہیں پائی جاتی ہو بلکہ ان پر ان ائمہ کی طرف سے ضعف کا اطلاق کیا گیا ہو خواہ یہ ضعف مفسر ہو یا مبہم (اس سے قطع نظر کہ کوئی غیر مضبوط توثیق پائی جائے یا نہیں جیسے ابن حبان کا اپنی کتاب الثقات میں ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے) ان کو حافظ صاحبؒ ضعیف یا لیس بالقوی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: اس مرتبہ والے رواۃ کی روایت ضعیف کہلاتی ہے اور تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ تک پہنچ جاتی ہے مگر نمبر دو کی حسن لغیرہ ہوتی ہے۔

(۹) نواں مرتبہ ان لوگوں کا ہے جن میں سے ایک راوی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ہے اوران کی کسی نے توثیق بھی نہیں کی ہو (دراصل یہ لوگ محدث نہیں ہوتے ہیں ایک آدھی روایت کرکے محدثین کے زمرہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں) ایسے لوگوں کو حافظ صاحبؒ مجہول کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: اس مرتبہ والے کی حدیث بھی ضعیف ہوتی ہے اور تعدد طرق کی صورت میں حسن لغیرہ بن جاتی ہے مگر تیسرے درجہ کی حسن لغیرہ ہوتی ہے۔

(۱۰) دسواں مرتبہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی نے توثیق نہیں کی ہے بلکہ ائمہ جرح وتعدیل نے سخت جرح کی ہے (یہاں تک کہ ان کی روایت لینے سے اور بیان کرنے سے بھی منع فرمایا ہے) ایسے لوگوں کو حافظ صاحبؒ متروک

الحدیث، واہی الحدیث اور ساقط کے الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان لوگوں کی حدیث انتہائی ضعیف ہوتی ہے۔

(۱۱) گیارھواں مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو کذب کے ساتھ متہم کئے گئے ہیں (کذب کے ساتھ متہم کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ان کا جھوٹ نہیں پکڑا گیا ہے مگر عام بول چال میں کذب بیانی کرنے کی وجہ سے ان پر شبہ کیا گیا کہ انہوں نے حدیث میں بھی ہوسکتا ہے کہ دروغ گوئی کی جسارت کی ہو) ایسے لوگوں کو حافظ صاحب متہم بالکذب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان لوگوں کی روایات کو متروک یعنی غیر قابل اعتبار قرار دیا جائیگا۔

(۱۲) بارھواں مرتبہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے عمداً حدیث رسول میں کذب کا ارتکاب کیا ہو ایسے لوگوں کو حافظ صاحبؒ وضاع اور کذاب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حکم: ان کی روایات موضوعات واباطیل کہلاتی ہیں ایسے لوگ اگر توبہ بھی کرلیں تو بھی ان کی روایت معتبر نہیں مانی جائیگی۔[1]

نوٹ: مذکورہ بالا تفصیلات تقریب التہذیب کا بعینہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ اسکا مفہوم اور ولید عانی کی تشریح اور دیگر کتابوں سے مستفاد ہے۔

تقریب التہذیب کے اعتبار سے رواۃ کے طبقات

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے مراتب رواۃ کی طرح ایک راوی کا دوسرے راوی سے مقدم ومؤخر ہونے کے اعتبار سے بارہ طبقات بیان کئے ہیں۔

(۱) پہلا طبقہ صحابہ کرامؓ کا ہے ان کے مراتب کے فرق کے ساتھ اور فرق مراتب کا فیصلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو رؤیت حاصل ہو۔ (۲) دوسرا طبقہ کبار تابعین کا ہے جیسے سعید بن المسیب۔ (۳) تیسرا طبقہ اوساط تابعین کا ہے جیسے حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ۔ (۴) چوتھا طبقہ کبار تابعین کے اجلۂ تلامذہ کا ہے جو اوساط تابعین کے قریب کے تابعین میں سے ہوں اور ان کبار تابعین سے روایت لیکر بیان کرتے ہوں جیسے امام زہریؒ، قتادہؒ (۵) پانچواں طبقہ صغار تابعین کا ہے جنہوں نے ایک دو صحابہ کو دیکھا ہو مگر ان میں سے کسی صحابی سے سماع حدیث ثابت نہ ہوا ہو جیسے امام اعمشؒ۔ (۶) چھٹا طبقہ پانچویں طبقہ کے ہم عصر لوگوں کا ہے مگر ان میں سے کسی کی ملاقات صحابہ سے ثابت نہ ہو جیسے ابن جریجؒ۔

[1] مقدمہ تقریب التہذیب ص: ۲۴، ۲۵ ج: ۱

(۷) ساتواں طبقہ کبار تبع تابعین کا ہے جیسے امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ۔ (۸) آٹھواں طبقہ اوساط تبع تابعین کا ہے جیسے سفیان ابن عیینہؒ وابن علیہؒ۔ (۹) نواں طبقہ صغار تبع تابعین کا ہے جیسے یزید بن ہارونؒ، امام شافعیؒ وابوداؤد الطیالسیؒ وعبد الرزاقؒ۔ (۱۰) دسواں طبقہ تبع تابعین کے بڑے تلامذہ کا ہے جنہوں نے تابعین سے ملاقات نہیں کی ہے جیسے امام احمد ابن حنبلؒ۔ (۱۱) گیارہواں طبقہ تبع تابعین کے اوساط تلامذہ کا ہے جیسے امام ذہلیؒ، امام بخاریؒ۔ (۱۲) بارہواں طبقہ تبع تابعین کے صغار تلامذہ کا ہے جیسے امام ترمذیؒ۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ انہیں طبقہ کے ساتھ ائمہ صحاح ستہ کے باقی شیوخ کو لاحق کر دیا ہے جنکی وفات ان سے تھوڑی مؤخر ہے جیسے امام نسائیؒ کے بعض شیوخ۔

پس جنکی وفات سو (۱۰۰) ہجری سے قبل ہوئی ہے وہ پہلے اور دوسرے طبقہ کے راوی ہیں اور جن کی وفات سو (۱۰۰) ہجری کے بعد اور دوسو (۲۰۰) سے قبل ہوئی ہے وہ تیسرے طبقہ سے لیکر آٹھویں طبقہ تک کے رواۃ ہیں۔

اور جن کی وفات دوسو (۲۰۰) ہجری کے بعد ہوئی ہے وہ نویں طبقہ سے لیکر آخری طبقہ یعنی بارہویں طبقہ تک کے رواۃ ہیں [۱]

نویں بحث عصر حاضر میں سند کے بیان کرنے کا حکم

سند علم حدیث میں بنیادی حیثیت کا درجہ رکھتی ہے اس کے بغیر حدیث قبول نہیں کی جاتی جب تک دنیا میں نشر و اشاعت اور طباعت کا سلسلہ قائم نہیں ہوا تھا اس وقت تک سند کا محفوظ رکھنا اور اپنے شاگردوں کے سامنے ہر حدیث کی سند من اولہ الی آخرہ بیان کرنا ضروری اور واجب تھا اس کے بغیر اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔

لیکن اب کتب حدیث میں متون مع اسانید کے مرتب و مدون ہوکر طبع ہوچکی ہیں اور ان کتابوں کی نسبت ان کے مصنفین تک حد تواتر کو پہنچ چکی ہے اور روایت حدیث کا قدیم طرز کے مطابق ہر محدث اپنے سے لیکر حضورﷺ تک تمام واسطوں کو من اولہ الی آخرہ بیان کرنیکا رواج ختم کر چکا ہے۔ تو اب ہر طالب حدیث یا محدث کیلئے ضروری نہیں ہے کہ اپنی پوری سند بیان کرے بلکہ اب صرف متن حدیث کو بیان کرکے کتب حدیث کا حوالہ دیدینا حدیث کے ثبوت کے لئے کافی سمجھا جائیگا۔

تاہم ہر مدرس اپنی سند کو اصحاب کتب حدیث تک پہنچائے اور اس کو محفوظ رکھے یہ باعث سعادت اور سرمایۂ افتخار ہے (اگرچہ اس اسنادی سلسلہ پر حدیث کی صحت وسقم کا مدار نہیں ہے) البتہ یہ طریقہ زیادہ قابل اعتماد ہے۔

[۱] مقدمہ تقریب التہذیب ص: ۲۵، ۲۶ ج: ۱

اسی وجہ سے ہمارے اکابر اساتذہ ومشائخ مظاہر علوم ودار العلوم دیوبند کا معمول رہا ہے کہ وہ ابتدائی اسباق ہی میں اپنی اپنی سندیں مصنفین تک بیان کردیتے ہیں، حضرات محدثین نے اسنادی سلسلہ کے بقاء وتحفظ کا بھی پورا اہتمام کیا ہے اور تدوین حدیث کے بعد اسناد کے دوسرے سلسلہ یعنی مصنفین تک رجال سند کو کتابی شکل میں مرتب کردیا ہے جس کو اصطلاح میں اثبات کہا جاتا ہے پھر اختصار کے طور پر شیوخ کا اپنے تلامذہ کو صرف ثبت کی اجازت دیدینے سے تمام کتب حدیث کی اجازت حاصل ہوجاتی ہے۔

ہمارے ہندوستانی مشائخ نے بھی مختلف رسائل واثبات تحریر کئے ہیں جیسے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کی کتاب (الارشاد الی مہمات الاسناد) جس میں انہوں نے اپنے شیوخ سے مصنفین حدیث تک کی سندوں کو ذکر کیا ہے۔

۲۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ) کی العجالۃ النافعۃ جس میں انہوں نے علم حدیث کی دیگر بحثوں کے ساتھ اہم اور متداول کتب حدیث کی سندوں کو بھی ذکر کیا ہے۔ ۳۔ مولانا محمد محسن ترہتیؒ کی کتاب الیانع الجنی من اسانید الشیخ عبد الغنی جس میں مؤلف نے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی مجددیؒ (م ۱۲۹۶ھ) کی اسانید کو جمع کیا ہے۔ ۴۔ مولانا محمد عاشق الٰہی برنی مظاہریؒ (م ۱۴۲۲ھ) کی کتاب العناقید الغالیہ من الاسانید العالیہ جس میں مؤلف نے مشائخ دیوبند وسہارنپور کی اسانید کو اولاً شاہ ولی اللہ صاحبؒ تک اور پھر آگے کتب صحاح ستہ اور متداول کتب حدیث کے مصنفین تک کی اسانید کو ذکر کیا ہے۔ ۵۔ مولانا روح الامین قاسمی بنگلہ دیشیؒ کی جدید کتاب (الکلام المفید فی تحریر الاسانید) بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ ۶۔ مولانا مفتی شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانی کی کتاب (الازدیاد السنی علی الیانع الجنی) جس میں حضرت مفتی صاحب نے تمام اکابر دیوبند کی اسانید کو حضرت شاہ عبد الغنیؒ تک پہنچا کر جمع کردیا ہے۔

دسویں بحث بے اصل حدیث کا بیان کرنا

حدیث پاک کا مشغلہ دنیاوی تمام کاموں میں سب سے بڑھ کر ایک عظیم کام ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پڑھنے، پڑھانے والے کے حق میں بڑی اہم دعائیں کی ہیں۔

جامع ترمذی وسنن ابی داؤد میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من

هو افقه منه.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تروتازہ، خوشحال اور سرسبز وشاداب رکھے اس شخص کو جو میری بات کو سنے اور پھر اس کو محفوظ رکھے، اور دوسروں تک پہنچائے (اگلے جملہ میں دوسروں تک روایت پہنچانے کا فائدہ بیان فرما رہے ہیں کہ بسا اوقات روایت پہنچانے والے (راوی) سے (مروی عنہ) جن کو روایت پہنچائی جارہی ہے، سمجھدار ہوتے ہیں اور بسا اوقات راوی بھی سمجھ دار ہوتے ہیں مگر مروی عنہ ان سے زیادہ فہیم اور سمجھدار ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللهم ارحم خلفائی، اے اللہ میرے خلفاء کے ساتھ رحم کا معاملہ فرما، صحابہ نے پوچھا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خلفائک) اے اللہ کے رسول آپ کے خلفاء کون ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: الذین یرون احادیثی ویعلمونها الناس.

یعنی وہ لوگ میرے خلفاء ہیں جو میری احادیث کو روایت کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پڑھنے پڑھانے والے کو اپنا خلیفہ اور نائب قرار دیا اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت وسعادت کی بات ہوگی۔ لیکن شیطان انسان کا دشمن ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ان الشيطان لكم عدو مبين فاتخذوه عدوا.

ترجمہ: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

شیطان کی اولین کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان کے اچھے سے اچھے اعمال کو خراب کر کے اسے نیکی کے بجائے گناہ میں تبدیل کردے، تو احادیث مبارکہ میں بھی شیطان نے انسان کو راہ راست سے ہٹا کر وضع اور کذب میں مبتلا کردیا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ آئندہ چل کر لوگ میرے کلام اور میری حدیثوں میں وضع اور کذب کا ارتکاب کریں گے، اس لئے بڑے سخت انداز میں وعید بیان فرمادی، حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار. (بخاری) ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

علامہ نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ، علامہ قسطلانیؒ وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ (وهو في غاية الصحة ونهاية القوة) یعنی یہ حدیث نہایت صحیح اور بے حد قوی ہے نیز محدثین کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ

یہ روایت لفظاً متواتر ہے، اس لئے کہ یہ روایت صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہے، امام ابوبکر صیرفی نے رسالۃ الشافعی کی شرح میں لکھا ہے کہ ساٹھ سے زیادہ صحابہ سے یہ روایت منقول ہے، اور بعض نے کہا کہ باسٹھ صحابہ سے مروی ہے، جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔

ابوالقاسم بن مندہ نے فرمایا (۸۰) اسی سے زائد حضرات نے نقل فرمائی ہے اور امام نووی نے فرمایا کہ ۸۷ حضرات نے روایت کی ہے، علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب الموضوعات کے مقدمہ میں اس روایت کے تمام طرق کو جمع کیا تو اس کی تعداد ۹ سے بھی متجاوز ہوگئی، اور ابن دحیہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، حافظ یوسف بن خلیل دمشقی اور ابوبکر البکری نے اپنی اپنی روایات کو اکٹھا کیا تو مجموعہ سو (۱۰۰) تک پہنچ گیا۔[1]

خلاصہ:

تمام روایات کے مجموعہ سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا تہمت لگانا یا کسی قول یا فعل کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا اور نہیں کیا ہے، اشد کبائر اور حرام ہے، لیکن جمہور علماء محدثین کے نزدیک وضع حدیث وکذب حدیث کو کفر نہیں شمار کیا گیا ہے، مگر بعض علماء جیسے امام الحرمین کے والد ابومحمد جوینی، شیخ ناصر الدین بن المنیر مالکی اور ان کے چھوٹے بھائی زین الدین بن المنیر وغیرہ نے کفر شمار کیا ہے، مگر جمہور علماء نے اس کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس قول کی تردید کی ہے۔

شیخ ابن صلاح نے فرمایا کہ جس سے ایک مرتبہ بھی کذب علی النبی ثابت ہوجائے اور پھر خالص توبہ کرلے تو امید ہے کہ گناہ معاف ہوجائے مگر قبول روایت کے سلسلہ میں توبہ بالکل مؤثر نہ ہوگی وہ ہمیشہ کے لئے مجروح شمار ہوگا۔[2]

وضع حدیث کی مختلف صورتیں

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی نسبت کرکے اپنی طرف سے کوئی سند تجویز کردے (۲) حکماء یا اسلاف وصلحاء اور اقوال بزرگان یا اسرائیلیات کو لیکر اپنی طرف سے کوئی سند جوڑ دے (۳) کسی ضعیف حدیث کے ساتھ سند قوی لگادے (اس صورت میں نسبت تو جھوٹی نہیں ہوتی مگر قطعی کے بنسبت یہ صورت بھی جھوٹ وکذب ہے) (۴) ہر سنی سنائی بات جس کی کوئی سند اور اصل مذکور نہیں بلاتحقیق حدیث کہہ کر بیان کردے

---

[1] عمدۃ القاری، ص:۱۵۷ ج ۲، فتح الباری ص:۱۸۱ ج:۱ [2] عمدۃ القاری ص: ۱۴۹

(۵) موضوع روایت کے موضوع ہونے کو جاننے کے باوجود حدیث رسول کہہ کر بیان کر دینا۔

سمرہ بن جندبؓ سے مرفوعاً منقول ہے: من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين.

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کی حالانکہ وہ جانتا کہ یہ جھوٹ ہے، تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے، البتہ احادیث موضوعہ کا موضوع ہونا واضح کر کے بیان کرنا جائز ہے، چنانچہ علامہ شریف جرجانی تحریر فرماتے ہیں: لايحل رواية الموضوع للعالم بحالة في اى معنى كان اى مقرونا بيان الوضع.[1]

حدیث کو دین کی بات کہہ کر بیان کرنا

اگر کسی حدیث کی تحقیق نہیں ہے یا حدیث بیان کرنے میں بے حد احتیاط برتتے ہوئے حدیث کو دین کی باتیں کہہ کر بیان کرے تو یہ جائز ہے، انشاء اللہ گناہ نہیں ہوگا، مگر آج المیہ ہے کہ بعض لوگ نے اردو وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کر لیا یا تھوڑا وقت تبلیغ میں لگالیا تو اسٹیج پر دھڑلے سے غیر حدیث کو حدیث کہہ کر بیان کرتے چلے جاتے ہیں حالانکہ دعوت وتبلیغ کے اصول میں بانی تبلیغ حضرت جی مولانا الیاس صاحب نے غیر عالم کو قرآن وحدیث کی عبارتیں پڑھ کر بیان کرنے سے منع فرمایا ہے، اگر اچھی طرح معلوم ہو کہ حدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ حدیث کا مفہوم کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے، اس سے بڑھ کر بعض مقرر بلکہ بعض حدیث پڑھانے والے بھی بڑے شوق سے ضعف اور وضع کذب کی وضاحت کئے بغیر احادیث ضعیفہ اور موضوعہ کو برسر عام بیان کرتے ہوئے دیکھے جا رہے ہیں۔

مشکوۃ نبوت سے براہِ راست فیض یافتہ صحابہ کرام روایت حدیث میں بڑی احتیاط برتتے تھے، اسی طرح حضرات شیخین ابوبکر صدیق، عمر فاروق، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضر وسفر میں ہمیشہ ساتھ رہے آپ کی ہر نقل وحرکت سے بخوبی واقف تھے، مگر اس کے باوجود ان حضرات کی روایتوں کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے

باب دوم

احقر الوریٰ سے مصنفین تک متداول کتب حدیث کی سندیں

اور رجال اسناد کا تعارف

ہم سے حضور ﷺ تک سند کے تین حصے ہیں:

[1] مستفاد عمدۃ القاری ص:۸۲، تا ص:۸۴

(۱) پہلا حصہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک۔ (۲) دوسرا حصہ شاہ صاحب سے حضرات صحاح ستہ تک۔ (۳) تیسرا حصہ اصحاب کتب حدیث سے ہر ہر حدیث کی سند حضور ﷺ تک، وہ تو کتابوں میں مذکور ہے اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سب سے پہلے ہم اصح الکتب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح للبخاری کی سند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک بیان کرتے ہیں۔

أسانيد الجامع الصحيح للامام البخاريؒ

الى الامام الشاه ولى الله المحدث دهلوى

قال العبد الضعيف محمد كوثر على السبحانى اخبرنا شيخنا الامام العلام المحدث العصر امير المؤمنين فى الحديث مولانا محمد يونس الجونفوريؒ قال اخبرنا شيخنا الامام العلامة محمد زكريا الكاندهلوى ثم المهاجر المدنى المولود لعشر خلون من رمضان سنة خمس عشرة وثلاث مأة وألف المتوفى بالمدينة المنورة يوم الاثنين الاول من شعبان سنة اثنتين وأربع ماة وألف بجمعية قرائة عليه عن شيوخ ثلاثة.

شيخه العلامة المحدث خليل أحمد السهارنفورى ثم المهاجر المدنى شارح أبى داؤد وأبيه مولانا محمد يحيى بن مولانا إسماعيل الكاندهلوى قراء ةً عليهما بجميعة ومولانا عنايت إلهى إجازة.

عن مولانا محمد مظهر النانوتوى ومولانا عبد القيوم البدهانوى قراء ة عليهما بجميعه، ومولانا الشاه عبد الغنى بن أبى سعيد المجددى (صاحب انجاح الحاجة على ابن ماجه) بقراء ة أوله والباقى إجازة، والثانى عن الامام الربانى مولانا رشيد احمد الكنكوهى قراء ة عليه بجميعه عن الشاه عبد الغنى بقراء ة الثُلث والباقى اجازة، والثالث عن مولانا محمد مظهر النانوتوى والامام العلامة مولانا احمد على المحدث السهارنفورى صاحب التعليق المعروف على صحيح البخارى المتداول فى الهند والباكستان والافغانستان والبنجلة ديش قراء ة عليهما. ح وأخبرنا مولانا منظور احمد السهارنفورى اجازة عن مولانا خليل احمد السهارنفورى قراء ة عليه بأسانيده.

ح وأخبرنا العلامة المحقق جامع المعقول والمنقول مولانا محمد اسعد الله الرامفوری المولود یوم الاثنین سنة اربع عشرة وثلاث مأة وألف والمتوفی لیلة الاثنین الخامس عشر من رجب الفرد سنة تسع وتسعین وثلاث مأة وألف بقراءة شیء من أوائله والباقی اجازة عن شیخین. مولانا محمد یحی الکاندهلوی قراءة علیه وحکیم الأمة مولانا اشرف علی التهانوی اجازة منه، الأول عن مولانارشید احمد الکنکوهی والثانی عن مولانا محمد یعقوب النانوتوی اول رئیس مدرسی دار العلوم بدیوبند وشیخ الهند مولانا محمود حسن الدیوبندی قراءة علیهما، کلهم عن الشاه عبد الغنی، الاولان قراءة علیه والثالث اجازة عنه، وکذا یرویه الثالث اجازة عن مولانامحمد مظهر والشیخ احمد علی المحدث والقاری عبد الرحمن الفانی فتی، وکذا یرویه الثانی اجازة عن العارف الشهیر، مولانا فضل رحمن الکنج مراد آبادی، ح وأخبرنا الشیخ العلامة المفتی محمود حسن بن حامد حسن الکنکوهی عن شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد المدنی قراءة علیه، ح وأخبرنا الشیخ المحدث مولانا فخر الدین احمد المراد آبادی المولود سنة عشر وثلاث مأة وألف والمتوفی فی صفر الخیر سنة اثنتین وتسعین وثلاث مأة وألف کلاهما عن شیخ الهند مولانا محمود حسن الدیوبندی قراءة علیه عن حجة الاسلام مولانا محمد قاسم النانوتوی مؤسس دار العلوم بدیوبند.

کل هؤلاء الستة (أی محمد مظهر وعبد القیوم وعبد الغنی واحمد علی المحدث والقاری عبد الرحمن وفضل رحمن) عن الشاه محمد اسحاق قراءة علیه، وزاد عبد الغنی عن ابیه ابی سعید قراءة علیه، وزاد محمدمظهر عن مولانا مملوک العلی قراءة علیه عن مولانارشید الدین خان الکشمیری، وزاده عبد القیوم عن ابیه مولانا عبد الحی البدهانوی، وزاد مولانا احمد علی عن مولانا وجیه الدین السهارنفوری عن مولانا عبد الحی البدهانوی عن الشاه عبد القادر المحدث الدهلوی.

کلهم(أی مولانا الشاه اسحاق والشاه ابوسعید ومولانا رشدید الدین خان والشاه عبد القادر) عن الشاه عبد العزیز المحدث الدهلوی قراءة علیه،وکذا یروی الشاه فضل رحمن عالیا عن الشاه عبد العزیز عن ابیه الامام الهمام احمد بن عبد الرحیم الشهیر بولی الله المحدث

الدهلوی وخاله محمد عاشق الفلتی، وهما یرویان عن الشیخ ابی طاهر الکردی وترافقا فی الاخذ عنه.[1]

اسناد بخاری شریف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

بندہ ضعیف محمد کوثر علی سبحانی نے ۱۴۱۳ھ اور ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۴ء میں مکمل بخاری شریف اپنے شیخ الامام العلام محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس جونپوری صاحبؒ سے پڑھی ہے۔

پھر ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کی پانچ سندیں ہیں ایک قرأۃ اور تین اجازۃ جن کو حضرت شیخ جونپوریؒ نے الیواقیت الغالیہ ۴۹۳ تا ۴۹۵ ج ۳ تک میں مسند الہند شاہ صاحب تک پہنچائی ہے جس ترتیب سے ہمارے حضرت شیخ نے تحریر فرمایا اسی ترتیب سے نمبروار تذکرہ کروں گا۔

حضرت شیخ جونپوری کی پہلی سند

حضرت جونپوریؒ نے پوری بخاری شریف اپنے شیخ الامام العلام حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے قرأۃ پڑھی ہے، پھر حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کو تین حضرات سے سند حاصل ہے، اولاً ان کو اپنے شیخ مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ سے قراءۃً، دوم اپنے والد محترم حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ سے قرأۃ سوم حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ سے (اجازۃ)

پھر اول یعنی محدث سہارنپوریؒ کو تین حضرات سے سند حاصل ہے، (ا) حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ سے قرأۃ اور مولانا عبد القیوم بڈھانویؒ سے (قرأۃ) اور مولانا شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے (اجازۃ)

دوم: یعنی حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کو سند حاصل ہے امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے (قرأۃ) اور حضرت گنگوہیؒ کو سند حاصل ہے شاہ عبد الغنیؒ سے ایک ثلث (قرأۃ) اور باقی (اجازۃ)

سوم یعنی مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ کو دو حضرات سے سندیں قرأۃ ہی حاصل ہیں، مولانا مظہر نانوتویؒ سے اور مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ سے۔

حضرت شیخ جونپوریؒ کی دوسری سند

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کو سند حاصل ہے حضرت مولانا منظور احمد خان سہارنپوریؒ سے (اجازۃ) اور ان کو مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ سے (قرأۃ)۔

---

[1] ماخوذ الیواقیت الغالیہ، ص: ۴۹۳ تا ۴۹۵ ج: ۳

حضرت شیخ جونپوریؒ کی تیسری سند

حضرت شیخ جونپوریؒ کو سند حاصل ہے اپنے استاذ شیخ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ (سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم) سے (اجازۃ) پھر حضرت ناظم صاحبؒ کو دو حضرات سے سندیں حاصل ہیں (۱) مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ (سے قرأۃ) اور اپنے شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے (اجازۃ) پھر حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ کو حضرت امام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سند حاصل ہے (قرأۃ)

اور حضرت تھانویؒ کو دو حضرات سے قرأۃ سند حاصل ہے (۱) حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ (صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے پھر ان تینوں حضراتؒ کو یعنی حضرت گنگوہی، حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کو قرأۃ اور حضرت شیخ الہندؒ کو اجازۃً سند حاصل ہے، شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے اور حضرت شیخ الہندؒ کو تین حضرات سے حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ سے اجازۃً سندیں حاصل ہیں، اور حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کو اجازۃ سند حاصل ہے، عارف باللہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے۔

حضرت شیخ جونپوریؒ کی چوتھی سند

ہمارے حضرت شیخ کو (اجازۃ) سند حاصل ہے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے اور ان کو سند حاصل ہے (قرأۃ) حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے۔

حضرت شیخ جونپوریؒ کی پانچویں سند

حضرت شیخ جونپوریؒ کو اجازۃً سند حاصل ہے حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادیؒ سے اور حضرت مدنیؒ اور حضرت مرادآبادیؒ دونوں کو (قرأۃ) سند حاصل ہے حضرت شیخ الہندؒ سے اور حضرت شیخ الہندؒ کو (قرأۃ) سند حاصل ہے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) سے۔

پھر ان ساتوں (حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ، شاہ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ اور مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ) کو قرأۃ سند حاصل ہے شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے۔

اورشاہ عبدالغنیؒ نے اپنی سند میں اپنے والد محترم شاہ ابوسعیدؒ کا قرأۃ اضافہ فرمایا ہےاور مولانا مظہر نانوتویؒ کو قرأۃ سند حاصل ہے، حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے اور مولانا مملوک علی نے سند حاصل کی، مولانا رشید الدین خان کشمیریؒ سے، اور مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ نے اپنے باپ عبدالحی بڈھانویؒ کا اضافہ کیا ہے، اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے اپنی سند میں اضافہ کیا ہے مولانا وجیہ الدین سہارنپوریؒ کا، اور مولانا وجیہ الدین کو سند حاصل ہے مولانا عبدالحی بڈھانویؒ سے اور ان کو سند حاصل ہے شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ سے پھر ان چاروں حضرات یعنی شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ، شاہ ابوسعیدؒ، مولانا رشید الدین خاں کشمیریؒ، شاہ عبدالقادر دہلویؒ کو سند حاصل ہے قرأۃ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اسی طرح شاہ فضل رحمٰن عالیاً سند بیان کرتے ہیں شاہ عبدالعزیزؒ سے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو سند حاصل ہے، اپنے والد محترم الامام الہمام مسند الہند حضرت شاہ احمد بن عبدالرحیم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو اپنے ماموں محمد عاشق فلتیؒ سے بھی سند حاصل ہے، اور یہ دونوں یعنی شاہ ولی اللہؒ اور محمد عاشق پھلتیؒ بخاری کی روایت کرتے ہیں شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے۔

تذکرہ احقر الوریٰ محمد کوثر علی سبحانی

ولادت

(۱) العبد الفقیر احقر الوریٰ محمد کوثر علی سبحانی کی پیدائش غالباً ۴ر مارچ ۱۹۷۲ء میں بہار کے مشہور سرحدی شہر فاربس گنج (ضلع ارریا) سے جانب جنوب میں تقریباً ۱۲رکلومیٹر کے فاصلے پر ایک مسلم بستی گھبہا میں ہوئی احقر کے والد محترم جناب الحاج مولوی محمد کلیم صاحبؒ پرانے تبلیغی ودعوتی مزاج کے نیک خصلت انسان تھے حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ خانقاہ مونگیر سے بیعت تھے، پنجگانہ نماز تو درکنار سفر وحضر میں کبھی تہجد کی نماز بھی قضا نہیں ہوتی تھی، ہمیشہ رات کو غسل فرما کر تہجد اور صلوٰۃ التسبیح پڑھا کرتے تھے (باقی حضرت والا کی مختصر سوانح کو احقر نے ایک رسالہ میں تحریر کیا ہے جسکا نام ہے آہ! میرے والد حاجی محمد کلیم اور ان کی شب بیداری اس میں تفصیل موجود ہے۔

تعلیم

بندۂ ناچیز نے اپنے خاندانی گاؤں گوکھلا پور میں ہی والد محترم سے تعلیم کا آغاز کیا، ناظرہ قرآن اور دینیات کی تکمیل کے بعد اپنے مولد گھبہا گاؤں سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر سوالدہ مجھوا کے مدرسہ مصباح العلوم میں ۱۹۸۳ء میں

داخل ہوکر بہار بورڈ کے نصاب وسطانیہ دوم تک مکمل پانچ سال تعلیم پائی بعدہٗ ۱۹۸۸ء میں مدرسہ مطلع العلوم کمن گڈھا بنارس میں داخل ہوکر عربی اول و دوم کی تعلیم مکمل کی اس کے بعد ۱۹۹۰ء میں ہندوستان کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور میں داخل ہوکر عربی سوم مکمل کی اور یہاں رہتے ہوئے جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ میرٹھ کے نظام تعلیم کی اچھی خبر ملی تھی اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ وہاں شرح جامی ومختصر ساتھ ہوتی ہے تو اس خیال سے وہاں حاضر ہوا کہ ایک سال کی بچت ہوگی کیونکہ گھر کے مالی حالات درمیان میں بے حد کمزور تھے فاقہ کشی کی نوبت تھی اس لئے جی چاہتا تھا کہ جلد فارغ ہوکر والدین کو کچھ مالی راحت پہنچاؤں بنابریں ۱۹۹۱ء میں ایک سال اجراڑہ میں داخل ہوکر شرح جامی اور مختصر المعانی کا نصاب مکمل کیا پھر ۱۹۹۲ء میں جامعہ مظاہر علوم دار جدید سہارن پور میں داخل ہوکر جلالین، مشکوۃ، دورۂ حدیث اور مشق افتاء کل چار سال تک یہاں کے اساتذہ ومشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حدیث کے اساتذہ

صحیحین اور موطا امام محمد حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے، ابوداؤد شریف ترمذی شریف اور شمائل ترمذی حضرت شیخ مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری مدظلہ سے، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف اور موطا امام مالک حضرت مولانا محمد سید سلمان صاحب سہارنپوریؒ سے، طحاوی شریف حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب سہارنپوریؒ سے، مشکوۃ شریف حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوریؒ سے پڑھی ہے۔

فراغت کے بعد ۱۹۹۶ء میں جامعہ محمدیہ جام نگر گجرات کے ذمہ داران (یعنی حضرت حافظ یعقوب صاحبؒ اور حضرت مولانا سیف الدین صاحب اسلامپوری) کی دعوت پر تدریسی خدمت کے لئے حاضر ہوا اور الحمد للہ مکمل پانچ سال مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، موطا امام محمد مشکوۃ شریف جلالین شریف بیضاوی شریف وغیرہ کتب حدیث وتفسیر کی تدریس کا موقع ملا پھر ۲۰۰۱ء میں جامعہ ابن عباسؓ سرخیز احمد آباد گجرات میں تدریس اور فتویٰ نویسی کے لئے حاضری ہوئی اور مکمل چار سال بخاری شریف جلد ثانی، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، مشکوۃ شریف، جلالین شریف، ہدایہ ثالث، شرح عقائد، سراجی، نور الانوار، قدوری اور شرح وقایہ وغیرہ کتب حدیث وتفسیر اور فقہ کے اسباق پڑھانے کا بہت ہی سنہرا موقع ملا۔ پھر ۲۰۰۴ء میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے حکم ومشورہ سے جامعہ اشرف العلوم الور راجستھان میں تدریسی خدمات کیلئے مامور ہوا دو سال بخاری شریف مکمل، مسلم شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، ابوداؤد شریف مکمل یعنی خالص دورۂ حدیث شریف کے اسباق ہی

سپرد کیۓ گئے مگر یہاں آب وہوا موافق نہ آنے کی وجہ سے مستعفی ہوکر ۲۰۰۷ء میں جامعۃ العلوم گڑھاہمت نگر ضلع سابر کانٹھا گجرات میں تدریسی خدمت کیلئے وہاں کے بانی ومہتمم حضرت مولانا سیف الدین صاحب اسلام پوری مدظلہ کے بہت اصرار کرنے پر حاضر ہوا، وہاں مکمل پانچ سال بخاری شریف اول ترمذی شریف اول جلالین شریف مشکوۃ شریف وغیرہ کتب حدیث وتفسیر کے اسباق پڑھانے کا موقع ملا اور وہاں کی علمی فضاء سازگار ہونے کی وجہ سے بہت فائدہ ہوا۔

فخر گجرات حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی ؒ بانی ورئیس جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مدظلہ اکل کنواں، محدث گجرات حضرت مولانا مفتی عبد اللہ پٹیل صاحب مدظلہ ہانسوٹ گجرات کے حکم اور حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن ڈھابیل کے نیک مشورہ سے ۲۰۱۱ء میں اپنے مادر علمی والیشیاء کی عظیم درسگاہ مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور میں تدریسی خدمات کی سعادت نصیب ہوئی بندہ تقریباً ۱۱ر سال سے یہاں ترمذی شریف نسائی شریف ابن ماجہ شریف مؤطا امام مالک، طحاوی شریف اور بیضاوی شریف بعدہٗ ہدایہ ثالث وغیرہ کے اسباق حتی المقدور کما حقہ پڑھانے کی سعی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

تصنیف وتالیف کا بھی ناقص سلسلہ جاری ہے مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

(۱)خزینۃ الفقہ جلد اول مسائل النکاح (۲)خزینۃ الفقہ جلد ثانی مسائل الطلاق(۳) خزینۃ الفقہ جلد ثالث (مسائل وقف)(۴)الجھد الکوثری علیٰ ختم البخاری(۵)تذکرہ شیخ عبد الرحیم متالا (۶) دینی کارندوں کے رہنما(۷) آہ میرے والد حاجی محمد کلیم صاحب اوران کی شب بیداری(۸) محسن ومؤمن قوم حضرت پیر مشائخ سلسلہ شطاریہ کے چند بزرگان (۹) اجتماعی کام کے زریں اصول (۱۰) تذکرہ حضرت شیخ محمد یونس جونپوریؒ (۱۱) الجوہر المفید فی تحقیق الاسانید

اور ہندونیپال کی سرحد پر جامعۃ الفلاح دارالعلوم الاسلامیہ فاربس گنج بہار کے ذریعہ علاقہ میں مکاتب ومدارس اور دینی واصلاحی سرگرمیاں بھی جاری ہیں۔ اللہ بمحد قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

تذکرہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ

نام ونسب:

نام محمد یونس، والد محترم کا نام شبیر احمد، لقب شیخ الحدیث، محدث کبیر، محدث العصر اور امیر المؤمنین فی الحدیث فی زمانہ۔

ولادت باسعادت

تاریخ پیدائش صبح سات بجے، بروز شنبہ، ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۵۵ھ بمطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۳۶ء۔

تعلیم

والدہ مرحومہ کا انتقال آپ کے بچپن ہی میں ہو چکا تھا، یعنی جب آپ ۵؍سال دس ماہ کے تھے، اس لئے اپنی نانی کے پاس ہی رہتے تھے اور اپنے ماموں کے ساتھ ایک مکتب میں جایا کرتے تھے مگر بعد میں ماموں نے مکتب میں جانا بند کر دیا تو حضرت کا جانا بھی بند ہو گیا، پھر آپ کے گاؤں میں ایک پرائمری اسکول قائم ہوا تو اس میں درجہ دوم تک عصری تعلیم پاکر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے اسکولی تعلیم بند کروادی، کیونکہ والد مرحوم نے فرمایا انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

اس کے بعد تقریباً دو سال تعلیمی چھٹی رہی پھر شروع سے قرآن کریم ناظرہ تک اپنے والد صاحب کے پاس مکمل تعلیم پاکر ۱۳؍سال کی عمر میں اپنے گاؤں کے مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے چلے گئے اور کتب فارسی سے لیکر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر مختصر المعانی، مقامات حریری، شرح وقایہ اور نور الانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ سے اور شرح جامی بحث اسم تک حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ سے پڑھیں، پھر ماہ شوال ۱۳۷۸ھ میں مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیکر اپنی تعلیم کا آغاز جلالین شریف، ہدایہ اولین، میبذی سے فرمایا اور اگلے سال ۱۳۷۹ھ میں بیضاوی شریف، مشکوۃ شریف، سلم العلوم اور ہدایہ ثالث پڑھنے کے ساتھ تجوید کی کتابیں بھی پڑھ کر ترتیل کی مشق کی۔

پھر تیسرے سال ۱۳۸۰ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ مع تعیین کتب حدیث کے یہ ہیں، بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم سے اور ترمذی شریف، نسائی شریف حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے نیز ابن ماجہ شریف، شمائل ترمذی، مؤطا امام مالک اور طحاوی شریف کتاب النکاح مکمل بھی حضرت ناظم صاحبؒ سے ہی پڑھی اور مؤطا امام محمد مکمل بھی حضرت مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوریؒ سے ہی پڑھی اور اعلی وامتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

دورۂ حدیث شریف کے شرکاء

آپ کے دورۂ حدیث شریف کے شرکاء میں مندرجہ ذیل حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں، حضرت الاستاذ سید مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور، مولانا شجاع الدین ابن سید شاہ غلام دستگیر قادری حیدرآبادی استاذ مدرسہ مصباح العلوم لاتور ضلع عثمان آباد مہاراشٹر اور مولانا اجتباء الحسن صاحب۔

فنون میں داخلہ

دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد ۱۳۸۱ھ میں حضرتؒ نے مزید ایک سال مدرسہ مظاہر علوم میں فنون کی یہ کتابیں پڑھیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، خلاصۃ الحساب، درمختار۔

مدرسہ مظاہر علوم کی مسند تدریس پر

پھر اسی سال کے اخیر میں ۱۳۸۱ھ شوال میں معین المدرسین کے عہدہ پر تقرری ہوئی اور ماہ شوال ۱۳۸۲ھ میں مستقل استاذ مقرر ہوئے، اور یہ کتابیں آپ کے حوالہ کی گئیں: شرح وقایہ، میر قطبی، سلم العلوم، پھر ۱۳۸۴ھ میں ہدایہ اولین، قطبی، مقامات، مختصر المعانی اور اصول الشاشی وغیرہ کتب پڑھائیں، پھر اسی سال ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ کا انتقال ہوگیا تو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑویؒ کے پاس ان کی ترمذی شریف آگئی اور حضرت مفتی صاحب کی مشکوۃ شریف حضرت الاستاذ حضرت شیخ جونپوریؒ کے پاس باب الکبائر سے منتقل کرکے باضابطہ آپ کو استاذ حدیث بنادیا گیا، پھر ۱۳۸۶ھ میں استاذ دورۂ حدیث بن کر ابوداؤد شریف ونسائی شریف کا درس دیا، اور اگلے سال ۱۳۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف اور مؤطین شریفین کا مایۂ ناز درس دیا۔

شیخ الحدیث کے منصب پر

۱۳۸۸ھ میں جب حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے لئے آنکھوں کی معذوری اور نزول آب کی وجہ سے درس وتدریس کا باقی رکھنا مشکل ہوگیا تو آپ نے اپنی زیر درس کتاب بخاری شریف کے ساتھ ہی ساتھ مسلم شریف اور ہدایہ ثالث حضرت شیخ جونپوری کے سپرد کردیں، اور ۱۳۹۰ھ میں آپ کو باضابطہ اس منصب جلیلہ پر فائز فرماکر شیخ الحدیث منتخب کیا گیا۔

حضرت شیخ جونپوریؒ کو جس وقت بخاری شریف سپرد کی گئی تھی اس وقت آپ نوجوان تھے، صرف تینتیس ۳۳ سال کی عمر تھی، اس لئے طلباء بخاری شریف پڑھنے پر رضامند نہیں تھے، آپ کی مایۂ ناز کتاب الیواقیت الغالیہ کے مرتب حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی تحریر فرماتے ہیں کہ احقر ان دنوں مظاہر علوم میں متوسطات کا طالب علم تھا، اور اس وقت کا شاہد عینی ہے کہ جب بخاری شریف کے منتقل ہونے کا اعلان کیا گیا تو مظاہر علوم کے دورہ کے طلبہ کی ظاہری نگاہوں میں عجیب کرب واضطراب کی لہریں دوڑ رہی تھیں، گو حضرت الاستاذ کتنے ہی قابل ولائق ہوں مگر شیخ کی عمر اور بزرگی اور نسبت مشائخ اور کثرت تصنیف وتالیف کی وجہ سے جو مقام تھا ان کی عظیم مسند کو پر کرنا مشکل ہی معلوم ہو رہا تھا، بالخصوص اس سال دورہ میں بعض وہ طلبہ بھی تھے جو حضرت شیخؒ کے خدام ومخصوصین میں تھے اور انہیں اس کا بڑا قلق تھا کہ ہمیں حضرت شیخؒ سے پڑھنا نصیب نہیں ہو رہا ہے، اور وہ اپنے قلق کا اظہار مختلف طریقوں سے کر رہے تھے، غالباً انتظامیہ تک بھی یہ اضطراب پہنچ گیا، اس صورت حال سے نمٹنے کیلئے حضرت شیخؒ نے ایک اعلان لگوایا جو خود میں نے دار الطلبہ قدیم کے لوحِ اعلانات پر پڑھا جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ:

"میں نے اپنے ضعف اور اعذار کی بنا پر بخاری شریف پڑھانا موقوف کیا ہے اور مولانا محمد یونس صاحب کو منتقل کیا ہے، جسے پڑھنا منظور ہو وہ پڑھے ورنہ کسی اور مدرسہ میں داخلہ لے لے۔"

اس اعلان کے بعد فضا میں کچھ سکون پیدا ہوا اور تعلیم جاری ہوگئی خوب یاد ہے کہ جیسے ہی حضرت الاستاذ نے بخاری شریف شروع کی اور وہ شور وانتشار موقوف ہوا اور پھر پورے اطمینان اور آب وتاب کے ساتھ درس جاری ہوگیا اس وقت سے اب تک یعنی نصف صدی تک ایشیاء کی اس عظیم درسگاہ کی مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوکر ہزاروں تشنگان علم ومعرفت کی پیاس بجھائی۔

بیعت وسلوک

بیعت کے سلسلہ میں اولاً حضرت الاستاذ کا رجحان تھا مگر بعد میں طبیعت بدل گئی حضرت خود تحریر فرماتے ہیں:

"ابتداءً بالکل بچپن میں تو طبیعت کا رجحان تھا لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا اور یہ ہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی، حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب مرحوم نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا تزکیہ ضروری ہے۔

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا ادھر بالکل التفات ہی نہیں ہوا بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نور اللہ مرقدہ اپنے دار التصنیف میں تشریف فرما تھے اور میں حسب معمول حاضر ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا، کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟ حضرت نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا بالکل نہیں۔

پھر ایک زمانہ گذر گیا بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے رہے جیسے مولانا منور حسین صاحب پورنوی، مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی اور بعض اصرار کرتے تھے جیسے صوفی انعام اللہ صاحب مگر کچھ التفات ہی نہیں تھا اچانک رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کے عشرۂ اخیرہ میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے حضرت نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا حضرت نے فرمایا بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے استخارہ کر لے میں نے عرض کیا حضرت میں نے دعا کی ہے اس زمانہ میں اپنی دعاء پر بڑا اعتماد تھا مگر حضرت نے فرمایا کہ استخارہ کم از کم تین مرتبہ ہے اور رات گذارنا اور سونا ضروری نہیں ہے۔

منامی بشارت

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا مولانا اکرام صاحب فرمارہے ہیں کہ مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہو جاؤ گے، ہمارا قیام اس زمانہ میں دار الطلبہ قدیم میں ہو چکا تھا حضرت نے سنکر فرمایا یہ خواب امید افزاء ہے۔

خصوصی بیعت

رمضان ۲۱/۱۹ ریا ۱۳۸۲/۳۰ھ کو ظہر کے بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرما کر بیعت فرمایا۔[۱]

چنانچہ بڑے حضرت شیخؒ سے تدریجاً تربیت ہوتی رہی، اور حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ (سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم) نور اللہ مرقدہ کی بھی آپ کی طرف توجہ کامل تھی دونوں بزرگوں کے زیر سایہ منازل سلوک کو طے کرتے کرتے اس لائق ہو گئے کہ آپ کو اجازت وخلافت عنایت کی جائے چنانچہ بروز پنجشنبہ ۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سابق ناظم اعلی مظاہر علوم نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور ۱۱ رگیارہ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۴ رنومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعرات میں حضرت شیخؒ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا علمی ذوق

مظاہر علوم کے شیوخ الحدیث کے سنہرے سلسلے کی عظیم الشان کڑی ہمارے مرشد ومربی فخر المحدثین حضرت الاستاذ

---

[۱] ماخوذ الیواقیت الغالیہ ص: ۳۳-۳۴، ج:۱

حضرت شیخ جونپوریؒ کی ذات تھی، مظاہر علوم کے وہ سپوت تھے جن کے تبحر علمی پر ان کے شیوخ واساتذہ کو بھی رشک تھا، اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے تلامذہ کو بھی آپ کی شان حدیث پر فخر ہے، آپ کی ذات مظاہر علوم کے مشائخ کی تاریخی فہرست میں ایک جلی اور روشن باب ہے، ہر زمانہ میں یہاں کے علماء فضلاء طلباء اور متعلقین آپ کا نام ذکر کر کے فخر کیا کریں گے آپ اپنے مشائخ حدیث کے صحیح جانشین بلکہ فن حدیث اور رجال حدیث میں مظاہر علوم کے متقدمین محدثین سے بھی آگے تھے اس کی اصل وجہیں تین ہیں۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ آپ کے پاس کتابوں کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود تھا، پہلے کے مشائخ کے پاس اتنی کتابیں نہیں تھیں ہمارے حضرت شیخ خود فرماتے تھے کہ اگر مجھے کسی سے کچھ پیسے میسر ہوتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا، حضرت الاستاذ قطب العرب والعجم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے جب بھی ہدیۃً کچھ پیسے عنایت فرمائے تو میں نے ان کی کتابیں خرید لیں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ پڑھنے کے زمانہ میں (فقیہ الاسلام) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے کچھ پیسے عطا کئے تو اس سے مشکوۃ شریف خرید لی، اور پھر اس میں لگا رہتا یعنی مشکوۃ کی حدیثوں کی تخریج وتحقیق کرتا رہتا، یہیں سے حدیث کا ذوق پیدا ہو گیا۔

ہمارے حضرت شیخ کے قیام گاہ کے ہال میں اپنی ذاتی اتنی کتابیں تھیں اور علم حدیث کا اتنا بڑا خزانہ تھا کہ شاید ہی کسی کے پاس اتنی کتابیں ہوں برصغیر ہی کیا پورے عالم اسلام میں کتابوں کا اس قدر ذوق شاذ ونادر ہی کسی کے اندر ہو، بڑے بڑے کتب خانے میں بھی وہ مراجع اور امہات الکتب دستیاب نہیں ہیں جو ہمارے حضرت شیخ کے پاس موجود تھیں، بندہ نے ہر مرتبہ حج سے واپسی پر آپ کو ڈھیر کے ڈھیر اور کارٹونوں کے کارٹون کتابیں ساتھ لاتے ہوئے دیکھا ہے، حج وعمرہ کے اسفار کے مواقع پر حرمین شریفین اور دیگر امصار ومدن کی کتابوں کے لئے مارکیٹوں میں دور دور تک پیدل چلتے اور حدیث وتفسیر اور فقہ کی مختلف الجہات کتابوں کی تلاش کرتے ہوئے تمام کتب خانوں کو چھان مارتے، حالانکہ آپ کی شخصیت موم طبیعت، نازک مزاج، محنت وجفاکشی سے دور اور راستے کے نشیب وفراز سے ناواقف، راستے کے اتار وچڑھاؤ پر چلتے ہوئے سانس پھولنے لگتا، پسینے سے شرابور ہو جاتے، مگر علمی مطالعہ کا ذوق اور تحقیقی وتدقیقی خوصلہ ان ساری دقتوں کو آسان بنا دیتا۔

دوسری وجہ: آپ سے آشنا لوگ جانتے ہیں کہ آپ دنیا ومافیہا سے لاتعلق ہمہ تن کتب بینی اور مطالعہ میں منہمک

رہتے تھے، آپ کے مطالعہ کے وقت کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ آپ کے حجرہ میں قدم رکھ دے، لوگوں سے ملنا، جلنا آپ کا مزاج نہیں تھا، فجر کے بعد ذکر جہری اور عصر کے بعد درود کی مجلس میں لوگوں کو آنے کی اجازت ہوتی، اسی دوران آپ کی زیارت ہوجایا کرتی تھی، آپ صحت کی حالت میں دو کتابیں بخاری شریف شام کے آخری گھنٹہ میں اور مسلم شریف صبح کے آخری گھنٹہ میں پڑھاتے، اور اس کے علاوہ ہر وقت حدیث کے مراجع میں کھوئے ہوئے رہتے، آپ رات میں بلا ناغہ ایک بجے تک مطالعہ کرتے اور پھر سو جاتے۔

بندہ (سبحانی) جب مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھا تو بارہ بجے رات تک مطالعہ کرکے اپنے مربی حضرت شیخ جونپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک کنارہ میں سر جھکا کر بیٹھ جاتا، حضرت اپنے مطالعہ میں مشغول رہتے، اور کبھی کبھار سر اٹھا کر کچھ ناصحانہ کلمات فرماتے اور پھر مطالعہ میں مشغول ہوجاتے، کبھی سر اٹھا کر مزاحیہ کچھ کلمات ارشاد فرما کر ہم بچوں کو ہنسا دیتے اور پھر مطالعہ کرنے لگتے، جب ایک بج جاتا تو آپ کھڑے ہوتے، استنجاء وضو فرما کر پلنگ پر لیٹ جاتے، ہم ایک دو بچے بہت آہستہ آہستہ حضرت کے قدم مبارک کو دبانا شروع کر دیتے، ہمارے حضرت دو چار منٹ ہی میں کچھ کہہ کر ہنسا دیتے، اور پھر یہ کہہ کر روانہ کر دیتے کہ بچوں جاؤ دو چار رکعت پڑھ کر سو جاؤ کیونکہ حضرت جانتے تھے کہ طالب علم کیلئے اسی وقت تہجد پڑھ کر سو جانا مناسب ہے

لیکن جب بندہ مدرس ہوگیا تو حضرتؒ سے پوچھا کہ حضرت رات میں دیر تک مطالعہ کرتا ہوں کیا سونے سے قبل تہجد پڑھ کر سو جاؤں تو حضرت نے فرمایا نہیں بھائی تہجد نام ہی ہے سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنے کا۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ ہمارے شیخ جونپوری نور اللہ مرقدہ گھریلو مشاغل، اُبوت و بنوت اور ازدواجیت کے مسائل سے فارغ البال تھے، نیز اعزاء و اقرباء کی ہزار الجھنوں اور متعلقین کے جھمیلوں سے کنارہ کش، درکِ حدیث میں مغز دار وگرفتِ اغلاطِ مصنفین میں برسر پیکار اور درایت و روایت میں ہمہ تن متوجہ الی الحدیث رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ، سیدی، مرشدی و مولائی تصنیف و تالیف کے کام سے بھی یکسو ہوکر بیشتر تحصیل حدیث و تبحر علمی کیلئے خالص مطالعہ کتب میں اور اپنے علمی بحر بیکراں کو عملی جامہ دینے کیلئے اصلاح نفس میں لگے رہے۔

ہمارے حضرت شیخ کا علمی مقام

اللہ تعالی نے ہمارے حضرت شیخ کو کمال درجہ کی ذہانت وفطانت عطا فرمائی تھی، قوت تحفظ بدرجہ اتم آپ کو صحیح

ودیعت کی ہوئی تھی، حفظ واتقان کے اعلی معیار پر فائز تھے، حامل فہم، ذکی النواد، صاحب فراست وبصیرت، دل ودماغ میں آفاقی وسعت، سخن فہمی، بیدار مغزی مکمل طور سے آپ میں پائی جاتی تھی، اور آخر عمر میں بھی اسی طرح کامل الضبط اور بیدار مغز تھے، آپ صرف حدیث ہی کے امام نہیں بلکہ نحو، صرف، منطق، انشاء پردازی، فصاحت وبلاغت، معانی وبیان، فلسفہ، ہیئت، اقلیدس، عروض، علم میراث اور دیگر تمام علوم آلیہ میں ماہر ہونے کے ساتھ علوم عالیہ تفسیر وحدیث، فقہ، اصول فقہ، علم العقائد، علم تصوف وغیرہ جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ میں، فائق الاقران تھے، عربی زبان لکھنے پڑھنے میں مکمل عبور حاصل تھا، عربی علماء کا جب بھی ورود ہوتا تو بے تکلف ان سے عربی میں کلام کرتے، اور ذرہ برابر نہیں جھجکتے، آپ عدیم المثال ادیب اور ہر فن کے شہ سوار تھے، آپ کو عربی پر اتنی مہارت حاصل تھی کہ خطاب باری اور مقصد حدیث کے سمجھنے میں دیر نہیں لگتی تھی، آپ قرآنی تمام علوم پر حاوی تھے اور حدیث کے تمام علوم کے بحر بیکراں اور ناپید کنارہ تھے، قرآنی آیات اور روایات وآثار کے ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفصل، خاص وعام، محکم ومتشابہ، تاویل وتنزیل، آیات مکی ومدنی سے آشنا اور فقہی حرمت وکراہت، فرائض وواجبات، استحباب واباحت، قطعی الدلالت اور ظنی الدلالت وغیرہ غرض سب چیزوں میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اسی طرح علوم الحدیث کے ہر زاوئے اور ہر گوشہ سے واقف کار تھے، حدیث کی صحت وسقم، مسند ومرسل، متصل ومنقطع، مرفوع وموقوف وغیرہ سے اس طرح واقف تھے کہ گویا یہ ساری چیزیں آپ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہوتی تھیں، قرآن کو حدیث پر اور حدیث کو قرآن پر مرتب کرنے کا ملکہ حاصل تھا کوئی ایسی حدیث جس کا ظاہر قرآن سے مخالف نظر آتا ہو اس کی مطابقت کا سراغ لگانے میں کامل دسترس حاصل تھا، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے بھی پوری طرح واقفیت تھی اسی کے ساتھ ائمہ کے مذاہب ومسالک اور علماء کے اقوال سے بھی پوری طرح آگاہی تھی، اور یہ ساری چیزیں کثرت ممارست کی وجہ سے طبعی بن چکی تھیں، اور نصوص قرآنیہ واحادیثہ میں کمال پائے جانے کی وجہ سے آپ کو اپنی رائے میں خود اعتمادی اور اجتہادی بصیرت حاصل تھی، بارہویں صدی ہجری میں جس طرح قرآنی علوم کے معارف واسرار کو اللہ تعالی نے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے دل ودماغ پر انکشاف کیا اور ان علوم کے حکم ولطائف کا آپ پر الہام کیا گیا جن کو حضرت شاہ صاحبؒ نے بعض بعض مقامات پر بطور تحدیث بالنعمت کے بیان بھی فرمایا ہے۔

اسی طرح پندرہویں صدی ہجری میں حدیث کا علم اسی شان کے ساتھ ہمارے شیخؒ کو عطا کیا گیا جس کا تحدیث بالنعمۃ کے طور سے آپ نے بھی اظہار فرمایا ہے، تحقیقات کی تہہ تک پہنچ کر متقدمین ومتاخرین علماء محدثین کی روایتی ودرایتی تحقیقات پر نقد تبصرہ کرنا آپ کے وسعت مطالعہ اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہوکر اصل موتی نکالنے کی عکاسی ہے، بڑے بڑے علماء محدثین کی گرفت، فقہاء محققین کی ٹھوکروں سے آشنائی خصوصاً علامہ حافظ ابن حجر جیسے بحر العلوم فی الحدیث جیسے شخص کی تسامحات کا تذکرہ اس فن میں پوری بصیرت کی غمازی کرتا ہے۔

ایک مرتبہ ہمارے حضرت ذی شان شیخ جونپوریؒ نے فرمایا کہ میں نے حافظ ابن حجرؒ کی سو غلطیوں کو پکڑا ہے، مگر پھر بھی ان کے علم کا لوہا مانتا ہوں کیونکہ وہ اس فن کے بہتے سمندر تھے، ہمارے حضرت شیخ تمام علوم وفنون خصوصاً علم حدیث میں ہندوستان، اور ایشیا ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں سند کا درجہ رکھتے تھے، ہر مسلک ومشرب کے علماء محدثین و محققین اور بڑے بڑے ماہر فی الحدیث کے لئے مرجع بنے ہوئے تھے، اندرون ملک اور بیرون ممالک کے مختلف علماء محدثین وشیوخ الحدیث ہمارے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث کی سند حاصل کرتے تھے، اور حدیث کے سلسلہ میں الجھی ہوئیں گتھیاں کہیں نہیں سلجھتیں، کسی بھی محدث کے پاس اس کا حل نہیں ملتا تھا، تو اخیر میں یہاں آکر اپنی مشکلات کو دور کرکے راحت حاصل کرتے تھے۔

ہمارے حضرت شیخ کی اسماء رجال وجرح وتعدیل میں مہارت

علم اسماء رجال علم حدیث میں بہت ہی اہمیت کا حامل، اصل اصول اور تحفظ حدیث کا اصل ذریعہ ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کی حفاظت سند سے ہوتی ہے اور سند کی صحت رجال سند کے صحیح ہونے پر موقوف ہے۔

فن اسماء الرجال کے ذریعہ راویان حدیث کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سامنے لایا جاتا ہے، مثلاً راویوں کے نام، برادری وقومیت، نسبت، کنیت، القاب، سلسلہ نسب وحسب، تعلیم وتعلم، علمی معیار، فضل وکمال، دیانت وتقویٰ، عقائد ونظریات، شیوخ واساتذہ، اور تلامذہ کی فہم وذکاوت، قوت حفظ، ضبط واتقان، عدالت وثقاہت، صحت وسقم، صحیح وضعیف، مقبول ومردود ہونے کی وضاحت، ذاتی ومعاشرتی وشہری اور ملکی زندگی میں اخلاق وکردار کا معیار، رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کا معیار وغیرہ، الغرض پیدائش سے لیکر وفات تک پوری زندگی کی سوانح اور سیرت کا بیان ہے، گویا یہ بھی تاریخ ہی کا ایک حصہ ہے (مگر تھوڑا فرق ہے کہ اسماء رجال کی روایات کا معیار روایات حدیث جیسا ہے جب کہ تاریخی روایات اس سے فروتر ہے۔

چنانچہ شروع میں اسماء رجال پر جو کتابیں لکھی جاتی تھیں تاریخ کے نام سے موسوم ہوتی تھیں، جیسے حضرت امام بخاری کی دو کتابیں (۱) التاریخ الکبیر (۲) التاریخ الصغیر اسی طرح ابن خیثمہ کی التاریخ ابن خیثمہ وغیرہ، پھر اسماء رجال یعنی راویوں کے حالات اور تاریخ کا مطالعہ کر کے ان کے متعلق صحیح حدیث کو متعین کر دینا اور روایت حدیث میں اس کی مقبولیت و مردودیت کا درجہ واضح کر دینا کہ کونسا راوی ثقہ، کونسا اوثق، کونسا عدول اور کونسا صدوق ہے اسی طرح کونسا ضعیف، کونسا اضعف، کونسا مردود اور کونسا کاذب اور واضع الحدیث ہے اسی کا نام علم جرح وتعدیل ہے۔

شروع میں دونوں فن کو الگ الگ شمار کیا جاتا تھا مگر اوپر کی تقریر سے معلوم ہوا کہ مآل کے اعتبار سے دونوں ایک ہی ہیں کیونکہ فن اسماء رجال کے ذریعہ محض راویوں کے احوال کو جاننا مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی راویانہ حیثیت اور ان کے درجہ کو جاننا ہے اور یہ راویوں کے حالات جانے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا دونوں میں تلازم کی نسبت کی وجہ سے متاخرین علماء محدثین دونوں فن کو ایک ساتھ لیکر چلے چنانچہ ان کی تصانیف میں راویوں کے حالات اور اس کی درجہ بندی ساتھ ساتھ نظر آتی ہے جیسے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تقریب التہذیب اور حافظ مزی کی تہذیب الکمال وغیرہ۔

کتب رجال علوم الحدیث کی دیگر انواع میں اس نوع اسماء الرجال کے اندر علماء محدثین ہر ہر زمانہ میں اپنی فنی، علمی، فکری اور قلمی جولانیوں کو تیز و تند کرتے نظر آ رہے ہیں، فن اسماء الرجال کی خشت اول تو حضرات صحابہ خود بنے اور اخذ روایت میں چوکس ہو گئے، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سلسلہ میں صاف طور سے ارشاد فرمایا (حدثوا الناس مایعرفون ودعو ماینکرون) یعنی لوگوں سے مشہور و معروف روایت بیان کیا کرو اور جن روایات سے لوگ واقف نہیں ان کے بیان کرنے سے باز رہو، چنانچہ صحابہ کی مقدس جماعت کے کمال تقویٰ اور حد درجہ احتیاطی تدابیر کی بنیاد پر واضعین حدیث کی کمر ٹوٹ گئی اور صحابہ کے مبارک دور میں سبائی فتنہ کو حوصلہ نہیں ملا۔

پھر تابعین و تبع تابعین نے بھی بہت تفتیش کے ساتھ روایتیں قبول کیں بعدہٗ ہر دور میں اللہ تعالیٰ اس فن کے جبال علم علماء پیدا کرتے رہے، جنہوں نے اس فن پر مکمل توجہ دی اور اپنی پوری صلاحیت لگا دی ہر ہر راوی کی تفتیش، کھود کرید پر خوب محنتیں کیں، دور دراز کے اسفار کیے ہر اسلامی شہروں میں جا جا کر وہاں کے علماء محدثین سے بالمشافہہ ملاقاتیں کیں راویان حدیث کے متعلق تحقیق کی، جانچا، پرکھا اور قلم بند کیا، اور اس سلسلہ میں اب تک کے رواۃ کے حالات کا ایک بڑا ذخیرہ تیار ہو چکا تھا، اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اس فن کو کتابی شکل میں مدون کرنے کا کام شروع ہو چکا تھا، اس فن اسماء الرجال میں سرفہرست نام شعبۃ بن الحجاجؒ، حضرت امام مالکؒ، معمرؒ، اور ہشامؒ کے اسماء گرامی ہیں بعدہٗ عبد

اللہ بن مبارکؒ، ہشیم بن بشیر الواسطیؒ، سفیان بن عیینہؒ وغیرہم جبال العلم اس فن کے سربراہ تھے ان کے بعد اس فن کے ماہرین تیار ہوکر برسر پیکار میدان میں آگئے، ان علماء کبار میں جن کے نام جلی حروف سے لکھنے کے قابل ہیں وہ ہیں یحییٰ بن سعید القطانؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، پھران کے شاگردان رشیدان یحییٰ بن معینؒ، علی بن مدینیؒ اور حضرامام احمد بن حنبلؒ کے نام سنہرے حروف میں لکھنے کے قابل ہیں، پھران کے تلامذہ میں عظیم شخصیات تیار ہوئیں، جیسے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابوزرعہ رازیؒ وغیرہم جنہوں نے اس فن اسماء الرجال میں مبسوط اور مطول کتب رجال تصنیف کیں، پھران کے بعد ان کے شاگردوں نے اس کام کو آگے بڑھایا، جیسے امام ترمذیؒ امام نسائیؒ وغیرہم اور یہ سلسلہ چلتا ہوا تیسری صدی کے اخیر تک تقریباً تین سو سال میں اس فن نے اپنے کمال اور عروج کو پالیا، اور ایک عظیم الشان فن کی گویا تکمیل ہوکر راویان حدیث کے لاکھوں اشخاص کی پوری زندگی کمال دیانت کے ساتھ اہل علم کے سامنے آچکی اور اس پر توضیح وتنقیح اور تلخیص کا کام ہر زمانہ میں ہوتا رہا اور اس فن کے ماہرین پیدا ہوتے چلے آئے ہیں، اس فن کی تاریخ لکھنے والا مؤرخ قرن اول سے اس کے ماہرین کی فہرست تیار کرکے ان کے حالات کو لکھتے ہوئے جب پندرھویں صدی میں قدم رکھے گا تو اپنے قلم کو جنبش دیگا اور فن اسماء الرجال کے محدثین کی عظیم شخصیات کو قلم بند کرتے ہوئے ایک جلی عنوان قائم کرے گا بحرالعلوم فی اسماء الرجال، امام الجرح والتعدیل، رئیس المحدثین، سید المحققین، امیر المؤمنین فی الحدیث فی زمانہ، شیخ المشائخ حضرت العلام مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی (انڈیا) آپ کا نام نامی اسم گرامی کا عنوان لگائے بغیر اپنی تاریخ کو ادھورا سمجھے گا چنانچہ آپ کے اصاغر اور تلامذہ ہی نہیں بلکہ علماء محققین اور معاصرین علماء بھی آپ کے معترف ہیں کہ اس زمانہ میں پورے عالم اسلام کے اندر فن اسماء الرجال کے آپ ماہر اور جرح وتعدیل کے امام تھے، اور اس فن کے آپ کسوٹی تھے اور محکمۃ الحدیث کی حیثیت آپ کو حاصل تھی، جب کبھی اس خاموش سمندر میں جولانی آتی تھی تو اس سلسلہ میں یہ بحر بیکراں موجیں مارنے لگتا تھا، تو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس گئے گذرے دور کا آدمی نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال پہلے، قرن اولیٰ کا کوئی عظیم الشان محدث ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ☆ ان یجمع العالم فی واحد

احب الصالحین ولست منھم ☆ لعل اللہ یرزقنی صلاحا

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا درس حدیث

ہیں ساقی میخانہ علم شہ ابرار ☆☆ اور ماہ تمام فلک دین عرب ہیں
مظاہر میں دوبارہ حدیث نبوی کے ☆☆ سرتاج شیخ یونس ذی شان وادیب ہیں

جس نے بھی لہلہائے ہوئے سبزہ زار مظہری باغ، سرسبز وشاداب سعادتی گلشن کے مہکتے ہوئے پھولوں اور گلستان خلیلی کے کھلتے ہوئے ہنس مکھ غنچوں کی عطر آمیز خوشبوؤں کو کبھی سونگھا ہوگا، وہ خوب محسوس کرتا ہوگا کہ جامعہ مظاہر علوم کے بارونق، خوشگوار مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوکر یہاں کی عبقری، قد اور محدثین عظام کا علمی، آبشار اور شریعت بیضاء کے اصل الاصول مقدس اور پاکیزہ فن حدیث کا درس اس دنیا کی کس قدر نعمت عظمیٰ ہے، پھر محدثین مظاہر کے سنہرے اور عظیم الشان سلسلہ کا ایک جلی عنوان محدث کبیر، جن کا سکہ رائج الوقت تھا، وہ ہے ہمارے حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کا درس حدیث جس کا نفع عام اور تام تھا، ہمہ جہتی تحقیقات وتدقیقات کی ساون وبھادو کی طرح موسلادھار بارشیں، محدثانہ طرز اور انداز لئے ہوئے محققانہ بصیرت کی روانی، پرکیف آواز میں رواں دواں علمی نہریں، رجال حدیث اور اقوال محدثین کو پیش کرتے ہوئے دریائے مواج وبحر تلاطم کی دلکش لہریں، مذاہب ائمہ کی رعنائیاں، مسالک فقہاء کی اپنے اپنے زمانے سے منطبق کی ہوئی کہانیاں، اور فقہی روایتوں کی دل بستگیاں، متعارض ومختلف حدیثوں کے مابین تاویلات وتطبیقات اور ترجیحات کی گلکاریاں، رواۃ وروایات کے تقدم وتاخر سے بھرپور واقفیت کے ساتھ ناسخ ومنسوخ کی تحقیقی تاریخیاں، الغرض مختلف الجہات کمالات ومحاسن سے لیس دربار خیر الانام، درسگاہ حدیث رسول میں بیٹھ کر جن میمون قسمت مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشہ چینی کا موقع ملا ہے، ان کے دل سے پوچھئے کہ وہ کیف سرور کیا ہے، جن خوش نصیبوں کو اس کشورستان اور مظاہر علوم کے خوان حدیث سے لذیذ نعمتوں کا ذائقہ چکھنا نصیب ہوا ہے، جن لوگوں نے علم حدیث کی جام تبحر کی نعمت عظمیٰ سے لطف اندوزی کی ہے، وہ حضرات زمانہ دراز کے بعد بھی اس کی مٹھاس وحلاوت محسوس کرتے رہے، اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

ہمارے شیخ جلیلؒ کے درس بخاری سے آپ کی قوت اجتہادیہ، قابلیت استنباط خوبہ تطبیق وارتباط، جودت ذہن، اتقان وعدالت، حافظہ وثقاہت، تقدس وتبحر، تقاری وسلاست بیانی، فراست وہمہ دانی خوب عیاں تھی، درس حدیث میں آپ کا وقار وطمانینت، جاہ وجلالت، رعب ودبدبہ، عمدہ ونفیس قسم کے کپڑے میں ملبوس، عطر سے معطر ہوکر نیچی نگاہیں کئے

ہوئے جس شان وشوکت کے ساتھ دارالحدیث کے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوتے تھے، اس سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تحدیث کے سدا بہار گل گلاب مہکنے لگتے تھے، دارالحدیث میں بخاری وقت کی جلوۂ آرائی سے دین حق کا حق ہونا واضح ہوجاتا تھا۔

ہمارے شیخ کا درس کیا بہتا سمندر ناپید کنارہ ہوتا تھا، آپ پوری حدیث کا من اولہ الی آخرہ ترجمہ نہیں کرتے، طلباء کا خیال کرتے ہوئے مشکل الفاظ کو حل کرتے اور نفس مطلب کو ایسا کھول دیا کرتے تھے کہ گویا پوست اور چھلکے سے مغز اور گودے کو نکال کر سامنے رکھ دیا، اسی طرح حدیث کا باہم حدیث سے یا حدیث کا کسی آیت قرآنیہ سے تعارض ہوتا تو اس کو رفع فرماتے مطابقت وموافقت میں مختلف علماء کے اقاویل نقل کرتے ہوئے اپنا قول بھی پیش کرتے۔

اسماء الرجال پر ہمیشہ بقدر ضرورت بحث کرتے اور جب معرکۃ الآراء روایات اور رواۃ پر پہنچتے تو اس میں دریا کی روانی ہوتی، بحر تلاطم کی لہریں اُٹھنے لگتیں اور جوش روانی میں اس فن کے ماہرین کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ لگاتے اور ان میں سے ہر ایک کے علم کو تولنے لگتے کہ اس میدان میں کودنے والے محدثین میں سے کس کے اندر کتنا علم ہے اور کون کتنے پانی مین ہے، یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس نے ان سارے علماء کی ساری کتابوں کا بالاستعاب مطالعہ کیا ہو اور ان کی ساری تحقیقات سے پوری طرح واقف ہو اور اس فن کی ساری کتابوں کو کھنگال کر رکھ دیا ہو۔

ہمارے شیخ رواۃ کی درجہ بندی میں خوب تحقیق وتدقیق فرماتے، راویوں کی توثیق وتضعیف فرماتے ہوئے جرح وتعدیل میں ائمہ جرح وتعدیل کے ناموں کی ایک فہرست شمار کردیتے، ہر ایک کی رائے کو محول انداز میں پیش فرما کر اپنی رائے بیان کرتے اور اپنی رائے کی دلیل بھی پیش کرتے۔

ترجمۃ الباب وروایت الباب کی اچھی طرح وضاحت فرماتے اور باہمی مناسبت بیان کرتے، اگر ترجمۃ الباب روایت الباب کے سیاق وسباق میں ارتباط مخفی ہوتا تو مختصر روایت کے سہارے تفصیلی روایات کا اس قدر حوالہ پیش کرتے کہ ترجمۃ الباب وروایت الباب میں مناسبت بالکل واضح اور صاف معلوم ہوجاتی۔

ایک مضمون کا دوسرے مضمون سے ربط بیان کرتے، اگر کوئی حدیث دیگر کتابوں کی کسی حدیث کے معارض نظر آتی تو اس کو بھی تطبیق دیتے، الفاظ حدیث میں مختصر اور مطول حدیثوں کے درمیان کیا اور کہاں کہاں فرق آیا ہے اس کو مختصر جملہ میں بیان کردیا کرتے غور کرنے والے کو پتہ چل جاتا تھا، ہمارے حضرت شیخؒ درس میں اصول حدیث اور اصول فقہ کے نکات اور عبارات کے ارشادات کو اچھی طرح واضح کرتے۔

ہمارے حضرت شیخؒ کی تقریر سطحی نہیں بلکہ بہت ہی عمیق وانیق ہوتی تھی آپ کوئی بھی بات بغیر حوالہ کے نہیں بیان کرتے، بعض کہہ کر تو شاذ ونادر ہی کوئی بات بیان کرتے، قول کو قائل کے نام کے ساتھ کس کتاب میں وہ قول اور روایت موجود ہے پورے حوالہ کے ساتھ بیان کرتے، مزید برآں کوئی حوالہ نقل در نقل نہیں بلکہ اصل تک پہنچ کر جڑ کی بات نکالتے، اس کیلئے آپ کے پاس وقت بھی درکار ہوتا تھا کہ بیوی بچوں کی الجھنوں سے فارغ، دنیاوی جھمیلوں سے دور، ہمہ تن، پورا وقت اس میں صرف ہوتا تھا، اور کتابوں کی فراہمی میں بھی آپ کے ذوق فطری نے اس سلسلہ میں سونے پہ سہاگہ کا کام کیا تھا۔

آپ کا درس حدیث ماضی قریب اور موجودہ دور کے محدثین سے بالاتر ہوتا تھا، آپ متقدمین شراحِ بخاری جیسے ابن بطال، خطابی، ابن التین، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی، سیوطیؒ وغیرہ کی شروح بخاری کے علاوہ متاخرین شراح علامہ نور الحق بن مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ارشاد الساری، شیخ الاسلام ابن محب اللہ البخاریؒ کی شرح جو تیسر القاری کے ساتھ ہے علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کی تقریر اور اس پر حضرت شیخ کاندھلویؒ کی تعلیق حاشیہ لامع الدراری، علامہ کشمیریؒ کی فیض الباری، اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور حضرت نانوتویؒ کا حاشیہ بخاری، اسی طرح حافظ دراز پشاوریؒ اور علامہ سندھیؒ وغیرہم کے حواشی بخاری کے علاوہ، قدیم وجدید متداول شروحات بخاری کے علاوہ، غیر متداول شروحات اور دیگر دستیاب ونایاب سے نایاب شروح وکتب احادیث کے ضخیم ڈھیر کے تلے گم اور فنا ہوکر علمی جواہر پارے کے ایسے ایسے باریک نکتے نکال کر طالبان علوم حدیث کو روشناس کراتے تھے کہ کوئی مائی کالال اس دور افتاد میں اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا، مجھے لکھنے دیجئے مجھے لکھنے کا حق ہے یہ تملق ومبالغہ آرائی نہیں، حقیقت اور واقع کے مطابق ہے کہ کوئی شخص اس قحط الرجال کے دور میں دنیا ومافیہا سے بے خبر علمی تحقیق میں کھویا ہوا اس جیسا انسان نہیں پیش کرسکتا، جن کی زندگی کے ہر لمحہ کا مشغلہ حدیث کی کتابوں کی کتب بینی ہو، اس کا ثانی لانے سے عاجز اور قاصر رہیگا۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہمارے حضرت شیخؒ کی چند درسی صفات

ہمارے حضرت شیخؒ درس حدیث کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں مشہور تھے، دور دراز سے طالبان علوم نبوت کھنچے چلے آتے تھے، بعض لوگ تو دوسرے مدارس سے فارغ ہوکر تشریف لاتے تھے بلکہ بعض شوقین حضرات تو کئی سال پڑھا

کر یہاں آتے اور فن حدیث کی انوکھی چیزیں لیکر جاتے۔

آپ کے درس کی جامعیت ومعنویت اور حقانیت کو تو اوپر کچھ بیان کر دیا گیا پھر بھی چند اہم خصوصیات وصفات وامتیازات کو علیحدہ پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) آپ کا مطالعہ بہت ہی وسیع اور گہرا ہوتا تھا مگر اسباق میں خلاصہ ہی پیش کرتے بلکہ ان باتوں کا پہلے سے انتخاب کرتے اور ترتیب دیتے، بندۂ ناکارہ (محمد کوثر علی سبحانی) جب مظاہر علوم آیا اور ترمذی شریف کا سبق متعلق ہوا تو ہمارے حضرت شیخؒ نے سب سے پہلے معلوم فرمالیا کہ کیا کیا پڑھاتے ہو، پھر کسی طرح حضرت کو میرے متعلق معلوم ہوگیا کہ یہ لمبی تقریر کرتا ہے، تو ایک دن مجلس میں سب کے سامنے فرمایا کہ جتنا مطالعہ کرتے ہو سب بول دیتے ہو (کلموا الناس علی قدر عقولهم) کے مطابق کلام کرو، پڑھو زیادہ بولو کم، اس پر احقر نے کہا کہ حضرت طلبہ کہتے ہیں کہ ترمذی ہی سے ساری کتابیں حل ہوجاتی ہیں، اس لئے صحاح ستہ کی ساری حدیثیں نکال کر یہیں پر ساری تفصیل پیش کردیتا ہوں، اس پر حضرت نے زوردار ڈانٹا اور فرمایا ارے لڑکوں کا کیا اعتبار یہ سب واہ واہی کے لئے ہے، تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر سر اُٹھا کر فرمانے لگے چلو ابھی تم جوان ہو، بچوں میں بھی جب تمہاری طرح جوان تھا تو لمبی تقریر کرنے کا شوق تھا۔

(۲) آپ کا حافظہ تو نہایت ہی قوی تھا اور بیداری بے مثال تھی (آپ کے پاس باہر سے کوئی عالم آتا اور کسی طرح کا کوئی علمی سوال کرتا تو آپ فرماتے کہ فلاں الماری کے فلاں خانہ میں فلاں کتاب کی فلاں جلد نکال لو اور کتاب کو ایک خاص انداز سے پکڑ کر ایک دو ورق پلٹ کر بعینہٖ اسی صفحہ کو نکال کر سائل کو دکھاتے کہ لو اس مسئلہ کا حل یہاں موجود ہے

الغرض آپ کا جودت ذہن مسلم ہے مگر پھر بھی آپ احتیاطاً مطالعہ کے نچوڑ کو بخاری شریف کے حاشیہ وبین السطور اور دیگر چھوٹے چھوٹے پرچہ میں اشارۃً لکھ کر رکھ لیتے اور اسی اشارہ کی مدد سے درسی جملہ علمی مباحث کو مفصل مدلل، محول، محقق اور مطول انداز میں بیان کرتے چلے جاتے (بندہ دورۂ حدیث کے سال اگلی تپائی پر بیٹھتا تھا ایک مرتبہ ہمارے حضرت شیخؒ تقریباً تین چار انگل چوڑا پرچہ ہاتھ میں لئے کافی دیر سے تقریر کر رہے تھے، بندہ کو بڑا تعجب ہوا تو اپنی نگاہیں اس پرچہ پر جمادیں، اس پر حضرت نے زوردار ڈانٹا اور فرمایا تمہیں کیا معلوم اس پرچہ میں کیا ہے تین گھنٹے کی تقریر ہے، اللہ اکبر کبیرا، اس وقت اشارات کی اہمیت معلوم ہوئی۔

(۳) ہمارے حضرت شیخؒ یومیہ اسباق کے مطالعہ ہی میں منہمک رہتے اور سبق کا مطالعہ درس میں کی جانے والی

تقریر تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ سبق کی تیاری کی غرض سے سند اور متن سے متعلق ہر چیز کا مطالعہ فرماتے، وہ مطالعہ فنی ہوتا تھا سبق کی تیاری کے بہانے علوم الحدیث کے ہر فن میں تبحر حاصل کر لیتے اس کے لئے سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی فرماتے رہتے، پھر اس میں سے چھانٹ کر سبق کیلئے مرتب کر لیتے اور اشارۃً لکھ لیتے اور سبق میں آنے سے قبل اس منتخب و مرتب شدہ مضامین کا تجدیدی مطالعہ فرماتے اور اس پر نظر ثانی فرما کر خوب محفوظ کر لیا کرتے گویا سبق کی مکمل تیاری کر کے دارالحدیث تشریف لاتے۔

(۴) دارالحدیث میں تشریف لانے سے قبل معجون یا دیگر مختصر سی کوئی مقوی چیز تناول فرماتے پھر پانی یا چائے نوش فرماتے، پھر استنجاء کرتے اور مسواک فرما کر وضو فرماتے، نفیس اور عمدہ لباس زیب تن کئے پہلے سے رہتے تھے، اس پر بہت ہی عمدہ قسم کا عطر لگاتے، جب آپ دارالحدیث کی دہلیز پر قدم رکھتے تو ہواؤں کے جھونکوں سے عطر کی خوشبو پورے دارالحدیث میں پھیل جاتی اور ہم سارے طلباء عطر آمیز خوشبو کو سونگھ کر ہنس مکھ غنچوں کی طرح کھل جاتے۔

(۵) ہمارے حضرت شیخ سبق میں بروقت ہوتے اور بلا تاخیر حاضر ہو جاتے، گھنٹہ لگتے ہی کمرہ سے چل دیتے بلکہ کبھی کبھار تو دارالحدیث کے باہر آ کر کھڑے رہتے آپ کے گھنٹہ سے قبل حضرت الاستاذ سید مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ کا سبق ہوتا تھا، حضرت الاستاذ کے نکلتے ہی ہمارے شیخ دارالحدیث میں جلوہ افروز ہو جایا کرتے تھے۔

(۶) ہمارے حضرت شیخ کے درس میں ایک خاص بات پابندیٔ سبق آموزتھی بیماری ہو یا کسی طرح کی کوئی پریشانی ہو سبق کا ناغہ نہیں فرماتے، حج کے ایام کے علاوہ کسی ایک دن بھی غیر حاضری نہیں ہوتی، بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) کے دورۂ حدیث کے سال آپ حج کو بھی نہیں جا سکے تھے، اس لئے پورے سال میں صرف ایک دن شام کا ایک گھنٹہ چھوڑنے کے بجائے (جس دن امیر جماعت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے انتقال کی وجہ سے آپ نظام الدین تشریف لے گئے تھے) ایک دن کی بھی الحمد للہ غیر حاضری نہیں ہوئی۔

(۷) ہمارے حضرت شیخ گھنٹہ کے علاوہ خارج میں بھی پڑھاتے تھے، آپ کے دو گھنٹے تھے صبح میں چھٹی سے قبل چوتھا گھنٹہ مسلم شریف کا اور شام کا آخری گھنٹہ بخاری شریف کا تھا، آپ بلا ناغہ پورے سال چھٹی کے بعد تک آدھا گھنٹہ اور بسا اوقات ایک ڈیڑھ گھنٹہ تاخیر سے چھوڑتے تھے اور ششماہی کے بعد مغرب سے عشاء کا درمیانی وقت دو حصوں میں تقسیم ہوتا تھا ایک حصہ میں ہمارے حضرت شیخ پڑھاتے اور دوسرے حصہ میں حضرت الاستاذ سید مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ درس دیتے تھے، اور جمعرات کا دن گزار کر جمعہ کی رات میں صرف ہمارے حضرت شیخ ہی پڑھاتے تھے، مغرب کے

فوراً بعد سبق شروع فرماتے اور دس بجے رات تک پڑھاتے اور جمعہ کے دن بھی آخری سال میں دو گھنٹے صبح میں درس دیتے تھے، خواہ بیمار ہوں، یا لاغر آپ کے اس معمول میں کبھی فرق نہیں پایا گیا۔

(۸) ہمارے حضرت شیخؒ مسند پر جلوہ افروز ہونے کے بعد عبارت پڑھتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے ہمارے حضرت شیخ کے درس میں سماع من الشیخ اور قرأت علی الشیخ دونوں کا دستور تھا، ابتدائی سال کے چند دنوں میں چونکہ کتاب کی مقدار کم ہوتی تھی، اس لئے خود سے عبارت پڑھتے تھے پھر طلبہ سے پڑھواتے، آپ کے یہاں عبارت پڑھنے کی تین شرطیں تھیں (۱) صحیح پڑھنا، لہٰذا اگر کسی سے نحوی، صرفی، غلطی ہوتی تو بڑی ڈانٹ پڑتی بلکہ کبھی کبھار تو ڈنڈے سے مار بھی دیتے (۲) صاف اور ستھرے انداز میں عبارت پڑھنا تا کہ دوسروں کو معلوم ہو سکے (۳) تیز پڑھنا، عبارت کے تکرار کرنے والے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

نیز عبارت پڑھنے والے قاری کو چوکنا رہنا پڑتا تھا کہ کونسی بات نئی ہے اس پر ٹھہرنا اور کونسی حدیث گزر گئی ہے اس پر پڑھتے ہوئے گزر جانا اگر اس کے خلاف ورزی ہوئی تو ڈانٹ پڑتی تھی۔

(۹) ہمارے حضرت شیخؒ سبق شروع کرنے سے قبل اس طرح خطبہ پڑھ کر سند کو متصل قرار دیتے۔

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ وصل وسلم وبارك على نبينا المصطفىٰ وعلى آله وصحبه نجوم الهدى وقادة التقى اللهم اغفرلنا وارحمنا ومشائخنا وعلمنا ماجهلنا ووفقنا لما تحب وترضاه من القول والعمل والنية وجنبنا الفواحش والمعاصي والخطايا والذلل. اللهم اثرنا واكثرنا واصلح لنا شاننا كله لااله الا انت امابعد. وبالاسناد المتصل منا الى امير المؤمنين في حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابى عبد الله محمد بن اسماعيل البخارى رضى الله عنه وارضاه واجزل ثوابه وأوفاه وحشرنا في زمرته ونفعنا بعلومه . آمین پڑھ کر باب کا آغاز قال سے کرتے تھے، مثلاً قال باب کیف کان بدء الوحی ...... الخ، پھر ہر حدیث کے ساتھ شروع میں وبہ قال حدثنا پڑھا کرتے تھے۔

(۱۰) ہمارے حضرت شیخؒ کی تقریر نہایت سلیس، صاف، شستہ اُردو زبان میں ہوتی تھی مگر محدثانہ عربی تعبیرات لئے ہوئے فصیح و بلیغ کلام ہوتا تھا رفتار بہت دھیمی، ایک ایک لفظ واضح آواز بلند زبان مبارک سے نکلتا تھا، مگر کلام میں بغیر تکرار کے روانی ہوتی تھی۔

(۱۱) ہمارے حضرت شیخ اکثر احادیث کا لفظ بلفظ ترجمہ نہیں کرتے تھے گاہے بگاہے مشکل وپیچیدہ الفاظ کا ترجمہ کرنے کی ضرورت پڑتی تھی، تو ترکیب نحویہ اور صیغہ صرفیہ مختلفہ کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا بامحاورہ اور بے مثال ترجمہ کرتے تھے کہ اشکالات بھی دور ہوتے رہتے تھے اور دفع دخل مقدر ہوتا چلا جاتا تھا۔

(۱۲) وضاحت حدیث فرماتے ہوئے الفاظ حدیث کی لغوی ومعنوی تشریح ائمہ وعلماء محققین کے اقوال، کتب معتبرہ کے حوالے کے ساتھ پیش کرتے تھے، نیز اس کے مثل دوسری روایتوں میں کیا کیا، الفاظ کی زیادتی ہے اور دوسری روایت سے اس متن حدیث کی تائید اور کھل کر اس کی وضاحت کرتے تھے کہ بات خوب منقح ہو جاتی تھی۔

(۱۳) روایات اگر مختصر ہوتی تھی تو تفصیلی روایات کو کتب حدیث کے حوالوں کے ساتھ پوری روایت کا پس منظر سامنے لاتے تھے نیز اگر روایات کا سمجھنا شان ورود پر موقوف ہوتا تو پیش فرماتے تھے۔

(۱۴) ہمارے حضرت شیخ سبق میں تعدد نسخ اور اس کے اختلاف کو بھی پیش فرماتے تھے۔

(۱۵) احادیث متعارضہ میں پہلے ترجیح پھر تطبیق پھر تاویل پھر تنسیخ کے اصول اپناتے تھے، خواہ تعارض روایات کرنے والوں کی وجہ سے پیش آیا ہو یا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کا اختلاف ہو۔

(۱۶) سند اور رواۃ حدیث پر سیر حاصل بحث فرماتے ہوئے علماء جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے بھی ذکر فرماتے تھے، اور اس پر دلائل بھی پیش فرماتے تھے، حدیث کے صحت وسقم میں اختلاف کی صورت میں اکثریت یا بڑے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو وزن دیتے تھے دلائل کی قوت میں ابن حجر کے قول کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

(۱۷) اگر سند ومتن میں کہیں تصحیف ہوتی تو اس کی بھی نشاندہی فرما کر صحیح وصواب کو دلائل سے ثابت فرماتے تھے۔

(۱۸) اگر کتاب کے ترجمۃ الباب اور روایت الباب میں تصحیف ہوتی تھی تو اس کی بھی اصلاح فرماتے تھے، بلکہ بین السطور اور حاشیہ تک کے تسامحات سے آگاہ فرماتے تھے۔

(۱۹) ترجمۃ الباب کا مقصد بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے کہ عام طور سے امام بخاری کے تراجم دعاوی ہوتے ہیں، اور احادیث مسندہ ان دعووں کی دلیل ہوتی ہیں لیکن بعض تراجم بخاری، تراجم شارح بھی ہوتے ہیں وہاں دعاوی اور اثبات دعویٰ بالدلیل کا سلسلہ نہیں ہوتا ہے اس بات کو جگہ جگہ واضح فرماتے چلے جاتے تھے۔

(۲۰) ترجمۃ الباب وروایت الباب کے مابین انطباق دیتے ہوئے امام بخاری کے صنیع اور ان کا مزاج اور ہر جگہ ان کی منشاء کی طرف بھی اشارہ فرماتے تھے۔

(۲۱) حسب بیان امام بخاریؒ فرق باطلہ سابقہ اور موجودہ پر بھی رد فرماتے تھے اور فرق باطلہ کے عقائد باطلہ اور دلائل واہیہ سے بھی آگاہ فرما کر تسلی بخش جوابات دیتے چلے جاتے تھے، نیز فرق عامہ کے عقائد کی بھی تشریح فرما کر احقاق حق اور ابطال باطل میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

(۲۲) عقائد وایمان کے مباحث اور اس سلسلہ میں مختلف فرق وجماعت کے نظریاتی مباحث کو بخاری شریف کے کتاب الایمان میں بسط وتفصیل کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔

(۲۳) فقہ الحدیث یعنی مسئلہ ثابتہ بالحدیث میں ائمہ کے مذاہب اور مسائل فقہیہ کو ہر امام کے اصول فقہ سے منطبق کرتے ہوئے اصول حدیث کے استحضار کی وہ شان ہوتی تھی کہ روانی کے ساتھ بیان کرتے چلے جاتے تھے۔

(۲۴) مذاہب ائمہ ومسالک فقہاء کے استقصاء اور ان کی تنقیح میں اصل ماخذ کے حوالہ کا اہتمام فرماتے تھے۔

(۲۵) مذاہب ائمہ اور فقہاء ومحدثین کے اقوال مختلفہ بیان کرنے کے بعد ہر ایک کے دلائل پر سیر حاصل بحث فرماتے ہوئے محاکمہ بھی کرتے تھے۔

(۲۶) بخاری شریف کی روایات کے جن راویوں پر محدثین نے کلام کیا ہے اس کا علمی طور پر منصفانہ جائزہ فرماتے تھے۔

(۲۷) جن راویوں کے ناموں میں اشتباہ پیش آتا اس کی وضاحت فرماتے تھے۔

(۲۸) روایات معلقات کے متعلق یہ وضاحت فرماتے تھے کہ حضرت امام بخاریؒ نے خود اور دوسرے محدثین نے ان کو مواصلاً کہاں کہاں روایت کیا ہے۔

(۲۹) آثار موقوفہ کے متعلق بھی نشاندہی فرماتے جاتے تھے کہ کس کس محدث نے ان کو موصولاً کہاں کہاں ذکر کیا ہے۔

(۳۰) قال بعض الناس کا ماله وماعليه کے ساتھ تعیین اور حوالہ بھی ذکر فرماتے تھے۔

(۳۱) صحیح بخاری شریف میں کہیں باب ہے ترجمہ نہیں اور کہیں ترجمہ ہے، حدیث نہیں بلکہ صرف آیات قرآنیہ ہیں کہیں نہ حدیث ہے نہ آیت صرف ترجمہ مذکور ہے تو ایسے مواقع پر سیر حاصل کلام فرما کر تسکین عطا فرماتے تھے۔

(۳۲) ہمارے حضرت شیخؒ کے درس حدیث میں تمام ائمہ کرام وجمیع محدثین عظام کی عزت، عظمت، عقیدت ومحبت اور ادب واحترام کی چاشنی ملتی تھی کبھی کسی کے دلائل کی تردید وتبصرہ اور جواب دینے میں بے ادبی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تھا۔

(۳۳) ہمارے حضرت شیخ اسباق کو محقق، محول، اور مرتب انداز میں پڑھاتے تھے، مشکل اور عمیق باتوں کیلئے

مباحث قائم فرما کر تقطیع فرما کر نمبر وار علیحدہ علیحدہ بیان فرماتے تھے۔

(۳۴) ہمارے حضرت شیخؒ کے درس میں ایک خاص بات یہ دیکھنے کو ملی کہ موسم کی خوشگواری یا محفل کی نورانیت یا طالبان علوم حدیث کے طلب صادق کی برکت سے نئے نئے مضامین کا انکشاف والہام بھی ہوتا تھا، مثلاً برسوں سے درس دینے کے باوجود کبھی کبھار فرماتے کہ بچوں میں نے اس مضمون کو جتنا اچھا آج بیان کیا ہے اس سے قبل نہیں کیا، لہٰذا مجھے لکھ کر دیدینا۔

(۳۵) ہمارے حضرت شیخؒ کا درس حدیث عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رس دار اور اتنا اثر انداز ہوتا تھا کہ درس میں بیٹھنے والے کو اپنی بدعملی اور باطنی امراض کا ادراک ہوتا تھا اور حضرت کی عملی اور متوازن زندگی کا یہ اثر ہوتا تھا کہ طالبان علوم نبوت کو اپنی کوتاہیوں پر رونا آتا تھا، گاہے بگاہے آپ کے مختصر تنبیہ فرمادینے سے زندگی میں عملی انقلاب برپا ہوجاتا تھا۔

اظہارِ حقیقت

ہمارے حضرت شیخؒ جامع علم وکمالات شخصیت کی درسی ودیگر خصوصیات کو تو زیادہ سے زیادہ اہل علم وبصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں لیکن جب سورج اپنی پوری تابانی اور آب وتاب کے ساتھ روشن ہوتا ہے تو نابینا بھی کچھ اجالا محسوس کرتا ہے اسی طرح اس ناکارہ نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود حضرتؒ کے درس حدیث میں زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل کر کے جو دیکھا ہے اس کو خلاصہ کے طور پر پیش کردیا ہے ورنہ:

کہاں میں کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

ہمارے حضرت شیخؒ کا فقہی رجحان

ہمارے حضرت شیخؒ کی علمی سطح بہت اونچی تھی اجتہادی شان کے مالک تھے نصوص قرآنیہ واحادیثہ پر غور کر کے خود ایک نتیجہ پر پہنچنے کی آپ کے اندر صلاحیت تھی، ہندوستان کے عام رجحانات حنفی مذہب کے برخلاف درس میں کبھی کبھار دوسرے مذاہب کو بھی ترجیح دیتے تھے مگر اکثر مسائل فقیہہ میں حنفی مذہب پر ہی عمل پیراں تھے، بعض مسائل مختلفہ میں قوت دلائل کی روشنی میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذاہب کے خلاف جو عمل کرتے تھے، یہ حضرت کی اپنی ذاتی تفردات تھیں،

حضرت علامہ ابن ہمامؒ پکے حنفی ہونے کے باوجود پچاسوں مسئلے میں حنفیہ سے ہٹ کر تفردات اختیار کئے ہیں جو مفتی بہ نہیں ہیں آپ کے شاگرد رشید علامہ قاسم ابن قطلو بغاؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں (**تفردات شيخنا لا يعتد به**)۔

ازالہ شبہ: بعض لوگ خاص کر غیر مقلدین کو غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ حضرت شیخ غیر مقلد تھے حالانکہ یہ ان کی سوئے فہمی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے شیخ عدم تقلید کی بے راہ روی کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور ہر کس و ناکس کے لئے اس فکری آزادی کو گمراہی تصور کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مجلس میں کسی آدمی نے کہا ''حضرت فلاں علاقہ میں غیر مقلدین کا غلبہ ہو رہا ہے وہ گمراہی پھیلا رہے ہیں تو اس پر حضرتؒ نے یہ نہیں کہا کہ تم غلط کہتے ہو وہ فرقہ گمراہ نہیں ہے بلکہ اس پر ہمارے حضرت شیخ نے افسوس کرتے ہوئے بیزاری کا اظہار فرمایا۔

مجھے اس سلسلہ میں زیادہ لکھنے کی ضرورت اس وقت نہیں ہے مفصل کتاب سوانح میں ''حضرت شیخ کا فقہی مسلک'' کے عنوان کے تحت دلائل وشواہد کی روشنی میں تفصیل پیش کی جائے گی ان شاء اللہ۔

ہمارے حضرت شیخؒ کی تصنیفات

ہمارے حضرت شیخؒ کی زندگی کے شب و روز کا ہر لمحہ ولحظہ سفر و حضر، صحت و مرض کی ہر ساعت و ہر گھڑی اشتغال بالحدیث میں گذری آپ اپنی زندگی میں ایک خاص مزاج لئے ہوئے گوشہ نشینی کے عادی تھے کہ شہرت و ناموری کے ذوق سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، اس لئے کہ آپ ہر طرح کے جھمیلوں سے لاتعلق ہوکر اپنے آپ کو صرف علوم الحدیث کے مطالعہ میں یکسو ہوکر اس فن میں تبحر حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، بنابریں آپ کے قلم فیض سے کتابیں گرچہ متعدد بہ تعداد میں آپ کی حیات مبارکہ میں وجود پزیر نہ ہوسکیں ہیں، اور مستقل ضخیم اور مفصل تصنیفات اب تک منظر عام پر نہیں آسکیں ہیں، البتہ مختلف اوقات میں بہت سے علماء محققین اور کبار محدثین خصوصاً آپ کے مرشد و مربی قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور رئیس المتکلمین حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے کئے گئے علمی سوالات کے جوابات آپ نے خود تحقیقی انداز میں تحریر فرمائے ہیں اس کا ذخیرہ موجود تھا آپ کے شاگردوں نے اصرار کیا تو بڑی مشکل سے کئی جلدوں میں (الیواقیت الغالیہ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیہ) کے نام سے منظر عام پر آئی ہے۔

اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں علمی اور حدیثی جواہر پارے آپ کے رشحات قلم سے صادر ہوئے ہیں جو علوم کی کلید اور عظیم فنی مباحث کا گویا عطر اور علم کا مخزن ہیں جیسے (۱) تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث (۲) ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری باسناد واحد (۳) جزء قرأت (۴) جزء رفع الدین (۵) جزء

المحراب (٦) جزء معراج (٧) مقدمہ ابوداؤد (٨) مقدمة المشكوة (٩) تخريج احاديث اصول الشاشي (١٠) جزء حيات الانبياء (١١) جز عصمة الانبياء (١٢) مقدمة البخاري (١٣) ترجمہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (١٤) مقدمہ ہدایہ (١٥) نوادر الحدیث (١٦) نوادر الفقہ۔

(١٧) مذکورہ رسائل سے کہیں زیادہ گراں قدر علمی سرمایہ ہمارے حضرت شیخؒ کی حدیث شریف کی درسی تقاریر نہیں بلکہ حضرت نے پوری زندگی کے مطالعہ کا جو نچوڑ اپنی کتاب بخاری شریف کے حاشیہ و بین السطور اور مختلف پرچے پر لکھ کر درس فرمایا تھا اس پر حضرت نے خود سے از سر نو نظر ثانی فرما کر اس پر تعلیق و تحقیق کا کام کیا ہے جو کئی جلدوں میں عربی زبان میں مسودہ تیار ہے اور مزید کام ہونے کی امید ہے وہ کتاب ہے "النبر اس الساری فی شرح البخاری"

ہمارے حضرت شیخؒ بار بار یہ فرمایا کرتے تھے کہ اب تو ایک یا دو سال کا مہمان ہوں، یہ جملہ دل و دماغ پر بجلی بن کر گرتا تھا، وفات کے سال رمضان سے کئی مہینے پہلے حضرت نے اس طرح کا مایوس کن جملہ فرمایا تو بندہ نے عرض کیا حضرت تقریباً ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کو سو سال سے متجاوز عمر عطا فرمائے اور جب تک بخاری شریف پر کام ہو رہا ہے اللہ آپ کو خوب صحت و عافیت عطا فرمائے، اور کام کی تکمیل فرمائے، اس بات پر حضرتؒ مسکرائے تو پھر بندہ کو ہمت ہوئی اور آگے کلام جاری کرتے ہوئے حضرتؒ سے درخواست کی کہ حضرتؒ کام کہاں تک ہوا ہے، حضرت نے فرمایا کتاب الحج تک ہو چکا ہے، میں نے کہا الحمد للہ چھ پارے بخاری کے ہو چکے ہیں تو اس کو طباعت کرادیں، اور کہیں تو میں ایک کمپیوٹر لا کر کمرہ میں دیدیتا ہوں اور کمپوز کرنے والے یہیں آکر کر دیا کریں گے، اس پر حضرتؒ نے فرمایا نہیں یہ جو کام کر رہے ہیں، مولوی محمد لندنی یہ کمپوز بھی کرتے جا رہے ہیں، میں نے کہا تب تو بہت اچھا ہے اس پر حضرت نے فرمایا ارے یہ چیز ہی عجیب ہے ایسے لڑکے آج تک نہیں ملے ہیں، میں نے کہا حضرت یہ آئندہ سال آئیں گے کہ نہیں اس پر حضرت نے فرمایا معلوم نہیں ان کا کیا ارادہ ہے بچوں کو فارغ ہونے کے بعد ہر ایک کا اپنا اپنا کام ہوتا ہے میں نے کہا کہ حضرت جب یہ کام کے لڑکے ہیں تو ان کو روکا جائے، اور تنخواہ دینی پڑے تو تنخواہ کا بھی انتظام انشاء اللہ ہو جائے گا، اس پر حضرت نے فرمایا نہیں یہ تو کچھ نہیں لیتے ہیں، اور لینے کیلئے تیار بھی نہیں ہوں گے، پھر میں نے ہمت کر کے کہا حضرت جب اتنے پاروں پر سب کام مکمل ہو گیا ہے تو طباعت کرادی جائے انشاء اللہ طباعت کا انتظام ہو جائے گا، اس پر حضرتؒ نے فرمایا ابھی کام اور ہونے تو دو پھر میں نے مولوی محمد صاحب لندنی سے کہا کہ بھائی حضرت آپ کو بہت چاہتے ہیں آئندہ سال آنا انہوں نے انشاء اللہ کہا، میں نے اس کا تذکرہ اپنے مخلص دوست حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب متالاؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبد الرشید صاحب متالا مدظلہ مہتمم جامعہ معہد الرشید چیپا ٹازامبیا سے بات کرتے ہوئے کہا کہ جس وقت میں حضرتؒ سے یہ درخواست کر رہا تھا اس وقت میں

نے نیت کرلی تھی کہ اگر حضرت ؒ نے طباعت کی اجازت دیدی تو اس کے صرفہ کا انتظام آپ ہی کے اوپر ڈالوں گا اس پر حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نے جزاک اللہ کہتے ہوئے خوشی سے فرمایا بالکل صحیح بات ہے میں طباعت کراؤں گا انشاءاللہ اور یہ بات تو میں پہلے ہی سے سوچ رہا تھا کہ سعادت مل جائے مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی، میں نے کہا کہ حضرت آپ کو چاہتے بھی تو اتنے ہی ہیں، آپ خود سے بات کیجئے، شاید حضرت ؒ آپ کو اجازت دیدیں، انہوں نے کہا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حاضر ہو کر آمنے سامنے درخواست کروں گا، لیکن انسان کا ہر ارادہ کامیاب نہیں ہوتا، حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کا حضرت شیخ کی خدمت میں پہنچنے سے قبل حضرت اقدس مولانا محمد ایوب صاحب سورتی دامت برکاتہم نے ''النبراس الساری فی شرح البخاری'' کی پہلی جلد طباعت کرالی تھی لیکن آسانی سے نہیں بلکہ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت مولانا سورتی صاحب حضرت شیخ ؒ کے بتائے ہوئے حوالہ کی طرف پوری گہرائی کے ساتھ مراجعت کر کے خوب تحقیق و ترتیب کے ساتھ منقح کر کے حضرت شیخ ؒ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے طباعت کی اجازت لیتے مگر حضرت ؒ دیکھ کر کاٹ چھانٹ کر کے طباعت سے روک دیتے کہ نہیں بھائی مجھے ابھی شرح صدر نہیں ہو رہا ہے، پھر حضرت مولانا سورتی صاحب از سر نو محنت کر کے لاتے اور ہمارے حضرت شیخ اسی طرح پھر منع فرما دیتے اسی طرح کئی مرتبہ واقعہ پیش آیا (تقریباً دسیوں مرتبہ منع فرمایا) اخیر مرحلہ میں بھی حضرت شیخ ؒ نے منع فرمایا تھا مگر مولانا سورتی صاحب نے خوب تحقیق و مراجعت کے بعد طباعت کرالی اور حضرت کی خدمت میں پیش فرما دیا، خیر ان کو حق بھی ہے کہ طباعت کرائے کیونکہ ہمارے حضرت شیخ کے علمی رموز و مزاج سے یہ واقف ہیں پہلے بھی حضرت ؒ کی دوسری کتابیں ان کی محنت سے وجود پزیر ہوئیں ہیں، اللہ تعالی حضرت ؒ کی دیگر تمام درسی و غیر درسی علمی کاوشوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر علماء امت کو ان سے مستفیض ہونے کا موقع نصیب فرمائے۔ آمین [1]

وفات:

ہمارے حضرت شیخ ؒ کا سانحۂ ارتحال بروز منگل ۱۶ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ جولائی ۲۰۱۷ء کو پیش آیا، ایک جم غفیر جمع ہوگیا تقریبا تین لاکھ لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی حضرت مولانا پیر طلحہ صاحب ؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عصر کے بعد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ؒ ناظم اعلی مظاہر علوم سہارنپور کے پہلو میں غروب آفتاب کے ساتھ یہ آفتاب علومجمع ہوگیا تقریبا تین لاکھ لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی حضرت مولانا پیر طلحہ صاحب ؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عصر کے بعد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ؒ ناظم اعلی مظاہر علوم سہارنپور کے پہلو میں غروب آفتاب کے ساتھ یہ آفتاب علوم نبوت بھی سپرد خاک کردیا گیا۔

[1] ماخوذ تزکرۃ الشیخ محمد یونس ؒ کچھ یادیں کچھ باتیں

بسم الله الرحمن الرحیم

تذکرہ قطب الاقطاب حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کاندھلوی

شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

شیخ الحدیث آیۃ من آیات رب العالمین، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنیؒ، آپ کی ولادت ۱۳۱۵ھ میں گیارہ بجے شب، ۱۱ر رمضان المبارک کو مردم خیز، جبال العلم والعمل کا مولد مشہور قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی میں ہوئی، کاندھلہ قریۃ کبیرہ بلکہ اب شہر کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے، دہلی سے جانب شمال ستر ۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شروع میں دونام رکھے گئے، (۱) موسیٰ (۲) محمد زکریا، مگر دوسرا نام غالب ہوکر مشہور ہوگیا، بعد میں شیخ الحدیث کے لقب سے ملقب ہوکر شہرۂ آفاق بن گئے۔

سلسلۂ نسب

آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے، محمد زکریا بن محمد یحیٰ بن اسماعیل بن شیخ غلام حسین بن حکیم کریم بخش بن حکیم غلام محی الدین بن مولوی محمد ساجد بن مولوی محمد فیض بن مولوی محمد شریف بن مولوی اشرف۔

تعلیم وتربیت

آپ کے والد جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، الادیب الاریب، حافظ القرآن والحدیث شیخ العلامہ مولانا محمد یحیٰ کاندھلوی ہیں جو حضرت امام ربانی بحر زخار، رئیس المحدثین حضرت علامہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے تلمیذ فہیم، خادم خاص، کتب حدیث کے درسی افادات کے جامع ہیں، جنہوں نے اپنے ہونہار فرزند، زکی الذہن، لخت جگر کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ ہی نہیں بلکہ ذرہ سے کمال تک پہنچانے میں مرمٹے، اور اپنے چھوٹے بھائی ولی کامل داعی وقت حضرت جی مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ کو بھی لگایا۔

چنانچہ دس سال کی عمر میں اپنے عم محترم سے دینیات، ناظرہ، قرآن اور حفظ قرآن مکمل فرماکر عربی تعلیم کے لئے اپنے والد محترم کے سامنے زانوئے تلمذ طے فرمایا، اور ابتدائی عربی نحو، صرف، منطق وغیرہ کی بنیادی کتب پڑھ کر انشاء

کے عظیم الشان ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۲۹ھ میں داخل ہوئے، اور ہدایۃ النحو، کافیہ، مرقات وغیرہ کتابوں سے نصابی تعلیم کا آغاز فرمایا، تدریجاً ترقی کرتے ہوئے ۱۳۳۲ھ میں مشکوۃ شریف، دیوان متنبی، حماسہ، طحاوی، شرح نخبۃ الفکر پڑھیں، اور ۱۳۳۳ھ میں مؤطین، ملاحسن، حمد اللہ، سلم العلوم، میر زاہد، ملا جلالی، آپ نے اکثر کتب ابتدائیہ اپنے چچا اور والد محترم سے اور پھر کتب متوسطہ مدرسہ مظاہر علوم کے ناظم بحر العلوم حضرت مولانا عبداللطیفؒ اور مخزن الحقیقات العلمیہ رئیس المناطقہ حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلیؒ سے پڑھیں۔

کتب متوسطہ کے بعد دورۂ حدیث شریف کا آغاز فرمایا، دورۂ حدیث شریف آپ نے دو مرتبہ پڑھا ہے، ۱۳۳۴ھ میں جب حضرت محدث سہارنپوریؒ حج وعمرہ کے ارادہ سے حجاز تشریف لے گئے، اکثر بلکہ تمام ہی کتب حدیث والد محترم حضرت مولانا محمد یحیی صاحبؒ نے پڑھائی، ۱۳۳۵ھ میں جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے واپس آکر دورۂ حدیث شریف کے اسباق کا آغاز فرمایا تو حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ پھر دوبارہ دورۂ حدیث میں داخل ہوئے، اور اکثر کتب حدیث اپنے شیخ اکبر حضرت محدث سہارنپوریؒ سے پڑھیں، اور اول پوزیشن سے کامیاب ہوئے۔

تدریسی خدمات

فراغت حاصل کرنے کے بعد یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۱۹۱۶ء میں مظاہر علوم کے ابتدائی مدرس بنائے گئے، اور اصول الشاشی، علم الصیغہ وغیرہ کتب ابتدائی پڑھانے کو ملیں، پھر تدریجاً ترقی کرتے ہوئے چھ سال کے بعد ۱۳۴۱ھ میں مشکوۃ شریف پڑھا کر استاذ حدیث بنائے گئے، منقول ہے کہ مشکوۃ شریف پڑھانے سے قبل غسل فرمایا اور نفل نماز پڑھ کر لمبی دعاء فرمائی، خاص کر یہ دعاء کی کہ اے اللہ تعالی لمبی عمر تک خدمت حدیث سے محروم نہ فرما، اللہ تعالی نے آپ کی دعاء قبول فرمائی، ۱۳۴۴ھ میں اپنے شیخ کے ساتھ حجاز مقدس کا سفر فرمایا، واپسی کے بعد ۱۳۴۵ھ میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوگئے، چنانچہ واپسی کے بعد ۱۳۸۸ھ تک حسبة لله بلا تنخواہ حدیث شریف کا درس دیتے رہے، چنانچہ اڑتالیس ۴۸ سال کا طویل عرصہ درس حدیث میں صرف فرما کر ۱۳۸۸ھ میں مختلف عوارض خصوصا نزول آب کی وجہ سے درس کا سلسلہ منتہی ہوگیا، چنانچہ اس عرصۂ دراز میں مشکوۃ شریف تین مرتبہ، ابوداؤد شریف تیس مرتبہ، بخاری شریف جلد اول پچیس مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ مرتبہ پڑھائیں۔

بیعت وسلوک

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق اپنے شیخ واستاذ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نوراللہ مرقدہ سے قائم فرما کر منازل سلوک کو طے فرمایا۔

۱۳۴۵ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے اجازت بیعت وخلافت عطا فرمائی، اسی سال آپ کو مظاہر علوم کا شیخ الحدیث اور مشیر ناظم بنایا گیا، اور ۱۳۷۳ھ میں مظاہر علوم کے سرپرست منتخب ہوئے، اور آپ پانچویں نمبر کے سرپرست قرار پائے۔

نیز حضرت شیخ ۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک مسلسل بارہ سال دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔

حضرت شیخ کی تصنیفات وتالیفات

آپ کی تصنیفات سو سے زیادہ ہیں، بعض مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ ہیں جو بیش قیمت اور شہرۂ آفاق ہیں بطور نمونہ کے چند یہ ہیں:

(۱) اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک (۲) لامع الدراری علی جامع الترمذی (۳) الکوکب الدری علی جامع الترمذی (۴) فضائل اعمال (۵) جزء حجۃ الوداع والعمرات (۶) الابواب والتراجم للبخاری (۷) خصائل نبوی اردو (۸) تاریخ مشائخ چشت (۹) تاریخ مظاہر جلد اول (۱۰) اختلاف الائمہ (۱۱) قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم (۱۲) الاعتدال فی مراتب الرجال (۱۳) اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات (۱۴) آپ بیتی (۱۵) فتنہ مودودیت وغیرہ ذالک۔

حضرت شیخ کا علمی وروحانی مقام

حضرت شیخ اپنے زمانہ کے امام المحدثین، جامع معقولات ومنقولات، حاوی فروع واصول تھے، حکمت نظریہ وعملیہ کے متقن اور ان کے اسرار پر حاوی تھے، بحر زخار، حافظ القرآن والحدیث تھے، شمس العلوم والمعارف، جامع بین الشریعۃ والطریقۃ تھے، آپ کی تصانیف سے لگتا ہے کہ آپ تمام علوم پر حاوی اور ہر فن کے امام تھے، لیکن زیادہ تر غلبہ تفسیر، حدیث، عقائد، اسرار شریعت اور تصوف کا رہا۔

آپ کا رہن سہن سادہ اور درویشانہ تھا، آپ امراء کے گھر کبھی نہیں جاتے تھے، مگر جب کوئی آجاتا تو بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، ہر شخص کے مرتبہ کے بقدر برتاؤ کرتے تھے، آپ کا دسترخوان ہندوستان کے وسیع ترین دستر

خوانوں میں سے تھا، ایک لنگر چلتا تھا اور کثیر تعداد میں لوگ آپ سے جسمانی وروحانی غذا حاصل کر کے عالم میں پھیلتے اور لوگوں کو روشناس کراتے، آپ کے شاگردوں، مریدوں اور متعلقین وفیض یافتگان کی بہت بڑی جماعت تیار ہوئی جنہوں نے چہار دانگ عالم میں علم کی روشنی پھیلائی اور توحید وسنت کا علم بلند کیا، حضرت شیخ کا وجود بابرکت مظاہر علوم کے لئے نعمت عظمیٰ تھا، آپ کی شخصیت سے مظاہر علوم کو جو قوت وتوانائی ملی اور آج تک مل رہی ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، ان چیزوں کو دلائل وشواہد سے ثابت کرنے کی چندہ ضرورت نہیں ہے، آپ کی علمی شہرت، شرحات حدیث کی خدمات، دعوت وتبلیغ سے تعلق اور اس کی سرپرستی بالخصوص فضائل اعمال نے پورے عالم میں ہر قوم، ہر خطہ میں مظاہر علوم کا تعارف کرایا ہے، مدرسہ مظاہر علوم نے اپنے انہیں جیسے سپوتوں کے ذریعہ عالمی سطح پر جو اپنا مقام بنایا ہے وہ چڑھتے ہوئے سورج کی طرح عیاں ہے۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اور وفات

آپ پوری زندگی جذبہ صادقہ کے ساتھ یہ تمنا کرتے رہے کہ آخری سانس مدینہ میں لینے کا موقع ملے، اور جوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جنت البقیع کی مٹی نصیب ہو جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمنا کو پورا کیا، اور ۱۳۹۳ھ میں مظاہر علوم کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے، اور تقریباً ۹ رسال تک مدینہ میں قیام فرمایا اگر چہ گاہے گاہے مظاہر علوم تشریف لاتے رہے، اور سرپرستی فرماتے رہے، بالآخر ۲؍شعبان ۱۴۰۲ھ بمطابق ۲۵؍مئی ۱۹۸۲ھ میں اس ارض طیبہ میں آخری سانس لیکر داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے حقیقی محبوب رب العالمین کے پاس پہنچ گئے، اور جنت البقیع کی مقدس سرزمین میں قیامت تک کیلئے محوخواب ہو گئے۔ رحمة الله تعالى رحمة واسعا [1]

تذکرہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ

نام ونسب

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بن شاہ مجید علیؒ بن شاہ احمد علی انبیٹھوی سہارنپوریؒ۔

ولادت

۱۲۶۹ھ میں آپ کی ولادت اپنی ننہال اور آبائی گاؤں نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی آپ کا آبائی گاؤں انبیٹھہ ضلع سہارنپور ہے۔

[1] مستفاد ومأخوذ مقدمۃ اوجز المسالک ص ۳۶ ج ۱، العناقید الغالیۃ عن الاسانید العالیہ ص ۱۱۶ تا ۱۲۰، علماء مظاہر علوم سہارنپور ان کی علمی وتصنیفی خدمات ص ۱۱۹ تا ص ۱۳۵ ج ۳

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم آپ نے دونوں جگہ پائی ۱۱ رسال کی عمر میں گوالیار جا کر میزان الصرف، نحو میر، پنج گنج وغیرہ پڑھیں اور واپس انبیٹہ آ کر مولانا سخاوت علی صاحبؒ سے کافیہ تک تعلیم پائی۔

۱۲۸۳ھ میں جب دار العلوم کی بنیاد پڑی تو وہاں جا کر کافیہ کی جماعت میں شریک ہوئے اور صرف چھ ماہ رہ کر مظاہر علوم سہارن پور آ گئے یہاں تمام جماعت کی حد بندی ہو چکی تھی کافیہ اور شرح جامی کی کوئی جماعت نہیں تھی اس لئے آپ مختصر المعانی کی جماعت میں شریک ہو گئے انیس (۱۹) سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہو گئے اور حدیث وتفسیر کے اسباق یہیں کے یگانہ روزگار ہستیوں سے پڑھے مظاہر علوم میں جو پہلی مرتبہ مشکوۃ و بخاری وغیرہ حدیث کی کتب کے اسباق شروع ہوئے اس کے شرکاء میں آپ بھی تھے ۱۲۸۸ھ میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

صحاح کی تمام کتب حدیث (سوائے ابن ماجہ کے) آپ نے حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ (صدر المدرسین و یکے از بانیان مدرسہ مظاہر علوم) سے پڑھیں۔

ان کے علاوہ شیخ احمد دحلان اور استاذ الکل حضرت شاہ عبد الغنیؒ صاحب مہاجر مدنی، شیخ عبد القیوم بڈھانویؒ اور مولانا سید احمد برزنجی سے بھی آپ کو اجازت حدیث حاصل ہے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مظاہر علوم ہی میں معین مدرس بنائے گئے کچھ عرصہ کے بعد مولانا فیض الحسن ادیب سہار نپوریؒ کی خدمت میں لاہور تشریف لے گئے وہاں علوم ادبیہ کی تکمیل کی، وہاں سے واپسی پر قاموس کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے مسوری (پہاڑی علاقہ اطراف دہرہ دون) تشریف لے گئے اس کے بعد منگلور، بھوپال، بھاولپور، سکندر آباد، بریلی اور دیوبند میں بھی مختصر مختصر عرصہ تک درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔

۱۳۱۴ھ میں حضرت اقدس گنگوہی کے حکم سے دار العلوم سے مظاہر علوم بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے اور پہلے سال توضیح، تلویح، حماسہ، رشیدیہ، شرح وقایہ، شرح نخبۃ الفکر، مؤطا امام مالک ومحمد، سراجی وغیرہ کتب سے درس کا آغاز فرمایا۔

دوسرے سال ۱۳۱۵ھ میں بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، اور شرح نخبۃ الفکر کے ساتھ ساتھ مزید پندرہ اسباق آپکے سپرد کئے گئے آپ نے نہایت تیقظ و پر مغزی کے ساتھ متعینہ مدت میں کتب اور جملہ اسباق ختم کرادئے۔

مظاہر علوم کی سرپرستی

سرپرستانِ مدرسہ کے مخلصانہ اصرار پر ۱۳۳۶ھ میں آپ مظاہر علوم کے سرپرست بنائے گئے آپ ہی اول وہ سرپرست ہیں جو مظاہر علوم کے فیض یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ سرپرست بنے آپ کے زمانہ میں مظاہر علوم میں بہت ہی ترقی ہوئی، مدرسین وطلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا اور تعلیمی وتعمیری ہر اعتبار سے مدرسہ کو فروغ ملا، آپ مظاہر علوم کے بیک وقت کئی عہدوں پر فائز تھے صدر المدرسین بھی اور شیخ الحدیث و ناظم بھی ساتھ ہی ساتھ سرپرست بھی اور صدر مفتی بھی۔ آپ جس قدر دل وجان سے مدرسہ کی خدمت کرتے تھے اس سے کہیں زیادہ مدرسہ کے معاملات میں حزم واحتیاط فرماتے تھے۔

علم وکمال

اللہ تعالیٰ نے آپکو اتنا گہرا، اوسیع علم عطا کیا تھا کہ ہر فن کی کتابیں بلا تکلف پڑھاتے تھے بلکہ صبح سے شام تک پندرہ پندرہ کتابوں کا درس دیتے تھے اور کوئی تکان، تعب یا کسل کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔

فن مناظرہ میں بھی آپ ملکہ رکھتے تھے قوت استدلال اور حاضر جوابی پوری سنجیدگی اور متانت کے ساتھ فریق مخالف کے اعتراضات واشکالات کی تردید وغیرہ تمام امور آپ کی طبیعت کے خصوصی جوہر تھے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

مکمل اکتیس سال مظاہر علوم میں رہ کر اسکو بام عروج تک پہنچایا اور ۱۳۴۴ھ میں ہجرت کی نیت فرما کر مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہوئے وہاں کے قیام میں بھی علمی افادات اور درس وتدریس کا سلسلہ مستقل جاری رہا، بذل المجہود وہیں کے زمانہ قیام میں مکمل ہوئی تھی۔

وفات

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں بروز چہار شنبہ کو مدینہ طیبہ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں صحابہ کے خطہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

آپکی تصنیفات

(۱) مطرقة الکرامة علی مرآة الامامة

یہ کتاب روافض کی تردید میں لکھی گئی ہے

(۲) المهند علی المفند

اس کا مشہور نام التصدیقات لدفع التلبیسات ہے یہ کتاب علماء مدینہ کے ستائیس (۲۷) سوالات کے جوابات میں لکھی گئی تھی جس میں ان حضرات نے حضرت سہارنپوری سے اکابر دیوبند کے مسلک اور عقائد وغیرہ کے متعلق خط و کتابت کی تھی جو عربی میں۔ ہے اس کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے "عقائد علماء دیوبند اور علماء حرمین کی تصدیقات" جو کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳) البراهین القاطعة علیٰ ظلام الانوار الساطعة

مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری کی کتاب انوار الساطعہ کا محققانہ جواب ہے جس میں حضرت سہارنپوریؒ نے بدعات اور عقائد واہیہ کی پرزور تردید فرمائی ہے۔

(۴) اتمام النعم

یہ تبویب الحکم کا اردو ترجمہ ہے جس کو حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے حکم عالی سے تصنیف کیا گیا تھا۔

(۵) هدایة الرشید الی افحام العنید

یہ روافض کی تردید میں ایک بے نظیر اور اہم معلومات پر مشتمل کتاب ہے۔

(٦) سوال از جمیع علماء شیعه

اس کتاب میں علماء شیعہ کو مخاطب بنا کر ان سے چند سوالات کئے گئے ہیں مگر ان کے جوابات علماء شیعہ آج تک نہیں دے سکے ہیں۔

(۷) تنشیط الاذان فی تحقیق الاذان

خطبہ کی اذان خارج مسجد یا داخل مسجد یہ حضرت سہارنپوری کے قلم سے ایک عالمانہ، فقیہانہ تالیف ہے اس میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ روایات فقہیہ اور اجماع وتعامل سے اس مسئلہ کی شرعی حیثیت متعین کی گئی ہے۔

(۸) المغتنم فی زکوة الغنم

حضرت سے یہ استفتاء کیا گیا تھا کہ بکریوں پر زکوۃ ہے یا نہیں آپ نے بہت تفصیل کے ساتھ دلائل کے ذریعہ یہ

ثابت کیا ہے کہ ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔

(۹)　بذل المجهود فی شرح سنن ابی داوٗد

یہ شہرہ آفاق کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جس کے مجموعی صفحات ۱۹۳۸ ہیں جو ۲۰/۳۰/۴ سائز ہے یعنی بڑے نسخہ میں ہے جس کو آج کل مولانا تقی الدین ندوی نے کئی جلدوں میں تحقیق وتعلیق کے ساتھ طبع کرایا ہے۔

یہ شرح چند خصوصیات پر مشتمل ہے:

(۱)　ہر راوی کے متعلق پوری جرح وتعدیل تحریر فرمائی گئی ہے جو راوی مکرر آیا ہے اس صفحہ کا نمبر ڈال دیا گیا ہے جہاں ان کا نام پہلی بار آیا تھا۔

(۲)　ہر مسئلہ میں مذاہبِ ائمہ کی تشریح وتوضیح وکافی محقق ومحول انداز میں پیش کی گئی ہے۔

(۳)　حنفی مذہب کی تحقیق ودلائل اور دوسرے مذاہب کے دلائل کے شافی وکافی جوابات تحریر کئے گئے ہیں۔

(۴)　ابوداؤد میں جو روایت مختصر ہے اور دوسری جگہ مفصل اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۵)　جو روایات بظاہر ترجمۃ الباب کے موافق نہیں ان کا انطباق کیا گیا ہے۔

(٦)　قال ابوداؤد کا کافی وشافی حل پیش کیا گیا ہے۔

(۷)　جو روایات سلف صالحین نے تعلیقاً ذکر کی ہیں دوسری کتب سے ان کی سند کا اتصال ظاہر کیا گیا ہے۔

(۸)　اپنے ہر کلام کا ماٰ خذ قدماء اور اسلاف کا کلام قرار دیا گیا ہے مخترعات ومحدثات سے کلی طور پر اجتناب کیا گیا ہے۔

مکمل وثوق سے کہا جاتا ہے کہ یہ شرح ان تمام صفات سے آراستہ اور مزین ہے جو ایک محدث شہیر اور عالم جلیل کی شان کے لائق ہوتی ہے۔[۱]

تذکرہ حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلویؒ

نام ونسب

آپ کا نام محمد یحییٰ، والد کا نام محمد اسماعیل، (نسب نامہ تذکرہ شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کے تحت آچکا ہے) آپ کا تاریخی نام بلند اختر ہے مگر تفاؤلاً یحییٰ نام رکھا گیا کہ علوم شرعیہ ودینیہ کی احیاء کرے۔

[۱] ماخوذ ومستفاد علماء مظاہر علوم ص: ٦٣ تا ٦٩ ج: ۳

نسبت

آپ نسباً صدیقی ہیں، مسلکاً حنفی، وطناً کاندھلوی، مشرباً رشیدی ہیں۔

ولادت

یکم محرم الحرام ۱۲۸۸ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۸۷۱ء کو جمعرات کے دن آپکی پیدائش ہوئی۔

کاندھلویؒ خاندان کا مختصر تاریخی پس منظر

کاندھلہ دہلی کے نواح میں مغربی یوپی کا ایک مشہور قصبہ ہے، جہاں سے کئی سو سال پہلے سے علم وکمال کی شمعیں مسلسل روشن رہی ہیں، ان ہی شمعوں میں سے ایک منور وتاباں شمع حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کا خاندان ہے، آپ کا نسبی رشتہ اس صدیقی خاندان سے جڑا ہوا ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہے اور حضرت قاضی ضیاء الدین سنائی سے نسبت رکھتا ہے، یہ خاندان تقریباً آٹھ سو برس سے کاندھلہ میں مقیم ہے، اس کی ایک شاخ ہندوستان کے مشہور مغل فرماں روا اکبر کے دورِ حکومت ۹۶۳ھ، ۱۵۵۶ء سے ۱۰۱۴ھ، ۱۶۰۵ء تک کاندھلہ سے جھنجھانہ منتقل ہوگیا تھا، ان شاخوں میں سے ایک حصہ جس میں حضرت مفتی الٰہی بخشؒ اور ان کے اخلاف ہیں، بارہویں صدی ہجری کے ابتدائی دنوں میں جھنجھانہ سے کاندھلہ واپس آ گیا تھا، مگر اس گھرانہ کی ایک شاخ بہت بعد تک جھنجھانہ میں ہی قیام پذیر رہی، اس خاندان کی ممتاز علمی شخصیتوں میں مولانا محمد ساجد جھنجھانویؒ ہیں، مولانا ساجد کی متاخر نسلوں میں حضرت مولانا محمد اسماعیل جھنجھانویؒ جید عالم، نامور متبع سنت بزرگ، حضر مولانا مظفر حسین صاحب سے سلسلہ نقشبندیہ میں مجاز اور بڑے خادم دین تھے، مولانا محمد اسماعیل غالباً حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ کی ہدایت یا مشورہ پر اپنے وطن سے پہلے کاندھلہ آئے اور کاندھلہ سے نظام الدین منتقل ہوئے، جہاں حق تعالی کو ان سے ایک بہت بڑا کام لینا تھا، اللہ تعالی نے ان کو ایسی اولاد واخلاف عنایت فرمائے جس میں ہر ایک اپنے عہد کا امام اور علم وکمالات میں بے نظیر تھا، جیسے حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی اور ان کے نیک فرزند شیخ العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بعدہ ان کی اولاد آج تک جو دین کی خدمات انجام دے رہی ہیں اس سے دنیا واقف ہے

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ کی تعلیم وتربیت

آپ نے خاندانی رواج کے مطابق اپنے گھر اور خاندان ہی میں دینیات، ناظرہ قرآن مکمل کر کے حفظ قرآن شروع کیا، اور سات سال کی عمر میں بڑے مضبوط حافظ بن گئے، حفظ کی تکمیل کے بعد چھ ماہ تک رسمی تعلیم سے چھٹی رہی،

صرف ایک ذمہ داری تھی کہ فجر کے بعد بسم اللہ سے آخر قرآن تک ایک مرتبہ پورا قرآن بلند آواز سے پڑھ لیں، جس کو ان کی والدہ محترمہ سنتی رہتی تھی، پھر چھٹی ہو جاتی، فجر کے بعد شروع کرتے اور ظہر سے قبل پورا قرآن سنا دیتے، چھ ماہ تک یہ سلسلہ رہا، سات سال کی عمر میں فارسی کی کتابیں پڑھ لیں، عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد بزگوار سے پڑھیں، اور معقولات کی کتابیں مولانا ید اللہ سنبھلی سے پڑھیں اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں داخل ہوئے اور باقی نصاب مشکوۃ شریف تک مکمل فرمایا، صبح وشام مدرسہ حسین بخش پیدل چل کر جاتے تھے، چار میل کا سفر روزانہ چار مرتبہ قطع کرتے تھے، مشکوۃ شریف تک تعلیم کو مکمل کرنے کے بعد اپنے والد کے مدرسہ نظام الدین دہلی میں تدریسی خدمات پر مامور ہو گئے، اور دورۂ حدیث شریف کو حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھنے کی خواہش پر موقوف رکھا۔

ادھر مدرسہ حسین بخش میں تعلیمی عروج دورۂ حدیث تک پہنچ گیا، اور آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد میاں صاحب حضرت گنگوہی سے دورۂ حدیث پڑھ کر گئے ہوئے تھے، شہرت سن رکھی تھی اور مدرسہ حسین بخش میں اگرچہ دورۂ حدیث شریف کی تعلیم شروع تھی مگر مولانا محمد یحییٰ صاحب کو یہاں دورۂ حدیث کرنے میں انقباض بایں معنی تھا کہ یہاں غیر مقلدیت کا زور تھا۔

خدا کا ایسا کرنا ہوا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ مدرسہ حسین بخش کے سالانہ امتحان کے موقع پر تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے جوابات کے پرچے دیکھے تو بہت تعریف کی اور فرمایا کہ ایسے جوابات تو مدرس بھی نہیں لکھ سکتا، ادھر حضرت گنگوہیؒ نے امراض کی کثرت اور دیگر عوارض کی وجہ سے اسباق پڑھانا بند فرمادیا تھا، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ اور ان کے والد حضرت مولانا اسماعیلؒ صاحب کی تمنا تھی کہ حضرت گنگوہیؒ ایک مرتبہ دورۂ حدیث شریف جاری فرمادیں تاکہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کو شرکت کا موقع مل سکے، اس پر مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت میری خاطر ایک مرتبہ دورۂ حدیث شریف اور پڑھا دیجئے، ایسا شاگرد آپ کو نہ ملا ہوگا، حضرت گنگوہیؒ نے اس درخواست کو قبول فرما کر نئے سال سے دورۂ حدیث کا آغاز فرمایا، مگر ضعف نقاہت کی وجہ سے دو سال میں تمام صحاح ستہ کا درس مکمل فرمایا۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے آپ بیتی میں اس کی تھوڑی تفصیل یوں تحریر فرمائی ہے:

حضرت اقدس (گنگوہی) قدس سرہ نے یکم ذیقعدہ ۱۱ھ کو ترمذی شریف شروع کرائی، جو صرف ایک گھنٹہ ہوتی تھی کہ امراض کی کثرت اور عوارض کی شدت کی وجہ سے اس سے زیادہ وقت نہ ملا، اسی وجہ سے یہ دورہ دو سال میں ہوا، اور

ترمذی ۱۸رذی الحجہ ۱۳۱۲ھ کویعنی چودہ ماہ کے اندر ختم ہوئی، اس کے چار دن بعد یعنی ۲۲رذی الحجہ پنجشنبہ کو ابوداؤد شریف شروع ہوئی، اس کے بعد چونکہ نزول آب کے آثار بھی شروع ہو گئے تھے، اس لئے بقیہ کتب کو عجلت سے طلبہ کے اصرار پر ختم کرایا، اور سات ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو ابوداؤد شریف ختم فرمائی اور اس کے بعد بخاری شریف دو دن بعد ۹ ربیع الاول شنبہ کے دن شروع ہوئی اور یکم جمادی الاولیٰ کو جلد اول ختم ہوئی اور اس کے بعد جلد ثانی شروع ہوئی جو سترہ جمادی الاخریٰ کو ختم ہوئی، اور اس کے بعد چونکہ نزول آب کی شدت ہوگئی تھی، اس لئے نہایت عجلت میں دو ماہ کے اندر مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ پوری فرمائی، اور ۲۲رشعبان کو یہ دورہ ختم ہوا۔ [1]

الغرض دورۂ حدیث کی تمام کتابیں حضرت گنگوہیؒ سے پڑھیں، اور حضرت کی درسی افادت کو جمع بھی فرمایا، فراغت کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی خانقاہ میں رہ کر حضرت کی خدمت کے ساتھ علمی وروحانی فیضان سے مالا مال ہو کر اخص الخواص اور اجل خلفاء میں آپ کا شمار ہوا۔

حضرت گنگوہیؒ کی تمام تر علمی مصروفیات حضرت مولانا یحیٰ کاندھلویؒ کی طرف منتقل ہو گئیں تھیں بالخصوص فتاویٰ لکھنا حضرت گنگوہی نے ترک کر دیے تھے، اور حضرت کاندھلوی کے تفقہ اور اصابت رائے پر اتنا اعتماد تھا کہ مولانا یحییٰ کے فتاوی کو ملاحظہ ہی نہیں فرماتے تھے، حضرت گنگوہی کی مہر بھی حضرت مولانا کاندھلوی کی تحویل میں رہتی تھی فتاوی لکھ کر مہر بھی ثبت فرمادیا کرتے تھے، حضرت گنگوہیؒ کی وفات ۱۳۲۳ھ تک دن رات کا تقریباً تمام وقت حضرت گنگوہی کی خدمت میں فتاوی نویسی اور خطوط کے جوابات لکھنے میں گزر جاتا تھا، حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد حضرت کے خدام وخلفاء نے یہ طے فرمایا تھا

کہ اب حضرت کی جگہ مولانا یحییٰ صاحب رہیں گے، اور خانقاہ سے فتوی وغیرہ کی جو خدمت جاری تھی وہ مولانا سر انجام دیں گے، مگر یہ انتظام دیرپا ثابت نہیں ہوا، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے ارشاد واصرار پر ایک دو سال تک تعلیمی سال کے اخیر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی زیر درس کتابیں مکمل کرانے کے لئے گنگوہ سے سہارنپور آجاتے تھے، لیکن حضرت مولانا سہارنپوری چاہتے تھے کہ مولانا سہارنپور میں ہی قیام پذیر ہو جائیں،

بنابریں حضرت مولانا کاندھلویؒ گنگوہ سے جمادی الأولی ۱۳۲۸ھ (مئی ۱۹۱۰) میں مستقل قیام کے ارادے سے سہارنپور تشریف لے آئے، اور نہایت توجہ واستقلال کے ساتھ حدیث شریف کے اسباق شروع فرمادیئے۔

---

[1] آپ بیتی ۶رص ۱۵،۱۴، طبع اول سہارنپور

حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی کا ذریعہ معاش

حضرت مولانا یحی صاحب کاندھلویؒ نے کبھی تنخواہ لیکر نہیں پڑھایا، بلکہ پوری زندگی دینی خدمت کا معاوضہ نہیں لیا، گنگوہ کے زمانہ میں یہی طریقہ تھا اور سہارنپور آ کر بھی یہی دستور رہا، نہایت مسرت سے زندگی گزارتے تھےلیکن کار خیر میں خوب خرچ کرتے، ضرورت مندوں کی مدد بھی خوب فرماتے تھے، ۱۳۲۰ھ کے قریب کتابوں کی اشاعت وفروخت کا کام شروع فرمالیا تھا، کیونکہ اس زمانہ میں حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی، حضرت حاجی امداداللہ صاحب تھانوی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ کی تالیفات کثرت سے فروخت ہوتی تھیں، اس لئے ان کی طباعت وفروخت کا سلسلہ مسلسل جاری فرمایا۔ (شاید یہ ہی ذریعہ معاش ہو)

حضرت مولانا یحی صاحب کاندھلویؒ کی تصنیفات

حضرت مولانا یحی صاحب کاندھلویؒ کی علمی استعداد اعلی درجہ کی تھی، عربی زبان وتحریر پر بڑی قدرت تھی، حافظہ بھی اعلی درجہ کا تھا، کتابوں کے مضامین ومطالب ہی نہیں اکثر متون بھی از بر تھے، پڑھانے میں اکثر کتابوں کی مدد کے بغیر پڑھاتے تھے، آپ چاہتے تو سیکڑوں کتابیں تصنیف فرماسکتے تھے، مگر ساری صلاحتیں اور سارا وقت اپنے شیخ حضرت گنگوہیؒ کے فتوی نویسی اور درسی افادات کی تالیف میں صرف فرمایا، حضرت گنگوہیؒ کا علم آپ ہی کی وجہ سے دنیا میں محفوظ رہ سکا ہے، چنانچہ تمام صحاح ستہ کے درسی افادات حضرت کاندھلوی ہی کے قلم سے محفوظ ہوئے ہیں جن پر آپ کے نیک فرزند قطب الأقطاب حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے طویل وعمیق حاشیہ بلکہ شروح تحریر فرمائیں۔

(جزاہم اللہ احسن الجزاء)

حضرت مولانا محمد یحی صاحب کاندھلوی کی وفات

سہارنپور آنے کے بعد چھٹا سال تھا کہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ (۹ رستمبر ۱۹۱۶ء) کی رات میں اچانک ہیضہ میں مبتلا ہوئے، اور اسی بیماری میں پنجشنبہ کی صبح رحلت فرماگئے "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور سہارنپور کے مشہور اور بڑے قبرستان حاجی شاہ کمال میں دفن کئے گئے۔[1]

---

[1] ماخوذ ومستفاد الطیب الذکی ج ا ص ۶۳ تاج ا ص ۷۰، مقدمہ اوجز المسالک ۳۶

تذکرہ

حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ

نام ونسب:

نام عنایت الٰہی والد کا نام، مولیٰ بخش، لقب علامۃ الاجل۔ سلسلہ نسب یوں ہے:

العالم الجليل العلامة الأجل، شیخ عنایت الٰہی بن مولا بخش بن مخدوم بخش سہارنپوری۔

ولادت

آپ کی ولادت کی تاریخ بندہ کو کہیں نہیں ملی ہے (کسی کو مل جائے تو اطلاع فرمادیں)

تعلیم وتربیت

حضرت کے والد محترم مولا بخش جس زمانہ میں گنگوہ میں مقیم تھے، اسی زمانہ میں آپ نے دینیات اور ناظرہ قرآن وغیرہ کی تعلیم مدرسۃ القرآن گنگوہ میں حاصل کی، پھر سہارنپور میں آکر (مظاہر علوم کے قیام سے قبل) مختلف اساتذہ ومشائخ سے فارسی اور عربی کی بنیادی نحو وصرف وغیرہ کی کتابیں پڑھیں، پھر جب مظاہر علوم کا قیام ۱۲۸۳ھ میں عمل میں آیا، تو آپ نے شروع ہی میں یعنی ۱۲۸۴ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیکر قدوری اور کافیہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا، آپ کو یہ شرافت حاصل ہے کہ آپ مظاہر علوم کے اولین طلباء میں سے ہیں، آپ نے نحو، صرف، فقہ وتفسیر وغیرہ۔

مختلف علوم وفنون کی کتابیں حضرت مولانا سخاوت علی صاحب، مولانا سعادت علی صاحب، مولانا احمد حسن صاحب مولانا صدیق احمد صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے پڑھیں، اور ہر سال امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوکر مدرسہ سے انعامات لیتے رہے۔

متوسطات سے فراغت کے بعد آپ نے حضرت مولانا مظہر نانوتوی اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے حدیث کی کتابیں پڑھیں، اس سال صرف دو کتابیں بخاری شریف اور ترمذی شریف ہی ہوئی تھیں، اس لئے آپ نے ان دونوں کتابوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہونے کے بعد صحاح ستہ کو مکمل پڑھا۔

درس وتدریس

آپ کا تدریسی سلسلہ تو زمانہ طالب علمی ہی میں قائم ہو چکا تھا، آپ پڑھنے کے ساتھ خارجی اوقات میں پڑھاتے بھی تھے، مگر باضابطہ طور سے مظاہر علوم میں ۱۲۸۹ھ میں چند ماہ کیلئے معین مدرس بنائے گئے، پھر ۱۵؍رجب المرجب ۱۲۹۵ھ میں والد ماجد کے حکم پر استعفیٰ دیکر چلے گئے، اور منگلور ودیگر مقامات پر سلسلہ درس جاری فرمایا، پھر شوال ۱۲۹۷ھ میں مولانا احمد حسن صاحب فیض عام کانپور تشریف لے گئے، تو ان کی جگہ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کا باضابطہ دس روپئے مشاہرہ پر تقرر ہوا، اور پڑھاتے ہوئے تدریجا ترقی ہوئی، اور ۱۲۹۸ھ میں استاذ حدیث بنا کر ترمذی شریف اور مشکوۃ شریف آپ کے سپرد کی گئیں۔

طویل زمانہ تدریس میں مندرجہ ذیل اہم کتابیں آپ سے متعلق ہیں، جلالین شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام محمد، مشکوۃ، ہدایہ، کنز الدقائق، شرح وقایہ، نور الانوار، اصول الشاشی، قدوری، تہذیب، قطبی، میبذی، نفحۃ الیمن، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، صرف میر، دستور المبتدی۔

اہتمام وانتظام

مولانا عبدالرزاق صاحب پہلے مہتمم تھے، ان کے استعفیٰ دینے کے بعد پہلی مرتبہ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ مین ۲۰؍روپیہ مشاہرہ پر ناظم ومہتمم بنائے گئے، پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے کئی مرتبہ نظامت واہتمام میں ردوبدل ہوتا رہا، آخر کار اس وقت کے اراکین شوریٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ، حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب (والد ماجد حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ) سرپرستان مدرسہ نے ۲۵؍ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ میں آپ کو مستقل دوبارہ ناظم ومہتمم بنادیا، آپ کی نظامت میں متعدد جلسے ہوتے رہے، سب میں جانفشانی کے ساتھ جڑے رہے، اور جلسوں کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن کوششیں کرتے رہے، اور آخری عمر تک اسی منصب عظمیٰ پر فائز رہے۔

حادثہ ارتحال

حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کے سانحہ ارتحال کے واقعہ میں لکھا ہے کہ آپ ضعف کے باوجود ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور حضرت کے لیل ونہار کے تمام اوقات مدرسہ کی خدمت اور اس کے ساتھ وفاداری میں گزرتے رہے، آخر کار وصال سے اٹھائیس یوم قبل آپ کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا، جس نے قدرے شدت اختیار کرلی، اور بالآخر

(باقی آپ کا حلیہ لباس، عادات اور خصوصیات وغیرہ علماء مظاہر علوم میں دیکھ سکتے ہیں)

بیس جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۵؍ستمبر ۱۹۲۸ء یوم چہارشنبہ دو بجے شب میں انتقال فرماگئے، اگلے روز قبرستان حاجی شاہ کمال میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کی وصیت اور خواہش کے مطابق آپ کی نماز جنازہ حضرت شیخ نے پڑھائی، حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا مرحوم پہلے آدمی ہیں جنہوں نے میرے بارے میں نماز جنازہ پڑھانے اور تکفین وتدفین کی وصیت فرمائی ہے، (رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ)

تعزیتی کلمات

روداد مدرسہ میں اس طرح درج کئے گئے ہیں۔

مدرسہ کے صاحب زہد وورع، مجسمہ صداقت ودیانت، سراپا شیفتہ وجاں نثار، حضرت الحاج مولانا مولوی عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ نے بیس جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ کو دفعۃً بمرض فالج دارِ آخرت کا سفر فرمایا اور مدرسہ ان کی مخلصانہ خدمات واہتمام سے محروم ہوگیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فضائل علمیہ کے علاوہ سادگی، کفایت شعاری، اور دیانت کا ایسا بے نظیر مجسمہ تھے کہ اس دور قحط الرجال میں دوسری مثال ملنا مشکل ہے، واقعی حضرت مرحوم کو مدرسہ سے محبت بلکہ عشق تھا کہ سال کے تمام ایام بلکہ ہر دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کوئی گھنٹہ غالباً ایسا نہ ملے گا کہ جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کی کوئی علمی، فکری، عملی خدمت نہ کرتے ہوں اس کا خصوصی التزام تھا کہ ذاتی ضروریات اور فتاویٰ نویسی کے لئے کاغذ ذاتی روپیہ سے دفتر میں رکھتے تھے اور مدرسہ کے سامان نوشت وخواند کو ایسے موقعہ پر استعمال نہ فرماتے ان کے ورع وتقوی کے لحاظ سے یہ امر کچھ تعجب خیز نہیں مگر نوادر زمانہ سے ضرور ہے۔

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ

یکے از بانیان مظاہر علوم سہارنپور

نام ونسب

جناب حضرت مولانا محمد مظہر بن شیخ حافظ لطف علی بن حافظ غلام شرف نانوتوی صدیقی رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ آپ کا سلسلہ نسب قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق سے ملتا ہے۔

ولادت

مولانا مظہر نانوتویؒ کی پیدائش ۱۲۳۷ھ میں قصبہ نانوتہ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی پھر علوم شرعیہ نقلیہ وعقلیہ میں کمال حاصل کرنے کے لئے استاذ المشائخ حضرت مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر زانوئے تلمذ طے کیا۔

شیخ صدر الدین اور شیخ رشید الدین دہلویؒ بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں علم حدیث کی بعض کتابیں شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ سے اور بعض کتب حضرت شاہ عبد الغنی اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے پڑھیں فراغت کے بعد اجمیری کالج اور پھر آگرہ کالج میں تقرر ہوا حضرت مولانا بھی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں سے ہیں۔[1]

ہونٹ چاٹنے کا دلچسپ واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ مجھ سے ہردوئی کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت مولانا مظہر نانوتوی صاحب زبان بہت کثرت کے ساتھ اپنے ہونٹوں پر پھیرتے رہتے تھے کسی نے اصرار کے ساتھ دریافت کیا تو فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میں بھی جہاد میں شریک تھا میرے گولی لگی میں گر پڑا اسی حال میں دیکھا کہ حوریں شربت کے گلاس لئے ہوئے آئیں اور شہداء کو پلانا شروع کر دیا ایک گلاس میرے سامنے بھی لایا گیا۔

میں نے جس وقت اس کو منہ سے لگایا اور میرا لب تر ہوا تو دوسری حور نے یہ کہکر وہ گلاس ہٹا لیا کہ ابھی اس کی حیات باقی ہے یہ ان میں سے نہیں چنانچہ وہ لذت ہونٹوں پر آج تک باقی اور محسوس ہوتی ہے۔

مظاہر علوم میں آپ کی آمد وخدمات

مظاہر علوم کی بنیاد ماہ رجب ۱۲۸۳ھ میں پڑی اور حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ تین ماہ کے بعد شوال المکرم میں تشریف لائے آمد کا سبب حضرت مولانا سعادت علیؒ صاحب کا یاد فرمانا تھا حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ نے یہاں آکر نظام تعلیم کو بہتر بنانے اور اپنی پوری توجہ یہاں کی تعلیم وتربیت کو مضبوط بنانے پر مرکوز کر دی اور اس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔

چنانچہ حضرت قاضی فضل الرحمنؒ صاحب، مولانا سعادت علیؒ صاحب اور مولانا ذو الفقار علیؒ صاحب (والد ماجد

---

[1] ماخوذ واستفادہ، مقدمہ اوجز ۴۴، ۴۵/۴۳ ج۱، مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی خدمات ۲۶ ج۱ ص۳۵ ج۲، الحاقیۃ الثالثہ عن الاسانید العالیہ ص۳۲

حضرت شیخ الہندؒ) امتحان کی کامیابی اور طلبہ کی استعداد کی پختگی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''یہ سب نتیجہ کارگذاری اور محنت مولانا مظہر نانوتویؒ کی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ دوسرے مدرس بھی ایسی ہی محنت کرینگے جیسا کہ مولوی صاحبؒ نے کی ہے۔ ۱

درس وتدریس

مظاہر علوم میں کم وبیش انیس (۱۹) سال رہے اس عرصہ میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں مثلاً تمام صحاح ستہ، مشکوۃ، مؤطا امام مالک، سنن دارمی، شمائل ترمذی، ہدایہ، درمختار، قدوری، کنز الدقائق، شرح وقایہ، جلالین، بیضاوی، تفسیر کشاف، نور الانوار اور اصول الشاشی وغیرہ ان میں سے اکثر کتابوں کو سال میں دو مرتبہ پڑھاتے تھے۔

مدرسہ کے معاملہ میں انتہائی احتیاط

حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ مدرسہ کے معاملات میں تدین وتقوی پر کاربندرہتے تھے بالخصوص اوقات مدرسہ میں بے جاتصرف سے بہت احتیاط فرماتے تھے چنانچہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ قدس سرہ کا یہ معمول میری جوانی میں عام طور پر مشہور اور لوگوں کو معلوم تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں جب مولانا کا کوئی عزیز ذاتی ملاقات کے لئے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر ایک پرچہ پر تحریر کرتے رہتے (عموماوہ پرچہ حضرت کی کتاب میں ہی رکھا رہتا تھا) اس پر تاریخ اور منٹوں کا اندراج فرمالیتے اور ماہ کے ختم پر ان منٹوں کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوتا تو نصف یوم کی اور اگر نصف یوم سے زیادہ ہوتا تو مکمل دن کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے البتہ اگر کوئی فتویٰ پوچھنے آتا یا مدرسہ کے کسی کام سے آتا تو اس کا اندراج نہیں فرماتے تھے۔ ۲

حج وزیارت

حضرت مولانا ۱۲۹۴ھ میں حضرت گنگوہی کے زیر سایہ چھ ماہ کی رخصت لیکر حج کو تشریف لے گئے اس حج کے قافلے میں حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ اور مولانا رفیع الدین صاحب بھی تھے آپ کی عدم موجودگی میں صدارت اور تدریس کی ذمہ داری حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے انجام دی۔

---

۱ اسی طرح کا تعریفی جملہ حضرت گنگوہی سے بھی منقول ہے ۲ آپ بیتی ۱۲ جلد ا

بیعت وارشاداوراجازت وخلافت

آپ نے بیعت وارشاد کا تعلق حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے قائم کیا تھا اور حضرت ہی کی جانب سے بیعت وخلافت بھی ملی تھی۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا محمد مظہر نانوتویؒ عمر میں حضرت امام ربانی سے بڑے تھے مگر عقیدت کے اعتبار سے گویا حضرت کے جاں نثار خادم اور عاشق جانباز تھے جب تشریف لاتے بے اختیار حضرت کے قدموں کو بوسہ دیتے اور آنکھوں میں آنسوں بھر لایا کرتے تھے حضرت امام ربانیؒ شرماتے اور یوں فرماتے کہ مولانا آپ مجھے کیوں نادم فرمایا کرتے ہیں آپ میرے بڑے ہیں مجھ پر آپ کا ادب ضروری ہے اور آپ ایسا کام کرتے ہیں جس سے مجھے شرم آتی ہے۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ صاحب بصیرت تھے حضرت کی علوشان اور مرتبت نیز اپنی قربت ومحبت کے سبب جو کچھ کرتے تھے وہ ان کا طبعی تقاضا تھا مگر امام ربانیؒ کبرسنی کے پاس ولحاظ سے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا کے امتثال کو بھول نہیں سکتے تھے۔ [1]

معمولات، عادات اور خصوصیات

آپ بارعب، سادہ طبیعت اور تکلفات سے دور کثرت سے تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کرنے والے تھے۔

چنانچہ قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی اوجز المسالک میں لکھتے ہیں

وکانؒ تلا للقرآن وکان الغالب علیٰ لسانه ورود اسم الذات وکان یحترز من التکلفات الباردة سیما عن استعمال الشمیته وکان یقال فی شانه انه صدیقی نسبا و فاروقی خلقا سیفی کرة نصر بالرعب قلما یحتری احد بالتکلم فی حضرته وکانؒ من زهاد العلماء وکبار الصالحین من ائمة الفقه و الحدیث و السلوک و العلوم الالیة وکان جامعا بین العلوم والفنون وکان یتهم باستعمال الطیب عند تلاوة القرآن فی التراویح.

ترجمہ: حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے اور آپ کی زبان پر عام طور سے اسم ذات (اللہ) جاری رہا کرتا تھا فضول تکلفات سے دور رہتے اور بری خصلتوں سے پاک تھے آپ کی تعریف

[1] تذکرۃ الرشید ۱۸۱

میں کہا جاتا ہے کہ آپ نسبۃً صدیقی، اخلاقاً فاروقی اور شجاعت کے اعتبار سے سیفی کہلاتے تھے، آپ بارعب انسان تھے بہت کم لوگ آپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت کرتے تھے آپ زاہدین علماء اور کبار صالحین میں سے تھے، حدیث، فقہ اور سلوک کے ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا علوم عالیہ اور آلیہ کے آپ جامع تھے تراویح میں تلاوت قرآن شریف کے وقت خوشبو لگانے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

سانحۂ وفات

حضرت مولانا درد گردہ کے مریض تھے یہ ہی مرض جانکاہ ثابت ہوا اور اسی میں جان قفس عنصری کے سپرد کردی چنانچہ ۲۴/ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں شب یک شنبہ ۱۳/اکتوبر ۱۸۸۵ء میں آٹھ بجے اس دار فانی کو الوداع کہتے ہوئے رحلت فرما گئے انتقال کے وقت بمقتضائے حدیث (المؤمن یموت بعرق الجبین) آپکی پیشانی پر کثرت سے پسینہ آرہا تھا کل عمر ستر (۷۰) سال ہوئی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کو تعزیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اب حادثۂ جدید یہ ہوا کہ مولوی مظہر صاحب مرحوم ۲۴/شب ذی الحجہ کو فوت ہوئے عالم میں اندھیرا ہوا اب سب رفیق رخصت ہو گئے دیکھئے کب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بڈھانویؒ

نام ونسب

نام عبدالقیوم والد شیخ عبدالحی، لقب رئیس المفتین فی بوفال

سلسلہ نسب یوں ہے: الشیخ العلامۃ مولانا عبدالقیوم بن مولانا الشیخ عبدالحی البکری البدھانوی۔

تعلیم وتربیت

آپ بڑے شیخ اور علم وفن کے ماہر شیخ عبدالحی البکری کے صاحبزادے ہیں اس لئے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور دیگر علماء سے حاصل کی ہوگی، ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی تشریف لائے اور حضرت العلام شاہ محمد الحق دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا، اور شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے آپ داماد بھی تھے، اس لئے بھی خوب فیض حاصل کیا۔

درس وتدریس ودیگر خدمات

تحصیل علوم کے بعد بھوپال جا کر فقہ، تفسیر اور حدیث کے درس وتدریس میں مشغول ہو گئے، آپ بھوپال کے اجل علماء میں سے تھے تمام مفتیوں کے رئیس تھے، وہاں کے علماء وعوام سب بہت احترام وتعظیم کیا کرتے تھے، آپ بیعت وسلوک کے اعتبار سے بھی وہاں کے پیر ومرشد تھے، اور لوگوں کی اصلاح ظاہر وباطن میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے، حضرت مولانا بالکل سیدھے سادے بے تکلف انسان تھے، صحابہ کی تین صفتیں ''اعمقهم علماء واقلهم تکلفا وابرهم قلوبا'' کے پورے مصداق تھے۔

آپ کے والد شیخ عبدالحی سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے داماد تھے، علم ظاہر وباطنی سے لیس خصوصاً فقہ حنفی کے امام تھے، باپ کا اثر آپ کے نیک لڑکے میں پورے طور سے نمایاں تھا۔

وفات

حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ اخیر وقت میں جب شدید بیمار ہو گئے تو بھوپال سے وطن جانے کیلئے سفر فرمایا اور بنارس کے راستہ میں برہت میں کچھ دن قیام فرمایا، شاگردوں کی ایک بڑی جماعت ساتھ تھی جو آپ سے حدیث حاصل کرتے رہے، اور جب باسور کے مرض نے شدت پکڑ لی تو آپ اپنے شہر پہنچ گئے، اور بڑی نازک حالت میں بخاری شریف ختم فرمائی اور پھر نزاع کی حالت شروع ہو گئی، اور تھوڑی دیر کے بعد آپ واصل بحق ہو گئے، یعنی ۱۲۹۹ھ میں وفات پا گئے اور وہیں آپ کے قریہ میں تدفین عمل میں آئی ''انا لله وانا اليه راجعون'' [1]

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی دہلویؒ

نام ونسب

نام عبدالغنی لقب الامام الحافظ الحجۃ، والد کا نام شیخ ابوسعید ہے۔

سلسلہ نسب یوں ہے:

الامام الحافظ الحجۃ مسند وقتہ وابوحنیفہ عصرہ وبخاری دہرہ الشیخ عبدالغنی ابن ابی السعید بن صفی القدر ابن عزیز القدر بن محمد عیسی بن سیف الدین بن الشیخ محمد معصوم بن سند العارفین امام الطریقۃ المجددیۃ العارف باللہ احمد العمری السرہندی (الشہیر بمجدد الف ثانی) نور اللہ مرقدہم یعنی شیخ عبدالغنی شیخ احمد سرہندی معروف بمجدد الف ثانی کی اولاد میں ہیں،

[1] ماخوذ ومستفاد، مقدمہ اوجز المسالک ۴۴، العناقید الغالیۃ من الاسانید العالیۃ ص ۳۲

اسی وجہ سے آپ کو مجددی کہا جاتا ہے، اور مجدد الف ثانی حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کی اولاد میں سے ہیں۔

نسبت

آپ کی نسبت مجددی، العمری، سرہندی، دہلوی، المدنی المہاجر حنفی اور طریقت کے اعتبار سے نقشبندی بھی کہلاتے ہیں

ولادت

آپ شعبان المعظم ۱۲۳۵ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، یہ ہی صحیح قول ہے جن لوگوں نے رامپور کے مضافات میں ولادت نقل کی ہے وہ غلط ہے۔

تعلیم وتربیت

علمی گھرانہ کی وجہ سے آپ نے پہلے دینیات اور ناظرہ قرآن مکمل کرنے کے بعد حفظ قرآن اور عربی کی بنیادی کتب نحو وصرف، ادب وغیرہ حضرت مولانا حبیب اللہ دہلویؒ سے حاصل کی، اور پھر مکمل طور سے فقہ اور حدیثؐ کے حصول میں لگ گئے، اور تفسیر وفقہ اور حدیث کی اکثر کتب اپنے والد الشیخ ابوسعید اور اپنے ماموعارف باللہ شیخ سراج احمد سے پڑھی ہیں، جن کی سندیں اپنے باپ دادا اور اقارب ہی کے واسطے سے دور تک منقول ہیں، جیسے آپ کے ماموں شیخ سراج احمد روایت کرتے ہیں اپنے والد محمد مرشد سے وہ اپنے والد محمد ارشد سے وہ اپنے والد مولوی محمد فرخشاہ سے وہ اپنے والد خازن الرحمہ محمد سعید (محشی مشکوۃ المصابیح) سے وہ اپنے والد مجدد الف ثانی احمد بن عبدالاحد سرہندی سے وہ مولانا یعقوب کشمیری سے وہ شہاب ابن حجر الہیثمی سے وہ اپنے والد قطب عبداللہ غلام علی دہلوی سے وہ اپنے شیخ مظہر جان جاناں سے وہ محمد افضل سیالکوٹی سے وہ سالم بن عبداللہ البصری سے، یہ سند آپ کی (المسلسلۃ بالاقارب) سے مشہور ہے۔

نیز آپ کو حدیث کی سند حنفی مسلک کے مفتی مکہ سید عبداللہ الرغنی سے بھی حاصل ہے، لیکن ان تمام اسانید میں آپ کی زیادہ مشہور اپنے والد الشیخ ابوسعید اور آپ کے شیخ شاہ محمد اسحاق کی سند ہے، یہ دونوں حضرات اپنے نانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اور وہ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے روایت کرتے ہیں۔

بیعت وسلوک

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے والد محترم سے بیعت ہوکر منازل سلوک کو طے کیا، اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ اس مقام پر پہنچے کہ والد مکرم نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

تدریسی خدمات

حضرت شاہ عبدالغنی علوم ظاہریہ وباطنیہ سے فراغت کے بعد ہمہ تن وہمہ وقت علوم دینیہ کی درس وتدریس خاص کر درس حدیث میں مشغول رہے، اور اصلاح وصلاح باطن کے کاموں میں بھی ہمیشہ لگے رہے، آپ سے کثیر جماعت نے استفادہ کیا، آپ کے ہندوستانی تلامذہ میں سے مشہور حضرات یہ ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ اور الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی کے مولف مولانا محمد محسن ترہتی وغیرہم ہیں، آپ سے اجازتاً روایت کرنے والوں میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، مولانا عبدالحی لکھنوی، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ وغیرہ ہیں۔

مکہ ومدینہ کی طرف ہجرت

۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں عظیم فتنہ عیسائیوں کا شروع ہوا، اور انگریزوں کا تسلط ہوگیا، تو آپ ایک جماعت کے ساتھ ہجرت کرکے اولاً مکہ پہنچے پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، جہاں عجمیوں کے علاوہ عرب عوام وعلماء نے آپ سے اکتساب فیض کیا، اور آخری دم حیات تک وہیں جمے رہے۔

تصنیف

آپ نے صحاح ستہ میں سے سنن ابن ماجہ کا عمدہ اور محقق حاشیہ (انجاح الحاجہ) کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جو ہندوستانی نسخہ کے ساتھ طبع ہے۔

وفات

آپ نے ۶ محرم الحرام بروز منگل ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ کے اندر داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔[1]

[1] مقدمہ اوجز المسالک ۴۲/۴۳،۴۴، الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی ۸۳ تا ۸۵، الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۲۴۴/۲۴۶، و۵۰۳، العناقید الغالیہ ۴۴، نزہۃ الخواطر ۱۳/ص ۱۴ ج ۷، اور ۲۹۶/۲۹۷ ج ۷)

تذکرہ

امام ربانی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

نام ونسب

نام رشید احمد، کنیت ابو مسعود، لقب امام ربانی، قطب الارشاد، والد کا نام مولانا ہدایت احمد۔

سلسلہ نسب یوں ہے: امام ربانی حضرت مولانا ابو مسعود رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن القاضی پیر بخش بن القاضی غلام حسن بن القاضی غلام علی بن قاضی علی اکبر بن القاضی محمد اسلم انصاری۔

ماں کی طرف سے سلسلۂ نسب

اس سلسلہ کو حضرت کے ماموں محمد شفیع صاحب نے خاندانی شجرہ محفوظہ سے نقل کرایا ہے، جو تذکرۃ الرشید میں موجود ہے، مولانا رشید احمد صاحب بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد بن فتح محمد بن تقی محمد بن صالح محمد بن قاضی محمد کبیر الانصاری بن قاضی اٰمن الدین عرف قاضی امن بن خواجہ فرید بن خواجہ شاہ بن خواجہ محمد فاضل بن خواجہ ہاشم بن خواجہ علاؤ الدین بن خواجہ رکن الدین بن خواجہ نجم الدین بن خواجہ شرف الدین بن خواجہ دبد بن خواجہ عبد المجید بن خواجہ کبیر بن خواجہ رکن الدین بن خواجہ شرف الدین بن خواجہ تاج الدین بن خواجہ منہاج الدین بن خواجہ ہاشم بزرگ بن اسماعیل بن خواجہ عبد اللہ براتی بن خواجہ ابو محمد منصور بن خواجہ علی بن خواجہ محمد بن خواجہ احمد بن خواجہ جعفر بن ابی منصور بن ایوب بن الشیخ ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [1]

نسبت

آپ کا خاندان ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں رام پور میں آباد تھا وہیں سے منتقل ہو کر ایک گھرانہ گنگوہ آیا، تو خاندانی گاؤں کے اعتبار سے آپ کو رامپوری اور وطن بنانے اور گنگوہ میں بود و باش اختیار کرنے کی وجہ سے گنگوہی اور مسلک کے اعتبار سے حنفی اور مشرب کے اعتبار سے امدادی اور برادری کے اعتبار سے انصاری اور جد اعلیٰ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایوبی بھی کہا جاتا ہے۔

[1] ماخوذ تذکرۃ الرشید ۱۳، ۱۴؍۱ حصہ اول

ولادت

حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی کی پیدائش ۶ رذی قعدہ ۱۲۴۴ھ ۱۱ رمئی ۱۸۲۹ء کو دوشنبہ کے دن گنگوہ میں ہوئی۔

خاندان

چھٹی صدی ہجری میں پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری متوفی ۴۸۱ھ کے پوتے شیخ جلال الدین انصاری ہرات سے ہندوستان آئے اور میرٹھ کے نواح میں ایک پررونق بستی سیل میں آباد ہوئے، اللہ تعالی نے ان کی اولاد واخلاف میں بہت برکت عطا فرمائی، اس وقت یوپی میں جو قدیم انصاری خاندان ہیں سب ان کی ہی شاخیں ہیں، خصوصاً شہرۂ آفاق شخصیات جیسے علامہ نظام الدین سہالوی اور فرنگی محلی کے علماء بھی اسی شجر بہار کی شاخیں ہیں، اس خاندان کے بعض افراد پر سیل سے برناوہ اور برناوہ سے رام پور اور رام پور سے گنگوہ منتقل ہوتے چلے گئے، اسی مبارک خاندان کے ایک فرد فرید امام ربانی حضرت گنگوہیؒ ہیں۔

تعلیمی آغاز سے تکمیل تک

امام ربانی حضرت گنگوہی کے والد محترم حضرت مولانا ہدایت احمد کی وفات ساڑھے پینتیس سال کی عمر ہی میں جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ ستمبر، اکتوبر میں گورکھپور میں ہوگئی تھی، اس وقت حضرت گنگوہی کی عمر صرف سات سال کی تھی، اور پوری پرورش اور تعلیم وتربیت کا انتظام دادا اور ماموں نے کیا، دینی اور شریف گھرانہ کے ماحول کے مطابق سب سے پہلے دینی اور قرآنی تعلیم پر توجہ دی گئی، ایک مقامی معلم حافظ قطب بخش گنگوہی سے تعلیم کا آغاز ہوا، قرآن شریف مکمل کرنے کے بعد اپنے چھوٹے ماموں مولوی محمد تقی صاحب گنگوہی کے پاس کرنال چلے گئے، اور اپنے ماموں مولوی محمد تقی گنگوہی اور مولوی محمد غوث گنگوہی سے فارسی کی کتابیں پڑھیں، بعدہ عربی کی تعلیم اپنے آبائی گاؤں رام پور کی ایک برگزیدہ شخصیت اور فاضل مولانا محمد حسن (عرف محمد بخش) رامپوری سے آغاز فرما کر اکثر نحو وصرف کی کتابیں پڑھیں، پھر مولانا محمد بخش ہی کے مشورہ سے شیخ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے، جو دہلی کالج میں استاذ اور مرجع العلماء تھے شروع میں تو داخلہ نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے علماء سے استفادہ کیا، چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الرشید میں خود حضرت کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

ابتداء ہم دہلی میں دوسرے اساتذہ سے پڑھتے تھے، لیکن تسکین نہیں ہوتی تھی، کہیں سبق تھوڑا ہوتا تھا، کہیں شبہات

کا جواب نہیں ملتا تھا، مگر جب مولانا مملوک علی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو ہمیں اطمینان ہو گیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتابیں ختم کرلیں۔ [1]

خیر حضرت مولانا مملوک علی کی خدمت میں بہت رہنے کا موقع ملا، اور علم میں جلا پیدا ہو گیا، بعض معقولات کی کتابیں مفتی صدر الدین آزردہ سے بھی پڑھیں۔

درسیات متوسطات اور معقولات وادب کی تکمیل کے بعد درس حدیث کے لئے دہلی کے نامور و ذی شان محدث حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددیؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور صحاح ستہ کا درس لیا اور اجازت حدیث حاصل کی، گویا دہلی میں حضرت امام ربانی گنگوہیؒ کا درسیاتی سفر تیزی سے طے ہوا، کافیہ وغیرہ متوسطات سے پڑھنا شروع کیا تھا، اور چار سال کی قلیل مدت میں دورۂ حدیث شریف تک جملہ درسیات کی اعلیٰ درجہ کی تکمیل پاکر فارغ ہو گئے۔

حضرت گنگوہیؒ کا حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ سے تعلق

حضرت گنگوہیؒ جب حضرت مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کرنے تشریف لائے تھے، تو اس سے قبل حضرت نانوتوی پہنچ چکے تھے، دونوں حضرات کی ملاقات وہیں ہوئی، وطنی نسبت اور قربت کی وجہ سے دونوں حضرات میں دوستی و ملاقات کے گہرے مراسم پیدا ہو گئے، دونوں حضرات چند کتابوں میں ہم سبق اور ساتھی ہیں، مگر اکثر کتابوں اور تعلیم کی ترتیب میں ایک دوسرے سے مختلف رہے ہیں، یہ جو مشہور ہے کہ دونوں نے ساتھ ہی فراغت پائی ہے غلط ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا فراغت کے بعد تدریسی سلسلہ

حضرت گنگوہی کے تعلیمی زمانہ ہی میں دہلی کے اندر بہت سے لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کرنا شروع کر دیا تھا، اور آپ نے طلبہ کو اسباق پڑھانا شروع کر دیا تھا، آپ چاہتے تو فراغت کے بعد بڑی بڑی سرکاری ملازمت یا ریاستوں میں عہدہ و منصب مل جاتا مگر آپ نے طالب علمی کے زمانہ ہی سے بلا کسی معاوضہ کے درس وافادہ کا ارادہ فرمالیا تھا، دہلی میں آپ سے استفادہ کرنے والوں میں سرفہرست مولانا ملا محمود دیوبندی ہی تھے، جو حضرت شیخ الہند کے استاذ تھے اور دار العلوم دیوبند کے پہلے مدرس مقرر ہوئے۔

[1] تذکرۃ الرشید ص ۳۰ ج ۱

خیر حضرت گنگوہی تعلیم کی تکمیل کے بعد گنگوہ تشریف لائے تو یہاں بھی تدریسی اسباب پیدا ہو گئے، سب سے پہلے نکوڑ سے مولوی سید مؤمن علی صاحب تعلیم کے لئے حاضر ہوئے اور پھر یہ سلسلہ ایسا جاری اور دراز ہوا کہ حیات کے آخری زمانہ تک کم وبیش چلتا رہا، آخری دور میں تو اتنی شہرت مل گئی کہ آپ کے حلقہ درس میں ایسے منتخب طالب علم اور شائقین حدیث آئے جن کے دم سے ہندوستان میں خدمت حدیث کا گلستاں لہلہا اٹھا، اور برصغیر کے دور دراز کونوں تک حضرت کے شاگرد پہنچ گئے اور ان میں سے اکثر نے اپنی اپنی جگہوں پر خدمت دین اور احیائے سنت کی بے نظیر خدمات انجام دیں۔

بیعت واجازت

حضرت گنگوہیؒ کے طالب علمی کے زمانہ ہی میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی حضرت مولانا مملوک علی صاحب کے یہاں تشریف لاتے رہتے تھے، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ حضرت حاجی صاحب کا بہت ہی احترام فرماتے تھے، حالانکہ حضرت نانوتوی حضرت حاجی صاحب سے عمر میں بھی بڑے تھے، اس احترام کو دیکھ کر حضرت گنگوہیؒ کے دل میں بھی حضرت حاجی صاحب کی عظمت وعقیدت بیٹھ گئی، دوسری طرف حضرت گنگوہیؒ پر حضرت شاہ عبد الغنیؒ کے علوم مرتبت اور اتباع سنت کا بھی گہرا اثر تھا، زمانہ طالب علمی میں قلبی رجحان حضرت شاہ صاحب ہی کی طرف تھا، مگر جب وطن واپس آئے تو اپنے گاؤں گنگوہ سے کسی ضرورت کی وجہ سے تھانہ بھون تشریف لے گئے، حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی اور حضرت حاجی صاحب نے توجہ فرمائی تو اب حاجی صاحب کی توجہ سے مالامال ہو گئے، اور اسی سفر میں حضرت حاجی صاحب سے بیعت بھی ہو گئے۔

طبیعت کا جوہر پہلے سے صیقل شدہ اور تیار تھا، بیعت کے بعد اس میں تابانی پیدا ہوئی اور روز افزوں اس میں اضافہ ہوتا گیا، حضرت پیر مرشد حاجی صاحب پر بھی گویا یہ منکشف ہو گیا تھا کہ یہ نوجوان مسترشد، تازہ دم فارغ طالب علم دین اور علم کے افق پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکے گا، اس کے دم سے ہزاروں خادمان حدیث تیار اور پچاسوں خانقاہیں آباد ہوں گی، اور یہ ہی اس قافلے کا قافلہ سالار اور دین وعلم کے شائقین کا مرجع ہوگا، اس لئے حضرت حاجی صاحب نے دو ملاقاتوں کے بعد مولانا کے تیسری مرتبہ تھانہ بھون آنے کے وقت اجازت وخلافت عنایت فرمادی، اور اس کے بعد جب حضرت حاجی صاحب گنگوہ گئے تو اپنی موجودگی میں ایک خاتون کو حضرت گنگوہی سے اپنے سامنے بیعت کرا کر گویا اس بات کا اعلان کر دیا کہ اب مولانا گنگوہی میرے قائم مقام ہیں۔

ذریعۂ معاش

حضرت گنگوہیؒ خلافت سے سرفراز ہوکر جب گنگوہ واپس تشریف لائے تو حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے حجرے کو اپنی قیام گاہ بنالیا، اور دن کے فارغ وقتوں میں مطب چلاتے، یہ ہی ان وقتوں میں ذریعہ معاش رہا اور جسمانی علاج کے ساتھ لوگوں کا روحانی علاج بھی شروع فرمایا۔

جنگ آزادی میں شرکت

ہندوستان میں جب انگریزوں کا تسلط بڑھا اور انہوں نے ہندو مسلم سب کو عیسائی مشنری سے جوڑ دینا چاہا اور اس ملک کے باشندوں کی حیات زندگی تنگ کردی تو ۱۸۵۷ء میں خانقاہ قدوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں کے خلاف صف آرا ہوگئے، اور اپنے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی ثم مہاجر مکی کی قیادت میں اور دوسرے رفقاء کی معیت میں، شاملی کے معرکہ جہاد میں شامل ہوکر خوب داد شجاعت پیش کی، جب میدان جنگ میں حافظ ضامن شہید ہوکر زمین پر گرے تو آپ ان کی نعش اٹھا کر مسجد کے قریب لے گئے اور پاس بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت شروع کردی۔

معرکہ شاملی کے بعد گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوگیا۔ تفصیل دیکھنی ہو تو تذکرۃ الرشید میں دیکھ سکتے ہیں، آپ کو رامپور سے گرفتار کرکے سہارنپور کی جیل میں بھیج دیا گیا، اس جیل خانہ میں بھی رشد وہدایت کا چشمہ جاری رہا، نماز با جماعت ادا ہوتی رہی، اور لوگ آپ سے بیعت ہوکر فیض حاصل کرتے رہے، تقریباً پندرہ دن سہارنپور جیل میں قیام کے بعد مظفرنگر جیل میں بھیجا گیا، وہاں آپ نے تقریباً چھ ماہ قیام فرمایا، اس اثناء میں آپ کی استقامت، جوانمردی، استقلال، پختگی، توکل، رضا، تدین، اتقا، شجاعت، ہمت اور سب پر طرہ حق تعالی کی اطاعت ومحبت جو آپ کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھی، اس درجہ حیرت انگیز ثابت ہوئیں کہ جن کی نظیر نہیں ملتی۔

بہر حال چھ ماہ تک حاکم نے ہر چند تحقیق کی اور تجسس وتفتیش میں پوری کوشش صرف کردی، مگر کچھ ثابت نہیں ہوا، اور ہر بات کا معقول جواب پایا آخر میں بری کئے گئے اور فیصلہ سنایا گیا کہ رشید احمد رہا ہوگئے، رہائی کے بعد واپسی پر اسی طرح درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمادیا جو تادم حیات جاری رہا۔

حضرت گنگوہیؒ کا فضل وکمال

حضرت امام ربانی کو سات سال کی عمر میں سب سے پہلا صدمہ پیش آیا کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور آپ

یتیم ہوگئے، والد مرحوم کے بعد آپ کے دادا قاضی پیر بخش صاحب اور چار ماموں نے ملکر آپ کی تربیت کی، خصوصاً آپ کے ماموں مولوی عبد الغنی صاحب آپ سے بہت ہی محبت کرتے تھے، ان حضرات نے تعلیم وتربیت پر خاص توجہ فرمائی اور آپ طبعی طور سے بھی سنجیدہ فہمیدہ اور شریف الطبع اور سلیم الفطرت تھے، بچپن کے زمانہ میں ہی اسی کھیل کے شوقین تھے جس میں شجاعت ومردانگی پائی جائے، لہو ولعب سے قطعاً تنفر تھے، آپ نے شروع ہی سے تعلیم وتربیت میں بہت پختگی حاصل کی، ہر فن میں ملکہ پیدا کرلیا تھا، اور تدریسی ودینی خدمات کیلئے اپنے آپ کو وقف کردیا، چنانچہ تذکرۃ الرشید میں ہے، پھر قصہ گرفتاری سے رہائی کے بعد باوجود ارشاد باطنی کے ظاہری علوم شرعیہ اور فنون دینیہ کی تعلیم میں زیادہ تر مشغول رہے، چند سال کے بعد جبکہ آپ تیسرے حج سے فارغ ہوکر ہندوستان پہنچے تو یہ مشغلہ اس قدر بڑھا کہ صحاح ستہ کے دورہ کا ایک سال ختم کرانے کا آپ نے التزام کرلیا اور اس دینی خدمت کیلئے اپنے نفس کو وقف کردیا گویا چاروں طرف یہ اعلان کردیا کہ جو دین حاصل کرنا اور حدیث پڑھنا چاہتا ہو اس کے لیے بطحائے پیغمبر کے لگائے ہوئے باغ کا دروازہ کھول دیا گیا اور حق تعالیٰ کی علمی وروحانی لذیذ نعمتوں کا دسترخوان بچھادیا گیا ہے جس کو اس طرف آنا ہے لپکے اور جس قدر کھایا جاوے کھائے حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلۂ روحانی کا سچا جانشین جس وقت سند خلافت کا صدر نشین ہوا، حق تعالیٰ کے غیبی فرشتوں نے منادی کردی اور اطراف ہند، برما، وسندھ ویورپ وپچھم بنگال وپنجاب، مدراس ودکن برار وممالک متوسط کابل وافغانستان کے بلاد متفرقہ میں ایک کھل بلی مچ گئی، گروہا گروہ طلبہ گنگوہ میں آنے لگے۔[1] (اور درس حدیث کے علوم ومعارف سے فیضیاب ہوتے رہے)

یہ درس کا سلسلہ ۱۳۱۴ھ تک جاری رہا ہے، تین سو سے زائد افراد نے آپ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی ان میں سے اکثر جبال العلم نے خدمت دین اور احیاء سنت کی بے نظیر خدمات انجام دیں، آپ کے آخری شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلویؒ تھے، جن کی وجہ سے آپ کا علمی خزانہ محفوظ ومرتب ہوکر شہرۂ آفاق فیض رساں ثابت ہوا۔

امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کی زندگی مکمل طور سے سنت پر عمل سے مزین عبارت تھی، زہد وتقوی، اتباع سنت، قناعت وطاعت، دین وشریعت پر استقامت بدعات کے استیصال، سنت کی اشاعت اور شعائر اسلام کو بلند کرنے اور دین کے معاملہ میں آپ آیۃ من آیات اللہ تھے۔

[1] ماخوذ تذکرۃ الرشید ص ۸۶ تا ۸۷، حصہ ۱

فقہ وفتاوی میں آپ کا قول حجت تھا، حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ آپ کو ابوحنیفہ عصر کہا کرتے تھے، اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ ابن عابدین شامی جیسے محقق اور وسیع النظر کو بھی فقیہ النفس نہیں مانتے تھے، جبکہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو فقیہ النفس قرار دیتے تھے۔ [1]

امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کے خلفاء

آپ کے خلفاء کی تعداد تو بہت ہے جو تذکرۃ الرشید اور دیگر کتابوں میں موجود ہے کبار خلفاء میں سرفہرست حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رائے پوریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں، اسی طرح آپ کے مشہور شاگردوں میں حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلویؒ شیخ ماجد علی اور مولانا حسین علی رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کی تصانیف

حضرت گنگوہیؒ کی متعدد تصانیف بھی ہیں، جیسے (۱) فتاوی رشیدیہ (۲) سبیل الرشاد (۳) زبدۃ المناسک (۴) ہدایۃ الشیعۃ (۴) فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب ودار الاسلام (٦) لطائف رشیدیہ (۷) ہدایت المعتدی فی قراء المقتدی (۸) القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیہ (۹) الحق الصریح فی اثبات التراویح (۱۰) رد الطغیان فی اوقاف القرآن (۱۱) اوثق العری (۱۲) فتاوی میلاد (۱۳) فتوی احتیاط الظہر (۱۴) ترجمہ امداد السلوک اردو، یہ تالیفات اگرچہ چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں مگر علوم کی کلید اور فنی مباحث کا عرق اور جوہر ہیں ان کا ایک ایک لفظ حل مباحث میں مددگار اور علوم کا مخزن معانی ہے۔

حضرت گنگوہی کے درسی افادات

مذکورہ بالا رسائل سے کہیں زیادہ قیمتی گراں قدر یادگار حضرت گنگوہیؒ کی درس حدیث کی تقریریں ہیں، حضرت کے افادات کو مختلف سالوں میں مختلف ہونہار شاگردوں نے قلم بند کیا ہے، مگر ان سب میں جو زیادہ محفوظ اور مفید ثابت ہوئی وہ حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلویؒ کے قلم سے صادر ہوئے درسی افادات ہیں۔

چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں کتب حدیث کا دورہ دو سال میں ہوتا تھا اور کتابیں یکے بعد دیگرے پڑھائی

[1] ماخوذ واستفاد تذکرۃ الرشید، الطیب الزکی، کشف الباری)

جاتی تھیں، پہلے ترمذی شریف پڑھاتے تھے، اور اس میں خوب سیر حاصل بحثیں فرماتے، مذاہب فقہاء اور ان کے دلائل اور فنی مباحث بسط و تفصیل سے پیش کرتے، پھر ابوداؤد پڑھاتے، پھر بخاری، مسلم، پھر نسائی اور اخیر میں ابن ماجہ پڑھاتے تھے۔

اخیر مرتبہ جو حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلویؒ کی خاطر پڑھایا تھا پورے انشراح کے ساتھ پڑھایا تھا، حضرت شیخ کے والد محترم حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلویؒ نے حضرت گنگوہی کی پوری تقریر کو عربی میں تحریر فرمایا، یہ سب طبع ہوئیں، چنانچہ بخاری شریف کی تقریر لامع الدراری اور ترمذی کی تقریر الکوکب الدری جس کو حضرت شیخ نے اپنی تعلیقات کے ساتھ شائع فرمایا اور مسلم شریف کی تقریر الحل المفہم اور نسائی شریف کی تقریر الفیض السمائی ان دونوں تقریروں کو حضرت الاستاذ شیخ مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور نے اپنی تعلیقات کے ساتھ شائع فرمایا ہے، اور ابوداؤد کی تقریر کا نام حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ نے الدر المنضود علی سنن ابی داؤد تجویز فرمایا تھا، مگر یہ تقریر ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے، مگر اس تقریر کی اہم ابحاث جو کسی شرح میں نہیں ملتیں ان کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اپنی شرح بذل المجہود میں موقع بموقع نقل فرما دیا ہے، نیز ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا محمد عاقل صاحب نے بھی اپنی ابوداؤد کی درسی تقریر الدر المنضود اردو میں بھی حضرت گنگوہی کی ابوداؤد کی تقریر سے خاصہ حصہ لے لیا ہے۔

دار العلوم و مظاہر علوم کی سرپرستی

۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتویؒ کی وفات کے بعد دار العلوم کے اور ۱۳۱۴ھ میں مدرسہ مظاہر علوم کی سرپرستی قبول فرما کر تادم حیات اس ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیتے رہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی وفات

حضرت امام ربانی طویل شدید امراض کے باوجود اپنے شب و روز کے معمولات کو استقامت کے ساتھ سرانجام دیتے رہے، اسی درمیان ایک رات جب تہجد میں مصروف تھے کہ پاؤں کی انگلیوں میں کسی جانور نے کاٹا، جس سے خون بہت نکلا، مگر محویت اور حضور کا یہ عالم تھا کہ نہ تو کسی جانور کے کاٹنے کا اور نہ خون نکلنے اور درد کا احساس ہوا، جب فرض نماز کے لئے حجرہ سے باہر نکلے تو ایک خادم نے خون کے اثرات دیکھے، اس وقت لباس وغیرہ بدل کر نماز پڑھائی، لیکن اس کے بعد سے طبیعت کمزور ہوتی چلی گئی، اور چند دن کے بعد پیر پر ورم آنا شروع ہو گیا، جو زانو تک پہنچ گیا، اور یہ ہی مرض

الوفات ثابت ہوا، چنانچہ تقریباً بیس دن بیمار رہ کر ۸/ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱/ اگست ۱۹۰۵ء کو جمعہ کے دن اٹھہر (۷۸) سال سات ماہ کی عمر پا کر داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی دن شام کو مغرب کے بعد گنگوہ میں دفن کئے گئے" رحمه الله تعالى رحمة واسعة"

آپ کا سن وفات اوجز میں یوں ہے:

انه فی الآخرة لمن الصالحین نیز کنت حمیدا مات شهیدا۔

اور مولانا عاش حمیدا مات شهیدا سے نکلتا ہے۔[1]

تذکرہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ

نام ونسب

نام احمد علی، لقب محدث سہارنپوری کنیت ابوحبیب والد کا نام شیخ لطف اللہ معروف پیر نھو۔

سلسلہ نسب یوں ہے: فخر المحدثین، الشیخ الجلیل ابوحبیب مولانا احمد علی محدث سہارنپوری بن شیخ (پیر نھو) لطف اللہ بن شیخ محمد جمیل (المعروف بالشیخ جوہراپن) بن شیخ محمد خلیل بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ بدرالدین بن شیخ صدرالدین بن شیخ الاسلام ابوسعید الانصاری رحمہم اللہ تعالی۔

نسبت

سہارنپوری انصاری، حنفی، اور اپنے استاذ وشیخ مرشد کی طرف نسبت کرتے ہوئے اسحاقی بھی کہلاتے ہیں۔

ولادت

سہارنپور آپ کا مولد ہے ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۲۵ء میں غیاث الدین تغلق کے عہد میں ایک بزرگ شاہ ہارون چشتی کے قیام سے سہارنپور کی آبادی کا آغاز ہوا، چنانچہ ابتداء میں شاہ ہارون پور کے نام سے موسوم رہا پھر رفتہ رفتہ کثرت استعمال سہارنپور ہوگیا۔

اسی شہر میں حضرت محدث سہارنپوری کی پیدائش ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء میں انصاری خاندان میں ہوئی۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد، مقدمہ اوجز المسالک ۴۱/ ۴۲، العناقید الغالیہ، ۳۶/ تا ۳۹، تذکرۃ الرشید، الطیب الزکی ۴۱/ تا ۶۲

تعلیم وتربیت

شروع میں پڑھنے کا شوق نہیں تھا کھیل کود اور کبوتر بازی وغیرہ میں مشغول رہے، ۱۸/اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیل علوم کی طرف متوجہ ہوئے ابتداء میں حضرت فقیہ سہارنپور مولانا سعادت علی کو آپ کی تعلیم کے انتظام کی طرف توجہ دلائی گئی تو حضرت فقیہ سہارنپور نے ایک آدمی کو آپ کی تعلیم پر مقرر کیا مگر جب مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے بعض الفاظ کے معنی ومطالب پوچھے تو وہ اس کے جواب پر قادر نہ ہوسکے تو حضرت محدث سہارنپوری سہارنپور سے بھاگ کر میرٹھ چلے گئے، اور وہاں جا کر حفظ قرآن مکمل فرمایا، اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی، پھر سہارنپور واپس تشریف لائے اور فقیہ سہارنپور حضرت مولانا سعادت علی سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اور پھر دہلی جا کر استاذ الاساتذہ مشائخ وقت حضرت علامہ ومولانا مملوک علی نانوتویؒ کے پاس پہنچ کر زانوئے تلمذ طے فرمایا، اور مولانا وصی الدین سہارنپوری سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا، ان دونوں حضرات سے درسی تمام کتب کو سبقاً مکمل فرمایا، اور صحیح بخاری شریف کا اکثر حصہ شیخ وجیہ الدین صدیقی سے سہارنپور میں پڑھا، شیخ وجیہ الدین مولانا عبدالحی کے واسطے سے شاہ عبدالقادر دہلوی کے سلسلہ سند واجازت میں شامل تھے، اور شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ اس زمانہ میں ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے، اس لئے محدث سہارنپوری ان سے حدیث کی سند حاصل کرنے کی غرض سے ان کی خدمت میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور تمام کتب صحاح ستہ کو سبقاً سبقاً پڑھا۔

پڑھنے کے زمانہ میں بڑی جفاکشی کی، فجر سے ظہر تک حرم شریف میں بیٹھ کر احادیث کو اپنی کاپی پر نقل کرتے، اور ظہر سے عصر تک حضرت شاہ صاحب سے پڑھتے، کیونکہ اس وقت کتابیں مطبوع نہیں ملتی تھیں، اس لئے اپنے خط سے لکھ کر روزانہ پڑھتے تھے، آپ کا خط نہایت ہی پاکیزہ تھا، ابوداؤد کا ایک مکمل نسخہ محدث سہارنپوری کے ہاتھ سے لکھا ہوا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے پاس بذل المجہود کے کام کے وقت موجود تھا۔

مطبع احمدی دہلی کا قیام

حضرت شیخؒ نے مقدمہ اوجز میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت محدث سہارنپوری ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں حجاز سے واپس آکر دہلی میں مطبع احمدی کے نام سے ایک پریس جاری کیا، اس زمانہ میں پریس کا آغاز ہندوستان میں نیا نیا ہوا تھا، اس مطبع کے ذریعہ حضرت محدث سہارنپوری نے دیگر کتابوں کے علاوہ خاص طور سے احادیث کی کتابوں پر توجہ دی

اور کتب احادیث کی اشاعت کا کام بہت ہوا، اس مطبع کی کتابیں صحت کے لحاظ سے معیاری سمجھی جاتی تھیں، کیونکہ آپ خود سے ان کتابوں پر عمیق نظر فرماتے تھے، اور مختلف کتابوں پر نوٹ اور حاشیہ چڑھاتے، خاص کر بخاری شریف کا نہایت عمدہ حاشیہ تحریر فرمایا، اور پچیس پارہ تک کام ہونے کے بعد طبیعت نے ساتھ چھوڑ دیا تو آگے کام مکمل کرنے کے لئے اپنے لائق اور فائق شاگرد متبحر عالم دین حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو حکم فرمایا تو حضرت نانوتوی نے بقیہ پانچ پاروں کا عمدہ اور اسی طرح کا محقق حاشیہ تحریر فرمایا کہ زیادہ فرق بھی محسوس نہیں ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نے تاریخ مظاہر میں ص ۱۴۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ (حضرت محدث سہارنپوری) کتب حدیث میں بین السطور حاشیے کے بعد جہاں جہاں ۱۲ مولانا کا لفظ آتا ہے اس کے لکھنے والے یہی مولانا احمد علی صاحب ہیں اور مولانا کا مصداق حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب ہیں۔

کتب حدیث پر حضرت محدث سہارنپوری کے حواشی یکساں طور پر تمام علماء میں مسلم اور مقبول ہیں، کیونکہ حضرت محدث سہارنپوری نے اس سلسلہ میں بڑی محنت شاقہ اور جگر کاوی کی ہے، خود بخاری شریف کے حاشیہ کے خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد فيقول العبد الراجي رحمة ربه القوى الخادم للحديث النبوى احمد على السهارنفورى انه قد استتب بعون الملك البارى طبع الصحيح اللجامع للحافظ الامام شيخ الاسلام سيد المحدثين محمد بن اسماعيل البخارى رحمه الله بعد ما صرفت برهة من دهرى، وظمئت نهارى، وسهرت ليلى فى تصحيح مبانه وتوضيح معانيه، وتنقيح مطالبه، وتصريح مأربه، وتبيين اسماء الرجال بالحركات واللانساب والكنى والالقاب على حسب مايقتضيه المقام ويستدعيه المرام، ولم آل جهدا فى توصيف مالخصته من شروح هذاالكتاب.[1]

ترجمہ: اللہ رب قوی کی رحمت کا امیدوار حدیث نبوی کا خادم احمد علی سہارنپوری کہ خداوند تعالی کی مدد سے حافظ الحدیث امام المحدثین، شیخ الاسلام، سید المحدثین حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی طباعت کا کام اتمام کو پہنچا، اس کیلئے میں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ صرف کیا ہے، دنوں کو بے آرام کیا ہے، اور راتوں کو بیداری کی حالت میں گزارا، بخاری کے الفاظ و معنی کی تصحیح اور مطالب کی توضیح اور تنقیح کی غرض سے اور اسماء الرجال کی حرکتوں

[1] حاشیہ بخاری بعنوان خاتم الطبع ص:۱۱۲۹ ج:۲

اوران کے انساب وکنیتوں اور القاب کی وضاحت کے پیش نظر جوان مقامات کے تقاضہ کے مطابق ضروری تھا، جس کی وجہ مقصد اور مراد پر پوری واقفیت حاصل ہوجائے، اوراس کتاب کی تلخیص وشرح میں مضبوطی قائم کرنے میں کسی طرح کی کسر نہیں چھوڑی۔

ذریعہ معاش اور سخاوت

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ حضرت محدث سہارنپوری کا ذریعہ معاش کتابوں کی طباعت اوراس کی تجارت تھی، اس کی وجہ سے مالی فروانی خوب حاصل تھی، خوب خوش حالی اور فراغت کے ساتھ زندگی گزارر ہے تھے، روزانہ نئی پوشاک زیب تن کرتے اور غرباء کوتقسیم کردیتے، معمول یہ تھا رمضان شروع ہونے سے پہلے سال بھر کے دنوں کی تعداد کے اعتبار سے تین تین کپڑے سلاتے، کرتے، پاجامے، اور ٹوپیاں سلوالی جاتی تھیں اور علی الصباح جو سائل سب سے پہلے مکان پر پہنچتا اسے تینوں کپڑے دیدیتے، اس کے علاوہ غرباء وفقراء پر بے پناہ خرچ کرتے، مگر ۱۸۵۷ء میں سب کچھ لٹ گیا، تو دو برس اپنے مکان میں درس دینے کے بعد رئیس میرٹھ شیخ الٰہی بخش کی طرف کلکتہ جاکر کاروبار جاری کیا، جس سے آپ کو پانچ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی حاصل ہوتی تھی، (جواس وقت بہت بڑی آمدنی کہلاتی تھی)

اور جب کلکتہ سے گھر سہارنپور آتے تو مظاہر علوم کی بڑی مدد فرماتے، دوطلبہ کا کھانا آپ کے یہاں سے مقرر تھا، سالانہ جلسہ کے موقع پر بخاری شریف انعام میں بچوں کو دیتے اور مدرسہ کی ابتدائی عمارت ومسجد کی تعمیر کیلئے دس ہزار کی خطیر رقم سے بھی تعاون فرمایا، اور دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی چندہ دہندگان میں بھی آپ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی سرپرستی اور درس حدیث

اوپر کی باتوں سے واضح ہوگیا کہ حضرت محدث سہارنپوری کی توجہات وعنایات مدرسہ مظاہر علوم کی طرف کلکتہ کے قیام ہی کے زمانہ سے شروع ہوچکی تھیں، مگر باضابطہ منسلک نہیں ہوئے تھے، جب حضرت مولانا سعادت علی صاحب کا وصال ہوگیا تو ان کی جگہ خالی تھی مدرسہ کی نیابت کسی کے سپرد نہیں ہوئی تھی، حضرت محدث سہارنپوریؒ نے کلکتہ کو ترک فرماکر جب سہارنپور میں مستقل قیام فرمالیا، تو حضرت مولانا مرحوم کی جگہ حضرت محدث سہارنپوری کا نام لکھا جانے لگا، تاریخ مظاہر علوم میں حضرت شیخؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ نے

جن کے تقدس اور کمال کی آواز سے ہندوستان گونج رہا ہے، مدرسہ کی سرپرستی کا بار اپنے دوش پر اٹھایا اور ایک خاص بڑی جماعت کو مدرسہ کی مسجد میں بیٹھا کر بلا معاوضہ صحاح ستہ کا درس دیا، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت محدث سہارنپوری نے جن کتابوں کا درس دیا ہے ان کی تفصیل یوں ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شمائل ترمذی، مشکوۃ المصابیح، مؤطا امام محمد، جامع صغیر، جلالین، ترجمہ قرآن مجید، احیاء العلوم، در مختار، سراجی، قدوری اور شرح جامی۔

حضرت محدث سہارنپوریؒ مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھانے کے ساتھ اپنے گھر پر بھی پڑھاتے تھے، دارالعلوم دیوبند سے قبل مظاہر علوم میں دورۂ حدیث کا آغاز ہو چکا تھا، اور حضرت محدث سہارنپوری کی برکت سے یہاں کے طلباء میں اضافہ ہو گیا تھا، چنانچہ حضرت شیخؒ نے تاریخ مظاہر علوم میں تحریر فرمایا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں صرف پانچ طلباء دورۂ حدیث شریف میں تھے جبکہ مظاہر علوم میں اس وقت طلباء دورۂ حدیث کی تعداد اڑتیس ۳۸ ر تک پہنچ چکی تھی۔

دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد حضرت محدث سہارنپوری کے ہاتھ سے ہوا

۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں دارالعلوم دیوبند کی سب سے پہلی عمارت تعمیر ہوئی جو نودرے کے نام سے موسوم ہے، اس کا سنگ بنیاد حضرت محدث سہارنپوریؒ کے دست مبارک سے رکھوایا گیا، روداد دارالعلوم دیوبند ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں لکھا ہے کہ اول پتھر بنیاد کا جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب نے اپنے دست مبارک سے رکھا اور بعد میں جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب و مولانا مولوی رشید احمد اور مولانا محمد مظہر صاحب نے ایک ایک اینٹ رکھی۔

حضرت محدث سہارنپوری کے نامور تلامذہ

آپ کے تو بہت سارے شاگرد پیدا ہوئے مگر ان میں سے چند نامور تلامذہ یہ ہیں:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری، علامہ شبلی نعمانی، مولانا صدیق دیوبندی وغیرہم۔

حضرت محدث سہارنپوریؒ کو اپنے عہد میں مرجعیت و مرکزیت حاصل تھی، اکثر علماء تکمیل علوم کے بعد اجازت حدیث کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اس زمانہ کا مشکل سے کوئی ممتاز محدث ہوگا جس نے محدث

سہارنپوری سے سند حدیث واجازت حدیث حاصل نہ کی ہو۔

تصنیفات محدث سہارنپوری

حضرت محدث سہارنپوریؒ نے اکثر کتب حدیث کے حواشی وتعلیق کا کام کیا ہے، مگران میں سب سے زیادہ مشہور ومتداول بخاری شریف کا حاشیہ ہے اسی طرح کئی بے نظیر رسالے بھی تحریر کیے ہیں جن میں سے ایک رسالہ الدلیل القوی علی ترک قرأۃ المقتدی ہے۔

حضرت محدث سہارنپوری کی وفات

محدث سہارنپوریؒ پرآخر عمر میں فالج کا حملہ ہوا، اسی سال ۶ رجمادی الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۷راپریل ۱۸۸۰ بروز شنبہ داعی اجل کو لبیک کہا، ۷۲رسال کی عمر پائی، سہارنپوری میں عیدگاہ کے قریب اپنے آبائی قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔

محدث سہارنپوری کی وفات پر سرسید احمد شہید کے تأثرات

حضرت محدث سہارنپوریؒ کی وفات پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی سرسید احمد شہید نے اپنے دلی تأثرات کا ان الفاظ میں اظہار کیا:

مولوی محمد قاسم صاحب کے واقعہ کی خبر ہم لکھ ہی چکے ہین کہ دفعتاً ہم کو دوسری ویسی ہی حسرت ناک خبر جناب مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ کے واقعہ جاں کی پہنچی ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

مولوی محمد قاسم کے واقعہ کے متصل اس واقعہ کا ہونا اور بھی زیادہ حسرت وافسوس کا باعث ہے۔

ایک ہی وقت میں دو ایسے بزرگان دین کا اٹھ جانا درحقیقت نہایت اندوہ ناک واقعات ہیں، مولوی احمد علی صاحب اگرچہ اب بہت ضعیف ہوگئے تھے، لیکن بایں ہمہ بہت غنیمت تھے، انہوں نے حدیث کواس طریق پر حاصل نہیں کیا تھا جس طرح سے اکثر علماء کا دستور ہے کہ سند کے سلسلہ کو درست کرنے کی نیت سے کسی کتاب کے چند ورق یا چند جز کسی صاحب سند عالم سے پڑھ لئے اور بے فکر ہوگئے۔

جناب مولوی احمد علی صاحب نے تمام کتب صحاح اور بعض دیگر کتب حدیث کو من اولہ والی آخرہ۔ مولوی محمد اسحاق صاحب سے سبقاً سبقاً پڑھا تھا اور جب کہ مولوی محمد اسحاق صاحب نے دہلی سے ہجرت فرمائی تو

مولوی احمد علی صاحب مکہ معظّمہ کوتشریف لے گئے، اور خاص حرم بیت اللہ میں حدیث کی کتابوں کو مولوی محمد اسحاق صاحب سے تمام کیا اور اس کے بعد ہندوستان واپس آئے اور یہاں پہنچ کرانہوں نے حدیث کی کتابوں کو نہایت عمدگی اور صحت سے چھاپا اور ان کو مشتہر کیا، خصوصاً بخاری کو جس خوبی اور عمدگی سے انہوں نے چھاپا وہ ان کی ایک بے نظیر کوشش تھی۔

آخری عمر میں جناب ممدوح نے اپنے آپ کو مدرسہ سہارنپور کی خدمات کے لئے جو کچھ ان سے اس وقت ممکن تھا وقف کر دیا تھا، اور اسی شغل میں ان کا حسن خاتمہ ہوا۔

خدا غریق رحمت کرے یہی راہ سب کو چلنی ہے جو اس وقت زندہ ہیں ان کی نسبت بھی کسی وقت سنا جاوے گا کہ نہیں رہے "کل من علیها فان"۔ [1]

تذکرہ
حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سہارنپوریؒ

نام ونسب:

آپ کا نام منظور احمد والد کا نام منشی عنایت اللہ صاحبؒ برادری کے اعتبار سے خان تھے، وطن سہارنپور ہی تھا۔

ولادت وتعلیم

سہارنپور شہر ہی میں آپ کی پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے محلہ ہی میں پائی اور ۱۳۱۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر حمد باری، کریما، گلزار دبستاں وغیرہ کتب فارسی سے تعلیم کا آغاز فرمایا پھر درجہ بدرجہ نصاب تعلیم کی تکمیل فرماتے ہوئے ۱۳۲۸ھ میں دورۂ حدیث شریف کی کتب احادیث کبار مشائخ سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

آپ کے علیا اساتذہ

تکمیل علوم کے آخری سال میں آپ کے اساتذہ مع ترتیب کتب یوں ہے:

بیضاوی شریف، بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف مع شمائل، شرح نخبۃ الفکر، ہدایہ آخرین، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ (صاحب بذل المجہود) سے پڑھیں، توضیح تلویح، مسلم الثبوت اور نسائی شریف حضرت مولانا

[1] ماخوذ واستفاد، مقدمہ اوجز المسالک ۳۵، العناقید الغالیہ ۲۹ /تا ۳۱، تاریخ مظاہر علوم مؤلفہ حضرت شیخ ۲۷ تا ۴۱، سوانح علماء دیوبند ۲۴۳ تا ۲۵۲ ج ۱

نورالحسن صاحبؒ سے پڑھیں، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ سے اور ابن ماجہ حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ سے پڑھی۔

دورۂ حدیث میں ہم سبق رفقاء

دورۂ حدیث شریف میں آپ کے ممتاز اور مخصوص رفقاء مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا شاہ گل صاحبؒ ولد شاہنواز خاں ضلع کوہاٹ مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلویؒ، مولانا شمس الحق برادر مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، نیز مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ شمائل ترمذی میں آپ کے رفیق درس تھے۔

تکمیل علوم وفنون

شوال ۱۳۲۹ھ میں آپ نے دوبارہ مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر درمختار، شرح عقائد، میر زاہد، امور عامہ اقلیدس، خلاصۃ الحساب، شرح **چغمینی** تصریح سبعہ معلقہ، صدرا قاضی مبارک، شمس بازغہ وغیرہ کتب پڑھیں۔

تدریسی خدمات

۱۳۳۰ھ میں آپ اپنی مادر علمی مظاہر علوم سہارنپور کے معین مدرس (بلا مشاہرہ) بنائے گئے، دو سال کے بعد باضابطہ طور سے تعیین مشاہرہ کے ساتھ آپ کا تقرر ہوا، اور درس وتدریس کے مختلف منازل طے کرتے ہوئے شوال ۱۳۴۵ھ مئی ۱۹۲۷ء میں استاذ حدیث بن کر اول مرتبہ مشکوۃ شریف پڑھائی، نیز اسی سال پہلی مرتبہ خارج اوقات میں ابن ماجہ کا درس بھی دیا، اور ایک سال کے بعد آپ کو استاذ دورۂ حدیث منتخب کرلیا گیا، چنانچہ ۱۳۴۶ھ میں آپ نے نسائی شریف، ابن ماجہ شریف کے ساتھ ہدایہ آخرین مطول صدرا اور مشکوۃ شریف پڑھائیں، شوال ۱۳۴۷ھ میں پہلی مرتبہ بیضاوی شریف پڑھائی اور ۱۳۴۸ھ میں پہلی مرتبہ مسلم شریف کا درس آپ کے یہاں ہوا۔

تدریسی ملکہ

نصف صدی سے زائد عرصہ آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں قال اللہ وقال الرسول ﷺ میں گزارا، آپ کو تعلیم وتعلم اور درس وتدریس میں خصوصی ملکہ اور ید طولیٰ حاصل تھا، ابن ماجہ اور مؤطا کا درس آپ دونوں روایتوں میں دیتے تھے، آپ کا اہم سبق مسلم شریف اور ابوداؤد شریف کا تھا، تقریباً چونتیس سال تک آپ نے مسلم شریف کا کامل درس دیا ہے۔

آپ زمانہ تدریس میں مختلف علوم وفنون خصوصاً حدیث تفسیر وفقہ اور علوم فرائض کے ماہر استاذ تھے، آپ جس کتاب کو پڑھاتے کما حقہ حق ادا کرنے کے فکرمند رہتے تھے آپ کے زمانہ تدریس کا کل عرصہ ۵۸ اٹھاون سال کا ہے، اور کتب احادیث کا تدریسی زمانہ لگ بھگ چالیس سال ہے۔

آپ کے نامور تلامذہ

آپ کے فیضان علمی سے سیراب ہونے والے اس دور کے سیکڑوں ماہر علم وفن ہیں، خاص کر مظاہر علوم سہارنپور کے مشائخ میں حضرت شیخ مولانا یونس صاحب جونپوریؒ، حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین اجراڑویؒ، حضرت مولانا عاقل صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا سید وقار علی صاحب بجنوریؒ، اور شیخ الادب حضرت مولانا اطہر حسین صاحبؒ وغیرہم نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے فرمایا ہے۔

آپ کی صفات حمیدہ

آپ فرائض وواجبات کے پابند، عبادت کے شوقین نوافل خصوصاً تہجد پر مداومت کرنے والے، نہایت متواضع، کریم الاخلاق، عظیم الصفات، ذاکر وشاغل، حلیم الطبع، شریف مزاج، نہایت امانت دار تھے، طلبہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے، طلبہ پر نہایت شفیق تھے کہ بسا اوقات طلبہ کے ساتھ اپنا کھانا منگوا کر کھاتے تھے، اور انہیں کھلاتے تھے، عاجزی انکساری کوٹ کوٹ کر بھری پڑی تھی، چھوٹا ہو یا بڑا سب کو سلام کرنے میں سبقت کرتے تھے۔

آپ عابد وزاہد آخرت کی طرف راغب اور دنیا سے نفرت رکھنے والے منفرد شخص تھے، بقدر کفاف پر قانع اور کھانے پینے اور رہن سہن میں سادگی کو پسند فرماتے تھے، سنتوں کے عاشق اور بدعات سے متنفر تھے۔

بیعت وسلوک

آپ اپنے شیخ اور مربی کامل حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ان کی صحبت وخدمت کو سعادت سمجھ کر ان کو لازم پکڑے ہوئے تھے۔

تصنیف

آپ نے اس شغل کے ساتھ اپنے آپ کو مشغول نہ کیا، مگر آپ کی مسلم شریف کی متعدد سالوں کی درسی تقاریر کا ایک مجموعہ جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے مظاہر علوم کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

وفات

۲۳ر جمادی الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۶۸ء دوشنبہ کو سہارنپور مین وفات پائی اور حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور قدیم قبرستان حاجی شاہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی "رحمۃ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ"۔[1]

تذکرہ

شیخ کامل حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ

ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نام ونسب:

اصل نام اسعد اللہ تاریخی نام مرغوب اللہ اور چراغ علی والد کا نام رشید اللہ کنیت ابو محمد اللہ نسبت رامپوری مسلکا حنفی تلمیذا مظاہری ہے۔

سلسلۂ نسب:

مناظر اسلام العلامۃ المحدث جامع المعقول والمنقول شیخ طریقت محمد اسعد اللہ بن مولانا رشید الدین بن مولانا مفتی بشارت اللہ بن العلامۃ المفتی سعد اللہ رامپوریؒ۔

ولادت باسعادت

ضلع رامپور یوپی کے ایک قصبہ مصطفی آباد میں شوال المکرم ۱۳۱۴ھ بروز پیر آپ کی پیدائش ہوئی، آپ کے دادا نے تاریخی نام مرغوب اللہ رکھا بعد میں اسعد اللہ سے موسوم ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ کا گھرانہ علمی تھا اس لئے شروع ہی سے دینی تعلیم پر توجہ دی گئی، چنانچہ بنیادی تعلیم اور ناظرہ قرآن مجید اپنی والدہ محترمہ سے پڑھا اور ابتدائی فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے گاؤں کے ہی ایک سرکاری اسکول میں

---

[1] ماخوذ ومستفاد، علما العناقید الغالیہ عن الاسانید العالیہ ص ۷۰، مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی وتصنیفی خدمات ص ۵۴ تا ۵۵ ج ۵، آئینہ مظاہر علوم شیخ الادب نمبر (۱۵۹ تا ۱۶۰)

انگریزی تعلیم حاصل کی، پھر شوال ۱۳۲۹ھ کے آخر میں اپنے چچا حکیم مولانا فضل اللہ صاحبؒ کے ساتھ رامپور سے تھانہ بھون تشریف لائے، اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی، خانقاہ امدادیہ میں داخلہ لیکر ابتدائی عربی سے لیکر متوسط کتابیں حضرت العلام مولانا عبداللہ گنگوہیؒ متوفی ۱۳۳۹ھ سے پڑھیں، پھر حکیم الامت الامام العارفین حضرت العلام مولانا اشرف علی تھانویؒ متوفی ۱۳۶۲ھ سے ترجمہ قرآن پاک اور مشکوۃ شریف دو سال پڑھیں، نیز تھانہ بھون کے زمانہ قیام میں متعدد کتابیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ سے بھی پڑھیں۔

پھر ۲۲ر شوال المکرم ۱۳۳۳ھ میں آپ تھانہ بھون سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے، یہاں مشکوۃ شریف، ہدایہ اولین، مختصر المعانی، سلم العلوم، مقامات حریری، ہدیہ سعیدیہ، ملاحسن، نخبۃ الفکر وغیرہ کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا، ۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیکر کتب صحاح ستہ کے ساتھ جلالین شریف، شرح عقائد نسفی مع خیالی، ملا جلالی سے پڑھیں۔

چنانچہ بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف محدث شہیر حضرت علامہ مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلویؒ سے پڑھیں، اور بقیہ کتب حدیث حضرت مولانا ثابت علی صاحبؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سے پڑھیں اور حدیث کی کتابوں کے چند حصے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ سے بھی پڑھیں ہیں، پھر فنون میں داخلہ لیکر دو سال ۱۳۳۵ھ و ۱۳۳۶ھ میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔

چند شرکائے دورۂ حدیث

آپ کے ساتھ اس سال دورۂ حدیث شریف میں پندرہ رفقاء تھے، جن میں سے چند ممتاز و مخصوص حضرات مندرجہ ذیل ہیں ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ، مولانا خیر محمد صاحب مظفر گڑھی مہاجر مکیؒ بانی رباط منزل الخیر مدینہ منورہ، مولانا عبدالغنی صاحب بارہ بنکویؒ تھے۔

سابق استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، علامہ صدیق احمد صاحب کشمیریؒ، امام النحو والمنطق، مولانا محمد بخش صاحبؒ ڈیرہ غازی خان (پاکستان)

تعلیمی وتدریسی خدمات

فراغت کے بعد اولاً آپ مظاہر علوم کی مشہور انجمن ہدایت الرشیدی (شعبہ دعوت وتبلیغ) کے ناظم مقرر کئے گئے، پھر ۱۳۳۷ھ میں آپ معین مدرس بنائے گئے، اس کے ایک سال بعد ۱۳۳۸ھ میں پندرہ روپئے مشاہرہ پر مستقل مدرسہ مظاہر علوم کے استاذ بنادئے گئے۔

آپ نے مظاہر علوم کے تدریسی زمانہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، صرف، معانی والبیان، ادب، منطق، فلسفہ، مناظرہ، طب وغیرہ مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں، اور کتب حدیث میں: ابوداؤد شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، صحیح مسلم مکمل مکمل کئی سال تک پڑھائیں، اور بخاری شریف، ترمذی شریف کے بھی بعض حصے پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

آپ جس کتاب کو بھی پڑھاتے تھے، مختصر مگر جامع اور محقق تقریر کے ذریعہ طلباء کی تشفی کا سامان فراہم کرتے تھے۔

زمانہ ارتداد میں لوگوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر بے چینی

آپ کی پوری زندگی علم وعمل اور احیائے دین کی خدمت میں گزری، چنانچہ ۱۳۴۱ھ میں جب آگرہ کے علاقہ اور ریواڑی، پنجاب، راجپوتانہ، متھرا، نوگانوہ وغیرہ کے علاقہ میں ارتداد اور شدھی کے سنگین وہولناک حالات پیش آئے تو آپ بے چین ہوگئے، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں کا چکر لگاتے اور مسلمانوں کے ایمان واسلام کی حفاظت کی خاطر تقریریں کرتے، مناظرہ کی مجلسیں منعقد کرتے اور آریوں کو اسلام کی حقانیت سمجھا کر دعوت دیتے، اسلام سے متعلق بغض وعناد بھرے علاقہ میں جہاں کوئی شناسا تو کیا ملتا، کلمہ گو بھی نہیں ہوتا تھا آپ تمام خطرات وخدشات کا مقابلہ کرتے ہوئے کبھی ایک وفد کے ساتھ تو کبھی تن تنہا پہنچ جاتے اور پورے عزم وایقان کے ساتھ وحدانیت اور رسالت پر پر مغز تقریر فرماتے اور اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیتے۔

جب کسی علاقہ یا گاؤں کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہاں صبح کو ارتداد کا بازار گرم ہوگا اور آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈر پنڈت مدن موہن مالویہ، شردھانند، پنڈت دھرم بھکشو وغیرہ آئیں گے، تو آپ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے اور ہزاروں دقتیں اٹھا کر راتوں رات اس علاقہ میں پہنچ جاتے، اور صبح ہوتے ہی مدلل ومستحکم تقریر کے ذریعہ کمان اپنے

ہاتھ میں لے لیتے اور اہل باطل پر اس قدر عرصہ حیات تنگ کر دیتے کہ انہیں راہِ فرار اختیار کرنی پڑتی، بسا اوقات اہل باطل کے علم بردار آپ کے پہنچتے ہی پروگرام ملتوی کر کے بھاگ جاتے۔

الغرض آپ نے مختلف فرق ضالہ مثلاً آریوں، مسیحیوں، قادیانیوں اور بدعتیوں وغیرہ سے مختلف مقامات پر مناظرہ کیا اور ہر جگہ تمام مناظروں میں کامیاب ہو کر لوٹے، کیونکہ آپ انتہائی ذہین فطین اور حاضر جواب ماہر فن عمدہ مناظر تھے۔

جزاه الله تعالى عن جميع المسلمين وتقبله الله تعالى بمنه و كرمه آمين.

شاعری کا ذوق

شعر وشاعری کا ذوق فطری تھا، نوعمری سے ہی اشعار غزلیں، نعتیں اور مدحیہ قصائد بکثرت کہنے شروع کر دئے تھے، شروع میں مشاعروں میں بھی شرکت کرتے تھے، اور اپنا کلام بھی سناتے تھے، اسعد اور فضل آپ کا تخلص تھا، اونچے اور نامور شعراء آپ کے کلام سے محظوظ ہوتے تھے، اور آپ کو سلطان کشور سخندانی، سربرائے ملک معانی، تاج البلغاء، سراج الادباء جیسے القاب سے آپ کو یاد کرتے تھے، اس سلسلہ میں آپ کا مختصر مجموعہ کلام، کلام اسعد کے نام سے طبع ہو چکا ہے، اسی طرح آپ کے ادبی خطوط کا مجموعہ صحائف اسعد کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

اسفار برماوحج

آپ زیادہ سفر نہیں کرتے تھے، ہمیشہ مظاہر علوم کی علمی دینی، تنظیمی خدمات سے جڑے رہے، مگر اہل برما کے اصرار پر دو مرتبہ سفر کیا، پہلی مرتبہ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ میں جامعہ راندیریہ رنگون کے ناظم اعلی ہونے کی حیثیت سے گئے تھے، جناب سیٹھ داؤد ہاشم یوسف صاحب کا اصرار تھا کہ آپ یہیں مستقل قیام فرمالیں، مگر مظاہر علوم کی مفارقت گوارہ نہیں تھی، اس لئے ایک سال رہ کر واپس آگئے۔

دوسرا سفر ماہِ صفر المظفر ۱۳۵۴ھ میں اسی مقصد کے لئے ہوا، اور ماہِ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ میں وہیں سے حج کیلئے تشریف لے گئے، اور واپس برما آگئے، رنگون کا یہ دوسرا سفر ۲۵/محرم الحرام ۱۳۵۶ھ ۸/اپریل ۱۹۳۷ء پنجشنبہ کو پورا ہوا اور سہارنپور تشریف لے آئے، مجموعی طور سے کل تین سال برما میں قیام فرمایا، وہاں آپ کی ذات سے جامعہ کو بہت فائدہ ہوا، پورا نظم ونسق کنٹرول میں آگیا عامۃ المسلمین میں علمی، دینی، تبلیغی فضاء قائم ہوئی، آپ بہترین واعظ بھی تھے، اس لئے آپ کی تقریر سے ہر چہار جانب شریعت وسنت سے لوگ آشنا اور بدعت سے متنفر ہو کر آپ کے گرویدہ ہو گئے

تھے، آپ کی واپسی کے بعد مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی فاضل مظاہرعلوم ومجاز بیعت حضرت اقدس تھانویؒ ۲۷؍صفر ۱۳۵۶ھ میں اسی عہدۂ نظامت کو قبول فرما کر برما تشریف لے گئے۔

عہدۂ نظامت

یکم صفر ۱۳۶۵ھ میں مجلس شوریٰ مدرسہ مظاہرعلوم کے فیصلہ کے مطابق آپ نائب ناظم بنائے گئے، اور پھر حضرت مولانا عبداللطیف صاحب (ناظم اعلیٰ) کے سانحہ ارتحال کے بعد یکم محرم الحرام ۱۳۷۴ھ میں آپ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے، ۱۳۷۴ھ سے ۱۳۸۵ھ تک آپ نے مظاہرعلوم جیسی معیاری دینی درسگاہ کے عہدۂ نظامت پر فائز رہ کر تن تنہا نظام کو جس طرح کنٹرول کیا یہ آپ کی بیدار مغزی اور حوصلہ مندی کا بھرپور ثبوت ہے، اس کی کچھ تفصیلی رپورٹ آپ خود جناب تسکین صاحب قریشی کو ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں، جو علماء مظاہرعلوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات نامی کتاب کے صفحہ ۳۹ سے لیکر ۱۴۱ ج ۲ تک میں موجود ہے ملاحظہ فرمالیں۔

پھر آپ کی پیرانہ سالی، ضعف وکمزوری کو دیکھتے ہوئے مجلس شوریٰ نے یکم رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ میں آپ کی نیابت کیلئے نائب ناظم کے عہدہ پر حضرت فقیہ الاسلام مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو مقرر کیا۔

آپ کا اصلاحی تعلق وخلافت

آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں ہی حضرت حکیم الامت مربی شہیر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت کی درخواست کی تھی، حضرت تھانویؒ طلباء کو بیعت نہیں فرماتے تھے کہ پہلے تعلیم مکمل کرلو اس کے بعد بیعت ہونا، لیکن آپ کی صلاحیتوں اور درخشاں مستقبل کو محسوس فرما کر اسی وقت بیعت فرمالیا اور چند سالوں کی ریاضت کرا کے پھر چاروں سلسلہ میں آپ کو اجازت بھی مرحمت فرمادی۔

آپ کی ذات سے جس طرح علمی فیضان جاری ہوکر ہزاروں کو سیراب کیا اسی طرح آپ کی روحانی سلسلہ کو بھی ترقی ہوئی، متعدد حضرات آپ کے فیض صحبت سے صاحب نسبت بنے، جن حضرات کو آپ نے اجازت وخلافت مرحمت فرمائی وہ سب اپنے اپنے زمانہ کے درخشاں ستارے بن کر چمکے اور خلق خدا کو بہت فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

تصنیفات وتالیفات

حضرت ناظم صاحبؒ درس وتدریس، مناظرہ تبلیغ اور وعظ ونصیحت کے ساتھ مظاہرعلوم کی نظامت عظمیٰ کا گراں بار

اٹھائے ہوئے تھے، اس لئے تصنیفات کے لئے جو انہماک ویکسوئی درکار ہے وہ آپ کو میسر نہیں تھی، مگر پھر بھی بہت سارے رسائل اور حواشی آپ نے بہت ہی جامع، مدلل، محول اور مرتب انداز میں تحریر فرمائے ہیں جو مقبول ہوئے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اسعاد النحو (۲) التحفة الحقيرة فی نسبة سبع الشعيره (۳) القطائف من اللطائف فی اللطائف الستة (۴) الفيصلة شرح لمقالة لحكيم الامة التهانوی (۵) المسالمة فی المكالمة (فی مسئلة امكان الكذب) (۶) تكميل العرفان فی شرح حفظ الايمان (۷) شرح التقصير فی التفسير (۸) حاشية مختصرة على شرح معانی الآثار للطحاوی (۹) اجوبة على اسئلة متعلقة بشرح معانی الآثار للطحاوی (۱۰) العروض مع القافية شرح لرسالة نطفتی سعد الله (۱۱) شرح الحماسة ولم يكمل (۱۲) فتنة الارتداد وفرض المسلمين (۱۳) صحائف اسعد (۱۴) كلام اسعد مجموعان لابياته.

علالت ووفات

آخری زندگی میں مختلف عوارض وامراض کی وجہ سے ضعف وکمزوری بہت بڑھ گئی تھی، عمر کے آخری دنوں میں دنیاوی امور سے انقطاع رہتا تھا، اور ہمیشہ متوجہ الی اللہ رہتے تھے کہ اسی حالت میں ۱۴/و۱۵/رجب المرجب کے درمیان پیر کی رات ۱۳۹۹ھ (۱۰/۱۱ جون ۱۹۷۹ء میں اس دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اگلے دن نماز جنازہ ہو کر قبرستان حاجی شاہ کمال میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمۃ اللہ ورحمۃ واسعا[1]

تذکرہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

نام ونسب

آپ کا تاریخی نام کرم عظیم اور دادھیال کا مقرر کردہ نام عبد الغنی اور ننھیال کی طرف سے حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب کا تجویز کردہ نام اشرف علی ہے والد کا نام شیخ عبد الحق حنفی تھانوی ہے شرافت نسبی کے اعتبار سے ماں کی طرف سے سید اور علوی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس طرح آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت میاں جی نور محمد

[1] ماخوذ استفادالعناقید الغالیہ عن الاسانید العالیہ ص ۶۴/۶۵، الیواقیت الغالیہ ۳۹ تا ۴۳ ج ۲، علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات ص ۳۷ تا ۴۹ ج ۲

جھنجھانویؒ کے نسب سے جاملتا ہے اور باپ کی طرف سے آپ فاروقی النسل شیخ ہیں چنانچہ مؤلف اشرف السوانح کی تحقیق ہے کہ شیوخ تھانہ بھون، حضرت شیخ مجدد الف ثانی، حضرت شیخ تھانیسری، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر، یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۵؍ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں ضلع مظفر نگر کے ایک قریہ تھانہ بھون میں ہوئی آپ کے والد شیخ عبدالحق تھانوی بڑے رئیس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے متمول انسان تھے اس لئے آپ کی پرورش نہایت ہی ناز ونعم میں ہوئی تھی جس کی وجہ سے آپ کے مزاج میں لطافت ونظافت اور سلیقہ مندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جو مشائخ دیوبند میں کسی کے اندر نہیں تھی چنانچہ بچپن میں آپ کسی کا ننگا پیٹ نہیں دیکھ سکتے تھے اگر دیکھ لیتے تو قے کر دیتے تھے، لڑکے پریشان کرنے کے لئے پیٹ کھول کھول کر دکھاتے تھے تو آپ قے کرتے کرتے پریشان ہو جاتے تھے۔

تعلیم وتربیت

یہ قدرتی معاملہ ہی تھا کہ آپ کے والد نے آپ کو دین کی تعلیم پر اور آپ کے بڑے بھائی منشی اکبر علی کو انگریزی تعلیم پر لگایا، آپ نے قرآن شریف حافظ حسین علی صاحب سے حفظ کیا اور چند پارے آخون جی صاحب سے پڑھے اور فارسی میرٹھ کے مختلف اساتذہ سے پڑھی اور متوسطات ومختصرات حضرت مولانا فتح محمد تھانوی اور انتہائی کتابیں اپنے ماموں امجد علی صاحب سے اور مولانا منفعت علی صاحب سے پڑھیں۔

پھر آخری ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں بغرض تحصیل وتکمیل علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور بقیہ علوم یعنی فقہ واصول فقہ اور تفسیر وغیرہ علوم کی تکمیل شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی، حضرت مولانا سید احمد دہلوی وملا محمود وغیرہ سے کرنے کے بعد دورہ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی آپ کے حدیث کے اساتذہ میں خاص الاخص حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نانوتوی، ملا محمودؒ اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

۱۳۰۰ھ میں فراغت حاصل کی آپ کی دستار بندی امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے دست مبارک سے ہوئی فراغت کے بعد حج وعمرہ کی غرض سے حجاز تشریف لے گئے اور حج سے فراغت کے بعد قرأت کی مشق حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کے سامنے مکہ معظمہ میں رہ کر فرمائی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد صفر المظفر ۱۳۰۱ھ میں اپنے والد ماجد اور اساتذہ کے مشورہ سے کانپور کے مدرسہ فیض عام میں جا کر پڑھانا شروع کر دیا چند دن پڑھانے کے بعد اراکین مدرسہ سے اختلاف ہو گیا وجہ یہ ہوئی کہ اراکین چاہتے تھے کہ آپ وعظ کر کے چندہ بھی وصول کریں مگر آپ نے اس کو منظور کرنے سے انکار کر کے استعفیٰ دے دیا دیگر قدر داں حضرات نے جب دیکھا کہ ایک قابل عالم دین ہاتھ سے جا رہا ہے تو باصرار آپ کو روکا اور ایک دوسرا مدرسہ جامع العلوم قائم کیا اور ۲۵/روپے مشاہرہ پر مدرسہ میں ملازم رکھ لیا آپ یہاں ۱۴/سال مقیم رہے اور وعظ، درس وتدریس اور افتاء کی اس قدر خدمات انجام دیں کہ کانپور اور اس کے گردونواح میں بدعت کا قلع قمع اور سنت کا احیاء آپ ہی کے دم قدم سے ہوا اور غیر بھی اپنے ہو گئے اور سب آپ سے محبت کرنے لگے اور آپ کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔

چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں یہ میری اتنی جو شہرت ہوئی وہ کانپور والوں کی بدولت ہوئی ورنہ میں واقعی اس درجہ کا شخص ہرگز نہ تھا (ماخوذ اشرف السوانح ص/۱۴۱، ج/۱) اور کانپور کے زمانۂ قیام میں شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی زیارت سے سرفراز ہوئے پھر ۱۳۱۵ھ میں کانپور چھوڑ کر اپنے وطن تھانہ بھون تشریف لائے اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی خانقاہ کو آباد کیا۔

حضرت تھانویؒ کا بیعت وسلوک

حضرت تھانوی کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین ہی کے لئے پیدا فرمایا تھا اس لیے شروع ہی سے نیک طبیعت فطرتِ سلیمہ کے ساتھ پیدا فرمایا تھا اور شروع ہی سے اس کی جھلک نظر آتی تھی اہل دل واصحاب باطن نے اشارہ کر دیا تھا کہ یہ طالب علم ہونہار ہے آگے چل کر ان سے کیا کیا کارنامے صادر ہونے والے ہیں یقین کے ساتھ کہہ دیا تھا چنانچہ فراغت کے بعد آپ کے خاص استاد حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ نے پیشن گوئی فرمائی کہ جہاں تم جاؤ گے تم ہی تم نظر آ ؤ گے۔

غرض باطنی اشارات کے ماتحت آپ کے دل میں تزکیۂ باطن کی تڑپ پیدا ہوئی تو ابتداءً قلبی میلان قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی طرف ہوا اور دار العلوم دیوبند میں حضرت گنگوہی سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی لیکن حضرت گنگوہی نے طالب علمی کے زمانہ میں بیعت کرنے کو خلافِ مصلحت اور حارج تحصیل علوم

خیال فرما کر عذر فرما دیا۔ دوسری مرتبہ حضرت گنگوہیؒ دیوبند تشریف لائے تو زیارت کرتے ہی غایت اشتیاق میں مصافحہ کرنے کے لئے دوڑے تو پاؤں پھسل گیا حضرت گنگوہیؒ نے ہاتھ پکڑ کر سنبھال لیا پھر بیعت ہونے کی درخواست کی تو حضرت گنگوہی نے پھر معذرت کردی۔ بالآخر جب آپ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی معیت میں حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے خدام میں داخل ہو گئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہی کی اشارہ باطنی کی وجہ سے آپ کو بیعت نہیں کیا تھا کہ آپ کے مرشدِ اعظم سے رشتہ بیعت ہونا طے تھا، بیعت ہونے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ کم از کم چھ ماہ قیام کرو مگر والد ماجد کی معیت کی وجہ سے قیام کرنا ممکن نہ ہوسکا اور واپس ہندوستان تشریف لا کر کانپور میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمادیا۔

پھر ۱۳۱۰ھ جب آپ دوبارہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں مرشد اعظم حضرت حاجی صاحب کے پاس چھ ماہ قیام فرمایا اور ذکر وفکر میں مشغول ہو گئے اس قیام میں حضرت حاجی صاحبؒ نے مخصوص توجہات سے نوازا اور غالباً اسی قیام میں آپ کو اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی اور پھر کانپور سے مستعفی ہو کر حضرت حاجی صاحب کی خانقاہ امدادیہ کو آباد کیا اور اس قدر وہاں سے فیض رسائی فرمائی کہ دور اور دیر تک خوشبو پہنچ گئی اور آج تک محسوس کیا جا رہا ہے۔

خانقاہ امدادیہ کے اصول وضوابط

اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت تھانویؒ نہایت لطیف مزاج تھے، متقدمین میں سے مزاج کے اعتبار سے آپ کو مرزا مظہر جانِ جاناں ثانی کہا جاسکتا ہے، آپ نہایت مرتب مزاج اور اصول کے پابند تھے اگر یہ نہ ہوتا تو اس قدر تصانیف کا کام نہ کر سکتے تھے اصول وضوابط اور نقشہ شرائط داخلہ خانقاہ کو دیکھتے تو ہر ہر منٹ وصول ہوتا ہوا نظر آتا ہے یہ ساری تفصیل اشرف السوانح نامی کتاب میں مفصل موجود ہے وہاں دیکھنا چاہئے۔

تصانیف وتالیفات

حضرت تھانویؒ سے پہلے کے علماء میں کثیر التصانیف حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے کہ ان سے زیادہ کسی کی تصانیف وتالیفات نہیں ہیں مگر حضرت تھانوی اس سلسلے میں ان سے بھی آگے بڑھ گئے آپ کی تمام تصانیف کو بعض علماء نے شمار کیا ہے تو وہ ۸۰۰/آٹھ سو کے قریب پہنچتی ہیں۔

ان تصانیف کے ذریعہ حضرت تھانویؒ نے دین کے ہر گوشہ سے متعلق قلم اٹھایا ہے اور اتنا لکھا کہ اب لکھنے کی

ضرورت نہیں ہے بعض لوگوں کو جوشکایت ہے کہ حضرت تھانویؒ کے مزاج میں بہت زیادہ سختی تھی غلط ہے اگر آپ تعلیم و تربیت اور تصنیف وتالیف اور مواعظ کے ذریعہ اس اہم کام کو انجام نہ دیتے تو آج مسلمانوں کو دین کے صحیح رخ سے واقفیت حاصل نہیں ہوتی، رسومات اور بدعات وخرافات کو ختم کر کے احیاء سنت اور اجراء سنت حضرت تھانویؒ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

آپ کی شہرہ آفاق کتاب بہشتی زیور اور بیان القرآن ہے بہشتی زیور تو عورتوں کے لیے لکھی گئی مگر علماء، صلحاء اور دین کے ہر خواندہ حضرات کے گھر گھر میں موجود ہے۔

وفات

۸۳/ سال ۳/ ماہ اور ۱۱/ دن اس دنیا کو اپنے وجود مسعود سے متبرک اور منور فرمانے کے بعد آپ کا وصال ۱۶/ رجب ۱۳۶۲ھ شب سہ شنبہ مطابق ۱۹، ۲۰/ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیان شب بعد نماز عشاء ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

تھانہ بھون میں قبرستان عشق بازان میں مدفون ہوئے اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ راحت نصیب فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سیاہ کاروں کو بھی آپ کے نقوشِ قدم کی اتباع کی توفیق مرحمت فرما کر آخرت میں آپ کا قرب نصیب فرمائے۔ آمین [1]

تذکرہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ

نام ونسب

آپ کا اصل نام محمد یعقوب، تاریخی نام منظور احمد، والد محترم محدث کبیر حضرت مولانا مملوک علی صاحب ہیں نسبت نانوتوی حنفی ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے

مولانا محمد یعقوب بن مولانا مملوک علی بن احمد علی بن غلام اشرف بن عبداللہ بن محمد فتح بن محمد تقی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد ہاشم۔

[1] ماخوذ ومستفاد: (۱) نزہۃ الخواطر ۵۶ تا ۵۹ جلد (۲) العناقید الغالیۃ: ۵۱ تا ۵۵ (۳) تذکرہ مشائخ دیوبند ۲۷۱ تا ۲۸۶ (۴) الکلام المفید ۵۰۰ تا ۵۰۲

آگے چل کر یہ سلسلہ محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے حضرت مولانا قاسم صاحب اور حضرت مولانا یعقوب صاحب کا سلسلۂ نسب فتح تک ملتا ہے عمر کے لحاظ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ صرف چھ یا سات مہینے کے بڑے تھے دونوں حضرات ہم زلف بھی تھے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳رصفر المظفر ۱۲۴۹ھ میں نانوتہ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم وحفظِ قرآن اور کتب فارسی اپنے وطن نانوتہ کے اندر ہی حاصل کی اس کے بعد آپ کے والد مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا یعقوب صاحب دونوں کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور حضرت مولانا قاسم صاحب کو کافیہ شروع کرائی اور حضرت مولانا یعقوب صاحب کو گلستاں اور میزان الصرف شروع کرائیں (حضرت مولانا مملوک علی صاحب عربی کالج کے صدر المدرسین تھے) علوم وفنون کی تکمیل کے بعد علم حدیث حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے حاصل کی ذکاوت وذہانت اللہ تعالیٰ نے بدرجہ اتم عنایت فرمائی تھی اور طلبِ علم کا بے انتہا شوق بھی تھا اور نور علی نور تبحر عالم دین نیک خصلت والد محترم کی کامل سرپرستی حاصل تھی بنابریں منقولات ومعقولات میں آپ کو تبحر علمی حاصل تھا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ سے لیاقت وصلاحیت میں کم نہیں تھے آپ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو ہنسی مذاق میں حل فرمادیتے تھے۔

شعروشاعری کا ذوق

ادب اور شعروشاعری کا بھی آپ کو فطری ذوق تھا اگرچہ اس میں لگتے نہیں تھے اور جب طبیعت بحال ہوتی تھی تو بے تکلف کچھ لکھ دیتے تھے جو اساتذہ سخن کا کلام آپ کے کلام کے سامنے ہیچ معلوم ہوتا تھا نمونہ کے طور پر چند اشعار پیش ہیں:

غزل

کاش پیدا نہ میں ہوا ہوتا ☆ کاش شیدا نہ میں ہوا ہوتا
کاش ہونا جو تھا وہ سب ہوتا ☆ ایک رسوا نہ میں ہوا ہوتا
مرض عشق ہے نصیب اگر ☆ کاش اچھا نہ میں ہوا ہوتا

دیکھتا شمع روئے یار کو اور ☆ اس کا پروانہ میں ہوا ہوتا
اور سب کچھ تو ہوتا اے گمنام ☆ کاش پیدا نہ میں ہوا ہوتا

سلوک وتصوف

آپ تحصیل علم سے فارغ ہوکر شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور ریاضت ومجاہدے کے ذریعے خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے حالت جذب آپ پر بہت زیادہ طاری رہتی تھی اس لئے آپ اپنے زمانے میں مجذوب وسالک سے مشہور تھے اور آپکو کشف بہت زیادہ ہوتا تھا اور اس کو بلا دریغ بیان کر دیا کرتے تھے۔

تدریسی خدمات

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ فراغت کے بعد اولاً دہلی بعدہٗ اجمیر شریف میں ۳۰/روپیے ماہوار پر تدریسی خدمات انجام دینے لگے اجمیر کے پرنسپل نے آپ کی ذکاوت وذہانت اور صلاحیت کو دیکھ کر ڈپٹی کلکٹر کا عہدہ منظور کرایا لیکن آپ نے انکار کر دیا اس کے بعد سوروپے کے مشاہرہ پر بنارس بھیج دیے گیے پھر وہاں سے ڈیڑھ سوروپے مشاہرہ پر ڈپٹی انسپکٹر کے عہدے پر ضلع سہارنپور تشریف لائے ۱۸۵۷ء کا جب انقلاب ہوا تو آپ گھر ہی موجود تھے اسی ہنگامے میں حضرت مولانا قاسم العلوم کے اشتباہ میں پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا تھا تو آپ نے فرمایا منجانب اللہ مجھے متنبہ کیا گیا ہے کہ تو شریک کیوں نہیں ہوا بالآخر چھوڑ دیئے گئے ایام غدر میں غدر کی چھ ماہ کی تنخواہ آپ کو پیش کی گئی تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب میں نے کام نہیں کیا تو کیوں لوں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو ۴۰/روپے مشاہرہ پر دارالعلوم دیوبند کے اول صدر المدرسین آپ ہی کو منتخب کیا گیا اور تادم حیات دارالعلوم میں ہی خدمات انجام دیں یہاں سے بے شمار مخلوقِ خدا نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے نامور تلامذہ

آپ کی شخصیت سے لاتعداد خلقِ خدا نے استفادہ کیا ہے جن کو یہاں شمار کرنا ممکن نہیں ہے تاہم چند ممتاز حضرات یہ ہیں:

(۱) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی

(۲) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۳) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو بندی
(۴) محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری وغیرہم آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے تھے۔

سفرِ حج وعمرہ

آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے ساتھ دونوں حج میں شریک رہے یعنی ۱۲۷۷ھ اور ۱۲۹۴ھ میں حج وعمرہ کیا اور وہاں اپنے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

تصنیف

آپ چونکہ درس وتدریس اور تحقیق وتدقیق میں ہمیشہ ہمہ تن مشغول رہے مستقل تصنیف کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تاہم آپ کی ایک کتاب سوانح عمری حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ آپ کے نوکِ قلم سے صادر ہوئی ہے البتہ آپ کے مکتوب اور کلام منظوم مختلف رسالوں میں ضرور ملتے ہیں۔

وفات

آپ شب شنبہ یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ میں ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور شب دوشنبہ کو تقریباً ایک بجے دن میں اس دارفانی سے کوچ کیا انا للہ وانا الیہ راجعون اور نانوتہ کے باغ نو میں لب سڑک تدفین ہوئی اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ راحت نصیب فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے آمین۔ [1]

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیو بندیؒ

نام ونسب

نام محمود الحسن، لقب شیخ الہند، نسبت دیو بندی، حنفی ہے والد الشیخ العلام حضرت مولانا ذو الفقار علی حنفی ہیں والد محترم نہایت متبحر عالم حضرت گنگوہیؒ کے ساتھیوں میں سے تھے اور دیو بند کے شیوخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا علم ادب سے خصوصی مناسبت تھی۔

[1] ماخوذ ومستفاد: نزہۃ الخواطر ۵۲۴، ۵۲۵ (۲) مقدمہ اوجز المسالک ج ۱ (۳) العناقید الغالیہ ۴۰، ۴۱ (۴) تذکرہ مشائخ دیو بند ۱۵۱ تا ۱۶۰

ولادت

آپ کی ولادت ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں جنگ آزادی سے چھ سال قبل بریلی شہر میں ہوئی جہاں والد محترم حکومت کی طرف سے ابتدائی مدرسوں کی تحقیق کے لئے مامور تھے لیکن آپکی نشو ونما دیوبند ہی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

حضرت شیخ الہند نے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی قرآنِ کریم میاں جی منگلوری صاحب سے، فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی عبداللطیف صاحب سے اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی مہتاب علی صاحب سے پڑھیں۔

دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی آغاز

جب ۱۲۸۳ھ میں آپ کی عمر ۱۵؍سال تھی مدرسہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی اس کے سب سے پہلے استاد ملا محمود صاحب تھے اور سب سے پہلے طالب علم محمود حسن تھے گویا دارالعلوم کا افتتاح محمودین سے ہوا دیوبند میں آپ کے دوسرے اساتذہ مولانا سید احمد دہلوی اور مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔

۱۲۸۶ھ میں کتبِ صحاح ستہ اور بعض دیگر کتب حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے شروع فرما کر سفر وحضر میں ساتھ رہ کر رفتہ رفتہ ۱۲۸۹ھ یا ۱۲۹۰ھ میں تمام کتابیں مکمل کیں اگلے سال دارالعلوم دیوبند میں بلا تنخواہ کے اعزازی طور پر معین مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا پھر دوسرے سال ہی مستقل آپکو مدرس چہارم بنادیا گیا پھر کچھ عرصہ کے بعد اول صدرِ المدرسین حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کا وصال ہو گیا تو ان کے بعد مولانا سید احمد صاحب دہلوی صدر مدرس بنے مگر وہ بھی دارالعلوم سے مستعفی ہو کر بھوپال چلے گئے، تو آپ کو ۱۳۰۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا صدر المدرسین بنایا گیا اور آخری زندگی تک صدارت کے منصب پر فائز رہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ نے مسلسل چالیس برس تک درسِ حدیث دیا اور اس دوران ۸۶۰؍اعلیٰ استعداد کے صاحبِ طرز عالم دین فاضل علوم اور ماہرین فنون پیدا کئے آپ درسِ حدیث میں امتیازی شان رکھتے تھے اور مرجع علماء تھے آپکو علماء عصر نے محدث عصر تسلیم کیا تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے چند نامور تلامذہ

آپ سے جن لوگوں نے بھی اکتسابِ فیض کیا وہ سب اپنے اپنے علاقے کے امام اور ماہرینِ فن شمار ہوئے ہیں ان

میں سے چند حضرات یہ ہیں:

(۱) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ (۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی (۳) امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ (۴) مولانا عبیداللہ سندھیؒ (۵) مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ (۶) علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ (۷) شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ صاحب (۸) مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادیؒ (۹) حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ (۱۰) حضرت مولانا عزیز گلؒ صاحب

حضرت شیخ الہندؒ اور تحریک آزادی

جنگ آزادی کے پہلے سال ۱۸۵۷ء میں حضرت شیخ الہند کی عمر چھ سال کی تھی یہ تحریک ناکام ہوئی اس کے بعد جو مظالم انگریزوں نے مسلمانوں پر ڈھائے وہ تمام ظلم وستم کی کارروائیاں حضرت شیخ الہندؒ کی نظروں کے سامنے تھیں اس طرح آپ کی انگریز دشمنی ورثہ کے ساتھ ساتھ عینی شہادت کی بنیاد پر علی وجہ البصیرۃ تھی چنانچہ ہمہ تن درس وتدریس میں منہمک ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر کے مشن کو مکمل کرنے اور جہاد کی تیاری میں بھی مصروف رہے، آپ نے ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانے کے لئے ایک جامع منصوبہ بنایا جس کے لیے پہلے سے تیاری کی اپنے شاگردوں کا جال پھیلایا ایک طرف شمالی حدود اور افغانستان سے رابطہ ہوا تو دوسری طرف خلافت عثمانیہ کے ساتھ بات چیت طے ہوگئی۔ اس سلسلہ میں آپ نے حجاز مقدس کا سفر فرمایا اور ۱۳۳۳ھ میں آپ حجاز تشریف لے گئے۔ وہاں ترکی کے والی غالب پاشا سے ملاقات ہوئی مدینہ منورہ میں وزیر حرب انور پاشا اور افواجِ عثمانی کے سربراہ جمال پاشا سے ملاقات کی ان سے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے اور مسلمانانِ ہند کی مکمل مدد کے سلسلے میں مکمل بات چیت طے ہوگئی ان سے خفیہ تحریر بھی لے لی آپ کا ارادہ تھا کہ ایران کے راستہ سے ہندوستان کی شمالی حدود کے آزاد علاقوں میں ٹھہریں اور وہیں سے بھرپور تحریک چلائیں، لیکن انگریزوں کو اس کاروائی کی بھنک لگ گئی اس وقت مکہ کا گورنر شریف حسین تھا جس نے خلافتِ عثمانیہ سے بغاوت کر کے انگریزوں کے ساتھ ساز باز کر لی تھی چنانچہ اس کے ذریعہ انگریزوں نے حضرت شیخ الہندؒ، اور آپ کے چار رفقاء حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمدؒ مدنی، حکیم نصرت حسین کورویؒ، مولانا عزیز گلؒ اور مولانا وحید احمدؒ کو گرفتار کر کے مصر ہوتے ہوئے مالٹا کی جیل میں پہنچا دئے گئے وہاں آپ ۱۳۳۸ھ تک قید کی مشقت صبر واستقلال کے ساتھ برداشت کرتے رہے ۱۳۳۸ھ میں رہائی حاصل ہوئی۔

ہندوستان پہنچنے پر اہل ہند نے زبردست استقبال کیا لوگ پروانہ وار آپ کی طرف کھچے چلے آئے، آپ نے ہر شہر وقریہ اور ہر ہر گاؤں وقریہ کا دورہ کر کے انگریزی حکومت کے بائیکاٹ کا حکم دیا اس سلسلے میں آپ کو جو آلام ومصائب کا سامنا کرنا پڑا وہ سب تاریخ کے اوراق میں ثبت ہیں۔

حضرت شیخ الہند کی سندیں

مفتی اعظم ہند و پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب ''الدر المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود'' میں تحریر فرمایا ہے کے آپکو کتب حدیث کی سند قرأۃ، سماعۃ اور اجازۃ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحبؒ نانوتوی سے حاصل ہے اسی طرح آپ کو حضرت امام ربانی حضرت مولانا رشیدؒ احمد گنگوہی سے اور ان دونوں (یعنی حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی) کو حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے اور ان کو حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے سند حدیث حاصل ہے۔

نیز حضرت شیخ الہند کو حدیث کی سند اجازۃً حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا محمد مظہر محدث النانوتویؒ (بانی مظاہر علوم سہارن پور) سے اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی رحمہم اللہ علیہم اجمعین سے بھی حاصل ہے۔

بیعت وسلوک

حضرت شیخ الہندؒ نے اپنا اصلاحی تعلق امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے قائم فرمایا اور ہمیشہ ان سے متعلق رہے اور ورع وتقویٰ، عبادات کا شوق، قیام اللیل اور صائم النہار پر مداومت کرتے ہوئے اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے۔

سفرِ حج وعمرہ

آپ نے حجاز کی طرف حج وعمرہ کے ارادے سے کئی مرتبہ سفر فرمایا اور ۱۲۹۴ھ میں صلحاء امت کی ایک جماعت کے ساتھ سفر فرمایا جن میں حضرت مولانا قاسم صاحبؒ نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا یعقوبؒ صاحب نانوتوی، حضرت شیخ مولانا رفیع الدین صاحب، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے علاوہ اور بھی بہت سارے حضرات شریک تھے چنانچہ حج وعمرہ سے فراغت کے بعد

مکہ میں حضرت حاجی امداداللہ تھانوی ومہاجر مکیؒ اور مولانا رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن کیرانویؒ سے اور مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے خوب اکتساب فیض کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی تصانیف

حضرت شیخ الہندؒ کو تصانیف وتالیفات کے لئے یکسوئی حاصل نہیں ہو پائی کیونکہ ابتدائی پچیس تیس سال تو درس و تدریس میں مشغول رہے اس کے بعد قائدانہ ومجاہدانہ سرگرمیوں میں مصروف رہے تاہم چند وقیع اور تحقیقی کتابیں و رسائل آپ کی یادگار ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ادلۂ کاملہ

یہ کتاب غیر مقلد کے ایک عالم مولانا محمد حسین بٹالوی کی تردید میں لکھی گئی جنہوں نے حنفیہ پر رکیک حملہ کرتے ہوئے چیلنج کو اشتہار میں شائع کیا تھا کہ اگر کوئی حنفی مولوی رفع یدین، قرأۃ فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر وغیرہ دس مسئلوں کے خلاف قرآن وحدیث سے ثابت کرے تو ہر مسئلے پر دس روپیہ انعام دیا جائے گا اس پر حضرت شیخ نے اپنے استاذ کے حکم سے ہر مسئلے پر مدلل اور مختصر جوابات تحریر فرما کر اور ساتھ ہی گیارہ اعتراضات غیر مقلدوں کے مسلک پر قائم کر دئے۔

(۲) ایضاح الادلۃ یہ کتاب مصباح الادلہ مصنفۂ محمد احسن امروہی کا جواب ہے

(۳) احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے

(۴) جهد المقل فی تنزیه المعز والمزل مولانا احمد حسن پنجابی نے امکان کذب کے مسئلہ میں حضرت شاہ اسماعیل شہید اور ان کے معتقدین علماء پر سخت ترین اعتراضات کئے تھے حضرت شیخ الہند نے اس پر محکم اور مسکت جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

(۵) الابواب والتراجم یہ رسالہ بخاری شریف کے تراجم کے حل کرنے میں وقیع اصول اور چند تراجم ابواب کی جامع شرح ہے (یہ شرح اسارت مالٹا کی یادگار ہے)

(۶) تقریر ترمذی یہ آپکی ترمذی شریف کی درسی تقریر ہے۔

(۷) حاشیہ سنن ابوداود جو ابوداؤد کے بعض نسخوں میں لاحق ہے۔

(۸) ترجمہ قرآن کریم وتفسیر ترجمہ مکمل آپ کے قلم سے اور تفسیر سورہ نساء تک ہے بعد میں آپ کے شاگرد رشید

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر کو مکمل فرمایا ہے۔

(۹) حاشیہ مختصر المعانی (۱۰) فتاویٰ (۱۱) کلیات شیخ (۱۲) مکتوبات شیخ الہند

حضرت شیخ الہند کی وفات

آپ جب انگریزوں کا بائیکاٹ کرنے کے تحریکی سفر میں مشغول تھے کہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ میں دہلی کے اندر وفات پا گئے وہاں سے آپ کے جسد مبارک کو دیوبند منتقل کیا گیا اور دیوبند میں مزار قاسمی میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ [1]

تذکرہ
حضرت علامہ مولانا قاری عبد الرحمٰن پانی پتیؒ

نام ونسب:

آپ کا نام عبد الرحمٰن والد کا نام محمد نسبت انصاری اور پانی پتی، حنفی ہے اور آپ قاری کے لقب سے ملقب ہو کر مشہور ہیں۔

تو پورا نام ونسب اس طرح ہے:

الشیخ العالم الفقیہ المجودیعنی مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب انصاری پانی پتی حنفی۔

تعلیم وتعلم

آپ نے ابتدائی تعلیم اور نحو وصرف کی بنیادی کتابیں اپنے والد محترم اور علامہ رشید الدین دہلوی سے، اور علامہ تفتازانی کی شرح العقائد مع حاشیہ للفاضل الخیالی، شیخ سید محمد الدہلویؒ سے پڑھی، اور دیگر تمام معقول ومنقول کی کتب درسیہ حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے پڑھیں، اور شیخ سید امام الدین امروہی سے علم تجوید، شاطبیہ، مشکوۃ، طریقۃ المحمدیہ اور علم فرائض حاصل کر کے قرأت سبعۃ کا فن حاصل کیا۔

تمام علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد درس حدیث کیلئے شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کو لازم پکڑ لیا، علوم ظاہریہ کے ساتھ کمالات باطنیہ بھی انہیں سے حاصل کیے، یہاں تک درس وتدریس اور افتاء کی صلاحیت پیدا ہوگئی، فراغت کے بعد

[1] ماخوذ ومستفاد: (۱) کشف الباری ۹۸ تا ۱۰۰ (۲) العناقید الغالیہ ۴۱ (۳) الکلام المفید ۴۹۶ تا ۵۰۰ (۴) نزہۃ الخواطر ۴۶۵ تا ۴۶۹

بندیل کھنڈ کے مشہور شہر باندا تشریف لے گئے، وہاں کے نواب ذوالفقار دولہ نے اس علاقہ کا آپ کو امیر منتخب فرمایا، وہاں آپ نے ۱۲۷۳ھ تک قیام فرمایا، پھر اپنے شہر کی طرف لوٹ گئے، اور درس وتدریس اور خلق خدا کی نفع رسانی میں یکسو ہوکر مشغول ہو گئے۔

علم وکمال

آپ جید الاستعداد، اصول وفروع پر حاوی اور فصیح اللسان حاضر دماغ عالم دین تھے، اسی طرح ورع وتقوی سے متصف قانع شخص تھے، ہر وقت قرآن وحدیث کی خدمات میں مصروف رہتے، منقول ہے کہ اس وقت کے جتنے بھی حنفی علماء تھے سبھوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور سند حدیث حاصل کی۔

وفات

آپ نے پانچ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ میں پانی پت کے اندر انتقال فرمایا [۱]

تذکرہ

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

نام ونسب:

آپ کا نام فضل رحمٰن ہے (نام میں لفظ رحمٰن پر الف لام نہیں ہے اس کی وجہ یہ کہ اس سے سند ولادت باسعادت نکلتی ہے یعنی یہ آپ کا تاریخی نام ہے) والد ماجد کا نام حضرت شاہ اہل اللہؒ تھا حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنویؒ کے مرید تھے، آپ کا نام حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی نے ہی رکھا تھا۔

سلسلہ نسب

صاحب نزہۃ الخواطر تحریر فرماتے ہیں:

شیخ العلامۃ المحدث المسند المعمر صاحب المقامات العلیہ والکرامات المشرفۃ الجلیہ شرف الاسلام فضل الرحمن بن اھل اللہ بن محمد فیاض بن برکۃ اللہ بن عبد القادر بن سعد اللہ بن نور اللہ المعروف بنور محمد بن عبد اللطیف بن عبد الرحیم بن محمد الصدیقی

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ھیں (۱) نزھۃ الخواطر ۲۴۵، ۲۴۶ ج ۸. (۲) العناقید الغالیہ ۳۲ (۳) الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۴۵۶، ۴۵۷

الملانوی ثم المرادآبادی کان من العلماء الربانین.

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۲۰۸ھ میں بمقام سندیلہ ہوئی، جہاں آپ کا ننھیال تھا، اسی بستی میں شیخ حیدر علی شاہ صاحبؒ اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاقؒ کے خلیفہ تھے۔

آپ کا بچپن

آپ ملاواں گاؤں میں لڑکوں کے ساتھ کچھ کھیل میں مشغول تھے، گاڑی آئی اس کے پہئے کے نیچے دب گئے، اور پورے سروچہرہ پر گاڑی کا پہیا چل گیا مگر آپ بفضلہٖ تعالیٰ زندہ رہے، صرف ایک کان کٹا تھا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم پانے کے بعد شرح وقایہ وغیرہ کتابیں مولوی نور بن انوار لکھنویؒ سے لکھنؤ میں پڑھیں، اور پھر دہلی تشریف لے گئے (دہلی کے سفر میں مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی اور مولوی حسین احمد صاحب ملیح آبادی آپ کے ساتھ تھے)

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے فرمایا جب میں دہلی پہنچا تھا اس وقت میری عمر سترہ یا اٹھارہ برس تھی (اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ آخری عمر میں تھے اور بیمار تھے) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے حدیث مسلسل بالاولیۃ پڑھی، میں نے حدیث پڑھنے کی درخواست کی تو فرمایا مولوی اسحاق صاحب سے پڑھوان کے پاس گیا اور کچھ سنایا اور بعض حدیث کا ترجمہ بھی کیا، شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے جا کر بیان کیا، پھر میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت مرزا حسن علی محدث لکھنوی اور مولوی عبدالصمد صاحب وغیرہ بیٹھے تھے، ان کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اگر یہ لڑکا چار مہینے بھی ہمارے پاس ٹھہرے تو ہم حدیث پڑھادیں، میں نے عرض کیا حضرت مجبور ہوں والدہ نے صرف ایک مہینہ کی اجازت دی ہے، نہیں ٹھہر سکتا، بالآخر حضرت شاہ اسحٰق صاحب سے حدیث پڑھی، بعض دفعہ ہم ایک دن میں دو دو پارے بخاری کے مولانا اسحٰق صاحب سے پڑھا کرتے تھے اور مولانا صاحب کبھی کبھی اپنے گھر کے اندر پڑھاتے تھے، اور ہم چادر اوڑھے پڑھا کرتے تھے اور مولانا صاحب کی صاحبزادیاں پھرا کرتی تھیں، ایک مہینہ کے بعد میں گھر واپس چلا آیا، پھر جب دوبارہ گیا تو شاہ عبدالعزیز صاحب کا انتقال ہوچکا تھا، تو بقیہ صحاح ستہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے پڑھیں۔

بیعت وسلوک

آپ دہلی رہتے ہوئے شیخ محمد آفاق نقشبندی دہلوی سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا، شاہ محمد آفاق نقشبندی شاہ عبدالغنی کے خسر تھے آپ اپنے شیخ آفاق نقشبندی کی خدمت میں ایک مدت تک رہے اور پھر علم ومعرفت حاصل کر کے اپنے وطن لوٹے۔

معاشرت ومعیشت

مولوی تجمل حسین نے فضل رحمانی ۷۵ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب نے فرمایا کہ جب میں دہلی سے آیا تو سنا کہ فرنگی پل بناتے ہیں اور دو آنہ مزدوری دیتے ہیں، چنانچہ ہم نے بھی ایک روز مزدوری کی، ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے کبھی نوکری نہیں کی مگر جب دہلی گیا تو البتہ کتاب کے صحیح کرنے کے لئے لوگوں نے کچھ مقرر کردیا تھا، دوڈھائی روپیہ میں مزدوری کی، اسی طرح آپ شروع میں اقامت کے مقابلہ میں سفر کو ترجیح دیتے تھے، اور آپ لکھنو کانپور، بنارس، قنوج وغیرہ شہروں کی طرف سفر کرتے اور طباعت خانہ میں جاکر مصاحف کی تصحیح فرماتے تھے۔

شادی ومرادآباد کی سکونت

آپ جب وطن سندیلہ ملاداں تشریف لائے تو آپ کی شادی ہوئی اور دو صاحبزادے پیدا ہوئے، جنکے نام میاں عبدالرحیم اور میاں عبدالرحمٰن تھے، اس وقت آپ پر غلبہ شریعت غالب تھا، دہاں بدعتیں بہت ہوتی تھیں، ایک مرتبہ آپ نے تعزیے میں آگ لگادی، نواب لکھنو یہ خبر سن کر آپ کو تکلیف دینے پر آمادہ ہوگئے، سندیلہ کے چودھری نے آپ کو بچایا۔

کچھ عرصہ کے بعد بی بی صاحبہ کا انتقال ہوگیا، پھر بعد میں حسب عادت قدیم جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء کرام کے ساتھ چلی آرہی ہے اہل بستی نے آپ کو کچھ تکلیف پہنچانی شروع کی، بالآخر آپ ملاواں کو چھوڑ کر مرادآباد آئے اور عقد کا عزم ہوا۔

آپ کی بی بی کے چچا (جو مردم شناس تھے) آپ سے اپنی بھتیجی کا عقد کرنا چاہا مگر آپ کے سالے آپ کے جانی دشمن ہوگئے کہ ایک فقیر سے شادی کرنا چاہتے ہیں، اور جناب احمد میاں صاحب کی والدہ صاحبہ کو منع کیا کہ تمہارا عقد چچا نے ایک فقیر مفلس سے کرنا چاہا ہے، آپ بھی مکدر ہوئیں مگر چچا نے سمجھا کر عقد کردیا چونکہ مرادآباد کے زمیندار اور رئیس

آپ کے سسرالی لوگ تھے، اس لئے فقیر سمجھتے رہے اس وقت ایسی غربت پیش آئی کہ مہینوں اروی اُبال کر کھاتے تھے، مگر نوکری یا پیشہ نہیں کرتے تھے۔

آپ کا رہن سہن

آپ لباس معمولی پہنتے تھے، دو تین جوڑے پارچہ سے زیادہ نہیں رکھتے تھے، ٹھنڈی کے زمانہ میں زیادہ تر لحاف پر اکتفا فرماتے تھے، رات دن اسی کو اوڑھتے تھے، اور جب نماز کا وقت ہوتا تو لحاف ہٹا کر سر پر دوپٹہ باندھتے اور تہبند پہنتے تھے اور نماز پڑھتے تھے، کھانے میں اکثر دال، ماش اور باجرہ کی روٹی یا کھچڑی قدرے قلیل تناول فرماتے تھے، یا تھوڑا دودھ نوش فرماتے تھے۔

درس حدیث شریف

جب آپ مرادآباد تشریف لائے تو تمام چیزوں کو چھوڑ کر درس حدیث میں مشغول ہو گئے، حدیث و قرآن کے ساتھ عشق کا درجہ حاصل تھا، جس کو الفاظ میں تعبیر نہیں کیا جا سکتا، اور طالبان علوم نبوت آپ کی طرف کھینچ کھینچ کر ہر چہار جانب سے جوق در جوق آنے لگے اور فیضیاب ہوتے رہے۔

درس حدیث کی کیفیت

حضرت مولانا سلیمان صاحب پھلواری اپنی حاضری کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے حاضر ہو کر ادب سے بیٹھنا چاہا تو آپ نے فرمایا بخاری لا کر انہیں دو میں نے پڑھنا شروع کیا، اس وقت کی کیفیت کو نہیں عرض کر سکتا ہوں، ما دانیم و دل، مختصر اس کا یہ ہے کہ مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، اور میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھ رہا ہوں، اس وقت حضور کی ایک ایسی لذت تھی کہ الفاظ کا بالکل خیال ہی نہ ہوتا تھا، اور حضرتؒ کبھی کبھی مسکراتے تھے، اور کبھی آہ آہ فرماتے تھے، کبھی کوئی اشعار پڑھتے تھے کبھی ہندی کے گیت ارشاد فرماتے تھے پھر حضرت نے فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کرو، میں نے عرض کیا، آپ نے فرمایا نہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ہیں زبان عشق سے کہو، پھر آپ نے خود فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی پیار کرے ان کو اللہ اور سلامت رکھے، اس جملہ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور میں نے نعرہ مارا، حضرت نے فرمایا کہ مولوی ہو کر اتنا چلاتے ہو؟

زہد واستغنی اور بذل وعطا

زہد وتوکل کا طبعی ولازمی نتیجہ بذل وعطاء اور جود وسخا، جس صاحب یقین پر دنیا اور دولت دنیا کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے اور قل متاع الدنیا قلیل کا استحضار ہوجاتا ہے، وہ بخل کے ہر شائبہ سے پاک ہوجاتا ہے اور ان کا ہاتھ بذل وعطا یعنی خرچ کرنے سے نہیں رکتا ہے، یہی حال حضرت مولاناؒ کا تھا، آپ کا محبوب مشغلہ مال ودولت تحائف وہدایا کی تقسیم اور جو کچھ آئے اس کا جلد از جلد بانٹ دینا تھا، ہزاروں روپے ہدایا وتحائف میں پیش ہوتے تھے، وہ سب کھانا کھلانے اور لینے دینے میں خرچ ہوجاتے تھے، حضرت کے اس طرح کے واقعات آپ کی سوانح فضل رحمان، ذکر رحمان، اور کمالات رحمانی وغیرہ کتابوں میں بھرے پڑے ہیں، ان کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

آپ کے فیض وتاثیر سے غیر مسلموں کا اسلام اور بدعتیوں کی توبہ

آپ بالکل سادہ اور بے تکلف تھے، مگر آپ کی محبت میں اتنی کیفیت اور آپ کی نسبت باطنی میں قوت ایسی دل آویزی تھی کہ بجلی کی طرح اثر کرتی تھی، اور بہت سارے لوگوں نے کفر وشرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کیا اور بہت سے بدعتی توبہ کر کے اہل سنت والجماعت میں داخل ہوگئے، (یہ سب واقعات آپ کی سوانح کتاب میں موجود ہیں)۔

تہجد وشب بیداری کا اہتمام

آپ کو تہجد اور شب بیداری کا اس قدر اہتمام تھا کہ پوری عمر خواہ سردی ہو یا گرمی سائبان میں آرام فرماتے تھے، یہ اس لئے کہ شب بیداری میں غفلت نہ ہوجائے، جب رات کا آخری حصہ باقی رہتا تو بیدار ہوجاتے اگر طہارت میں ذرا سا بھی شبہ ہوتا تو غسل فرماتے اگرچہ سخت سردی ہو، اور تہجد میں مشغول رہتے اور صبح صادق ہوتے ہی اذان دلواتے اور نماز مذہب حنفیہ کے مطابق اول وقت مستحب میں پانچوں اوقات جماعت سے ادا فرماتے تھے۔

معتقدین وزائرین کا ہجوم اور ان کی رخصتی

طلوع آفتاب کے بعد اور کبھی طلوع آفتاب سے قبل مسجد کے مسافرین کو رخصت کئے جاتے تھے، بعض آدمی عذر بھی کرتے تھے کہ مجھے دو چار روز ٹھہرنے کی اجازت مل جائے مگر آپ فرماتے تھے کہ اگر دو دن سب مسافروں کو ہم روک کر رکھیں گے تو پھر یہاں جگہ نہیں ملے گی کہ لوگ عافیت سے رہیں، چنانچہ آخری زمانہ میں یہ کرامت ہوئی کہ دس

دن بیس دن کی راہ سے لوگ آتے تھے اور فوراً رخصت کر دیئے جاتے تھے۔

نوٹ:

آپ کے عجیب وغریب تفصیلی حالات کتابوں میں موجود ہیں وہاں دیکھ لیا جائے، جیسے حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ ارشاد رحمانی، حضرت مولانا سید تجمل حسین بہاریؒ کی فضل رحمانی وکمالات رحمانی اور مولانا عبد الغفار آسیونؒ کی ہدیہ عشاق رحمانی وغیرہ۔

وفات

۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ بعد نماز مغرب مرادآباد میں اس دارِ فانی کو خیرآباد فرما کر دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اور مقبرہ مرادخان میں تدفین عمل میں آئی۔ ؎[1]

تذکرہ

حضرت الحاج مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ

(مفتی اعظم دار العلوم ومظاہر علوم)

نام ونسب

محمود الحسن اور لقب فقیہ الامت ہے والد کا نام حامد حسن اور دادا کا نام محمد خلیل تھا۔

ولادت

۱۰ ر جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۱ ر جولائی ۱۹۰۷ء شب جمعہ میں آپکی پیدائش قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے سب سے پہلے حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صاحبزادی کی بیٹھک میں حافظ کریم بخش صاحب نابینا سے تعلیم کا آغاز فرما کر قرآن پاک پڑھا اٹھارہ سطرے قرآن پاک کی باقی تھی کہ حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا۔

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) نزہۃ الخواطر ص:۳۶۲ تا ۳۶۴ ج: ۸ (۲) العناقید الغالیہ ص:۲۵۵ تا ۲۵۶ (۳) الکلام المفید ص:۴۷۱ تا ۴۷۳ (۴) سوانح علماء دیوبند ص:۱۵۷ تا ۲۲۲ ج: ۱

بعدہ جامع مسجد گنگوہ کے امام عبدالکریم صاحبؒ سے قرآن پاک کی تکمیل فرمائی۔ کتب فارسی میں کچھ حصہ آمدنامہ اور کچھ حصہ بوستاں حضرت مولانا فخر الدین صاحب گنگوہیؒ سے پڑھا۔ عربی کی ابتدائی تعلیم میزان منشعب اپنے والد محترم متوفی ۱۳۱۷ھ سے پڑھی ۱۳۴۱ھ میں مدرسہ مظاہر علوم آئے اور درس نظامی کی ابتدائی کتابیں، علم الصیغہ، فصول اکبری، صرف میر، نحومیر، قال اقول وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا اور تقریباً سات سال رہے ۱۳۴۷ھ میں مظاہر علوم میں، میرزاہد، غلام یحیٰ، قاضی مبارک، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، حمد اللہ کتابیں پڑھیں۔

پھر شوال ۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیکر ہدایہ آخرین، مشکوٰۃ شریف پڑھیں ۔۱۳۴۹ھ میں بیضاوی شریف، ابوداؤد شریف، مسلم شریف پڑھیں ۱۳۵۰ھ میں بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھیں۔ دیوبند سے فراغت کے بعد آپ مظاہر علوم آگئے یہاں ۱۳۵۱ھ میں داخلہ لے کر بخاری شریف، ابوداؤد شریف حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ سے اور طحاوی، موطین حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ سے اور نسائی، ابن ماجہ حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کامل پوریؒ سے پڑھیں۔

اور فن تجوید وقرأۃ آپنے مظاہر علوم میں تکمیل کی اول نمبرات سے کامیاب ہوئے اور انعام میں میرٹھ کے رئیس حاجی وجیہ الدین صاحب کی طرف سے ایک قیمتی گھڑی دی گئی۔ مشق افتاء میں آپ نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ سے استفادہ کیا پھر، یہ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ میں دس روپے مشاہرہ پر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں بحیثیت معین مفتی تقرر ہوا۔ اسی سال مشق افتاء میں حضرت مولانا منور حسین صاحب بہاریؒ، مولانا ظہور الحسن صاحبؒ کسولوی ،مولانا عمر احمد صاحب تھانویؒ، مولانا سمیع الحق صاحب پشاوریؒ آپ کے رفیق تھے، اور مشق افتاء کرتے تھے پھر ۱۳۵۲ھ میں آپ مدرسہ مظاہر علوم کے نائب مفتی بنائے گئے ۱۳۷۰ھ تک اسی عہدہ پر رہے، اس پورے عرصہ میں درسی کتابوں میں آپ نے، میزان الصرف، تہذیب، قدوری، نور الانوار، کنز الدقائق، ہدایہ اولین اور جلالین وغیرہ پڑھائیں۔

شوال ۱۳۷۲ھ سے صفر المظفر ۱۳۷۳ھ تک مدرسہ محمدیہ کولہاپور میں قیام رہا۔ بعدہ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں آپ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے یہاں کے زمانہ قیام میں درس وتدریس فقہ وفتاویٰ وعظ وارشاد کے ذریعہ جو قابل قدر دینی خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخی اوراق میں ثبت ہیں ۱۳۷۵ھ میں آپ جامع العلوم کانپور کے شیخ الحدیث منتخب

ہوئے اور پہلی مرتبہ بخاری شریف کا درس دیا۔ پھر، جمادی الاولی ۱۳۸۵ھ میں بہ صد عز واحترام دار العلوم دیوبند تشریف لاکر مسند افتاء پر متمکن ہوئے، اور حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ کے ارشاد پر بخاری شریف جلد ثانی کا درس دیا۔

۱۳۸٦ھ میں مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست بنائے گئے اور آٹھویں نمبر کے وہ سرپرست ہیں جو مظاہر علوم کے فیض یافتہ ہیں۔

اور حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ نے اپنے آخری سفر ہند ۱۴۰۲ھ میں مفتی صاحب کا مستقل قیام مدرسہ مظاہر علوم میں طے فرمادیا چنانچہ حضرت شیخؒ کی منشاء وخواہش کے مطابق آپ نے ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ تک مدرسہ مظاہر علوم میں شعبہ افتاء کے سرپرست بنکر قیام فرمایا اور جب مظاہر علوم میں انتشار شروع ہوا تو پھر دار العلوم دیوبند کو اپنا مستقر بنالیا۔

اجازت وخلافت

ایک طویل عرصہ تک آپ نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوریؒ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر ریاضت ومجاہدات اور ذکر واذکار کئے بعد ازاں حضرت شیخؒ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے مفتی محمود کو چالیس سال تک رگڑا تب کہیں جاکر خلافت واجازت دی

آپ کی صفات وکمالات

آپ فطری ذہین وفطین اور سلیم الطبع صالح مزاج انسان تھے شبانہ روز کی جدوجہد نے اس پر سونے پر سہاگا کا کام کیا آپ نے علم وعمل اور روحانی ہر میدان میں بڑے کٹھن ریاضت ومجاہدے کئے علوم عقلیہ ونقلیہ پر پورے دسترس حاصل کرلئے تھے آپ کو فن حدیث اور فقہ وفتاویٰ میں ایک خصوصی مقام حاصل ہوگیا تھا آپ اپنے زمانہ میں انتہائی مستند ومعتمد تسلیم کئے گئے برسوں دار العلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور کے اصحاب افتاء کے آپ سرپرست اور مشیر رہے آپ محقق ومدقق، حاذق، علم وفن، حکیم الدین، حامی سنت، قاطع بدعت اور مفکر ملت، فقہی کلیات وجزئیات پر مع الدلائل قرآنیہ واحادیثیہ اور انکے دقیق وعمیق علمی مباحث پر مکمل عبور رکھنے والے کثیر المطالعہ ایک ماہر ترین فرد فرید تھے، آپ بہترین خطیب اور بیباک مناظر اسلام تھے، فرق باطلہ کی تردید اور محو بدعات کے سلسلہ میں آپ کی نمایاں خدمات وکردار ہیں آپ کو شعر وشاعری کا طبعی ذوق بھی تھا آپ ہنس مکھ ہشاش وبشاش اور محفل کو زعفران زار رکھنے والے ظریف الطبع

بے تکلف انسان تھے، صحابہ کرام کی نمایاں صفات اعمقہم علماواقلہم تکلفاوابرہم قلوباً کے پورے مصداق تھے شفقت ومحبت اور گرم گستری اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی، بالخصوص غریب الاوطان طلباء پر ہمیشہ دستِ شفقت رکھتے تھے اوران کی امدادواعانت آپ کا طرز امتیاز تھادارالعلوم دیوبند مظاہرعلوم سہارنپور جامع العلوم کانپوراور دیگر مدارس عربیہ کے ایسے بہت سارے نادار طلباء تھے جن کواپنی جانب سے وظائف مرحمت فرماتے تھے حتیٰ کے بدن کے کپڑے اوراپنی قیمتی کتابیں تک دینے میں دریغ نہیں کرتے تھے مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور کی طرف سے ۱۳۹۸ھ میں چند ممتاز فضلاء مظاہرعلوم کی خدمات پر اجمالی تعارفی کتابچہ عربی میں شائع ہوا جس میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا

وھو عالم کامل الاحاطة بجمیع ابواب الفقه والاصول حافظ جزئیاتها ودلائلها من القرآن والسنة معلم بالفلسفة والحکمة والهئیة والریاضیات دائم المطالعة فی المسائل ودراستها والرقة والفحص فیها من الامور التی تهدی الیها المصابة وتغذیٰ روحه لا یشعر ابرا بالملل والکلل خطیب مناظر له اعمال مجیده فی رخض الفرق الباطلة فی المجامع .

تصنیفات وتالیفات

حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی میں مصروف رہے اور ساتھ ہی ساتھ موقع کے مناسب بہت ساری کتابیں اور رسائل تحریر فرمائے جو اپنے اپنے عناوین کے لحاظ سے جامعیت میں بے نظیر ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

(۱) سیرت خیر البشر ﷺ (۲) مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی (۳) حواشی بہشتی گوہر (۴) مسئلہ تنقید اور جماعت اسلامی (۵) حدود اختلاف (۶) گلدستہ سلام (۷) شوریٰ واہتمام (۸) اسباب لعنت (۹) لغت محمود (۱۰) کلام محمود (۱۱) آسان فرائض (۱۲) مسلک علماء دیوبند اور حب رسول ﷺ (۱۳) اسباب مصائب اوران کا علاج (۱۴) حقیقت حج (۱۵) معمولات یومیہ (۱۶) افریقہ اور خدمات فقیہ الامت (۱۷) نغمہ توحید (۱۸) رفع یدین اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام (۱۹) وصف شیخ (۲۰) سرکاری سودی قرض (۲۱) اسباب غضب حدیث کی روشنی میں (۲۲) حقوق مصطفیٰ (۲۳) ملفوظات فقیہ الامت (۲۴) تبلیغی اجتماعات کے بیانات (۲۵) مواعظ فقیہ الامت (۲۶) تربیت الطالبین (۲۷) فتاویٰ محمودیہ یہ حضرت مفتی صاحب کی پوری زندگی کی محنت کا ثمرہ ہے جو آپ نے فتاوی نویسی میں صرف فرمایا جو تیس ۳۰ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو تبحر علمی اور شان فقاہت عطاء کی تھی یہ مجموعہ اس کی نظیر ہے۔

وفات

آپ نے اپنی زندگی میں افریقہ کے متعدد اسفار کیے آخری سفر ۱۴۱۶ھ میں ہوا اسی سفر میں گردہ اور مثانہ کا کامیاب آپریشن بھی ہوا لیکن آہستہ آہستہ طبیعت پر عوارض اور امراض نے غلبہ پالیا اور وہیں ۱۷؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۶؍ستمبر ۱۹۹۶ء میں اس دنیا سے رخصت ہوکر دارالبقاء کی طرف کوچ فرما گئے آپ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب بنارسی نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب زید شرفہ کے آبائی قبرستان ایلبرگ میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعا [1]

نوٹ۔

آپ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو، مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ، مرتب حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری اور حیات محمود، مرتب حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی،

تذکرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ

نام ونسبت

نام حسین احمد، تاریخی نام چراغ محمد کنیت ابواسعد لقب شیخ الاسلام والد کا نام ماسٹر سید حبیب اللہ نسبت مدنی، حنفی ہے۔

سلسلہ نسب

شیخ الاسلام ابواسعد حسین احمد بن حبیب اللہ بن سید پیر علی بن سید جہانگیر بخش بن شاہ نور اشرف (شاہ نور اشرف وہ مورث اعلیٰ ہیں جو اللہ داد پور قصبہ ٹانڈہ تشریف لاکر اقامت گزیں ہوئے)

ولادت ووطن

حضرت مدنی کی ولادت ۱۹؍شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء کو سہ شنبہ کی شب میں بانگر مؤ ضلع یوپی میں ہوئی۔ تاریخی نام چراغ محمد تجویز ہوا بعد میں حسین احمد سے مشہور ہوئے آپ کا خاندان کم وبیش تیسری صدی ہجری میں مدینہ منورہ سے

[1] یہ تمام حالات ماخوذ ومستفاد ہے علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کے علمی وتصنیفی خدمات ص: ۶۵ تا ۷۷، الکلام المفید فی تحریر الاسانید ص: ۵۱۱ تا ۵۱۲

چل کر پانچ سو سال کے بعد ترمذ، لاہور ہوتا ہوا ضلع فیض آباد یوپی کے قصبہ ٹانڈا میں قیام پذیر ہوا پھر اواخر شعبان ۱۳۱۶ھ مطابق جنوری ۱۸۹۹ء میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا اور ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج سے فراغت کے بعد ۲۵؍ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ مطابق مئی ۱۸۹۹ء کو مدینہ منورہ وارد ہوا۔

تعلیم وتربیت

آپ کا گھرانہ علمی تھا خاص کر والد محترم تعلیم یافتہ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے شرف بیعت حاصل کئے ہوئے صحبت یافتہ تھے بنابریں حضرت مدنی کی تعلیم پر شروع سے ہی توجہ دی گئی چنانچہ بنیادی دینی اور عصری تعلیم پاکر ٹانڈہ سے اوائل صفر ۱۳۰۹ھ میں تکمیل علوم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے یہاں آپ کے دو بڑے بھائی مولانا محمد صدیق اور مولانا سید احمد پہلے سے زیر تعلیم تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ارشاد پر شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے خصوصی طور سے گلستاں اور میزان الصرف کے اسباق شروع کرائے۔ آپ غیر معمولی ذکی اور ذہین تھے اس لئے حصول علم میں تمام طلباء پر فوقیت لے جانے کی بنا پر اپنے اساتذہ اور مشائخِ دارالعلوم کے آنکھوں کا تارا بن گئے۔

حضرت شیخ الہند کے والد حضرت مولانا ذوالفقارؒ صاحب سے آپ نے فصول اکبری پڑھی اور دیگر علوم وفنون کی تکمیل وہاں کے نامور، ماہرفن اساتذہ سے کی وہاں آپ نے آٹھ سال قیام فرمایا آپ کے کبار اساتذہ میں مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ (صاحب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) کا نام نامی آتا ہے اور احادیث کے اکثر اسباق آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے اور بعض حدیث کی کتابیں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ (صاحبِ بذل المجہود) سے پڑھیں۔

دارالعلوم دیوبند کے آٹھ سالہ دورِ تعلیم میں حضرت شیخ الہند نے خصوصی توجہ اور نظر شفقت فرما کر چھوٹی بڑی ۲۳؍کتابیں خود آپ کو پڑھائیں۔

بیعت وسلوک

آپ کو حضرت شیخ الہندؒ سے جو محبت وتعلق تھا اس کی وجہ سے کسی سے بیعت ہونے کا جی نہیں چاہتا تھا چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ سے درخواست کی اور بہت کوشش بھی کی لیکن حضرت نے حکم دیا کہ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی جائے، بادلِ ناخواستہ گنگوہ حاضر ہو کر درخواست کی حضرت گنگوہیؒ نے بیعت تو فرمالیا مگر فرمایا کہ اب تم مدینہ منورہ جارہے

ہو وہاں قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ موجود ہیں ان سے عرض کرنا وہ ذکر کی تلقین فرمائیں گے، حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ بیعت تو بادلِ ناخواستہ ہوئے تھے مگر اس کے انوار واثرات اسی وقت سے محسوس ہونے لگے تھے۔

سفرِ حجاز

آپ کے والد حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے متعلق سلوک تھے ہمیشہ دل دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بے چین رہتا تھا چنانچہ جب ایک سو پانچ سال کی عمر پا کر شیخ کا انتقال ہو گیا تو عازم سفر ہوئے اس کا علم جب رشتے داروں کو ہوا تو ہجر اور فراق کے صدمہ میں آپ کو منع کیا اور کہا کہ حالات سازگار نہیں ہیں تو آپ کے والد نے کہا کہ اگر مجھے یقین بھی ہو جائے کہ مجھے توپ کے دہانے پر رکھ کر توپ چلائی جائے گی تو بھی جانے سے گریز نہیں کروں گا چنانچہ آپ بھی والد محترم کے ساتھ سفر کو روانہ ہو گئے۔

چنانچہ اواخر شعبان ۱۳۱۶ھ میں بارادہ حجازِ مقدس دیوبند سے روانگی ہوئی تو حضرت شیخ الہند دوسرے حضرات کے ساتھ رخصت کرنے کے لیے پیدل اسٹیشن تشریف لے گئے مدینہ منورہ پہنچ کر اساتذہ ومشائخ کی تاکید وہدایات کے مطابق درس وتدریس کا آغاز فرمایا اور ذکر ومراقبہ واحسان وسلوک کے منازل طے کرنے میں مشغول ہو گئے۔

حرم نبوی میں درس کا حال

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدیث شریف کا جو ملکہ عطا فرمایا تھا اس کا ظہور مسجد نبوی میں درس کے عروج سے ہوا حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے آپ کے درس کا چشم دید حال یوں بیان کیا ہے:

مولانا حسین احمد کا درس حرم نبوی میں الحمد للہ بہت عروج پر ہے اور عزت وجاہ بھی حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمایا ہے کہ ہندی علماء تو کیا یمنی، شامی بلکہ مدنی علماء کو بھی وہ حاصل نہیں ہے۔ ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء

مدینہ منورہ میں قیام

مدینہ منورہ میں آپ کا کل قیام مجموعی طور سے ۱۵ ؍سال رہا ہے پہلا قیام دو سال ۱۳۱۷ھ تا ۱۳۱۸ھ رہا۔ دوسرا قیام ۱۳۲۰ھ تا ۱۳۲۶ھ سات سال رہا۔ تیسرا قیام ۱۳۳۰ھ تا ۱۳۳۱ھ کل دو سال رہا۔ چوتھا قیام ۱۳۳۲ھ تا ۱۳۳۶ھ چار سال رہا ان طویل مدتوں میں آپ نے ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ سلوک واحسان کی تکمیل فرمائی۔

حضرت گنگوہیؒ کا ہندوستان بلوا کر خلافت عطا کرنا

حضرت شیخ الہندؒ کی فرمائش پر آپ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تو ہو گئے مگر حضرت گنگوہیؒ نے تلقین کی کہ ذکر مکہ مکرمہ جا کر حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے حاصل کرنا۔ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نے پاس انفاس کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ روز صبح کو یہاں آ کر بیٹھا کرو اور اس ذکر کو کرتے رہو۔

اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر کچھ عرصے کے بعد حضرت حاجیؒ صاحب کا انتقال ہو گیا بعدہٗ تقریباً ڈیڑھ سال یا کچھ زائد حاجی صاحب کی ہدایت کے مطابق ذکر جاری رہا۔ اور اس دوران رؤیائے صالحہ اور مبشرات کا عجیب وغریب سلسلہ جاری ہوا اور حضرت گنگوہیؒ سے تعلق میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا، حضرت گنگوہیؒ سے مکاتبت بھی رہی اس اثنا میں حضرت گنگوہی نے ہندوستان طلب فرمایا۔ آپ انتہائی ناسازگار حالات میں پیش از قیاس وگمان سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے گنگوہ پہنچے، تقریباً تین ماہ گنگوہ میں قیام ہوا۔ حضرت گنگوہیؒ نے مراقبہ ذاتِ بحث تجویز فرمایا عصر کے بعد مجلس میں حاضر رہ کر اس مراقبہ پر عمل پیرا رہے دوسرے تمام اوقات بھی عبادت وریاضت اور مراقبے میں مشغول رہ کر گزارے صرف ڈیڑھ ماہ گزرا تھا کہ حضرت گنگوہیؒ نے دستار بندی سے نوازا اس وقت حضرت شیخ الاسلامؒ کی عمر کل ۲۳ برس تھی پھر اس راہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیا کیا لطف واحسان اور مہر وکرم کی نوازشہائے بے حد حساب فرمائیں کہ ان کو اللہ جانے یا اس کا بندہ۔

حضرت شیخ الاسلامؒ سے بلا مبالغہ لاکھوں سعادت مند بیعت ہوئے اور ان کے عقائد واعمال، اخلاق کی اصلاح ہوئی، رجوع کا یہ عالم تھا کہ بیک وقت کئی کئی سو آدمی بیعت ہوتے تھے بانسکنڈی آسام کے آخری سفر میں تقریباً چھ ہزار آدمی بیک وقت سلسلے میں داخل ہوئے اور لاؤڈ اسپیکر پر بیعت کے کلمات کہلوائے گئے۔ وہ خوش نصیب جو راہِ معرفت و سلوک طے کر کے واصل الی اللہ بنے اور مرتبہ احسان پر فائز ہوئے ان کی تعداد ۱۶۷ ر ہے بھارت، بنگلہ دیش، برما، آسام، پاکستان اور جنوبی افریقہ وغیرہ تک تمام مقامات میں آپ کا فیض جاری وساری ہے۔

اسارت مالٹا اور رہائی

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد جب انگریزی مظالم ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف حد سے بڑھ گئے تو حضرت شیخ الہندؒ نے حاجی صاحب ترنگ زئیؒ کے ذریعہ انگریزی فوج کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا جس کی تیاری پہلے

سے جاری تھی اس جنگ میں برطانیہ کو پے در پے جانی و مالی نقصان اور پسپائیوں کا سامنا کرنا پڑا ادھر اس مقصد کے لئے شیخ الہندؒ اپنے سفیر حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا محمد میاں منصور اور مولانا سیف الرحمٰن وغیرہ کو افغانستان، ترکی، جرمنی وغیرہ روانہ کر چکے تھے اور یہ حضرات اپنے اپنے مرکزوں میں پہنچ کر کامیابی کے ساتھ سرگرم عمل تھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ کا پورا منصوبہ اور تحریک حکومتِ برطانیہ کے علم میں آچکی ہے (یہ تحریک ریشمی رومال کی تحریک کے نام سے مشہور ہے) ان حالات میں حضرت شیخ الہند حجاز پہنچ گئے اور سلطنتِ عثمانیہ کے عمائدین سے کامیاب مذاکرات کیے یہ سلسلہ جاری تھا کہ شریف حسین گورنر مکہ نے خلافت عثمانیہ سے بغاوت کردی اور انگریزوں سے مل گیا۔ انگریز کے کہنے پر اس نے حضرت شیخ الہند اور ان کے چار رفقاء بشمول حضرت شیخ الاسلام کو گرفتار کرلیا تقریباً ایک ماہ جدہ میں رہ کر یہ حضرات مصر اور پھر مالٹا کیلئے روانہ کردیئے گئے۔

بابداں یار شد شریف حسین ☆ خاندان شرافتش گم شد

مالٹا سے تین برس اور سات ماہ کے بعد ۲۰/رمضان ۱۳۳۸ھ مطابق ۸/جون ۱۹۲۰ء کو رہا ہوکر یہ حضرات بمبئی پہنچے۔

سلہٹ آسام میں تدریسی خدمات

رہائی کے بعد حضرت شیخ الاسلام آسام میں سلہٹ کے ایک ادارے میں ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء چھ سال تک تدریسی و دیگر دینی اور سیاسی خدمات پر مامور ہوکر علوم دینیہ خصوصاً حدیث پاک کی خدمات کے ذریعہ طالبانِ علوم نبوت کو فیض پہنچایا نہ صرف سلہٹ بلکہ سارے بنگال کو علوم دینیہ اور علوم معرفت سے مالا مال فرمایا اور ہندوستان کو انگریزوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کی محبت لوگوں کے دلوں میں مضبوط کردی۔

دارالعلوم دیوبند میں منصبِ صدارت اور عہدۂ شیخ الحدیث پر آپ کی آمد

حضرت شیخ الہند کی عدم موجودگی میں اور حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق اور صدر المدرسین کا عہدہ آپ کے فائق شاگرد شیخ الاجل علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سپرد ہوئے مگر چند سالوں کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ایک شورش برپا ہوئی جس کی وجہ سے اجلۂ اساتذہ بشمول حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی عزیز الرحمٰن اور علامہ شبیر احمد عثمانی وغیرہمؒ دارالعلوم دیوبند کو خیرآباد کہہ کر مدرسہ تعلیم الدین ڈھابیل گجرات چلے گئے

اور یہ منصب وعہدہ خالی ہو گیا۔

اس وقت دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ نائب مہتمم حضرت مولانا قاری طیبؒ صاحب اور سرپرست حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بڑا اضطرار ہوا اور اس منصب کے شایان شان شخصیت کی فکر لاحق ہوئی تو ان سبھوں کی متفقہ رائے حضرت شیخ الاسلامؒ ہی کے متعلق ہوئی کہ آپ کو یہاں آنے کی دعوت دی جائے ایسے وقت میں دارالعلوم کو ایسے ہی صاحب عزیمت حامل شریعت وسنت، مجاہد آزادی وسیاست کی ضرورت تھی جو شیخ الہندؒ کی جانشینی کا بہمہ وجوہ حقدار تھا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ سے امتزاج کے بعد سرپرست حضرت تھانویؒ نے خود ایک تحریر لکھی اور اس کو حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا

> حضرت مولانا مولوی حسین احمد کا تقرر بعہدہ صدر مدرس بمشاہرہ ایک سو پچاس (۱۵۰) روپیہ ماہوار تاریخ کارکردگی سے مجلس شوریٰ کو منظور ہے حضرت ممدوح کی اعلیٰ شخصیت اور علمی تبحر کے لحاظ سے مشاہرۂ مذکورہ بالکل نا قابل ہے مگر حضرت ممدوح کے اخلاص نیت و خدمت دارالعلوم کے جذبات سے ہم کو توقع ہے کہ حضرت ممدوح اس کو منظور فرما کر مجلس شوریٰ کو شکر گزاری کا موقع دیں گے اور دارالعلوم کی حالت پر اپنی توجہات واخلاق بزرگانہ سے نظر التفات فرما کر پورے طور پر سنبھالنے کی کوشش فرمائیں گے جیسا کہ حضرت ممدوح کے استاذ بزرگ حضرت شیخ الہندؒ کا طریقہ تھا۔
>
> (فقط اشرف علی ۲۰؍رجب ۱۳۴۸ھ)

حضرت شیخ الاسلامؒ نے بمشکل اہل سلہٹ کو راضی کیا اور چند شرائط کے ساتھ اپنی آمادگی ظاہر فرمائی (سیاسی نظریات میں پوری آزادی ہوگی، تحریک آزادی میں شرکت پر اعتراض نہیں کیا جائے گا وغیرہ) اول تو کار پردازانِ دارالعلوم سے زیادہ حضرت کے مزاج، طبیعت اور نفسیات سے کون واقف ہوسکتا تھا۔ اور شیخ الہندؒ کی جانشینی کے لئے ان کے سامنے کوئی دوسرا بزرگ کب حقدار قرار دیا جاسکتا تھا، پھر حالات پر پوری گرفت کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار بھی کوئی باقی نہ رہ گیا تھا اس لئے پورے انشراح وانبساط کے ساتھ شرائط منظور ہوئیں اور ۱۹۲۸ء میں سندِ صدارت سنبھالنے کے لیے آپ دیوبند تشریف لے آئے پھر دیوبند کے اسلامی، علمی، اخلاقی، روحانی اور سیاسی مرکز سے حضرت نے ان تمام جہات سے جو خدمات انجام دیں اور جس طرح ملک وملت کی قیادت فرمائی اس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے درس حدیث کی چند خصوصیات

بحر بیکراں حضرت شیخ الاسلامؒ کے درس حدیث سے جو حضرات مستفیض ہوئے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک بہتا ہوا دریا ناپید کنارہ تھا اس کو مجھ جیسا جاہل جو حضرت سے براہ راست استفادہ بھی نہیں کرسکا کیسے بیان کرسکتا ہے تاہم کتابوں میں جو مذکور ہے چند اہم صفات سپردِ قلم وقرطاس ہیں:

(۱) حضرت شیخ الاسلامؒ نے تقریباً تیس سال دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف وجامع ترمذی کا درس دیا ہے آپ کا معمول تھا کہ ابتداءً خطبہ مسنونہ کے بعد یہ دعا پڑھتے:

فان اصدق الحديث كتاب الله و احسن الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها و كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار و باالسند المتصل منا الى الامام الحافظ الحجة امير المؤمنين فى الحديث ابى عبدالله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة بن بردزبه الجعفى البخارى رحمة الله تعالىٰ ونفعنا بعلومه آمين.

اس کے پڑھنے کے بعد باب کا آغاز قال سے کرتے تھے مثلاً قال باب کیف کان بدء الوحی الخ پڑھتے تھے پھر ہر حدیث کے ساتھ شروع میں وبہ قال حدثنا پڑھا کرتے تھے۔

(۲) سند کے اختتام پر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم فرماتے تھے اوراس طرح دعا میں صحابی کے ساتھ تمام راویوں کو شریک کرلیا کرتے تھے۔

(۳) حضرت کی تقریر نہایت سلیس، شستہ اوراس کی رفتار بہت دھیمی ہوتی تھی لفظ واضح بآوازِ بلند زبان مبارک سے نکلتا تھا مشکل مقامات نہایت سادہ طرز میں مثالیں دیکر حل فرماتے تھے۔

(۴) آپ کسی مسئلہ کی جب توجیہ فرماتے تو متعدد توجیہات کوالگ الگ شمار کرتے تھے۔

(۵) کتابوں کا مکمل سیٹ آپ کے سامنے ہوتا تھا تمام فقہاء کے دلائل کتاب کھول کر سناتے تھے کسی امام کی دلیل حوالہ کتب کے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔

(۶) آپ درس میں سند ومتن ہرایک پر مفصل، مدلل، محول اور مرتب کلام فرماتے تھے قول کے قائل کے نام کے ساتھ بیان کرتے بہت کم بعض کہہ کر بیان کرتے تھے۔

آپ کے درس میں وقار اور تواضع دونوں جمع تھے کوئی طالب علم سوال کرنا چاہتا تو آپ کی ہیبت مانع نہیں ہوتی تھی دوران درس دلچسپ حکایات اور تاریخی واقعات سے بھی محظوظ فرماتے تھے فرق حقہ اور فرق باطلہ کی دل نشین تشریح فرماتے تھے اختلافی مسائل میں حنفی مذہب کو حدیث کے ساتھ اس طرح تطبیق دیتے کہ مذہب حنفی حدیث کے عین مطابق ہوتا تھا عقائد وایمان کے مباحث بخاری شریف میں بسط وتفصیل سے پیش فرماتے تھے ہندوستان اور عالم اسلام کے سیاسی مسائل پر بھی عموماً طلبہ کے سوالات کے جوابات میں یا حدیث زیر درس کی مناسبت سے کلام فرماتے تھے کسی حدیث میں تصوف واحسان کا پہلو نکلتا ہوتا تو اس پر حضرت کی تقریر کی روانی اور طبیعت کی جولانی دیدنی ہوتی تھی۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی سیاسی زندگی

آپ اپنے شیخ مربی حضرت شیخ الہندؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی میں ان کے تابع رہ کر اوران کی وفات کے بعد خود ذمہ داری اوڑھ کر تحریک خلافت اور جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے سیاسی میدان میں قائدانہ کردار ادا کیا اور اپنی سرفروشانہ اور قائدانہ سرگرمیوں کے ذریعہ اس راستے کی تمام تکلیفیں اور مصائب جواپنوں اور غیروں کی طرف سے بارش کی طرح برس رہے تھے برداشت کرتے ہوئے ہندوستان کو آزاد کرایا اور اس کی آزادی سے ممالکِ اسلامیہ کے آزاد ہونے کی سبیل پیدا کی تقسیم ہند کے نظریہ میں ہمارے اکابر وعلماء بھی دو طرفہ تھے۔بعض اکابر تقسیم ہند کی حمایت میں تھے مگر آپ اور بہت سارے علماء خصوصاً جمعیۃ علماء اس کو مسلمانوں کے مستقبل کے لیے ضرر رساں باور کرار ہے تھے جو ہوا وہ ہونا تھا مگر تقسیم سے مسلمانوں کو جو نقصان ہوا اور آج ہو رہا ہے مسلمانوں کی متحدہ طاقت چکنا چور ہوگئی برصغیر کے مسلمانوں کا مستقبل گویا تاریک ہو کر رہ گیا اس بھیانک تصویر۔سے حضرت شیخ الاسلامؒ آزادی سے قبل ڈرایا کرتے تھے۔

(اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان واعمال، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے) آمین

آزادئ ہند کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ سیاست سے بے نیاز

حضرت شیخ الاسلامؒ کی شخصیت خالص مخلص تھی سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے کرتے تھے سیاست سے آپ نے کبھی بھی کوئی ذاتی غرض نہیں نکالی۔آپ دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت وبقاء کے لیے ملک کو آزاد کرانا چاہتے تھے آزاد ہونے کے بعد سیاست سے اس طرح الگ تھلگ ہو کر درس وتدریس، وعظ وتذکیر وغیرہ دینی کام میں یکسو ہو کر لگ گئے

ایسا معلوم ہوتا کہ سیاست سے آپ کو مطلب نہیں ہے۔

آپ کے سیاسی کردار، ملک وملت کی خدمات پر صدر جمہوریہ نے ایوارڈ واعزاز بخشنا چاہا تو آپ نے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ یہ ہمارے اسلاف کا طریقہ کار نہیں ہے گویا کمال اخلاق کے ساتھ اپنے نفس سے بدگمانی اس کے نقص کے استحضار سے اپنے دامن کو بچالیا آپ کی صفات میں آپ کی انسانی بلندی ممتاز و مسلم ہے، پاکیزہ شخصیت ہے غرض جدوجہد، بیداغ زندگی اور مکارم الاخلاق نے آپ کی ذات کو کھرا سونا اور سچا موتی بنادیا تھا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی مہمان نوازی

حضرت شیخ الاسلامؒ کا ساری زندگی الید العلیا خیر من الید السفلیٰ پر عمل رہا وہ بہت کم دوسرے کے ممنون ہوئے، انہوں نے ایک عالم کو ممنون کیا، ان کا مہمان خانہ ہندوستان کے وسیع ترین مہمان خانوں میں اور ان کا دسترخوان ہندوستان کے وسیع ترین دسترخانوں میں تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا قلب اس سے بھی زیادہ وسیع تھا بعض واقفین کا اندازہ ہے کہ پچاس مہمانوں کا روزانہ اوسط ہوتا تھا پھر اس میں ہر طبقے اور حیثیت کے لوگ ہوتے تھے شیخ کی بشاشت، انتظام، مستعدی اور اہتمام بتلاتا تھا کہ ان کو کس قدر قلبی مسرت اور روحانی لذت حاصل رہی ہے ان کے شاگردوں نے بتایا کہ جب حضرت شیخ الاسلامؒ دارالحدیث میں سبق پڑھا لیتے تو مسند پر کھڑے ہوکر مہمانوں کو دیکھتے اور باہر کے جو بھی آدمی ملتے ان کو اپنے گھر بلوا لیتے تھے الغرض ضیافت، مہمان نوازی اور اطعام طعام ان کی روحانی غذا اور طبیعت ثانیہ بن گئی تھی پھر مہمانوں کے ساتھ وہ جس تواضع اور انکساری اور جس اعزاز واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے اس کو دیکھ کر یہ شعر یاد آتا تھا:

وانی لعبد الضیف ما دام نازلا ☆ وما شیمة لی غیرها تشبه العبدا

ترجمہ: میں مہمان کا غلام ہوں جب تک وہ میرے گھر مہمان رہے اور میرے اندر یہی ایک صفت ہے جس سے میں غلام معلوم ہوتا ہوں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی تصانیف

حضرت شیخ الاسلامؒ کی پوری زندگی تدریسی، روحانی، سیاسی، ملی، وملکی وتخلیقی وغیرہ مختلف الانواع کاموں میں گھری ہوئی تھی اس لئے مستقل تصانیف وتالیفات کے لیے یکسو نہیں ہوسکے جس کی وجہ سے معتد بہ کتابیں آپ کے قلم سے وجود

میں نہیں آسکیں پھر بھی چند اہم اور مختصر مگر جامع کتابیں اور رسائل مختلف اوقات میں تحریر فرما کرامت کی اس سلسلے میں بھی رہنمائی فرمائی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نقشِ حیات (دو جلدیں)

یہ آپ کی خودنوشت سوانح ہے جس میں آپ نے اپنے خاندانی حالات، ایام تعلیم، ہجرتِ مدینہ منورہ اور اپنے شیخ کے ساتھ مالٹا کی اسارت کے حالات تحریر فرمائے ہیں ان باتوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی سیاسی تاریخ خصوصاً انگریزوں کی چال بازی اور انکی سیاسی فریب کاریوں پر سیر حاصل تبصرے کئے۔

(۲) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب

یہ کتاب مولانا احمد رضا بریلوی پر رد ہے جنہوں نے اکابر علماء کی تکفیر کی تھی۔ (۳) آپ کے مکاتب: جو مکتوبات شیخ الاسلام کے نام سے چار جلدوں میں چھپے ہیں۔ (۴) معارف مدینہ: یہ آپکی ترمذی شریف کی درسی تقریر ہے جو دو جلدوں میں چھپی ہے اس سے آپ کی تحقیقی ذوق اور تدریسی جولانیوں کا بخوبی اندازہ لگتا ہے۔ (۵) اسیران مالٹا: (۶) مودودی دستور کی حقیقت (۷) عمل وعقیدہ (۸) متحدہ قومیت وغیرہ

وفات

نصف جولائی ۱۹۵۷ء میں دورانِ سفر تنفس کی تکلیف شروع ہوئی سفر منقطع فرما کر دیوبند واپس آگئے سلسلہ مرض جاری رہا اور تنفس کی تکلیف عارضہ قلب میں تبدیل ہوئی دوا علاج اور پرہیز کا سلسلہ بھی جاری رہا اور ملاقاتوں، عبادتوں اور سبق کا معمول بھی جاری رہا ۲۸ر محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۵ر اگست ۱۹۵۷ء کو بخاری شریف کا آخری درس دیا اس کے بعد مرض کی شدت میں اضافہ ہی ہوتا رہا طبیب ڈاکٹر جمع ہوتے رہے دوائیں، علاج اور غذائیں تجویز ہوتی رہیں کبھی افاقہ کی صورت بھی پیدا ہوتی مگر کل نفس ذائقة الموت کے اٹل دستور خداوندی کے مطابق آخر ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو ظہر سے پہلے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بے انداز خلق خدا کو خیر باد کہتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون [1]

[1] ماخوذ ومستفاد: (۱) کشف الباری ۸۷ تا ۹۷، (۲) العناقید الغالیہ ۱۰۷ تا ۱۱۳ (۳) نزہۃ الخواطر)

تذکرہ

حضرت مولانا فخرالدین مرادآبادیؒ

نام ونسب

آپ کا نام فخرالدین آپ کا وطن ہاپوڑ ہے آپ کے آباء واجداد میں سید قطب الدین اور سید عالم اپنے دوسرے دو بھائیوں کے ساتھ عہد شاہ جہاں میں ہرات سے دہلی آئے یہ حضرات اپنے زمانہ کے ممتاز علماء میں سے تھے شاہ جہاں نے ان کے درس وتدریس کے لئے ہاپوڑ میں ایک مدرسہ تعمیر کرادیا، سید عالم کا سلسلہ نسب ۲۶ رواسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش کے سلسلہ میں دوقول ہیں (۱) پہلا قول ۱۳۱۰ھ میں ہاپوڑ میں ہوئی جیسا کہ مولانا عاشق الٰہی برنی مظاہریؒ نے العناقید العالیہ میں تحریر فرمایا ہے (۲) ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء اجمیر میں ہوئی جہاں آپ کے دادا سید عبد الکریم محکمۂ پولیس میں تھانے دار تھے (جیسا کہ محبوب رضوی نے تاریخ دارالعلوم دیوبند میں تحریر فرمایا ہے)

تعلیم وتربیت

چار سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا قرآن شریف اپنے والد ماجد سے پڑھا اور فارسی کی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی، بارہویں سال اپنے خاندانی بزرگ عالم مولانا خالد سے عربی صرف ونحو شروع کی، اسی دوران آپ کے والد ماجد کو اپنے آبائی مدرسہ کے احیاء کا خیال پیدا ہوا جو ۱۸۵۷ء کو داروگیر کی نذر ہوگیا تھا چند سال اس میں تعلیم پانے کے بعد آپ کو گلاؤٹھی کے مدرسہ منبع العلوم میں بھیج دیا گیا، وہاں مولانا ساجد علی سے مختلف کتابیں پڑھیں، بعد ازاں اپنے استاد ساجد علی کے ساتھ دہلی چلے گئے، دہلی کے مدرسہ میں معقولات کی کتابیں پڑھیں، پھر ۱۳۲۶ھ میں دارالعلوم دیوبند آئے اور حضرت شیخ الہندؒ نے امتحان لیا امتحان میں امتیازی نمبروں سے سرفراز ہوئے۔

حضرت شیخ الہند کی ہدایت کے مطابق دو سالوں میں دورہ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی ہی میں طلباء کو معقولات کی کتابیں پڑھانے لگے تھے، ۱۳۲۸ھ میں فراغت حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوگئے، مگر شوال ۱۳۲۹ھ میں اکابر نے آپ کو مدرسہ شاہی مرادآباد بھیج دیا جہاں تقریبا اڑتالیس ۴۸ سال قیام رہا تقریبا نصف صدی کی اس طویل مدت میں بہت سے طلباء حدیث نے اکتساب فیض کیا، اور

آپ کا درس بخاری بہت مشہور تھا،

۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی وفات کے بعد دار العلوم کی مجلس شوریٰ کے اراکین نے دار العلوم دیوبند کے لئے آپ کا انتخاب کیا، حضرت مدنیؒ نے اپنے مرض الوفات میں باصرار آپ کو مرادآباد سے بلا کر اپنی جگہ صحیح بخاری شریف کے درس کے لئے معمور کیا تھا اس سے پہلے بھی دو مرتبہ حضرت مولانا مدنیؒ کی گرفتاری اور رخصت کے زمانہ میں آپ دار العلوم میں صحیح بخاری شریف کا درس دے چکے تھے ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں پونے تین سو طلباء کے قریب آپ کے درس میں شریک تھے کم وبیش دورہ حدیث کے طلباء کی یہی تعداد ہر سال رہتی تھی

درسی خصوصیات

حضرت مولانا مرادآبادیؒ چونکہ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کے خاص تلامذہ میں تھے، اس لئے آپ کے درس میں ان دونوں حضرات کا رنگ تھا، چنانچہ آپ کا درس حدیث نہایت مبسوط اور مفصل ہوتا تھا حدیث کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث فرماتے تھے، ائمہ وفقہا کے مذاہب بیان کرنے کے بعد حنفی مذہب کی ترجیح پر زور دلائل کے ساتھ اس طرح پیش فرماتے تھے کہ طلباء کو ادنیٰ خلجان بھی باقی نہیں رہتا تھا، اثناء درس صحیح بخاری کی مختلف شروحات کے حوالہ جات پیش کرنے کے ساتھ اپنے اساتذہ کے علوم ومعارف بھی پیش فرماتے تھے، انداز بیان نہایت پاکیزہ اور شبستہ ہوتا تھا آپ کے درس بخاری شریف کو شہرت تامہ اور مقبولیت حاصل تھی، آپ اپنے دور میں یگانہ روزگار اور بے مثال استاذ تھے، اور طلباء آج تک ان سے تلمذ پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

ملکی سیاست میں آپ کا حصہ

تعلیمی مشاغل کے علاوہ تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا اس کے نتیجہ میں ہی قید وبند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑی حضرت مدنیؒ کی جمعیۃ العلماء ہند کی صدارت میں دو مرتبہ نائب صدر رہے بعد ازاں مسند صدارت پر فائز ہوئے اور تادم واپسی جمعیۃ العلماء ہند کی صدارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

تصانیف

آپ درس وتدریس میں یکسو ہو کر ہمہ تن مشغول رہے اس لئے تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تاہم چند کتابیں آپ کے قلم سے سپرد قرطاس ہوئی ہیں (۱) القول الفصیح فی ما یتعلق بنضد ابواب الصحیح (۲) ربط ابواب صحیح البخاری (۳) آپ کے بعض شاگردنے آپ کی تقریر کو جمع کیا جو موسوم ہے ایضاح البخاری کے نام سے جو اپنی مثال آپ ہے۔

وفات

آخری عمر میں جب صحت نے جواب دے دیا تو بغرض علاج وتبدیل آب وہوا آپ کو مراد آباد لے جایا گیا مگر وقت موعود آچکا تھا مراد آباد میں کچھ عرصہ علیل رہ کر ۲۰ رصفر المظفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۵/اپریل ۱۹۷۲ء میں نصف شب کے بعد انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اطلاع ملنے پر دار العلوم دیوبند اور دہلی وغیرہ بہت سے حضرات مراد آباد پہنچ گئے اور حضرت مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے نماز جنازہ پڑھائی دوپہر کے بعد تدفین عمل میں آئی دار العلوم دیوبند میں صحیح البخاری شریف کا یہ عظیم الشان درس تقریبا ساٹھ سال سے حضرت شیخ الہند کے تلامذہ میں مسلسل چلا آرہا تھا آپ کی وفات کے بعد حضرت شیخ الہند سے بلاواسطہ سلسلہ ختم ہو گیا [1]

تذکرہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

نام ونسب

نام محمد قاسم، تاریخی نام خورشید حسین، لقب حجۃ الاسلام اور تخلص قاسم العلوم والخیرات ہے مشہور حضرت نانوتویؒ ہیں والد کا نام اسد علی ہے نسبت نانوتوی، حنفی اور صدیقی ہے۔

نسب نامہ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے مختصر نسب نامہ یہ ہے:

قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاؤ الدین بن فتح محمد بن محمد تقی بن عبد السمیع بن مولوی ہاشم صدیقی نانوتوی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعا

ولادت

قصبہ نانوتہ میں ۱۲۴۸ھ (مطابق ۱۸۳۲ء یا ۱۸۳۳ء) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے وطن نانوتہ میں حاصل کی پھر آپ کو دیوبند پہنچا دیا گیا یہاں کچھ دنوں تک مولوی مہتاب علی

---

[1] یہ تمام حالات ماخوذ مستفاد ہے (۱) العناقید الغالیہ ص:۶۰ (۲) تاریخ دار العلوم دیوبند ص:۱۰۵ تا ۱۰۸ ج:۲

(حضرت شیخ الہند کے چچا) سے عربی شروع کی پھر کچھ عرصہ کے بعد اپنے نانا شیخ وجیہ الدینؒ کے یہاں سہارنپور منتقل ہوگئے نانا خود بھی صاحبِ علم اور فارسی کے اچھے جاننے والے تھے اور اردو شاعر بھی تھے انکی صحبت کے علاوہ وہاں آپ نے مولوی محمد نواز سہارنپوریؒ سے فارسی وعربی کی کچھ کتابیں پڑھیں، نانا کے انتقال کے بعد آپ سہارنپور سے نانوتہ واپس آگئے ۱۲۵۹ھ کے آخر میں آپ کو مولانا مملوک علی نانوتویؒ اپنے ساتھ دہلی لے گئے وہاں کافیہ اور دوسری کتابیں پڑھیں بعدازاں آپ کو دہلی کالج میں داخل کر دیا گیا داخلے سے پہلے مولانا مملوک علیؒ سے منطق وفلسفہ وکلام کی کتابیں، میرزاہد، قاضی مبارک، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ ان کے مکان پر پڑھ چکے تھے، آخر میں اس حلقہ درس میں حاضر ہوئے جو علوم قرآن وحدیث میں سارے ہندوستان میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مسندِ علم پر حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رونق افروز تھے ان سے علم حدیث کی تحصیل کی زمانہ طالب علمی ہی میں ان کی ذہانت، علم و فضل اور فہم وفراست کی شہرت عام ہوگئی تھی نیز حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے بھی آپ نے کتب حدیث کی سند حاصل کی ہے جیسا کہ آپ کے شاگرد منصور علی نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ذریعہ معاش اور تدریس

فراغت کے بعد حضرت نانوتویؒ نے ذریعۂ معاش کے لئے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے (مطبع احمدی) دہلی میں تصحیح کتب کا کام شروع کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت محدث سہارنپوری کی فرمائش پر بخاری شریف کے پانچ پاروں کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا اسی زمانے میں درس وتدریس کا سلسلہ مطبع کی چہار دیواری مسجد اور مکان پر ہوتا تھا آپ کی بڑی خصوصیت تھی کہ تعلیم وتدریس پر کبھی تنخواہ نہیں لی آپ صحاح ستہ کے علاوہ مثنوی مولانا روم اور دوسری کتابیں بھی پڑھاتے تھے اور خاص خاص طلباء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے نامور تلامذہ

حضرت نانوتویؒ سے سیکڑوں علمائے کبار نے اکتساب فیض کیا ہے جن میں سے مشہور حضرات یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ (شیخ الہند) (۲) مولانا احمد حسن امروہیؒ (۳) مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ وغیرہ جیسے باکمال نامور علماء کی ایسی جماعت تیار ہوئی کہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے بعد اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔

جنگ آزادی اور حضرت نانوتویؒ

۱۸۵۷ء میں جب جنگ آزادی شروع ہوئی تو حضرت قطب اعلی حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ صاحب نے آپکو شاملی کا

سپہ سالار مقرر کیا، آپ نے اس میں مردانہ وار حصہ لے کر شاملی ضلع مظفر نگر کی تحصیل فتح کر ڈالی، مگر حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکے، اس کے بعد گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا، احباب کے بہت اصرار پر ایک مکان میں تین دن تک روپوش رہے اور باہر نکل گئے اور فرمایا کہ تین دن سے زیادہ روپوش رہنا سنت سے ثابت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر تین روز ہی روپوش رہے تھے۔

ایک دفعہ آپ دار العلوم کی چھتہ والی مسجد میں تھے کہ پولیس کے کارندے آپہنچے آپ مسجد میں ٹہل رہے تھے چونکہ آپ سادہ لباس میں تھے اس لئے پہچان نہ سکے آپ سے ہی پوچھ لیا کہ مولانا قاسم کہاں ہیں آپ نے فوراً ایک قدم ہٹ کر فرمایا ابھی یہیں تھے دیکھ لیجئے، کپتان غریب دیکھ بھال میں مصروف ہوا اور آپ غایت اطمینان سے مسجد سے باہر نکل آئے اور پولیس کے گھیرے میں سے گزرتے ہوئے دوسری قریب کی مسجد شاہ از الدین کی طرف روانہ ہوگئے، کپتان مسجد سے باہر نکلا اور حضرت کو جاتے ہوئے دیکھ کر بولا کہ مولانا تو یہی معلوم ہوتے ہیں جو جا رہے ہیں پولیس ادھر چلی مسجد از الدین کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت وہاں سے نکلے اور پولیس کے جتھے میں گزرتے ہوئے کسی اور مسجد میں پہنچ گئے غرض پولیس کا یہ چکر اور حضرت کا یہ دور عرصہ تک جاری رہا مگر بحفاظت الٰہی پولیس حضرت پر قابو نہ پا سکی۔

دار العلوم دیوبند کا قیام اور تحفظ اسلام کی خدمات

دنیا کا کوئی کام بغیر کسی سبب داعیہ اور محرک کے معرض وجود اور منصۂ شہود پر نہیں آتا ہم کو ٹھنڈے دل کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے ہندوستان میں کم وبیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی مگر گردشِ زمانہ سے سلطنت مغلیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہوگیا اور اپنوں کی بداعمالیوں کے نتیجے میں ظالم و جابر برطانیہ قہر الٰہی کی صورت میں ہندوستان پر آچکا تو اس کے مقابل ہندوستان کی دیگر اقوام خصوصاً مسلمانانِ ہند میدان میں نکلے تو اس وقت انگریزوں نے اہل ہند خصوصاً مسلمانوں پر کیا کیا مظالم نہ ڈھائے تاریخ کے اوراق میں وہ دلگداز واقعات موجود ہیں جن کو پڑھ کر دل تھرا جاتا ہے، قرآنِ کریم کو ہندوستان سے نیست و نابود کرنے اور مسلمانوں کے اسلامی جذبات کو مٹا کر تمام ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کو عیسائی بنانے پر سرگرم عمل ہوگئے اور ہندوستان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک عیسائیت پھیلانے اور اس راستے کے روڑے علماء حقہ کو مٹانے کیلئے ایسے ایسے حربے استعمال کیے گئے کہ شیطان مردود بھی دم بخود ہوکر رہ جاتا ہے مگر ہر ایک چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے، جب لاکھوں انسانوں پر برطانیہ یہ مظالم کر چکا تو بیرونی دنیا کی اقوام تھرا گئیں اور حکومتِ برطانیہ کی پوری دنیا میں بدنامی ہونے لگی، تو عیار اور مکار برطانوی قوم نے

بدنامی سے بچنے کے لیے جاری کردہ وارنٹ، گرفتاری اور دیگر کئی سخت احکام واپس لے لئے۔

چنانچہ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد دیوبند کے اکابر خصوصاً حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ نے احساس کیا کہ ان نازک حالات میں مذہبی اور دینی طور پر مسلمانوں کی حفاظت وتربیت کا کوئی معقول اور خاطر خواہ انتظام نہ کیا گیا اور قرآن وحدیث، فقہ، تاریخ اسلام اور سلفِ صالحین کے اعلیٰ کارناموں اور اقدار سے ان کو باخبر نہ رکھا گیا تو سخت خطرہ ہے کہ (العیاذ باللہ) مسلمان کہیں نصرانیت اور دیگر فتنوں کے دام ہمرنگ زمین ہی میں نہ الجھ جائیں ان تمام پریشانیوں کو سوچنے اور سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نانوتویؒ اور آپکے رفقاء کار کو نتیجہ رس دماغ اور سیماب کی طرح بے قرار دل مرحمت فرمادیا تھا اور متلاشیان حق کے ایک ایک فرد زبانِ حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں

آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

الغرض اسی دلسوزی کے ساتھ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء بروز جمعرات (اسی دن ہفتہ بھر کے نیک اعمال اللہ کے یہاں پیش ہوتے ہیں) تاریخ کا یہی عظیم مبارک دن ہے جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی امانت کا چشمۂ علم سرزمین دیوبند میں (دارالعلوم کی شکل میں) پھوٹا اور رشد وہدایت کا پودا شجر طوبیٰ بن کر پھیلا جس کے لذیذ پھل سے دنیائے اسلام کی علمی بھوک ختم ہوئی جسکی سرسبز وشاداب شاخوں کے سایہ کے نیچے جہالت وغفلت کی باد سموم میں جھلسنے والوں کو چین اور اطمینان نصیب ہوا اور اس صاف شفاف چشمہ سے نہریں اور ندیاں پھوٹ پھوٹ کر (دیگر مدارس ومراکز اسلامیہ کی شکل میں) نکلیں اور ایشیاء بھر کے مردہ دلوں کو زندہ اور اجڑے ہوئے قلوب کو لہلہاتا ہوا چمن بنادیا۔

اس مبارک تقریب میں بہت سے باخدا بزرگ جمع ہوئے اور دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عالیشان عمارت کے متصل جنوب کی طرف مسجد چھتہ میں انار کے درخت کی ٹہنیوں کے سایہ میں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا اور سب سے پہلے معلم حضرت ملا محمود صاحبؒ اور سب سے پہلے متعلم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی قرار پائے (اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرماکر غریق رحمت فرمائے آمین)

فرقِ باطلہ کی تردید اور حضرت نانوتویؒ کا اعلائے کلمۃ اللہ

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے سلطنت اور اقتدار جانے کی دیر تھی کہ مختلف قسم کے مذہبی فتنے عذاب الٰہی

کی صورت میں نمودار ہوئے اور ساون کے مینڈکوں کی طرح بازاروں، کوچوں، گلیوں اور محفلوں میں پادری صاحبان جوق در جوق اور جماعت در جماعت گردش کرتے ہوئے اور مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے نظر آنے لگے ہندوستان میں شاید ہی کوئی جگہ ہو جہاں ان کے منحوس پاؤں نا پہنچے ہوں اور اسلام کے خلاف زہر اگل کر عیسائیت کی تبلیغ میں کوئی کمی چھوڑی ہو۔

نیز انگریزی حکومت نے ایک خطرناک سازش یہ بھی کی کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلے میں لا کھڑا کیا اور ہندو پنڈتوں کو کھلے عام چھوٹ دے کر اس کے لئے مواقع فراہم کئے گئے کہ مسلمانوں کے خلاف کھلے عام مناظرے کریں چنانچہ بڑے بڑے پنڈتوں خصوصاً دیانند سرسوتی وغیرہ کئی مقامات پر میدان میں آئے ان کے تعاقب کے لئے حضرت نانوتویؒ اور آپ کے مختلف رفقاء، علمائے اسلام، امام فن اور مناظرین اسلام خصوصاً حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ اور حضرت مولانا سید ابوالمنصور صاحب دہلویؒ وغیرہ حضرات نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور ان فرق باطلہ کے مزعوم دعوے اور دلائل کے جوابات دئے اور اسلام کی حقانیت ٹھوس دلائلِ نقلیہ وعقلیہ کی روشنی میں ثابت کی اور ہر جگہ کامیاب و کامران ہو کر واپس ہوئے۔

حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقاء کہاں کہاں مناظرے کئے کیسے کیسے کامیابیاں حاصل کیں باطل فرقوں کے سرغنوں کا سر مغرور کیسے کیسے سرنگوں ہوا اور اسلام کی حقانیت وصداقت کس طرح آشکارا ہوئی وہ سب کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے مطالعہ کرنا چاہیے ان تمام واقعات اور مناظرے کی مکمل روداد کا استیعاب نہ اس کتاب کا موضوع ہے اور نہ ہمارا مدعا ہے اس لیے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں بس ایک حقیقت کا اظہار ہے کہ حق وقتی طور پر دبا ہے مٹا نہیں اور باطل وقتی طور پر ابھرا ہے مگر باقی نہیں رہا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرت نانوتویؒ کا بیعت وسلوک

حضرت نانوتویؒ طالب علمی ہی کے زمانے میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر سلوک کے منازل طے کر کے چاروں سلسلوں میں ان کے مجاز ہوئے حضرت حاجی صاحبؒ کی نظروں میں آپ کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ درج ذیل جملوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت نانوتویؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ایسے لوگ پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے۔

(۲) ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتا ہے چنانچہ حضرت شمس تبریزؒ کے واسطے مولانا روم کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولانا محمد قاسمؒ لسان عطا ہوئے ہیں اور جو میرے قلب میں آتا ہے بیان کر دیتے ہیں۔

(۳) ایک مرتبہ غالبًا اخیر عمر میں فرمائے ہونگے جو آدمی اس فقیر سے محبت اور عقیدت رکھتا ہے مولوی رشید احمد سلمہٗ اور مولوی محمد قاسم سلمہ کو جو تمام کمالاتِ علوم ظاہری اور باطنی کو جامع ہیں میرے، بلکہ مجھ سے بڑھ کر جانے اگر چہ معاملہ برعکس ہے وہ بجائے میرے اور میں بجائے ان کے ہوتا، ان کی صحبت کو غنیمت جاننی چاہیے ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں۔

(۴) ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا امداد اللہ کیا لے کر آیا تو مولوی رشید احمد اور مولوی قاسم کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر آیا ہوں۔

حضرت نانوتویؒ کا فضل وکمال بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سر سید احمد خاں کی نظر میں

سر سید احمد خان حضرت نانوتویؒ کے صرف ہم عصر ہی نہیں بلکہ استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علیؒ سے خوشہ چینی میں شریک تھے، ان کی شہادت حضرت نانوتویؒ کے متعلق ایک وقیع اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

لوگوں کا خیال تھا کہ بعد جناب مولوی محمد اسحاق صاحب کے کوئی شخص ان کی مثل ان تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے مگر مولوی قاسم صاحب نے اپنی کمال نیکی، دینداری اور تقویٰ اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کے اس ولی کی تعلیم وتربیت کی بدولت مولوی محمد اسحاق صاحب کے مثل اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔ بلکہ چند باتوں میں اور زیادہ۔ ابتدا ہی سے آثار تقویٰ اور ورع اور نیک بختی اور خدا پرستی کے ان کے اوضاع واطوار سے نمایاں تھے زمانہ تحصیل علم میں جیسے کہ وہ ذہانت اور عالی دماغی اور فہم وفراست میں معروف ومشہور تھے ویسے ہی نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہل فضل وکمال تھے، ان کو جناب مولوی مظفر حسین صاحبؒ کی صحبت نے اتباع

سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہؒ کے فیض صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت اعلیٰ مرتبہ کا دل بنا دیا تھا خود بھی پابندِ شریعت وسنت تھے اور لوگوں کو بھی پابند شریعت وسنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے بایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا بھی ان کو خوب خیال تھا وہ کچھ خواہش پیر و مرشد بننے کی نہیں کرتے تھے لیکن ہندوستان میں اور خصوصاً شمال ومغرب میں ہزارہا آدمی ان کے معتقد تھے اور ان کو اپنا پیشوا اور مقتدیٰ جانتے تھے۔

مسائل خلافیہ میں بعض لوگ ان سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے ہم مولوی محمد قاسم صاحب کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا ہو کسی طرح ہوائے نفسانی یا ضد اور عداوت پر محمول نہیں کر سکتے، ان کے تمام کام افعال جس قدر کے تھے بلاشبہ للّٰہیت اور ثواب آخرت کی نظر سے تھے، اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے واسطے تھا اور کسی سے خوش ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا کسی شخص کو مولوی محمد قاسم اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا برا نہیں جانتے تھے بلکہ صرف اس خیال سے کہ برے کام کرتا ہے یا بری بات کہتا ہے خدا کے واسطے جانتے تھے مسئلہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا خاص ان کے برتاؤ میں تھا ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھی ہم سب دل سے ان کے ساتھ ان سے محبت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔

اس زمانے میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اور شاید وہ لوگ بھی جو ان سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے تسلیم کرتے ہونگے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے ان کا پایہ اس زمانے میں شاید معلومات علمی میں شاہ عبدالعزیزؒ سے کچھ کم ہو مگر تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا، مسکینی اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی محمد اسحاق سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے اور ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا ان لوگوں کے لیے جو ان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی تصانیف

حضرت نانوتویؒ کی متعدد وقیع اور عمیق تصانیف ہیں جو اپنے مرتبہ کی آپ ہی کی نظیر ہیں حضرت تھانویؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کردیا جائے اور مصنف کا نام نہ بتایا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ کتابیں امام رازیؒ یا امام غزالیؒ کی ہیں آپ کی تصانیف زیادہ تر ان مسائل سے متعلق ہیں جو اس وقت زیرِ بحث تھے وہ تمام کتابیں دراصل کسی نہ کسی کے استفسار کے جواب میں لکھی گئی ہیں آپکی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)تقریر دل پذیر(۲) آب حیات (۳)انتصار الاسلام(۴)تصفیۃ العقائد(۵)حجۃ الاسلام(۶)قبلہ نما(۷)مباحثہ شاہجہاں پور (۸)توثیق الکلام (۹)اجوبۂ اربعین مناظرہ عجیبہ(۱۰)مکاتیب حضرت نانوتوی (۱۱)اسرار قرآنی (۱۲)تحفۂ لحمیہ(۱۳)انتباہ المؤمنین (۱۴)میلہ خدا شناسی (۱۵)الدلیل المحکم (۱۶)لطائف قاسمی (۱۷)جمالِ قاسمی (۱۸)فیوضِ قاسمیہ(۱۹)مصابیح التراویح (۲۰)اسرار الطہارۃ(۲۱)قصائد قاسمی (۲۲)حاشیہ بخاری شریف (آخری پانچ پارے)(۲۳)فتویٰ متعلقہ اجرتِ تعلیم (۲۴)جواب ترکی بہ ترکی (۲۵)ہدایۃ الشیعہ (۲۶)الاجوبۃ الکاملۃ (۲۷)الخط المقسوم من قاسم العلوم

حضرت نانوتویؒ کی وفات

حضرت نانوتویؒ ۴۹ رسال کی عمر میں ۴ر جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ مطابق اپریل ۱۸۷۹ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر اس دارفانی سے کوچ کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مدفن

دارالعلوم دیوبند کے شمال جانب (موسوم مزارِ قاسمی) میں مغرب بعد تدفین عمل میں آئی (مزارِ قاسمی کی زمین حکیم مشتاق احمد صاحب دیوبندیؒ نے خرید کر قبرستان کے لیے وقف کردی تھی جہاں بے شمار علماء، طلبہ اور صلحاء اور دوسرے بہت سے لوگ آسودہ خواب ہیں۔ [1]

[1] ماخوذ ومستفاد (۱) کشف الباری ۱۰۱،۱۰۶ (۲) نزہۃ الخواطر ۳۸۲ تا ۳۸۴ (۳) العناقید الغالیہ ۳۹ (۴) الکلام المفید ۵۰۰ تا ۵۰۲ (۵) سوانح علماء دیوبند ۱۰ تا ۶۰ جلد ۲

تذکرہ

شیخ شاہ ابوسعید الدہلوی

نام ونسب

آپ کا نام ابوسعید والد کا نام صفی القدر نسبت، مجددی، رامپوری ہے علامہ مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی نزہۃ الخواطر میں تحریر فرماتے ہے الشیخ العالم الفقیہ المحدث ابوسعید بن صفی بن عزیز ابن عیسی بن سیف الدین محمد معصوم العمری الدہلوی احد کبار المشائخ النقشبندیہ آپ مجدد الف ثانی کی نسل سے ہیں

ولادت

آپ کی پیدائش ذیقعدہ کی دوسری تاریخ ۱۱۹۶ھ رامپور شہر میں ہوئی ہے

تعلیم

آپنے حفظ قرآن گیارہ برس کی عمر میں ہی مکمل کرلیا تھا اور اپنے شہر رامپور کے بعض قراء حضرات سے فن تجوید پڑھا اور کتب درسیہ عقلیہ ونقلیہ مفتی شرف الدین رامپوری سے پڑھیں اور بعض کتابیں شیخ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی سے بھی پڑھیں نیز قاضی مبارک کی شرح السلم اور مسلم شریف بھی شاہ رفیع الدین سے پڑھیں اور پھر دیگر کتب حدیث کی سند اپنے ماموں سراج احمد سے حاصل کی پھر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور تمام کتب حدیث کی سند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اور اس زمانہ کے دیگر اکابر محدثین سے حاصل کی

بیعت وسلوک

اولا اپنے والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے نقشبندیہ کے شیخ درگاہی رامپوری سے بیعت ہوکر ذکر و اذکار میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد وجد اور حالت کے دروازے اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھول دیئے اس کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوکر ہزاروں لوگوں کو بیعت فرمایا پھر اپنے نفس میں کچھ کھٹکا محسوس کیا تو مسند شیخیت کو چھوڑ کر دہلی کا سفر کیا اور شیخ غلام علی العلوی الدہلوی کی صحبت اختیار کی اور ان کے انوار سے فیض حاصل کر کے تدریجا بلند مقام حاصل کرلیا تو شیخ علوی نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر اپنا جانشین منتخب کرلیا تو شیخ علوی آپ کی بہت قدر کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپ سفر سے واپس آتے تو شیخ علوی استقبال کے لئے باہر نکلتے۔

حج وزیارت

۱۲۴۹ھ میں حرمین شریفین کی طرف سفر فرمایا اور حج وزیارت سے سرفراز ہوئے، آپ کے اس سفر میں آپ کے نیک بخت فرزند شیخ عبدالغنی مجددیؒ ساتھ تھے جب آپ مکۃ المکرمہ پہنچے تو بڑے بڑے علماء ومفتیان کرام نے آپ کا استقبال کیا، جیسے شیخ عبداللہ سراج مفتی احناف، شیخ عمر مفتی شافعی، مفتی عبداللہ میر غنی حنفی وغیرہم۔

وفات

جب حج سے فارغ ہوئے تو حرم مکہ ہی میں بخار چڑھ گیا اور مدینہ آئے تو تھوڑا ہلکا ہوا پھر بخار بڑھتا ہی چلا گیا وطن واپسی پر مقام ٹونک میں پہنچ کر تکلیف زیادہ ہوگئی یہاں تک کہ رمضان آگیا اور اسی حالت میں رمضان گزارا اور عید کی صبح کو ۱۲۵۰ھ کو وہیں وفات پائی مولوی خلیل الرحمٰن ٹونک کے قاضی نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں کے وزیر نواب الدولہ اور دیگر امراء نے بھی نماز جنازہ میں شرکت کی پھر آپ کا تابوت دہلی منتقل کیا گیا اور چالیس روز کے بعد اپنے شیخ غلام علی علوی کے پہلو میں دفن کیے گئے آپ کے دو فرزند ہیں (۱) شاہ احمد سعید مجددی (۲) شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلوی دونوں کو اللہ تعالی نے علوم ظاہرہ وباطنہ سے آراستہ کیا تھا دونوں اپنے زمانہ کے اصل مقتدی بنے [1]

تذکرہ حضرت مولانا مملوک علیؒ صاحب نانوتوی

(حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ کی سند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ تک پہنچنے میں دو واسطے ہیں (۱) حضرت مولانا مملوک علیؒ (۲) مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ اس لئے ان دونوں کے حالات ذکر کرنا ہے)

نام ونسب

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ مقدمہ اوجز المسالک میں تحریر فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام کے شیخ استاذ الکل ابو یعقوب مولانا مملوک علی بن شیخ علامہ احمد علی بن غلام شرف الطیب بن شیخ عبداللہ الطیب بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد ہاشم وغیرہ۔

آپ کا سلسلہ نسب قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے آپ کے جد اعلیٰ میں مولوی محمد ہاشم شاہ جہاں بادشاہ کے مقربین میں سے تھے۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد نزہۃ الخواطر ص:۱۳ تا ۱۴ ج:۷ (۲) تذکرہ علماء اہل سنت ص:۱۹ تا ۲۰

ولادت

حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سہارنپور کے قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے

تعلیم وتربیت

اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دہلی تشریف لائے اور دہلی میں اکثر کتب بلکہ جمیع کتب درسیہ شیخ الاجل حضرت مولانا رشید الدین خان دہلوی سے پڑھیں مولانا رشید الدین خان حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے اجل تلامذہ میں سے تھے اور ان کے علاوہ بہت سے علمائے کبار سے متفرق علوم وفنون کی تکمیل فرمائی۔

درس وتدریس

حضرت مولانا مملوک علیؒ صاحب تمام علوم نقلیہ وعقلیہ میں ماہر اور اصول وفروع میں کامل تھے اور علم ادب العربی اور علم فقہ میں اپنے زمانہ کے علماء پر اس قدر سبقت لے گئے کہ اپنے زمانہ کے امام اور اس دور کے استاذ بن گئے یہاں تک کہ دہلی کے دار السلطنت میں کلیۃ العربیہ اور کلیۃ الانگلیزیہ آپ کو سپرد کیا گیا حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ آپ کے لئے سب سے زیادہ مناسب فخر کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ دو چمکتے ہوئے ماہتاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں اور حضرت العلام شیخ مولانا یعقوب صاحب نانوتوی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند آپ کے صاحبزادے ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ دار البقاء میں آخری عمر تک مدرس رہے ۱۲۵۸ھ میں حجاز کا سفر فرمایا اور حج وعمرہ سے فارغ ہو کر پورے ایک سال بعد ہندوستان تشریف لائے۔

وفات

۱۱رذی الحجہ ۱۲۶۷ھ میں یرقان کے مرض میں مبتلا ہو کر اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ [1]

حضرت مولانا رشید الدین خاں کشمیریؒ

نام ونسب

مولانا رشید الدین بن امین الدین بن وحید الدین کشمیری ثم دہلویؒ

ولادت

آپ دہلی میں پیدا ہوئے لیکن تاریخ ولادت معلوم نہیں ہے

[1] مستفاد (۱) مقدمہ اوجز المسالک ۴۴ جلد ۱ (۲) نزہۃ الخواطر ۵۴۴ جلد ۷

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم عالیہ خصوصاً سند حدیث حاصل کی۔

علمی مقام

آپ نحو وصرف علم معانی و بیان، منطق وفلسفہ وغیرہ علوم کے ماہرین میں سے تھے اور حدیث وتفسیر نیز علم فقہ کے پیشوا تھے بلکہ منقولات اور معقولات کے جامع ترین وجید عالم تھے محدث شہیر شاہ عبدالعزیز دہلوی کے اجل تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔فرق ضالہ باطلہ کی تردید میں یدطولیٰ رکھتے تھے خاص کر فرقہ روافض کی تردید میں مہارت تامہ حاصل تھی حتیٰ کہ ان کی تردید میں ایسے ایسے نکات اور دقیق دلائل پیش کرتے کہ عام لوگوں میں آپ کی تقریر ضرب المثل بن گئی تھی اور فرقہ شیعہ کی بیخ کنی میں بھی آپ ہم عصر تمام علماء پر فائق تھے،شیعہ کی تردید میں تو آپ نے ایک بے مثال کتاب (الشوکۃ العربیہ) تحریر فرمائی ہے جس سے لوگوں کو مناظرہ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے آپ تمام علوم خصوصاً فن مناظرہ میں تمام لوگوں کے رئیس سمجھے جاتے تھے۔

تصانیف

آپ نے متعدد کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں

(۱)الشوکة العربیه والصولة العضفریة(۲)ایضاح لطافة المقال(۳)اعانة الموحدین واهانة الملحدین

وفات

۱۲۴۳ھ میں وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر ساٹھ ۶۰ سال تھی [1]

تذکرہ

حضرت شیخ مولانا عبدالحی بڈھانویؒ

نام ونسب:

آپ کا نام عبدالحی والد کا نام شیخ ہبۃ اللہ نسبت صدیقی ہے البکری

[1] مستفاد:(۱)مقدمۃ اوجز المسالک ۴۲(۲)نزہۃ الخواطر ۱۹۸،۱۹۹ جلد ۷

سلسلہ نسب یہ ہے:

الشیخ الامام العالم الکبیر العلامة عبد الحی بن هبة الله بن نور الله الصدیقی البڈھانوی.

ولادت

آپ اپنے گاؤں بڈھانہ ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی، اور اپنے والد محترم کی علمی عملی شخصیت سے تربیت پائی۔

تعلیم وتربیت

آپ تھوڑے بڑے ہونے کے بعد دہلی تشریف لائے اور شیخ عبد القادر بن ولی اللہ العمری الدہلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر کتب درسیہ کی تعلیم پائی، اور پھر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی صحبت اختیار فرمائی اور ان سے علمی عملی اور روحانی اعتبار سے خوب فیض یاب ہوئے، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ آپ سے انتہائی درجہ کی محبت فرماتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ عبد الحی بڈھانوی کی پھوپھی آپ کے نکاح میں تھی، کیونکہ آپ کے دادا شیخ نور اللہ مرقدہ بڈھانوی علم فقہ میں شاہ عبد العزیز کے استاذ تھے، اسی وجہ سے استاذ محترم نے اپنی بیٹی کا نکاح شاہ عبد العزیز سے کردیا تھا، اسی قرابت کی وجہ سے آپ حضرت شاہ صاحب کے منظور نظر تھے، مزید براں آپ انتہائی ذہین، ذکی القوی اور حفظ واتقان کے اعلی معیار پر فائز تھے، اور شبانہ روز تکرار ومطالعہ کے عادی تھے، اور شیخ کامل کی محبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا، تمام علوم آلیہ وعالیہ میں مہارت تامہ حاصل کرکے اپنے زمانہ کے امام اور عالم کبیر سے مشہور ہوئے۔

سلوک وطریقت

آپ نے اپنے شیخ واستاذ شاہ عبد العزیز کی حیات ہی میں امام احمد بن عرفان شہید بریلویؒ سے بیعت وسلوک کا تعلق قائم فرمالیا تھا، اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ شیخ طریقت بھی بن گئے، پھر اپنے پیر ومرشد کے ساتھ ۱۲۳۷ھ میں حرمین شریفین کی طرف سفر فرمایا اور حج وعمرہ سے فارغ ہوئے اور اپنی کتاب (الصراط المستقیم) (جو فارسی زبان میں سلوک وطریقت کے سلسلہ میں لکھی گئی تھی) کو عربی میں منتقل کرکے اہل حرمین کو پیش کیا، اور قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ نے اپنی بعض کتابیں اپنی مرویات کی اجازت عامہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجی۔

الغرض حرمین شریفین کی زیارت اور حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد اپنے شیخ احمد بن عرفان شہید کی معیت میں ہندوستان واپس تشریف لائے، اور اپنے شیخ کے حکم سے اشاعت دین کی خاطر دو سال تک مختلف شہروں اور دیہاتوں کا

سفر فرمایا جس سے بے شمار خلق خدا نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

پھر اپنے شیخ کے ساتھ ۱۲۴۱ھ میں خراسان کی طرف بغرض جہاد سفر فرمایا اور وہیں آپ کے شیخ کا اپنے بستر پر ہی انتقال ہوگیا، شیخ کا آخری کلمہ تھا **اللهم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ** ۔

اور شیخ عبدالحی بڈھانویؒ ہندوستان تشریف لائے۔

فضل وکمال

نزہۃ الخواطر کے مصنف شیخ عبدالحی الحسنیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

آپ تقوی، عمل خیر وعظ ونصیحت کے اعتبار سے مؤثر ہونے، دنیاوی مال ومتاع سے دور اور اس کی تمنا کی قلت، کھانے پینے، لباس میں ایثار وقناعت کے پیکر ہونے میں اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، آپ خاموش مزاج، بہت زیادہ متوکل، جلیل الوقار، اور سنت سے بہت زیادہ محبت رکھنے والے، رسومات وبدعات سے نفور اختیار کرنے والے، نیک خصلت انسان تھے، آپ کو نور ایمان اور صلحاء کی خصلتوں نے پورے طور سے ڈھانپ لیا تھا، جب کوئی آپ کی تعریف کرتا تو غصہ ہوتے اور جب کوئی نصیحت کرتا تو خوش ہوتے تھے، آپ کے اوصاف محمودہ کے احاطہ کرنے سے قلم عاجز ہے۔

آپ کے زمانہ میں بیواؤں سے نکاح کرنے میں عیب شمار کیا جاتا تھا آپ نے اپنی کتاب کے ذریعہ اس کی پرزور تردید فرمائی، چنانچہ الیانع الجنی کے مرتب شیخ محسن بن یحی الترہتی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نامور شاگرد کی تعریف کرتے ہوئے آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

کان من احسنهم خبرة بالفقة و آمرسهم بالکتب الدرسیة رأیت له رسالة فی حث الناس علی تزویج ایاماهم وردعهم عن استقباح ذالک.

آپ کی تصانیف

آپ کی ایک کتاب تو وہی ہے جو یانع الجنی کے مصنف نے تحریر کیا، جو رسومات وبدعات کی تردید میں تحریر کی گئی۔

(۱) الصراط المستقیم، یہ کتاب فارسی زبان میں سلوک اور طریقت کے سلسلہ میں ہے۔(۲) الصراط المستقیم: عربی

میں (۳) حکایۃ المناظرہ (۴) آپ کے فتاوی جو بے شمار ہیں جس کو چند دفاتر بھی سمیٹ نہیں سکتے۔

وفات

۸؍شعبان المعظم ۱۲۴۳ھ مین خار میں انتقال فرمایا وہیں دفن کیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱

تذکرہ

حضرت مولانا وجیہ الدین سہارنپوریؒ

نام ونسب:

آپ کا نام وجیہ الدین ہے، نسبت محسنی، حنفی، صدیقی اور سہارنپوری ہے،

فضل وکمال

آپ یگانہ روزگار اور صاحب فضل وکمال شخصیت میں سے ایک تھے، آپ شیخ عبدالحی بڈھانوی کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، آپ نے شیخ بڈھانوی سے حدیث کی سند حاصل کی اور شاہ عبدالقادر بن شیخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے بھی سند حدیث حاصل کی ہے، آپ سہارنپور کے باشندے تھے یہاں برسوں آپ نے درس وتدریس، تعلیم وتعلم، اور دیگر دینی خدمات کے ذریعہ اس علاقہ میں فیض پہنچایا۔

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے آپ سے بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث کی سندیں حاصل کی ہیں۔ ۲

تذکرہ

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ

نام ونسب:

آپ کا نام عبدالقادر والد کا نام ولی اللہ الدہلوی (سلسلہ نسب آپ کے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حالات میں آچکا ہے)

---

۱ یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی ۱۰۹ (۲) نزہۃ الخواطر ۲۴۹/۲۵۰ ج ۷

۲ ماخوذ واستفاد، نزہۃ الخواطر ۵۲۲ ج ۷ (۲) العناقید الغالیہ ۱۷۴)

ولادت

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے چار لڑکے (ارادہ بنت سید ثناء اللہ بیوی کے بطن سے) پیدا ہوئے (۱) شاہ عبدالعزیز (۲) رفیع الدین (۳) عبدالقادر (۴) سب سے چھوٹے عبدالغنی (والد شیخ اسماعیل شہید) آپ جوانی ہی کی حالت میں انتقال کر گئے، پھر شیخ عبدالقادر پھر شاہ رفیع الدین کا انتقال ہوا، سب سے بڑے عبدالعزیز زندہ رہے، سب علم وفضل کے جبال تھے۔

تعلیم

آپ کے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا سایہ آپ کے سر سے بچپن ہی میں اٹھ گیا تھا، اس لئے آپ نے اپنے حقیقی بھائی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تحصیل علوم کی تکمیل فرمائی۔

سلوک وطریقت

سلوک وطریقت کا تعلق شیخ عبدالعدل دہلوی سے قائم فرمایا اور ریاضت ومجاہدے کے ذریعہ درجہ کمال تک پہنچے

تدریس وتزکیہ

جب آپ اپنے علم وعمل، زہد وتقوی، تواضع وانکساری اور حسن اخلاق میں اس درجہ تک پہنچ گئے کہ ساری صفات کمالیہ آپ کے اندر جمع ہوگئیں تو آپ علم حدیث روایت اور درایت میں مرجع خلائق بن گئے، اور تزکیہ باطنی اور تصوف کی لائن سے بھی لوگ آپ کی طرف کثیر تعداد میں رجوع فرمانے لگے، چنانچہ مسجد اکبر آبادی دہلی کو علمی وروحانی فیضان کے نشرو اشاعت کا مرکز بنایا اور یہاں حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس کو شروع فرمایا، اور بے شمار اہل علم وکمال نے آپ سے اکتساب فیض کیا، جن میں سے چند ممتاز تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں:

شیخ عبدالحی بن ہبۃ اللہ بڈھانویؒ، شیخ اسماعیل بن عبدالغنی دہلویؒ شیخ فضل حق بن فضل امام خیر آبادیؒ، مرزا حسن علی شافعی لکھنویؒ، شیخ اسحاق بن فضل العمری دہلوی مہاجر مکی، سید محبوب علی جعفری، سید اسحاق بن عرفان بریلویؒ وغیرہم

آپ کا عظیم کارنامہ ترجمہ قرآن مجید

آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ جس کو حضور ﷺ کا معجزہ قرار دیا گیا ہے قرآن مجید کا اس وقت کی ہندوستانی زبان (فارسی میں) ترجمہ کیا ہے اس کی وجہ مہر جہاں تاب کے مصنف نے تحریر فرمائی ہے کہ شیخ عبدالقادر دہلویؒ نے ایک

خواب دیکھا کہ قرآن کریم ان پر نازل ہورہا ہے، تو اس خواب کا تذکرہ اپنے حقیقی بھائی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے کیا تو جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے، مگر وحی کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہوگیا ہے، اب اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن کریم کی خدمت کی ایسی توفیق عطا فرمائیں گے کہ یہاں کے علماء اس سے پہلے یہ خدمت انجام نہیں دے سکے، یہ خواب موضح القرآن کی شکل میں شرمندہ تعبیر ہوا۔

چنانچہ اس ترجمہ قرآن کی خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہندوستانی زبان میں ہونے کے ساتھ لغت عربیہ ومحاورات عربیہ اور قرآن کی منشاء کے عین مطابق ہے۔

وفات

آپ کی وفات بروز بدھ ۱۹؍رجب المرجب ۱۲۳۰ھ دہلی میں ہوئی اور اپنے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پاس دفن کئے گئے، آپ کے دونوں بھائی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اس وقت زندہ تھے، اور کافی زمانہ تک زندہ رہے، آپ کی وفات کا دن ان دونوں بھائیوں کیلئے بڑا حسرت آموز دن تھا، ان دونوں بھائیوں نے آپکو دفن کرتے وقت یوں فرمایا کہ آج ہم نے کسی انسان کو دفن نہیں کیا ہے، بلکہ علم وعرفان کو دفن کیا ہے۔ [۱]

تذکرہ
حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ

نام ونسب

حضرت مولانا عبدالحئی الحسنی صاحب اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں تحریر فرماتے ہیں کہ

الشیخ الامام العالم المحدث المسند ابو سلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین لعمری الدهلویؒ هاجر الی مکة المبارکة و دفینها [۲]

آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نواسے تھے۔

ولادت

آپ ۶؍ذی الحجہ ۱۱۹۷ھ دہلی میں پیدا ہوئے اور اپنے نانا جان (حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ) کی تربیت میں پروان چڑھے کہا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت تقویٰ پر ہوئی اور اسی پر نشو نما پائی۔ [۳]

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہے نزہۃ الخواطر ص: ۲۹۵ تا ۲۹۷ ج: ۷ [۲] (۱) المستفاد (۱) الکلام المفید ۳۱۴ [۳] (۳) مقدمہ اجوز المسالک ۵۴)

تعلیم وتربیت

صرف ونحو کی بنیادی کتابیں کافیہ تک شیخ عبدالحی بن ہبۃ اللہ بڈھانوی سے پڑھیں اور باقی علوم خصوصاً علم فقہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے پڑھیں اور علم حدیث اپنے نانا جان شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی سے حاصل کیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ان کے لئے بمنزلہ والد کے تھے اس لئے اپنی وفات سے قبل اپنی ساری کتابیں اور مکانات و دیگر جائداد اپنے نواسے شاہ محمد اسحاق کو ہی ہبہ فرمادیا تھا اپنے نانا کے انتقال کے بعد آپ اپنے نانا کے صحیح اور سچے جانشین ثابت ہوئے اور لوگوں کو ان ہی کے مثل فائدہ و فیضان پہنچاتے رہے۔ ۱۲۴۰ھ میں حرمین شریفین کی طرف ہجرت کر گئے حج وزیارتِ بیت اللہ سے سرفراز ہوئے اور وہیں شیخ عمر بن عبدالکریم بن عبدالرسول المکی متوفی ۱۲۴۷ھ سے سند حدیث حاصل کی پھر ہندوستان واپس تشریف لائے اور اپنے شہر دہلی میں سولہ/۱۶ سال تک درس وتدریس کی مسند پر فائز رہے ۱۲۵۸ھ میں مکہ مکرمہ کی طرف اپنے بھائی محمد یعقوب اور تمام اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر گئے اور حج وزیارت بیت اللہ کے بعد مستقل وہیں قیام پزیر ہو گئے۔

شاہ محمد اسحاق صاحب کے کبار تلامذہ

مکہ کے مستقل قیام کے زمانہ میں شیخ محمد بن ناصر الحازمی نے آپ سے علمی اکتساب کیا اور ہندوستان میں آپ کے بڑے بڑے مشائخ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں جیسے

(۱) شاہ عبدالغنی بن ابی سعید العمری الدہلویؒ المجددی مہاجر مدنی (۲) سید میاں نذیر حسین بن جواد علی الحسینی الدہلویؒ (۳) شیخ عبدالرحمٰن بن محمد الانصاری پانی پتی (۴) سید عالم علی مرادابادیؒ (۵) شیخ عبدالقیوم بن عبدالحیٔ الصدیقی بڈھانوی (۶) شیخ نواب قطب الدین بن محی الدین دہلویؒ صاحب، صاحب مظاہر حق شارح مشکوۃ شریف (۷) حضرت مولانا احمد علی بن مولانا لطف اللہ صاحب سہارنپوری (۸) شیخ احمد بن دلیل اللہ الانامی۔

ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے آپ سے فائدہ اٹھایا اور ہندوستان میں حدیث کی سند آپ ہی کے سلسلہ وسند سے زیادہ تر سے پائی جاتی ہے۔

شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلوی کے سلسلہ میں مشاہیر علماء کے تأثرات

(۱) شیخ شمس الحق الدیانوی نے تذکرۃ النبلاء میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ عبداللہ سراج مکیؒ شاہ محمد اسحٰق صاحب کے

انتقال کے بعد ان کو غسل دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ خدا کی قسم اگر وہ زندہ رہتے اور میں ان کی لمبی عمر تک ان سے حدیث پڑھتا رہتا تو بھی ان کی ساری حدیثوں کو نہیں حاصل کرسکتا۔

(۲) شیخ عمر بن عبدالکریمؒ شاہ محمد اسحاق کے علم حدیث اور فن رجال میں حد کمال کی شہادت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے اندر اپنے نانا شاہ عبدالعزیزؒ کی علمی وراثت پائی جاتی تھی اور اسکے آپ صحیح وارث تھے آپ کے نانا شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ محمد اسحٰقؒ کے متعلق اکثر یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبر اسماعیل واسحٰق۔ اور شیخ نذیر حسین آپ کے متعلق اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

برائے رہبری قوم فساق
دوبارہ آمد اسماعیل واسحٰق

شاہ محمد اسحٰق صاحب کی وفات

الکلام المفید کے مصنف مولانا روح الامین بنگلا دیشی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۲۶۲ھ میں مکۃ المکرمۃ کے اندر وبائے عام پھیلی ہوئی تھی آپ پیر کے دن روزہ کی حالت میں تھے ۲۷/رجب المرجب کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے حضرت خدیجہؓ کی قبر کے پاس جنت المعلیٰ مکۃ المکرمہ میں آپ کو دفنایا گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) [۱]

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

نام ونسب

حضرت شیخ مقدمہ اوجز میں تحریر فرماتے ہیں کہ

مرجع الاسانید الشاہ عبد العزیز فھو امیر المؤمنین فی الحدیث الرحلۃ الامام ابن الامام الھمام سید العارفین سند الکاملین الشاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم العمری الدھلوی

(سلسلہ نسب باپ کے بیان میں آئیگا) فخر المحدثین، زین المفسرین، الشیخ الامام، العالم الکبیر شاہ عبدالعزیزؒ کے آباء واجداد واسلاف میں سید ناصر الدین شہید سونی پتی تھے جنکا سلسلہ نسب، موسیٰ کاظمؒ تک پہنچتا ہے۔ [۲]

---

[۱] ماخوذ ومستفاد (۱) الکلام المفید ۳۱۴ تا ۳۱۵ (۱) نزہۃ الخواطر ۵۱ تا ۵۲ ج ۷ (۳) مقدمۃ اوجز المسالک ۵۴ جلد ۲ (۳) العناقید الغالیہ ۲۷ تا ۲۸

[۲] ماخوذ ومستفاد: مقدمہ اوجز المسالک ۴۶)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا سلسلہ نسب امیر المومنین عمر بن الخطاب ؓ تک پہنچتا ہے جسکی وجہ سے آپ عمری کہلاتے ہیں آپ سردار کے بیٹے خود اپنے زمانہ کے علماء کے سردار تھے آپ کا لقب بعض لوگ سراج الہند اور بعض لوگ حجۃ اللہ بیان کرتے ہیں۔

ولادت

جمعرات کی رات میں پچیس (۲۵) رمضان ۱۱۵۹ھ کو پیدا ہوئے اور تاریخی نام غلام حلیم رکھا گیا۔

ناظرہ وحفظ قرآن سمیت دیگر تمام علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث اپنے والد محترم سے حاصل کئے بعض کتب حدیث کی قرأت کی اور بعض کتب کی درایت اور تحقیق اور بحث وتمحیص کے ساتھ اپنے والد سے درس لیا یہاں تک کہ تمام علوم میں ملکہ اور رسوخ فی العلم حاصل ہو گیا۔ [1]

آپ کو اپنے والد کی طرف سے خلافت بھی حاصل تھی جس وقت آپ کے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی وفات ہوئی تھی اس وقت آپ کی عمر سولہ (۱۶) سال تھی اس کے بعد بقیہ علوم وفنون شیخ نور اللہ بڈھانوی اور شیخ امین کشمیری سے حاصل کیے۔

اور اجازت وخلافت شیخ محمد عاشق پھلتی نے دی جو آپ کے والد کے اجل خلفاء میں سے تھے اس لئے اپنے والد مرحوم کے بعد جو قصر رہ گئی تھی وہ شیخ عاشق صاحب نے مکمل کی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب عجالہ نافعہ میں ایک فصل قائم کی ہے جس میں نشاندہی کی ہے کہ کون سی کتاب اپنے والد سے اور کون کون سی والد کے علاوہ دیگر مشائخ سے پڑھی ہیں اور کچھ تفصیلات الکلام المفید فی تحریر الاسانید میں بھی موجود ہیں۔

شمائل وخصائل

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لمبے قد، کمزور بدن، گندم گوں رنگ خوبصورت آنکھیں اور گھنی ڈاڑھی والے تھے نسخے اور دستاویز نہایت عمدہ تحریر میں لکھتے تھے آپ کو تیر اندازی اور گھوڑ دوڑ اور موسیقی میں مہارت حاصل تھی آپ بہت سے مہلک امراض جیسے جذام، برص، بواسیر وغیرہ تقریباً چودہ (۱۴) خطرناک مرض میں گھرے ہوئے تھے

باوجود ان تمام پریشانیوں اور تکلیفوں کے سنت ایوبیؑ پر قائم رہتے ہوئے آپ ہمہ وقت تصنیف وتالیف تدریس و افتاء اور تحقیقی وعلمی کاموں میں منہمک اور افادہ خلق خدا میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد: الکلام المفید ۳۰۸۔

ضعف وکمزوری کے باوجود ملی، تخلیقی، سماجی خدمات سے انحراف نہیں کرتے تھے۔[1]

چنانچہ آپ کے درس کی اتنی مقبولیت تھی کہ ہر چہار جانب سے طلبہ اس طرح پروانہ وار آپ کی طرف امید کی لو لگا کر حاضر ہوتے جس طرح پیاسا پانی کی طرف پروانہ وار آتا ہے۔

آپ کے مشہور تلامذہ

آپ کے برادر حقیقی شاہ عبدالقادر صاحبؒ، شاہ رفیع الدین، عبداللہ بن ہبۃ اللہ بڈھانوی کے داماد مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، سید قمرالدین سونی پتی، شیخ غلام علی بن عبداللطیف دہلوی، سید قطب الھدیٰ بن محمد واضح البریلویؒ، نواسہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب، بھتیجے شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ وغیرہم۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے

فضل وکمال

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنے علم وکمال، فضل وادب، ذکاوت وذہانت، فہم وفراست، سرعت حافظہ، قوت ادراک کے اعتبار سے دنیا کے لوگوں میں منفرد حیثیت کے حامل تھے، آپ نے اپنا اصل مشغلہ درس وتدریس کو بنایا آپ نے تدریس اور افادۂ عام کا سلسلہ اس وقت شروع فرمایا جبکہ آپ کی عمر صرف پندرہ (۱۵) سال کی تھی اور آپ درس و تدریس وفتاویٰ نویسی میں ہمیشہ لگے رہے یہاں تک ہندوستان میں علمی اعتبار سے یگانۂ روزگار ثابت ہوگئے۔

چنانچہ عجالۂ نافعہ کے کلمات تقدیم میں عبدالمنان مدنی تحریر فرماتے ہیں:

کان ناقدا بصیرا و رائدا خبیرا و داعیا الی عدم التعصب للائمة الاربعة لا یبالی بقول شخص اذا صح الحدیث عن رسول الله ﷺ مع انه کان یدرس کتب الفقه الحنفی و اصوله لکنه کان شدید التعلق بالسنة النبویة و علومها.

ترجمہ:۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ علمی نقد کرنے والے صاحب بصیرت اور علم کے چڑھتے ہوئے آفتاب اور اس راہ کے باخبر راہی تھے اور ائمہ اربعہ کے سلسلہ میں تعصب وتفریق کا معاملہ اختیار نہ کرنے کی طرف داعی تھے اور جب احادیث رسول (ان کی تحقیق کے مطابق) صحیح ثابت ہوتی (تو اسی کو قبول کرتے) اس کے مقابلہ میں کسی شخص کی بات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے (خواہ وہ شخص کتنا ہی بڑا ہو) باوجود یہ کہ آپ حنفیہ کی کتب فقہ اور ان کے اصول کا درس دیتے تھے

[1] مقدمہ اوجز ۴۶، الکلام المفید ۳۱۰ تا ۳۱۱، العناقید الغالیہ ۲۴

لیکن احادیث رسول ﷺ اور آپ کے علم سے بہت زیادہ تعلق رکھنے والے تھے۔ [۱]

انگریزوں کے خلاف فتویٰ

انگریز کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ جاری کرنے والے آپ ہی تھے جن کے قلم سے منشاء شریعت کے عین موافق اور اس وقت کے آقاؤں کے خلاف ایسی تحریر معرض وجود میں آئی کہ جس نے انگریز کے خلاف امت کو ایک میدان میں جمع ہونے اور برسرپیکار ہونے پر مجبور کر دیا۔

آپ کی تصنیفات

آپ نے بہت ساری مفید اور اہم تصنیفات یادگار چھوڑیں جو اہل علم کے مابین بیحد مقبول اور مشہور ہیں جن میں چند یہ ہیں:

(۱) **تفسیر القرآن المسمیٰ فتح العزیز** (۲) **تحفة الاثنی عشریه** یہ کتاب روافض وشیعہ کی تردید میں لکھی گئی ہے

(۳) **بستان المحدثین** (یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی تھی بعد میں اسے عربی زبان میں منتقل کیا گیا جس کا نام عربی میں بعنایۃ المرکز رکھا گیا۔

(۴) **العجالة النافعه** یہ بھی فارسی زبان میں تھی بعد میں عربی میں منتقل ہوئی۔

(۵) **فیما یجب حفظه لطالبي الحدیث** ان کتابوں کے علاوہ منطق اور فن حکمت میں بھی کتابیں لکھی ہیں اور بہت سی کتابوں کے حواشی تحریر فرمائے ہیں۔

وفات

سات (۷) شوال المکرم ۱۲۳۹ھ بروز اتوار کو دہلی میں ہوئی کل عمر تقریباً اناسی (۷۹) سال کی پائی، تفصیل کے لئے (الروض الممطور فی تراجم علماء فی شرح الصدور) نامی کتاب کی طرف مراجعت کریں۔ [۱]

---

[۱] حوالہ مقدمہ اوجز ۴۷، العناقید الغالیہ ۲۴، الکلام المفید ۳۰۸ تا ۳۱۳ مقدمہ عجالۃ النافعہ ص:۷

تذکرہ امام الہند مرکز الاسانید
حضرت العلام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

نام و وجہ تسمیہ

آپ کی پیدائش پر آپ کا نام قطب الدین رکھا گیا تھا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے والد شاہ عبد الرحیمؒ سلسلہ نقشبندی کے بڑے نیک لوگوں میں سے تھے، عمر ڈھل گئی تھی، ادھر شاہ ولی اللہ صاحب کی والدہ سن ایاس کو پہنچ گئی تب شاہ عبد الرحیمؒ نے بزرگوں کے مشوروں سے کبرسنی کی عمر میں دوسرا نکاح کیا تو اولاد کی امید بر آئی ولادت سے قبل شاہ عبد الرحیم نے خواجہ قطب الدین کی خواب میں زیارت کی انہوں نے فرزند کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ لڑکے کا نام میرے نام پر رکھنا چنانچہ ۴؍شوال المکرم ۱۱۱۴ھ بروز بدھ بوقت طلوع آفتاب نیک صورت نیک سیرت صالح فرزند اس جلوہ گاہ عالم میں مہتاب بن کر طلوع ہوا۔ ولادت کے بعد آپکے والد محترم خواب بھول گئے اس لئے اس وقت نام ولی اللہ رکھ دیا کچھ مدت کے بعد خواب یاد آنے پر نام تبدیل فرما کر قطب الدین احمد تجویز کر دیا۔

سلسلہ نسب

حضرت شیخ مقدمہ اوجز میں تحریر فرماتے ہیں

واما الامام الحجة قدوة الامة الشاه ولی الله فهو قطب الدين احمد بن الشاه عبد الرحيم بن وجيه الدين الشهيد بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدين المعروف بقاضی قواذن ينتهی نسبه الی عبد الله بن محمد عبد الله بن عمر الخطاب رضی الله تعالی عنه.

یعنی حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کا نسب عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہؓ بن عمرؓ بن خطاب (یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نسب عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہؓ بن عمرؓ کے واسطے سے حضرت امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب تک پہنچ جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ کو اور آپ کے خاندان والوں کو عمری کہا جاتا ہے۔[1]

تعلیم و تربیت

اپنے والد کی ہی نگرانی میں سات سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز فرمایا اور دو سال کے اندر ہی مکتب کی تعلیم اور حفظ

[1] حوالہ: مقدمہ اوجز ۴۸

قرآن بھی مکمل کرلیا یعنی سات سال کی عمر میں آپ حافظ قرآن ہو چکے تھے بعدۂ ابتدائی و فارسی پڑھ کر عربی کتابیں شروع فرمادیں اور دس سال کی عمر میں شرح جامی مکمل کرلی تھی اور پھر اپنے والد ماجد سے تفسیر وحدیث وفقہ اور دیگر فنون کی مندرجہ ذیل کتب کے کچھ حصے پڑھے جیسے مشکوۃ المصابیح، صحیح بخاری، شمائل ترمذی، مدارک التنزیل، تفسیر بیضاوی، شرح الوقایہ، التوضیح والتلویح اور تلخیص کی دوشرحیں، مختصر ومطول علامہ سعد تفتازانی کی ان کتب کے علاوہ صرف، منطق، علم کلام، علم ہیئت، علم الحساب وغیرہ علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اسی دوران اپنے زمانے کے امام الحدیث شیخ محمد افضل سیالکوٹی کے حلقہ درس میں شریک ہوکر علم حدیث میں سند حدیث حاصل کی چودہ ۱۴/ سال کی عمر میں شادی ہوئی اور پندرہ/۱۵ سال کی عمر میں والد صاحب نے آپ کو بیعت فرماکر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرمالیا اور پوری توجہ کے ساتھ تربیت فرماتے رہے جب سترہ سال/۱۷ کی عمر ہوئی تو والد محترم نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور اسی سال والد مکرم کا انتقال ہوگیا۔

درس وتدریس اور حجاز مقدس کا سفر

اس کے بعد آپ نے والد صاحب کی مسند درس کو زینت بخشی اور تقریباً بارہ سال تک علوم عقلیہ ونقلیہ کا درس دیا اور مدرسہ رحیمیہ کے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے ۱۱۴۳ھ میں زیارت حرمین شریفین کا شوق پیدا ہوا اس کے لئے حجاز کا سفر فرمایا وہاں پہنچ کر دوسال قیام فرمایا اور علمائے حرمین شریفین سے علم حدیث میں خوب استفادہ کیا جن میں سے تین شیوخ کا نام نمایاں ہے دو حرم مکی کے اور ایک حرم مدنی کے (۱) شیخ وفد اللہ مالکی مکی (۲) شیخ تاج الدین قلعی مکی (۳) شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی۔

آپ نے اپنی کتاب الارشاد الی مھمات علم الاسناد میں تحریر فرمایا ہے کہ اکثر میں نے اس فن حدیث کو شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی سے حاصل کیا صحیح بخاری اول تا آخر روایت کی ہے کچھ روایۃً اور کچھ سماعۃً وہ اس طور پر کہ میں پڑھتا تھا اور شیخ سنتے تھے اور جب میں تھک جاتا تھا تو وہ پڑھتے تھے اور میں سنتا تھا حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جب شیخ ابوطاہر کے درس میں جاتے تو شیخ ابوطاہر فرماتے

(کان یسند عنی اللفظ و کنت اصحح منه المعنی)

کہ وہ مجھ سے حدیث کے الفاظ حاصل کرتے ہیں اور میں ان سے معنی ومفہوم کی تصحیح کرتا ہوں، اسی طرح شاہ صاحب نے شیخ ابوطاہر مدنی سے صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداود، سنن ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مسند امام احمد ابن

حنبل، الرسالہ للشافعی، الجامع الکبیر، مسند دارمی اور امام بخاری کی الادب المفرد کا کچھ حصہ اور قاضی عیاض کی الشفاوغیرہ کی سماعت کی اور شیخ ابو طاہرؒ نے بڑے اہتمام سے روایت کر کے اجازت عامہ عنایت فرمائی۔

خصوصاً (مسند حافظ دارمی) کو اول سے آخر تک دس مجلسوں میں مکمل کیا اور یہ ساری مجلسیں مسجدِ نبوی میں روزہ اقدس سے متصل محراب عثمانی کے پاس روضۃ من ریاض الجنۃ میں مکمل فرمائی چونکہ شیخ ابو طاہر مدنی علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ میں بھی کامل بزرگ تھے اس لئے حضرت شاہ صاحب کو انہوں نے خرقۂ خلافت سے بھی نوازا۔

شیخ ابو طاہر مدنی سے اکتساب فیض کے بعد شیخ وفد اللہ المالکی المکی کی خدمت میں مکۃ المکرّمہ حاضر ہوئے اور ان سے مؤطا امام مالک کی سند حاصل کی۔

پھر شیخ تاج الدین القلعی المکی کے درس میں حاضر ہوئے اور ان سے تمام صحاح ستہ مؤطا امام مالک، مسند دارمی اور کتاب الآثار لمحمد درساً پڑھیں اور دیگر تمام کتب احادیث کی اجازت حاصل کی نیز ان سے شیخ ابراہیم بن الحسن المدنی کی الحدیث المسلسل بالاولیہ کی بھی سند حاصل کی۔

۱۱۴۵ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ حجاز سے ہندوستان واپس تشریف لانے کے لئے جب شیخ ابو طاہر مدنی سے رخصت کی اجازت اور الوداعی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحب نے والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا۔

نسیت کل طریق اعرفه

الا طریقا یودینی الی ربعکم

ترجمہ: ہر راستہ بھول گیا جو میں جانتا تھا سوائے اس راستہ (حدیث) کے جو مجھ کو آپ کی حویلی تک لے جائے۔ یہ سنتے ہی شیخ ابو طاہر المدنی پر گریہ طاری ہو گیا اور شاہ صاحب سے بہت متاثر ہوئے۔

ہندوستان واپسی پر حدیث کی اشاعت

حضرت شاہ صاحب کا ہندوستان تشریف لانے پر ایک ہی نصب العین تھا وہ علم دین خصوصاً علم حدیث کی نشر واشاعت کرنا اس کے لئے آپ نے ایک شجرۂ طوبیٰ لگایا اور پورے ہندوستان میں اس کی شاخیں پہنچادیں۔

نزہۃ الخواطر میں حضرت مفتی عنایت علی کاکوریؒ کا قول ذکر کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

ان الشیخ ولی اللہ مثله کمثل شجرة طوبیٰ اصلها فی بیته و فرعها فی کل بیت من بیوت المسلمین فما من بیت ولا مکان من بیوت المسلمین و امکنتهم الا وفیه فرع من تلک الشجرة

لا یعرف غالب الناس این اصلھا ۱؎

بے شک شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مثال اس شجر طوبیٰ کی سی ہے جس کی جڑ ان کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں مسلمانوں کے ہر گھر میں پھیلی ہوئی ہیں لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کہ اس کی جڑ کہاں ہے۔

آپ کی تعریف بلا مبالغہ کرتے ہوئے ایک یمنی محدث تحریر فرماتے ہیں

شاہ ولی اللہ ایک شجر طوبیٰ ہیں جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں وہاں جنت ہے اور جہاں جہاں اسکی شاخیں نہیں وہاں جنت نہیں، اسی طرح شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے کہ وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں ہے وہاں جنت نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ متقدمین کی یاد تازہ کردی تھی بڑے بڑے علماء اس کے قائل تھے چناں چہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں تحریر فرماتے ہیں:

ان الشیخ ولی اللہ قد بین طریقۃ جدیدۃ ولہ اسلوب خاص فی تحقیق اسرار المعارف و غوامض العلوم و انہ ربانی من العلماء ولعلہ لم یوجد مثلہ فی الصوفیۃ المحققین الذین جمعو بین علمی الظاھر و الباطن وتکلموا بعلوم جدیدۃ الا رجال معدودون ۲؎

ترجمہ:۔شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرآن وحدیث کے افہام وتفہیم میں ایک نیا طرز اختیار کیا خاص کر معرفت کے اسرار کی تحقیق اور علوم کی پیچیدگی کو کھولنے میں آپ کا ایک خاص اسلوب تھا، بے شک وہ علمائے ربانی میں سے تھے، آپ کے جیسا صوفی ہونے کے ساتھ ایسا محقق جو علم ظاہر وعلم باطن دونوں کو جامع ہو نہیں پایا گیا، آپ نے علوم جدیدہ میں بھی کلام فرمایا جس میں چند ہی لوگوں نے کلام کیا ہے

صاحب فہرس الفہارس یوں تحریر فرماتے ہیں

کان ھذا الرجل من افراد المتأخرین علما و عملا و شھرۃ احیا اللہ بہ وباولادہ واولاد بنتہ و تلامیذھم الحدیث و السنۃ بالھند بعد موتھا و علیٰ کتبہ و اسانیدہ المدار فی تلک الدیار و المترجم واللہ جدیر بکل اکرام و اعتبارا ۳؎

ترجمہ: آپ متاخرین علماء میں علم وعمل اور نیک نامی میں منفرد شخص تھے اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی اولاد، نواسوں اور شاگردوں کے ذریعے ہندوستان میں حدیث وسنت کے مٹ جانے کے بعد حیات نوبخشی اس دیار میں آپ ہی کی

۱؎ حوالہ نزہۃ الخواطر ماخوذ حاشیہ العناقید الغالیہ ۲۱ ۲؎ حوالہ نزہۃ الخواطر ماخوذ حاشیہ العناقید الغالیہ ۱ ۳؎ حوالہ فہرس الفہارس ۱۷۸ جلد ۱

کتابوں اور سندوں پر مدار ہے خدا کی قسم آپ ہر طرح کے اعزاز و اکرام اور اعتماد کے لائق ہیں۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی برنی مظاہریؒ حضرت شیخ کا قول تحریر فرماتے ہیں:

قال شیخنا محمد زکریا الکاندهلوی ثم المهاجر المدنی قدس سره فی بعض دروسه انی کتبت الی جمیع من یشتغل فی الهند بالحدیث ان یکتب الی سنده الی اصحاب کتب الحدیث فتحقق لی من اجوبتهم انه لا سند لاهل الهند الا ان الشاه ولی الله قدس سره واقع فی اثناء سنده۔[1]

ترجمہ:۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے اپنے بعض درس کے درمیان فرمایا کہ میں نے ان تمام حضرات کے نام خطوط ارسال کئے جو حضرات حدیث کے ساتھ شغف رکھتے ہیں کہ آپ حضرات اپنی اپنی سندیں صاحب کتاب تک پہنچا کر میرے پاس لکھ بھیجیں۔

تو ہر مکتبہ فکر کے مدرسہ کے محدثین کی طرف سے جو جوابات آئے اس سے میرے لئے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہندوستانی علماء محدثین کی جتنی بھی سندیں ہیں ان میں سے ہر سند کے بیچ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نام نامی اسم گرامی ضرور آتا ہے۔

ہندوستان میں درس صحاحِ ستہ کی بنیاد

اس میں کسی کو شک نہیں ہے کہ ہندوستان میں باضابطہ طور سے صحاح ستہ کے اسباق کی داغ بیل ڈالنے والے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہی ہیں آپ ان اصولِ ستہ کی سند حاصل کرنے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور شیخ ابو طاہر مدنی و دیگر محدثین حرمین شریفین سے اصولِ ستہ کی سماعت فرما کر نیا ذوق لیکر واپس ہوئے (جس کی تفصیل قدرے گزر چکی ہے)

عرب میں درس حدیث کا طریقہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے زمانے میں عرب کے اندر حدیث پڑھنے پڑھانے کے تین طریقے رائج تھے

(۱) پہلا طریقہ سرد روایت کا تھا یعنی طالب علم اپنی کتاب یا اپنے نسخہ سے صرف حدیث کی قرأت کرتا چلا جاتا شیخ اپنے نسخہ سے ملاتا ہوا سماعت کرتا جاتا سند و متن پر کسی طرح کا کوئی کلام نہیں ہوتا تھا البتہ اختلاف نسخ اور اختلاف روایت کی نشاندہی شیخ ضرور کرتا۔

(۲) دوسرا طریقہ بحث و حل کا تھا یعنی حدیث کے متن میں مشکل و پیچیدہ الفاظ کی ترکیب یا سند میں ایسا راوی آتا

[1] حوالہ العناقید الغالیہ ۲۲

جو بہت کم مذکور ہوتا ہے یا خود بخود پیدا ہونے والے سوالات کی مختصر وضاحت کی جاتی اور سبق آگے بڑھتا چلا جاتا تھا۔

(۳) تیسرا طریقہ امعان و تعمق کا تھا یعنی تفصیلی دراست جیسے تراجم رواۃ، رواۃ کا مقام، سند کے اتصال وانقطاع کی بحث اور وضاحت الفاظ حدیث مرادی معنی، حدیث کا شانِ ورود، سیاق وسباق کے اعتبار سے حدیث کا مطلب، فقہ الحدیث اور اس میں ائمہ کے اختلافات ودلائل، متعارض حدیثوں میں ترجیح یا تطبیق، تاویل اور تنسیخ وغیرہ یعنی پوری شرح وبسط کے ساتھ کلام کرنا۔

حضرت شاہ صاحب نے ہندوستان تشریف لاکر دوسرے اور تیسرے طریقہ پر درس کو جاری فرمایا جہاں ضرورت نہیں پڑتی تھی وہاں پہلے طریقہ پر سرداًعبارت پڑھادی جاتی تھی مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فقہی مسلک

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی سطح بہت اونچی تھی آپ اجتہادی شان کے مالک تھے نصوص قرآنیہ واحادیثیہ پر غور کر کے خود ایک نتیجے پر پہنچنے کی آپ کے اندر صلاحیت تھی ہندوستان کے عام رجحانات حنفی مذہب کے برخلاف شاہ صاحب درس میں کبھی دوسرے مذاہب کو بھی ترجیح دے دیتے تھے اور قوت دلائل کی روشنی میں امام ابوحنیفہ کے قول کے خلاف دوسرے ائمہ کے اقوال پر بھی فتویٰ دے دیا کرتے تھے مگر خود عمل حنفی مذہب پر ہی کیا کرتے تھے

ازالۂ شبہ

حضرت شاہ صاحب کے اس طریقہ کار سے بعض لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ شاہ صاحب غیر مقلد ہیں خاص کر غیر مقلدین نے اس سے اپنے لئے عدم تقلید کا جواز پیدا کرلیا ہے حالاں کہ یہ اُن کی سوء فہمی اور کور مغزی کے علاوہ کچھ نہیں ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مقلد اور حنفی ہیں اس کی تائید آپکی شہرہ آفاق، عظیم الشان دو کتابوں سے بھی ہوتی ہے. (۱) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (۲) عقد الجید فی بحث الاجتهاد والتقلید

ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب عدم تقلید کی بے راہ روی کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور ہر کس وناکس کے لیے اس کو گمراہی تصور کرتے تھے

جیسا کہ شاہ صاحب کے ایک شاگرد محمد بن پیر محمد بلگرامی کے بخاری شریف کے نسخے میں اس کی صراحت ہے یہ نسخہ خدابخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے شاہ صاحب کے الفاظ ہیں:

کتبه بیده الفقیر الی رحمة الله الکریم الودود ولی الله احمد بن عبد الرحیم العمری نسباً الدهلوی وطناً، الاشعری عقیدة، الصوفی طریقة ،الحنفی عملاً و الحنفی الشافعی تدریساً [1]

نیز حضرت شاہ صاحب کے مقلد اور حنفی ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کا علمی ترکہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی طرف منتقل ہوا جو اپنے باپ کے علومِ عقلیہ ونقلیہ کے صحیح وارث تھے وہ حنفیت کے پُر جوش ترجمان تھے آپکے فتاویٰ وتفاسیر اور آپکی عظیم کتاب فتح العزیز اس کی شاہد ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سیاسی بصیرت

حضرت شاہ صاحبؒ کا دور انگریزوں کے ظلم و بربریت سے گزر رہا تھا ہندوستانی باشندگان غلامی کی قید وبند میں پھنسے ہوئے بے بس تھے خاص کر مسلمانانِ ہند اپنی جان ومال کے ساتھ اپنے ایمان کو بھی خطرہ میں محسوس کررہے تھے ہندوستان کا مستقبل تین جنگجو قوتوں سے جڑا ہوا نظر آرہا تھا

(۱) مراٹھا (مرہٹہ) (۲) سکھ (۳) جاٹ

نیز دیگر فرقہ ضالہ کی یلغار کے ساتھ ساتھ روافض کا بھی غلبہ تھا ایسے پرفتن اور سنگین صورتحال کا احساس فرماکر حضرت شاہ صاحب نے انتہائی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی کا ثبوت پیش کیا کہ نواب نجیب الدولہؒ سے خط وکتابت کی ان کے واسطے سے احمد شاہ ابدالیؒ سے رابطہ قائم کیا پھر براہ راست احمد شاہ ابدالیؒ کو مؤثر ترین خط لکھا جس کے نتیجے میں احمد شاہ ابدالیؒ اپنے مجاہدین کو لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے اور دشمنان اسلام کی طاقت کو پارہ پارہ کردیا۔

اسی طرح آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز کو بھی انگریزی تسلط سے بہت زیادہ نفرت تھی اس کے لئے انہوں نے جس طرح علمائے محققین محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت تیار کی تو دوسری طرف مجاہدین کی ایک کھیپ بھی تیار کی اور انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند فرماتے ہوئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا۔

وفات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۱۷۶ھ دہلی میں ہوئی اور اس علم وحکمت کے آفتاب عالمتاب کو مہدیان میں دفن کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

[1] حوالہ (۱) ماخوذ العون الکبیر شرح الفوز الکبیر از حضرت مفتی سعید احمد پالنپوری مدظلہ العالی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیفات

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ اوجز میں حضرت شاہ صاحب کی چھوٹی بڑی تقریباً تینتالیس (۴۳) کتابوں کا ذکر کیا ہے بعض کتابیں عربی میں ہیں اور بعض فارسی میں چند کا نام پیش ہے۔

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ فی اسرار الحدیث و حکم الشریعۃ (آپ کی تمام کتابوں میں یہ کتاب سب سے زیادہ مشہور ہے)

تفسیر میں چند کتابیں ہیں جیسے:

(۲) الخیر الکثیر (۳) فتح الخبیر (۴) فتح الرحمٰن (یہ قرآن کا فارسی میں ترجمہ ہے۔)

(۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر یہ کتاب بھی فارسی میں ہے بعد میں بعض علماء نے عربی میں منتقل کی ہے جو مدارس میں داخل درس ہے۔

اور حدیث میں بھی چند کتابیں ہیں جیسے موطا امام مالک کی دو شرحیں ہیں:

(۶) المصفیٰ (یہ شرح فارسی میں ہے) (۷) المسویٰ (یہ شرح عربی میں ہے) (۸) شرح تراجم صحیح البخاری (۹) تاویل الاحادیث (۱۰) الارشاد الی مھمات الاسناد

(۱۱) الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت النبی ﷺ پر بھی آپ نے کتابیں لکھی ہیں:

(۱۲) سرور المحزون ﷺ (۱۳) اطیب النعم فی مدح سید العرب والعجم اسی طرح روافض وشیعہ کی تردید میں بھی آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں جیسے:

(۱۴) ازالۃ الخفاء عن تاریخ الخلفاء (یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔)

(۱۵) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین۔۔وغیرہ ذالک (اسی طرح تقلید پر بھی کتاب ہے)

(۱۶) عقد الجید فی الاجتہاد والتقلید باقی کتابوں کی تعداد اور ناموں کی تفصیل اگر مطلوب ہو تو مقدمۃ اوجز کو دیکھا جائے وہاں تفصیلی طور سے موجود ہے۔

آپ کی کتابیں ہر اعتبار سے جامع علمی دلائل پر محیط ہیں بڑے بڑے مشائخ نے جن کی تعریفیں کی ہیں چنانچہ صاحب نزہۃ الخواطر نے تحریر فرمایا ہے کہ جب آپ کی کتاب ازالۃ الخفا جب شیخ العلامہ فضل حق خیر آبادی

کے ہاتھ میں آئی تو دیکھتے ہی اس کتاب پر فریفتہ ہو گئے اور بار بار اس پر کثرت سے نظر فرمانے لگے اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بے شک جس نے اس کتاب کی تصنیف کی ہے وہ بحر زخار ہے اور اسکا کنارہ ناپید ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ مقدمہ اوجز میں آپ کی تعریف کرتے ہوئے بعض علماء کا قول تحریر فرماتے ہے کہ جنہوں نے حضرت شاہ صاحب کی شان میں فرمایا ہے کہ

انه آية من آيات الله معجزة من معجزاة نبيه ﷺ

کہ آپ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل اعلی الجنۃ مثواہ آمین [1]

[1] حوالہ (۱) ماخوذ و مستفاد مقدمہ اوجز ۴۸ تا ۴۹ (۲) العناقید الغالیہ ۲۰ تا ۲۳ (۳) الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۳۰۳ تا ۳۰۷

تذکرہ
شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عجالة النافعه کے محشی تحریر فرماتے ہیں : هو الشيخ محمد عاشق بن عبيد الله بن محمد الصديقى الفلتى منسوب الى الفلت معرب (پهلت) قرية مضافات مظفر نگر الهند.

تعارف

آپ حضرت شیخ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ماموں کے بیٹے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے رفقاء میں ہیں، حضرت شاہ صاحب نے آپ کی بہت تعریف کی ہے، حضرت شیخ محمد عاشق پھلتی ہی حجۃ اللہ البالغۃ کی تالیف کا باعث بنے ہیں، جیسا کہ حضرت شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے ساتھ مشائخ حرمین سے روایت حدیث اور دیگر علمی استفادہ میں شیخ پھلتی بھی شریک رہے ہیں، آپ کو بھی شیخ ابوطاہر مدنی سے روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے، اتحاف النبیہ میں اس بات کا ذکر ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو شیخ محمد عاشق پھلتی سے سند حدیث حاصل ہے، حضرت شیخ محمد عاشق پھلتی صاحب علم وکمال ادیب کامل عمدہ خصلت کے عالم ومحدث تھے، آپ کی زبان......ذکر اللہ میں مشغول رہتی تھی اور اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ کرنے والے متوکل انسان تھے۔

تصانیف

آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے مشہور دو کتابیں ہیں (۱) سبیل الرشاد (۲) القول الجلی)

وفات

آپ کی وفات ۱۱۸۷ھ میں ہوئی ہے [۱]

اسناد صحيح البخارى من الشيخ ابو طاهر المدنى الى الامام البخارى

أما صحيح البخارى فقد قرأه الشيخ ابو طاهر على أبيه الشيخ ابراهيم الكردى. وهوأخذ عن

[۱] ماخوذ ومستفاد حاشیه عجاله نافعیه ٦٦

الشيخ احمد القشاشی، وهو عن الشیخ أبی المواهب أحمد بن عبد القدوس الشناوی، وهو عن الشیخ شمس الدین محمد بن أحمد بن محمد الرملی، وهو عن شیخ الاسلام أبی یحیی أحمد زکریا بن محمد الأنصاری، وهو عن الشیخ شهاب الدین أحمد بن علی بن حجر الکنانی العسقلانی صاحب فتح الباری بشرح صحیح البخاری. وهو عن الشیخ زین الدین ابراهیم بن أحمد التنوخی، وهو عن ابی العباس أحمد بن أبی طالب الحجار أی بائع الحجر وهو عن الشیخ سراج الدین حسین بن مبارک الحنبلی الزبیدی (زبید: بلدة فی الیمن علی ساحل البحر المالح) وهو عن أبی الوقت عبد الأول بن عیسیٰ ابن شعیب السنجزی الهروی، وهو عن أبی الحسن عبد الرحمن بن المظفر بن محمد بن داود الداودی، وهوعن أبی محمد عبد الله بن أحمد السرخسی، وهو عن أبی عبد الله محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری، (وفربر: بکسر الفاء وفتح الراء وسکون الباء المؤحدة، قریة من توابع بخاری، وهو من أرشد تلامذة الامام البخاری، وصحیح البخاری اشتهر بروایته) وهو عن صاحب الکتاب أبی عبد الله محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة بن بردزبة البخاری الجعفیؒ مولی الجعفیین بالولاء، وبردزبه: بفتح المؤحدة، وسکون الراء وکسر الدال المهملتین وسکون الزاء المعجمة وفتح الباء المؤحدة وبعدها هاء، لغة فارسیة قدیمة بمعنی الفلاح، و"الجعفی" بضم الجیم وإسکان الجیم وإسکان العین المهملة وبالفائز وهذا السند أیضاً بالسماع من أوله إلی آخره.

اسناد بخاری شریف شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے لیکر حضرت امام بخاری تک

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب العجالۃ النافعہ میں تحریر فرمایا ہے کہ صحیح البخاری شیخ ابوطاہر مدنی نے اپنے والد محترم شیخ ابراہیم کردی سے پڑھی ہے، اور انہوں نے شیخ احمد القشاشی سے اور شیخ قشاشیؒ نے، شیخ ابوالمواہب احمد بن عبدالقدوس الشناویؒ سے اور شیخ شناوی نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی سے اور شیخ رملیؒ نے شیخ الاسلام ابویحییٰ احمد زکریا بن محمد الانصاری سے اور شیخ انصاری نے شیخ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر الکنانی العسقلانی سے اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے شیخ زین الدین ابراہیم بن احمد التنوخی سے اور شیخ تنوخی نے شیخ ابوالعباس احمد بن ابی

طالب الحجاز سے اور شیخ حجاز نے شیخ سراج الدین حسین بن مبارک الحنبلی الزبیدی سے اور شیخ زبیدی نے شیخ ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ ابن شعیب الہروی سے اور شیخ ہروی نے ابوالحسن عبدالرحمٰن بن المظفر بن محمد بن داؤدالداؤدی سے اور شیخ داؤدی نے ابومحمد عبداللہ بن احمد السرخسی سے اور سرخسی نے ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن مبشر الفربری (صاحب نسخہ) سے اور علامہ فربری صاحب کتاب امام العلام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ البخاری الجعفی رحمہم اللہ تعالیٰ سے۔

تذکرہ
شیخ ابوطاہر کردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

نام محمد عبدالسمیع ہے، کنیت ابوطاہر، لقب جمال الدین، نسبت کردی کورانی، شہرزوری، مدنی شافعی ہے، آپ محدث مدینہ، مسند المدینہ اور مفتی مدینہ سے مشہور ہیں پورا نام ونسب اس طرح ہے۔

شیخ جمال الدین ابو طاہر محمد عبدالسمیع بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکردی الکورانی الشہرزوری ثم المدنی العلامۃ المحدث مسند المدینۃ المنورۃ و مفتیھا .

ولادت

آپ کی پیدائش میں دوقول ہے: (۱) ۱۱ر رجب المرجب (۲) ۲۱ر رجب المرجب ۱۰۸۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ کے والد ابوالعرفان ابراہیم کردی مدینہ منورہ کے مشہور محدث اور عالم دین تھے اس لئے اپنے والد ہی کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم خاص کر علوم عربیت اپنے زمانے کے سیبویہ شیخ سید احمد ادریس مغربی سے حاصل کی، فقہ شافعی شیخ علی طوبونی مصری سے اور معقولات کی کتابیں ھنجم پاشی سے جو روم کے تبحر علماء میں سے تھے اور اپنے والد محترم ہی سے حدیث شریف کا سماع کیا اور اس فن میں کمال مہارت پیدا کر لی آپ نے اپنے والد سے کتب صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی اور بھی کتابوں کا سماع کیا ہے مگر وقت کے مشہور محدث حسن بن علی عجیمی سے زیادہ تر استفادہ کیا اور شیخ عبداللہ

سالم البصری سے شمائل نبوی پڑھی اور دو سال سے کم مدت میں مسند احمد کا سماع کیا اور شیخ شہاب احمد بن محمد نخلی وغیرہ سے بھی حدیث پڑھی اور حرمین شریفین سے آنے والے سبھی علماء سے خوب استفادہ کیا جن میں شیخ عبداللہ لاہوریؒ بھی تھے آپ ان کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کیوں کہ شیخ عبداللہ کو شیخ عبدالحق دہلویؒ سے اجازت حاصل ہے۔

اور جب علم وفضل میں حد کمال کو پہنچ گئے تو مسجد نبوی میں درس حدیث کے مسند پر فائز کئے گئے اور آپ کے علمی روحانی فیضان سے طالبان علوم حدیث پروانہ وار آپ کی طرف ٹوٹ پڑے اور دنیا بھر کے بڑے بڑے محدثین جن کی رسائی وہاں تک ہوسکتی تھی انہوں نے آپ سے سند حدیث حاصل کی۔

خصوصاً غیر منقسم ہندوستان (جس میں ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش) نیپال بلکہ آج یورپ وافریقی وغیرہ ممالک کے محدثین کی سند میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک پہنچ کر دم لیتی ہیں جن کو مسند الہند کہا جاتا ہے انہوں نے بھی شیخ ابو طاہر مدنی ہی سے حدیث کی سند حاصل کی ہے اور ہندوستان میں احادیث مبارکہ کا مبارک سلسلہ شروع فرمایا چنانچہ حضرت شاہ صاحب الانتباہ میں فرماتے ہیں اسفقیر نے ایک مدت تک شیخ ابوطاہر مدنی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

صحیح بخاری شریف حضرت سے حرفاً حرفاً پڑھی آپ ہی کی صحبت میں رہ کر اس فن کے مشکلات حضرت کے سامنے ہی بحث ونظر کے بعد حل کیں تتبع وتلاش اور جستجو کر کے رجال اور شرح حدیث سے آشنائی حاصل کی اس طبقہ سے لیکر (کتب احادیث کے مصنفین) خصوصاً اصحاب صحاح ستہ تک اور پھر ان مصنفین سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رجال اسناد کی تحقیق وتخیص میں مہارت پیدا کی اور صحیح کو سقیم سے ممتاز کیا، قوانین روایت اور حدیث کے اصول یاد کئے متابعات اور شواہد حدیث کی معرفت حاصل کی۔

مسند دارمی مکمل انہیں سے سماعت کی، کتب صحاح ستہ کے اطراف انھیں سنائے، انہوں نے ان کتابوں کی نہ صرف روایت کرنے کی ہی اجازت نہیں دی بلکہ اپنی تمام مرویات کی اجازت بھی عطا کی، مزید برآں اپنی تمام تر مرویات اور اسانید کی تفصیلات سے اچھی طرح آگاہ کیا اور خرقۂ خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ (جزاه الله سبحانه عني خيرا)

شیخ ابوطاہر مدنی کو فقہ میں بھی کافی مہارت تھی اس لئے مدینہ منورہ میں شافعی مسلک کی مسند افتاء کے آپ مفتی رہے اور افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے آپ کے فضل وکمال کو بیان کرتے ہوئے صاحب فہرس الفہارس تحریر فرماتے ہیں:

عالم المدينة في وقته وارث والده الجهبذ الكبير العلامة الشهير اخذ واستفاد عن ابيه الشيخ ابراهيم الكردي (المتوفى ١١٠١ هج) حتى صار من علماء المبرزين و اخذ ايضا عن

الشیخ حسن العجیمی (المتوفی ۱۱۱۳ھج) الحدیث والتصوف و غیر ذلک فدرس و افتیٰ و اخذ عنه خلق کثیر رحمة الله علیه رحمة واسعة

ترجمہ: شیخ ابوطاہر مدنی مدینہ منورہ میں اپنے وقت کے بڑے عالم اور اپنے بزرگ باپ جو عالم کبیر اور دنیا کے مشہور علامہ شیخ ابراہیم الکردی کے م ۱۱۰۱ھ علم کی صحیح وارث تھے آپ اپنے والد سے علم حدیث کو حاصل کر کے دنیا کے ممتاز علماء میں شامل ہوگئے نیز آپ شیخ حسن العجیمی م ۱۱۱۳ھ سے علم حدیث اور تصوف وغیرہ حاصل کر کے درس اور فتویٰ کی خدمت انجام دینے لگے جس کی وجہ سے آپ سے بہت سارے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ آمین

تصانیف

الکلام المفید کے مصنف مولانا روح الامین بنگلہ دیشی نفس الیمانی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں

وکان الشیخ ابو طاهر کثیر النسخ بیده حتی قیل اله اکمل بیده نحو السبعین مجلداً کما فی النفس الیمانی

ترجمہ: شیخ ابوطاہر مدنی نے بہت ساری کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے ستر جلدیں مکمل کی ہیں آپ کی تصانیف میں سے مشہور کتاب اختصار شرح الرضی للبغدادی ہے۔

عادات و کردار

آپ ورع و تقویٰ، اطاعت خداوندی اور اشتغال علمی اور انصاف پسندی میں سلف کا نمونہ تھے کسی سوال کا جواب خوب اچھی طرح جب تک کتابوں کی مراجعت نہیں کر لیتے تھے نہیں دیتے تھے نرم دل اتنے تھے کہ رقاق کی حدیثیں پڑھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے لباس وغیرہ میں کسی قسم کا تکلف نہ برتتے تھے اپنے خدام اور شاگردوں کے ساتھ نہایت تواضع سے پیش آتے تھے۔

سلک الدرر اور فہرس الفہارس میں شمس محمد بن عبدالرحمٰن غزی عامری نے لطائف المنۃ کے حوالے سے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ میں نے آپ کے اندر جو دینداری تواضع اور انکساری دیکھی اپنے مشائخ میں سے کسی میں نہیں پائی البتہ ملا الیاس کورانی ان اوصاف میں شیخ ابوطاہر کے قریب قریب تھے۔

وفات

۹ ررمضان المبارک ۱۱۴۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ [۱]

[۱] حوالہ (۱) مستفاد: حاشیہ النجالہ النافعہ ۶۸، سلک الدرر ۴۳ جلد ۴، فہرست الفہارس للکتانی ۴۹۴ تا ۴۹۶ جلد ۱، الاعلام ۳۰۴ جلد ۵، العناقید الغالیہ ۱۴۲، الکلام المفید ۳۰۱ تا ۳۰۲، کشف الباری ۱۱۵ جلد ۱

تذکرہ
شیخ ابراھیم بن حسن الکردی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

آپ کا نام ابراھیم، لقب برہان الدین، کنیت ابوالعرفان ہے سلسلہ نسب یہ ہے:

شیخ ابراھیم بن حسن بن شھاب الدین الشھرزوری الکردی الکورانی الشافعی.

کردستان میں شہرزور کے علاقے میں واقع ''شہران'' شہر کے رہنے والے تھے اسی وجہ سے آپکو شہرزوری شہرانی اور کردی کہا جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

شوال المکرم ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء میں جبال کرد کے مشہور شہر شہران میں پیدا ہوئے اور نہایت پاکدامنی و دیانتداری کی حالت میں نشونما پائی۔

تعلیم وتربیت

شیخ کردی اپنے شہر شہران ہی میں علوم دینیہ ومتداولہ کی تکمیل وہیں کے نامور علماء سے کی اور پھر مزید علوم کی تحصیل کے لئے بغداد کا سفر فرمایا اور دو سال قیام فرما کر وہاں کے مشائخ سے اکتساب فیض کیا اور پھر شام کی طرف کوچ کر گئے اور چار سال تک وہاں کے شیوخ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور پھر مصر تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء ومشائخ سے استفادہ کرنے کے بعد حجاز کے مشائخ سے صحبت اختیار کی اور حرمین شریفین پہنچے یہاں شیخ احمد قشاشی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی ان سے خصوصی تعلق قائم ہوا اور ان سے خوب فیضیاب ہوئے انہیں سے اجازت روایت حدیث اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا ان کی صحبت میں رہ کر بہت زیادہ ریاضت ومجاہدہ کیے یہاں تک کہ مراتب عالیہ اور کمالات باطنیہ کو پہنچ گئے۔

علامہ شوکانیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کردیؒ تمام علوم وفنون میں فائق ہوگئے فارسی کے علاوہ عربی اور ترکی زبان پر بھی آپ کو دسترس حاصل تھا تمام علومِ دینیہ میں مہارت حاصل کر کے مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں مقیم ہوگئے اور علمی وروحانی اعتبار سے مرجع خلائق بن گئے ہر چہار جانب سے لوگ آپ کی طرف سفر کر کے آتے اور ہر فن میں آپ سے

استفادہ کرتے تھے، آخر میں مسجد نبوی میں ہی درس دینے لگے تھے۔
آپ علم کے بحرِ بے کراں، روشن دماغ، بیدار مغز، زہد وتقویٰ کا منبع اور حلم و بردباری سے متصف، متواضع اور سادہ طبیعت کے مالک تھے اپنے زمانے کے نام نہاد فقہاء وصوفیاء کے لباس سے اجتناب برتتے تھے سادہ رہتے اور سادگی کو پسند کرتے تھے، آپ مجلس میں صدر بن کر بیٹھنے گفتگو میں پہل کرنے یا کسی طرح باتیں بنا کر اپنا تعارف اور اپنی حقیقت کا اظہار کرنے سے گریز کرتے تھے آپ کے تبحر علمی کے متعلق علامہ سندھی تحریر فرماتے ہیں کہ موصوف امام محقق، جامع معقولات ومنقولات اور حاویٔ فروع واصول تھے، حکمت نظریہ وعملیہ کے متقن اور اس کے اسرار پر حاوی تھے اسی طرح ابن عربی، جیلی، قاشانی، قونوی اور قیصری کی حقائق کی کتابوں کے ماہر تھے یہ ان علوم میں حرف آخر سمجھے جاتے تھے، علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کے جواہر پارے اور موتی نکال لائے آپ کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ آپ کو جب کسی فن کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس فن میں مکمل دسترس حاصل کر کے ہی دم لیتے۔

آپکے شیوخ واساتذہ

آپ نے علمی کمالات حاصل کرنے کے لیے دور دراز کا سفر طے کر کے وہاں کے شیوخ سے اکتساب فیض کیا ہے اس لیے آپ کے اساتذہ ان گنت ہیں چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں

(۱) صفی احمد بن محمد قشاشی (۲) ابوالمواہب احمد بن علی الشناوی (۳) محمد بن علاؤالدین بابلی (۴) تقی حنبلی وغیرہ

آپ کی مشہور تصانیف

آپ نے مختلف علوم وفنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی تعداد البدر الطالع کے مطابق اسی (۸۰) کے قریب ہے اور صاحب سلک الدرر کے بقول سو (۱۰۰) سے زائد ہے ان میں سے چند یہ ہیں

(۱) الامم لایقاظ الهمم
یہ ان کا ثبت ہے نہایت تفصیلی اور جامع فوائد ہے۔
(۲) ابداء النعمة بتحقیق سبق الرحمة (۳) اتحاف الخلف بتحقیق مذهب السلف (۴) تنبیه العقول علی تنزیه الصوفیة من اعتقاد التجسم و العینیة والاتحاد و الحلول (۵) مد الفیء فی تقریر لیس لمثله شیء.
(٦) مشرع الورود الی مطلع الجود بتحقیق التنزیه فی وحدة الوجود

وفات

شیخ کردیؒ کا سانحۂ ارتحال جمادی الاولیٰ ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۶۹۰ء میں مدینہ منورہ کے اندر ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ واسعۃ [1]

تذکرہ

شیخ صفی الدین احمد قشاشیؒ

نام ونسب:

آپ کا نام احمد، لقب صفی الدین (صاحب الرحلۃ العیاشیۃ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل مشرق کی عادت تھی جن کا نام احمد ہوتا اس کا لقب شہاب الدین رکھتے، مگر آپ نے اپنے شاگردوں کو ایسے لقب سے منع فرمادیا تھا کہ عذاب ورجم کا نام ہے، اس لئے شاگردوں نے صفی الدین سے ملقب کیا) باپ کا نام محمد، نسبت قشاشی ہے (آپ کے دادا یونس جو عبد النبی کے نام سے مشہور تھے، صاحب نسبت بزرگوں میں سے تھے اپنی نسبت کو مخفی رکھنے کے لئے قشاشی کباڑ یعنی پرانے سامان فروش رکھ لیا تھا) ورنہ آپ مکی اور مدنی ہیں۔

سلسلہ نسب:

شیخ صفی الدین احمد بن محمد بن یونس بن احمد بن علی یوسف بن حسن البدری القشاشی، باپ کی طرف سے آپ کا نسب حضرت علیؓ تک اور ماں کی طرف سے حضرت تمیم داریؓ پر منتہی ہوتا ہے۔

ولادت

۹۹۱ھ (مطابق ۱۵۸۳ء میں پیدا ہوئے، اور آپ کے والد نے اچھی طرح تربیت فرمائی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد محترم سے فرمایا، والد محترم نے اپنے شیخ محمد بن عیسی تلمسانی کی اتباع میں مالکی مذہب اختیار کرلیا تھا، لہٰذا انہوں نے شروع میں ان کو فقہ مالکی کی تعلیم دی، پھر ۱۰۱۱ھ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ یمن کا سفر کیا، وہاں کے اکثر علماء اور اولیاء سے استفادہ کیا خصوصاً اپنے والد کے شیوخ جو اس وقت موجود تھے، مثلاً شیخ امین بن

[1] حوالہ (۱) ماخوذ ومستفاد: حاشیہ عجالہ نافعہ ۶۹، (۱) کشف الباری ۱۱۶ (۳) الکلام المفید ۲۹۸ تا ۲۹۹

صدیق مرواحی، سید محمد الغرب، شیخ احمد، السطیحۃ زیلعی وغیرہم سے اکتساب فیض کیا۔

پھر سفر کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں ایک مدت تک قیام فرمایا اور علماء کی ایک جماعت سے استفادہ کیا، خصوصاً سید ابوالغیث شجر، شیخ سلطان مجذوب وغیرہم سے اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے، اور وہاں کے مشائخ خصوصاً شیخ احمد بن فضل، شیخ ولی عمر بن قطب بدر الدین العادل اور شیخ شہاب الدین الملکانی وغیرہم سے اکتساب فیض فرماکر شیخ کبیر احمد بن علی الشناوی کی صحبت میں رہ کر علمی وعملی اور روحانی اعتبار سے استفادہ کیا اور انہیں کا مسلک اور طریقہ اختیار فرمایا، اور انہیں سے حدیث کی تکمیل فرمائی اور انہیں کی لڑکی سے آپ کا نکاح ہوا، اور ان کے جانشین مقرر ہوئے اور عمر بھر حرم نبوی شریف میں حدیث کا درس دیتے رہے۔

اوصاف وکمالات

شیخ احمد قشاشی اپنے وقت میں شریعت وطریقت کے امام تھے، جو بھی حقائق ومعارف بیان کرتے، قرآن وحدیث سے مدلل ومبرہن فرماتے تھے، بہت سے مشائخ سے علمی اکتساب کیا تھا، اور خرقہ خلافت اپنے والد محترم سے پایا تھا، اور کامیابی وقبولیت شیخ احمد شناوی کے پاس حاصل ہوئی تھی

شیخ احمد قشاشی نا تو فقہاء زمانہ کی سیرت پر تھے اور نا خشک زاہد تھے بلکہ آپ کا رویہ شریعت وسنت پر تھا، آپ امراء کے گھر نہیں جاتے تھے، البتہ آپ کے یہاں کوئی آجاتا تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ''انزلوا الناس علی منازلھم ''پر مکمل عمل پیرا تھے، جو بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا تھا نہایت نرم لہجے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے تھے، ملاقاتیوں کو نصیحت کئے بغیر نہیں جانے دیتے تھے۔

آپ کے تلامذہ ومستفیدین

آپ سے بڑے بڑے علماء محدثین اور صوفیاء کرام نے استفادہ کیا ہے، جن میں سے چند نامور حضرات یہ ہیں:

عارف باللہ عبدالرحمٰن مغربی ادریسی، شیخ عیسیٰ مغربی جعفری، سید عبداللہ فقیہ اور ابراہیم حسن کورانی مشہور ہیں۔

آپ کی تصنیفات وتالیفات

آپ نے بہت ساری کتابیں تصنیف وتالیف فرمائی ہیں جو پچاس کے قریب پہنچتی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حاشية على المواهب اللدنية (۲) حاشية على الانسان الكامل للجيلى (۳) حاشية على

الکمالات الالٰھیة (۴) شرح عقیدة ابن عفیف (۵) کتاب النصوص (۶) والکنز الاسنی فی الصلوة والسلام علی الذات المکملة الحسنی (۷) عقیدة منظومة فی غایة الحسن (۸) بستان العابدین وروض العارفین (۹) النسمة المجید فی تلقین الذکر والبیعة والباس الخرقة وسلاسل اھل التوحید (۱۰) کلمة الجود فی القول بوحدة الوجود.

وفات

آپ کی وفات بروز دوشنبہ ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۱ء مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے شرقی جانب مدفون ہوئے۔[1]

تذکرہ
شیخ احمد بن علی بن عبدالقدوس الشناویؒ

نام ونسبت:

آپ کا نام احمد، کنیت ابوالمواہب اور ابوالعباس ہے، والد کا نام شیخ علی نسبت شناوی مصری اور مدنی ہے۔

سلسلہ نسب

شیخ محبی نے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح تحریر فرمایا ہے:

الشیخ احمد بن علی بن عبد القدوس بن محمد ابو المواھب المعروف بالشناوی المصری ثم المدنی (الشناوی نسبة الی شنو قریة بالعربیة من مصر)

ولادت

آپ شوال ۹۷۵ھ مطابق ۱۵۶۷ء میں مصر کے محلّہ روح میں پیدا ہوئے وہیں نشو ونما پائی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد مصر کے نامور محدث شمس الدین رملی، قطب الدین محمد بن ابی الحسن بکری، اور شیخ نورالدین زیادی سے حدیث وفقہ حاصل کیں، پھر وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے، اور شیخ سید صبغة اللہ بن روح اللہ

---

[1] یہ پورے حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالۂ نافعیہ ۶۹، ۷۰، (۲) مقدمہ کشف الباری ۱۱۶، ۱۱۷، ج۱، (۳) الکلام المفید ۲۹۵ تا ۲۹۸

سندھی سے تصوف کے سلسلہ کی تعلیم حاصل کی، اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ سلوک وطریقت کی تکمیل فرمائی، پھر شیخ صبغۃ اللہ سندھی نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا، آپ کے مشائخ میں سید غضنفر بن جعفر البخاری ثم المدنی بھی ہیں۔

آپ کے آباواجداد

شیخ احمد شناوی کے آباواجداد بھی بڑے دین دار اور اولیاء اللہ میں سے تھے جو خود جامع شریعت وطریقت تھے، آپ کے متعلق محبی نے اپنی کتاب خلاصۃ الاثر میں اس طرح تحریر فرمایا ہے:

الاستاذ الكامل المكمل الباهر الطريقة ترجمان لسان القدم كان آية الله الباهرة فی جميع المعارف وقد اعلى الله تعالى مقداره ونشر ذكره وله بالحرمين الشهرة الطنافة وله خلفاء كل ارض ورتبهم عالية معلومة.

آپ کے تلامذہ ومستفیدین

آپ سے بہت سارے جبال العلم اور شیخ طریقت نے اکتساب فیض کیا ہے، جن میں چند نامور حضرات یہ ہیں:

سید سالم بن احمد بن شیخان، محمد بن عمر حبشی غرابی، شیخ صفی الدین احمد قشاشی، سید جلیل محمد بن عمر حبشی، الغرابی وغیرہم

آپ کی مشہور تصانیف

آپ نے بہت ساری علمی تحقیقی اور روحانی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) الارشاد الى سبيل الرشاد (۲) افاضة الجود فی وحدة الوجود (۳) اقليد الفريد فی تجريد التوحيد (۴) بيعة الاطلاق (۵) التأصل والتفصيل (٦) تجلية البصائر حاشية على كتاب الجواهر (۷) سعة الاخلاق وغيرهم.

وفات

آپ کی وفات ۸/ذی الحجہ ۱۰۲۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور اپنے شیخ صبغۃ اللہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون [1]

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۷۰ (۲) الکلام المفید ۲۹۳ تا ۲۹۵

تذکرہ
الشیخ المجدد شمس الدین محمد بن احمد الرملیؒ

نام ونسب:

آپ کا نام محمد والد کا نام شیخ احمد لقب شمس الدین رملی (مصر کے گاؤں رملہ کی طرف منسوب ہے) مسلکاً شافعی ہیں۔

سلسلہ نسب:

الشيخ المجدد شمس الدين محمد بن احمد بن حمزه بن شهاب الدين الرمی المنوفی المصری الانصاری الشافعی

ولادت

جمادی الاولی ۹۱۹ھ میں مصر کے قریہ منوفہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اولاً بنیادی تعلیم حاصل کرتے ہوئے قرآن مجید یاد کیا، اس کے بعد دیگر علوم نحو، صرف، معانی، بیان، تاریخ، فقہ اور تفسیر اپنے والد بزرگوار شیخ احمد رملی سے حاصل کی۔

پھر علم حدیث شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ اور شیخ برہان الدین بن ابی شریف سے پڑھیں، نیز آپکو حدیث کی اجازت شیخ الاسلام احمد بن النجار حنبلی، شیخ الاسلام یحیی دمیری مالکی، شیخ الاسلام طرابلسی حنفی اور شیخ سعد الدین ذہبی شافعی سے بھی حاصل ہے۔

تدریسی خدمات

آپ والد صاحب کی وفات کے بعد مسند درس پر متمکن ہوئے اور اس شان وشوکت اور حلاوت علمی وروحانی کے ساتھ درس دینا شروع کیا کہ آپ کے والد صاحب کے شاگرد جیسے ناصر الدین طبلاوی، شہاب الدین احمد، جن کا شمار اس زمانہ کے بلند پایہ علماء میں سے تھا، ان کے حلقہ درس میں بغرض استفادہ شریک ہوتے تھے، آپ اس دور میں مرجع خلائق بنے ہوئے تھے۔

فضل وکمال

علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب طبقات الوسطیٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ان کو اس وقت سے دیکھ رہا ہوں جب میں ان کو کندھوں پر اٹھاتا تھا، اور اب تک ایسا ہی تعلق ہے، میں نے اس وقت سے آج تک ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ان کے دین پر حرف آتا ہو، یہ بچپن میں بھی اپنے ہم زمانہ بچوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے، بلکہ ان کی نشونما اور تربیت، دینداری، تقوی، اعضاء جوارح کی پاکی اور آبرو کی حفاظت کے ساتھ ہوئی ہے، ان کے والدؒ نے ان کی بہت اچھی طرح تربیت فرمائی تھی، میں جس زمانہ میں ان کے والد صاحب سے مدرسہ ناصریہ میں پڑھتا تھا اور ان کو گود میں اٹھاتا تھا، اس وقت سے میں ان کے اندر صلاح وتقوی اور خیر کے آثار دیکھتا تھا، ان سے مجھے جو امید تھی اللہ تعالی نے پوری کر دکھائی، اور ان کے ذریعہ اللہ نے محبین کی آنکھیں ٹھنڈی کیں، چنانچہ وہ آج مصر میں فتوی نویسی کے اندر مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں، اور اہل مصر ان کی دینداری ان کے تقوی، ان کے حسن اخلاق، اور ان کی ذات کی عظمت وشرافت پر اتفاق کئے ہوئے ہیں، اور الحمدللہ روز بروز اس میں ترقی ہی کرتے جا رہے ہیں۔ (انتہاء کلامہ)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد رملی کو دسویں صدی کے مجددین میں شمار کیا ہے۔

آپ نے بہت ساری کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) نهاية المحتاج الى شرح المهاج (۲) الفتاوى (۳)غاية البيان فى شرح زبدة الكلام (۴) شرح العقود فى النحو (۵) شرح منظومة ابن العماد (۶) عمدة الرابح شرح هداية الناصح.

وفات

آپ کی وفات ۱۳ر جمادی الاول ۱۰۰۴ھ میں بروز یکشنبہ قاہرہ (مصر) میں ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔[۱]

تذکرہ

شیخ الاسلام زکریا الانصاریؒ

نام ونسب

نام زکریا، کنیت ابویحیٰ، لقب زین الدین ہے نسب نامہ یہ ہے:

شيخ الاسلام قاضى القضاة ابويحىٰ زين الدين الحافظ زكريا بن محمد بن احمد بن زكريا

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیه عجانه نافعه ۷۱ (۲) الكلام المفيد ۲۸۷ تا ۲۹۳

الانصاری الخزرجی السنیکی القاهری الازهری الشافعی

آپ کی چھ نسبتیں ہیں:

(۱) انصاری

برادری کے اعتبار سے آپ انصار تھے۔

(۲) الخزرجی آپ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے جو انصار کا ایک قبیلہ تھا۔

(۳) سنیکی (بضم السین المهملة و فتح النون و اسکان الیاء التحتانیة) مصر میں ایک شہر ہے جو آپ کا مولد ہے۔

(۴) قاہری قاہرہ کی طرف منسوب ہے جہاں آپ نے تعلیم پائی تھی۔ (۵) الازہری جامعۃ ازہر مصر میں آپ نے تعلیم پائی ہے۔ (٦) الشافعی آپ حضرت امام شافعی کے مسلک کی تقلید کرنے والے تھے۔

ولادت

مصر کے مشرقی علاقہ میں واقع سنیکہ شہر میں پیدا ہوئے۔ سن ولادت میں تین اقوال ہیں ۸۲۳ھ، ۸۲۴ھ، ۸۲۶ھ

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے شہر سنیکہ ہی میں ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن مکمل فرمایا اسی طرح عمدۃ الاحکام اور علامہ تبریزیؒ کی مختصر کا بعض حصہ پڑھا۔

پھر ۸۴۱ھ میں قاہرہ تشریف لے گئے اور جامع ازہر میں تھوڑا عرصہ قیام رہا اور پھر وطن لوٹ گئے پھر اپنے علاقہ کے مشائخ سے اکتساب فیض فرمایا اور پھر تھوڑی مدت کے لیے دوبارہ قاہرہ تشریف لے گئے اور وہاں کے بڑے بڑے علماء تقریباً ۱۵۰ مشائخ سے علم حاصل کیا۔

کبار اساتذہ

آپ کے چند مشہور اساتذہ یہ ہیں:

(۱) حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۲) شیخ محمد بن عبد الواحد المعروف ابن الهمام الحنفی (۳) علامہ کافیجی (۴) ابراہیم بن صدقہ حنبلی سے صحیح بخاری پڑھی (۵) شمس قایتبائی سے سماع حدیث فرمایا۔

زمانہ طالب علمی کی عسرت

آپ کا بچپن اور تعلیمی زمانہ بڑی کٹھن اور عسرت کے ساتھ گزرا ہے جس زمانے میں آپ جامعہ از ہر مصر میں تعلیم حاصل کرتے تھے تو دن بھر بھوکے رہا کرتے تھے اور رات میں خربوزے ککڑی وغیرہ کے چھلکے چن کر لاتے تھے اور انہیں کو دھو کر کھا لیتے تھے اس تنگی کے ساتھ سالہا سال گزر گئے مگر حصول علم میں آپ کی محنت وتوجہ میں کمی نہیں آئی بالآخر اللہ کو رحم آ ہی گیا چونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: الذين جاهدو فينا لنهدينهم سبلنا

جو ہمارے لئے محنتیں کرتا ہے ہم اس کے لیے راستہ کھول دیتے ہیں چنانچہ کسی نے آپ کے لیئے کھانے کپڑے کتابیں وغیرہ ساری چیزوں کا انتظام کر دیا اور تحصیل علوم میں ہمہ تن مصروف رہے یہاں تک کہ تمام علوم متداولہ میں آپ کو کمال حاصل ہو گیا۔

آپ کے مشہور تلامذہ

بہت سارے لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

(۱) عبدالوهاب شعراوی ؒ (۲) بدرالدین علائی ؒ (۳) شمس املی ؒ (۴) ابن حجر تیمی ؒ

آپ اپنے اساتذہ کے زمانہ ہی میں درس وتدریس اور افتاء کے مقام پر فائز ہو چکے تھے، آپ کی صلاحیت ولیاقت کے حکومت وقت بھی قائل تھی، خاص کر سلطان قایتبائی آپ کے بڑے معتقد اور مداح تھے انہوں نے باصرار آپ کو عہدۂ قضاء پر فائز کیا مگر چند دنوں کے بعد جب سلطان کی بعض چیزوں پر بے اعتدالی اور خلاف شرع کام اور ناانصافی دیکھی تو خط کے ذریعہ تنبیہ کی جس پر سلطان نے برہم ہو کر آپ کو معزول کر دیا لیکن اس کے بعد آپ تاحیات درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور دیگر علمی کاموں میں مشغول رہے۔

آپ کی مشہور تصانیف

آپ نے بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائی ہیں چند مشہور یہ ہیں:

(۱) فتح الرحمان (تفسیر میں) (۲) تحفة الباری شرح بخاری (۳) فتح الباقی شرح الفية العراقی (۴) شرح شذور الذهب ---وغیرہ

آپ کی وفات

جمعہ کے دن ۴ ذی الحجہ ۹۲۵ھ میں قاہرہ میں وفات ہوئی اور آپ کو حضرت امام شافعیؒ کے قریب قرافہ میں دفن کیا گیا۔[۱]

[۱] حوالہ (۱): مستفاد وماخوذ حاشیہ عجالہ نافعہ ۶۸ تا ۶۹، الکلام المفید ۲۸۶، ۲۸۷

تذکرہ

قاضی القضاۃ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی المعروف بالحافظ ابن حجر العسقلانیؒ

نام ونسب:

آپ کا نام احمد، کنیت ابوالفضل، لقب شہاب الدین، عرف ابن حجر ہے۔

سلسلہ نسب

قاضی القضاۃ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد الکنانی العسقلانی المصری الشافعی۔

آپ کے شاگرد، شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی تحریر فرماتے ہیں کہ: حجر آپ کے آباواجداد میں سے کسی کا لقب ہے، اسی کی طرف منسوب ہوکر آپ ابن حجر کہلاتے ہیں، نسلاً آپ بنوکنانہ میں سے ہیں جو عرب کا مشہور قبیلہ ہے، آپ کے بزرگ اصل میں عسقلان کے رہنے والے تھے، جو فلسطین کے اطراف میں ساحل سمندر پر شام کا مشہور شہر ہے، اس نسبت سے آپ عسقلانی سے مشہور ہیں ورنہ آپ کی ولادت ونشونما مصر میں ہوئی ہے اور یہیں سپرد خاک ہوئے ہیں۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۲/شعبان ۷۷۳ھ قاہرہ (مصر) میں ہوئی ہے پیدائش کے بعد کچھ ہی عرصہ میں پہلے والدہ کا انتقال ہوا، پھر چار سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والد صاحب نے انتقال سے قبل آپ کی تربیت کیلئے دووصی مقرر فرمائے تھے، ایک شیخ زکی الدین خروبی جو مصر کے بڑے تاجر تھے، دوسرے شیخ شمس الدین محمد بن قطان جو تبحر علماء میں سے تھے۔

تعلیم وتربیت

زکی الدین خروبی نے اسی یتیمی کی حالت میں آپ کو اپنے زیر تربیت لے لیا اور بڑے ہونے تک انہی کی کفالت میں نشونما پائی، جب آپ کی عمر پورے پانچ سال کی ہوئی تو مکتب میں داخل کئے گئے، اور نو برس کی عمر میں صدرالدین سفطی کے پاس قرآن کریم حفظ کیا۔

اس کے علاوہ آپ نے: عمدۃ الاحکام، الحاوی الصغیر، مختصر ابن حاجب، الفیۃ العراقی اور ملحۃ الاعراب وغیرہ کتابیں زبانی یاد کرلیں تھیں۔

پھر ۷۸۴ھ میں جب آپ کی عمر گیارہ سال تھی اپنے وصی ذکی الدین خروبی کی معیت میں حج بیت اللہ کے لئے گئے، اور ایک سال تک جوارِ حرم میں مقیم رہے، وہاں کے زمانہ قیام میں، عفیف الدین عبداللہ بن محمد النشاوری سے صحیح بخاری کا سماع کیا، فن حدیث میں یہ آپ کے پہلے استاذ ہیں، اسی سال ۷۸۵ھ میں مسجد حرام میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا، ۷۸۶ھ میں مصر واپس آ گئے، اور یہاں کے مشائخ سے استفادہ شروع کیا۔

پھر ۷۹۶ھ میں جب آپ کی عمر تقریباً اکیس سال تھی، حافظ العصر شیخ زین الدین عراقی کی صحبت اختیار کی، اور دس سال تک ان کی خدمت میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا اور علم حدیث سے ایسا شغف ہوگیا کہ تاحیات قائم رہا۔

مسند قاہرہ شیخ ابو اسحاق تنوخی سے استفادہ کیا، پھر اسکندریہ کا سفر کیا، وہاں سے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، زبید، عدن وغیرہ مختلف مقامات وممالک میں مشائخ سے حدیثوں کا سماع کیا، یمن میں امام لغت صاحب قاموس، علامہ مجد الدین فیروز آبادی سے استفادہ کیا۔

آپ کے اساتذہ کے متعلق حافظ سخاوی تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے علم میں متبحر تھا، اور جس فن میں جس کی شہرت تھی اس پایہ کا تھا کہ دوسرا اس کو نہیں پا سکتا تھا۔

حفظ واتقان کا معیار

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حفظ وذکاوت کے اعلیٰ معیار پر فائز فرمایا تھا، آپ کے اندر حفظ واتقان اور انتہائی قوت حافظہ سے نوازا تھا، آپ کے حفظ اتقان کی شہادت قریب وبعید، دوست اور دشمن سبھی نے دی ہے، یہاں تک کہ آپ پر لفظ حافظ کا اطلاق اجماعی طور سے کیا گیا اور کیا جا رہا ہے۔

علامہ ابن فہد نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ نے پوری سورۂ مریم ایک دن میں یاد کر لی تھی، حاوی صغیر کا پورا صفحہ دو دفعہ پڑھنے سے یاد ہو جاتا تھا، پہلی دفعہ استاذ سے صحیح کر کے پڑھتے، دوبارہ خود پڑھتے اور تیسری دفعہ سنا دیتے۔

علم وفضل اور کمالات

حضرت حافظ ابن حجرؒ کو اللہ تعالیٰ نے گونا گو علوم وفنون میں مہارت عطا کی تھی، آپ نے سب سے پہلے ادب وتاریخ پر توجہ دی، دونوں میں آپ فائق تھے، فقہ اور عربیت میں ممتاز تھے، شعر وسخن کا فطری ذوق تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علم حدیث آپ کا خاص فن تھا، انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اسی مبارک مشغلہ کی نذر کیا تھا جس کی وجہ سے آج بھی وہ حافظ حدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ پہلے شاعر ہیں بعدہ محدث اور تیسرے نمبر پر فقیہ، علامہ ابن العماد نے آپ کے متعلق بالکل صحیح نقل کیا ہے:

كان شاعرا طبعا، محدثا صناعة، فقيها تكلفا.

وجہ ظاہر ہے کہ شعر کا سلیقہ فطری تھا، حدیث کو بحیثیت فن حاصل کیا تھا اور فقہ میں محنت کرنی پڑی تھی۔

اکابر ومعاصرین کا خراج تحسین

حافظ ابن حجر اپنے زمانہ میں بلا اختلاف امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، اسماء رجال میں بھی آپ کو امامت کا مرتبہ حاصل تھا، منقول ہے کہ حافظ ابن حجر نے زمزم پیتے ہوئے دعاء کی تھی کہ میرا حافظہ حافظ ذہبی جیسا ہو جائے، چنانچہ ان کی دعاء قبول ہوئی، علم حدیث میں مہارت اور حفظ حدیث کی بناء پر علی الاطلاق حافظ کے نام سے پہچانے جانے لگے، حافظ عراقی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''**انه اعلم اصحابي بالحديث**'' نیز حافظ عراقی سے جب پوچھا گیا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا تو جواب دیا ''**ابن حجر ثم ابني ابوزرعة ثم الهيشمي**''

محقق علامہ ابن ہمام آپ کے ہم عصر تھے اور مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے، بایں وجہ وہ حافظ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال غيره ممن يوثق بسعة علمه وهو قاضي القضاة شهاب الدين العسقلاني .

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: **قال شيخنا قاضي القضاة.**

حافظ ابن فہد نے لحظ الالحاظ میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے

ابن حجر العسقلاني المصري الشافعي الامام العلامة الحافظ فريد الوقت مفخر الزمان بقية الحفاظ علم اللائمة الاعلام عمدة المحققين خاتمة الحفاظ المبرزين و القضاة المشهورين ابو الفضل شهاب الدين .

حافظ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں:

ابن حجر شيخ الاسلام و امام الحفاظ في زمانه وحافظ الديار المصرية بل حافظ الدنيا مطلقا قاضي القضاة.

درس وافتاء

حافظ ابن حجر کی زندگی کا اکثر حصہ علوم دینیہ کی نشر و اشاعت میں صرف ہوا، خصوصا حدیث شریف کی مبارک خدمات میں اپنے آپ کو کھپا دیا، چنانچہ آپ نے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مدارس میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دی ہیں، جیسے جامعہ حسینیہ، منصوریہ میں تفسیر پڑھائی اور بیبرسیہ جمالیہ شیخونیہ وغیرہ میں حدیث کا درس دیا، خروبیہ، بدریہ، شریفیہ، صالحیہ، صلاحیہ مؤیدیہ وغیرہ میں فقہ کی تعلیم دی، دارالعدل میں افتاء کا کام آپ کے سپرد رہا، اور جامعہ از ہر مصر میں اور اس کے بعد جامعہ عمرو بن العاص میں خطیب رہے، ان تمام مصروفیوں کے باوجود ایک ہزار سے زیادہ مجالس میں اپنے حفظ سے امالی بھی لکھوائے۔

عہدۂ قضاء

شروع میں الملک المؤید نے مملکت شام کا عہدۂ قضا آپ کو پیش کیا، اور با اصرار اس کے قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی، مگر ان سب کو آپ نے رد کر دیا، مگر محرم ۸۲۷ھ میں الملک الاشراف نے جب قاہرہ اور اس کے مضافات کا عہدۂ قضاء آپ کو تفویض کیا تو آپ نے پوری دیانت و ذمہ داری کے ساتھ اس منصب کو نبھایا، اس عہدۂ قضاء کی کل مدت حسب تصریح سخاوی اکیس سال ہے، اگر چہ اس درمیان میں آپ کا عزل ونصب ہوتا رہا، بعد میں آپ کو اس عہدہ کے قبول کرنے پر سخت ندامت ہوئی۔

زودخوانی اور زودنویسی

حافظ ابن حجر کو تیز پڑھنے پر بہت زیادہ مشق تھی، ایک مرتبہ صحیح بخاری شریف کو دس نشستوں میں (جو صرف ظہر سے عصر تک ہوتی تھیں) ختم کر ڈالا، اسی طرح صحیح مسلم کو ڈھائی دن میں پانچ نشستوں میں مکمل کیا، اور امام نسائی کی سنن کبری کو بھی دس نشستوں میں ختم کیا، ہر نشست چار ساعات کی ہوتی تھی، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک سفر میں امام طبرانی کی المعجم الصغیر (جس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب حدیثیں مع اسانید مروی ہیں) صرف ایک مجلس میں مابین ظہر وعصر سنا دیا، دمشق میں آپ کا قیام دو ماہ دس دن رہا، اس اثناء میں اپنی ضروری مشاغل اور علمی فوائد نقل کرنے کے علاوہ سو جلدوں کے قریب کتب حدیث کی قرأت اہل شام کیلئے کی تھی۔

حافظ صاحب جس طرح زودخواں تھے، اسی طرح زودنویس بھی تھے، مگر نہایت بدخط تھے اور اس پر طرہ یہ کہ شیوۂ خط یکساں نہ تھا، جس کی وجہ سے ان کے خط کا پہچاننا اور پڑھنا سخت دشوار تھا، پھر مبیضہ تک میں اتنی کاٹ چھانٹ چلتی تھی

کہ مسودہ بن کے رہ جاتا تھا۔

حافظ ابن حجر کا قلم تذکرہ نویسی میں سفاک ومختلف تھا

ابن حجر کی زبان شیریں اور قلم اتنا ہی زہر فشاں تھا، چنانچہ کاتب چلپی، کشف الظنون میں آپ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

کان قلم ابن حجر سیئافی مثالب الناس ولسانه حسنا ولیته عکس لیبقی الحسن.

آپ کے شاگرد محدث برہان الدین بقاعی شکوہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ان فیه من سیء الخصال انه لایعامل احدا بما یستحقه من الاکرام فی نفس الامر.

خصوصاً حنفی علماء کے تراجم میں تو ان کا قلم سفاکی میں حجاج کی تلوار سے کم نہیں ہوتا تھا، حضرت امام ابوحنیفہ کو چھوڑ کر مشاہیر حنفیہ میں سے شاید ہی کوئی بچا ہو جو آپ کی سنان قلم سے گھائل نہ ہوا ہو۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے آپ کے بارے میں بالکل صحیح فرمایا ہے:

بقی الحافظ ابن حجر وهو ضر الحنفیة بما استطاعه حتی انه جمع مثالب الطحاوی والطعون فیه مع ان ابا جعفر امام اعظم لم یبلغ الی احد من ائمة الحدیث خبره الاحضر عنده بمصر وجلس فی حلقه اصحابه وتلمذ علیه.

آپ کے خاص شاگرد علامہ سخاوی نے اپنے استاذ ابن حجر کے تذکرہ میں ایک ضخیم کتاب ''الجواہر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر'' بھی تصنیف فرمائی ہے، مگر انہیں بھی اپنے استاذ کے اس طرز عمل پر جا بجا تنبیہ کرنی پڑی ہے، چنانچہ وہ شیخ حسین بن علی حنفی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

اهمله شیخنا علی عادته فی الحنفیة مع تقدمه فی العلم

اسی طرح سخاوی علامہ جمال الدین عبداللہ بن محمد حسینی نشاپوری حنفی کے تذکرہ کے تحت لکھتے ہیں:

ثم نکث علیه علی عادته فی تغلب التنکیت علی الحنفیة.

حافظ ابن حجر کی تصنیفات

حافظ ابن حجر نے حدیث، رجال اسناد اور تاریخ وغیرہ پر تصنیف وتالیف کا کام کیا ہے، جس کی تعداد بقول حافظ سخاوی ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے، دوسرے جدید محققین نے دوسو بیاسی تصانیف ذکر کی ہیں چند مشہور یہ ہیں:

(۱) اتحاف المهرة باطراف العشرة (۲) الاصابة فی تمیز الصحابة (۳) انباء الغمر بانباء العمر (۴) بلوغ المرام (۵) تبصیر المنتبه بتحریر المشتبه (۶) المجمع الموسس (۷) تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة (۸) تغلیق التعلیق (۹) تهذیب التهذیب (۱۰) تقریب التهذیب (۱۱) لسان المیزان (۱۲) التلخیص الحبیر (۱۳) المطالب العالیه (۱۴) نخبة الفکر (۱۵) فتح الباری.

ابن حجر کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت فتح الباری بشرح البخاری کو حاصل ہوئی ہے، حافظ ابن حجر اپنے درس بخاری کا املا کراتے تھے، بالخصوص درس بخاری کا تو اہتمام سے املا کراتے، پھر ہر ہفتہ اجتماع ہوتا اور اس میں املا کی کاپیاں جمع ہوتیں، اوران پر بحث ہوتی تھی، اس طرح یہ شرح ۸۱۷ھ میں شروع ہوکر ۸۴۲ھ میں ختم ہوئی، جبکہ اس کا مقدمہ ہدی الساری (جوایک جلد میں ہے) سے ۸۱۳ھ میں فارغ ہو گئے تھے، فتح الباری پر معانی بخاری کا مدار ہے اس سلسلہ میں کوئی شرح اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے، یہ شرح حسن نظم فن حدیث اور جامعیت کے لحاظ سے تمام شروح پر فائق ہے۔

علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر ناقل محض ہیں انہوں نے حدیث کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا، خاص کر بخاری کی شروحات کا پھر خلاصہ کر کے مفصل شرح لکھی، اس میں شک نہیں کہ ابن حجر کو حدیث واسماء رجال میں کمال حاصل تھا، لیکن فقہی مباحث وتوجیہ حدیث میں ان کو وہ مقام حاصل نہیں جو علامہ خطابی وامام نووی کو حاصل ہے۔

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں لکھا ہے کہ بخاری کی شرح مکمل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر نے شاندار دعوت کی، جس میں پانچ سو دینار خرچ کئے تھے۔

وفات

ذی قعدہ ۸۵۲ھ کو اسہال لاحق ہوا، خون بھی تھوکتے جاتے تھے، بیماری کا سلسلہ ایک ماہ سے زیادہ رہا، آخر ذی الحجہ کی اٹھائیسویں تاریخ سنیچر کی رات میں نماز عشاء کے بعد اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے، ہفتہ کے دن نماز ظہر کے ذرا پہلے قاہرہ کے باہر رمیلہ کے مصلی المؤمنین میں نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں بڑا ہجوم تھا، امرا وسلاطین تک جمع تھے، پھر جنازہ اٹھا کر قرافہ صغریٰ میں لایا گیا اور جامع دیلمی کے بالمقابل بنوالخروبی کے قبرستان میں اس علم کے شہاب ثاقب کو سپرد خاک کیا گیا۔ [1]

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۸۴ (۲) کشف الباری ۱۲۱ تا ۱۲۹ ج ۱۔ (۳) الکلام المفید ۲۸۲ تا ۲۸۶ (۴) مقدر لامع الدراری ۱۲۸ تا ۱۲۸

تذکرہ

حضرت شیخ زین الدین ابراہیم بن احمد تنوخیؒ

نام ونسب:

نام ابراہیم، کنیت ابو اسحاق اور ابو الندا‌ء، لقب برہان الدین اور زین العابدین، والد کا نام احمد، نسبت شامی، تنوخی، بعلی، دمشقی، شافعی ہے۔

سلسلۂ نسب:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ابراهيم بن احمد بن عبد الواحد بن عبد المؤمن بن سعيد بن علوان بن كامل التنوخي البعلي الاصل ثم الشامي نزيل القاهرة شيخ الاقراء ومسند القاهرة.

ولادت

آپ ۷۰۹ھ یا ۷۱۰ھ میں پیدا ہوئے، دمشق میں پروان چڑھے اور قاہرہ میں آکر مقیم ہو گئے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم قرأت برہان جعفری ابن نصحان، شیخ رقی، شیخ مرادی، شیخ ابوحیان، شیخ وادی آشی، شیخ حکری، اور شیخ ابن السراج سے حاصل کیا، اور خوب مہارت پیدا کر لی، اس فن کے اماموں نے خصوصاً مذکورہ حضرات اساتذہ نے آپ کو سند اجازت بھی مرحمت فرمادیں، علم فقہ، علامہ بازری، ابن النقیب سے دمشق میں اور ابن الضماح سے قاہرہ میں پڑھیں، ان حضرات نے بھی تدریس اور افتاء کی اجازت مرحمت فرمادی۔

علم حدیث کا درس، شیخ ابو العباس حجار، عبداللہ بن الحسین ابن ابی التائب، حافظ برزائی، حافظ مزی، بندیجی، اور دوسرے محدثین سے حاصل کیا جن کی تعداد دوسو سے زیادہ ہے۔

آپ کو حدیث میں ایسا کمال حاصل ہوا کہ اس وقت کے بعض شیوخ حدیث نے بھی آپ سے روایت کی ہے، جن میں حافظ شمس الدین ذہبی بھی ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہوتا تھا مگر بعد میں مجھے اس کا

ثبوت مل گیا۔

آپ ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوگئے تھے، جس کی وجہ سے زبان میں ثقل پیدا ہوگیا تھا، لکنت کی وجہ سے صاف کلام نہیں فرماسکتے تھے، بعد میں بینائی بھی ختم ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے آپ برہان شامی ضریر (نابینا نام سے مشہور ہوگئے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ (برہان شامی) بہت سی مسموعات میں متفرد تھے، خصوصا علم قرأت واسناد میں دیار مصریہ کے شیخ وقت تھے، وہ تحدیث کے معاملہ میں بڑے سخت تھے، لیکن مجھ پر بڑے مہربان ثابت ہوئے، کیونکہ میں نے ان کی ماۃ عشاریہ اور اربعین کی تخریج کی تھی، چنانچہ میں ان کے پاس طویل مدت تک رہا اور بہت کچھ پڑھا، حدیث کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں کا سماع ان سے حاصل ہوا، انہوں نے میرے حق میں دعاء بھی کی تھی، جس کے آثار میں محسوس کرر ہا ہوں۔

آپ کی تالیفات

آپ کی تصنیف میں ایک کتاب کتاب الاربعین منقول ہے۔

وفات

ابن حجر فرماتے ہیں کہ آپ کا انتقال جمادی الاولی ۸۰۰ھ میں ہوا اس وقت میں حجاز میں تھا۔ [۱]

تذکرہ

شیخ ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجارؒ

نام ونسب

آپ کا نام احمد کنیت ابوالعباس لقب شہاب الدین عرف میں حجار کہا جاتا تھا، کیونکہ آپ غالبًا پتھر بیچا کرتے تھے (ای بائع الحجر) اور مشہور ابن شحنہ سے ہیں۔

سلسلہ نسب

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

الشیخ الکبیر المسند، المعمر الرحلۃ شہاب الدین ابو العباس احمد بن الحجار ابن الشحنہ،

[۱] حوالہ (۱) (مذکورہ حالالات ماخوذ ومستفاد ھیں: (۱) حاشیہ عجالۃ نافعہ ۸۴، ۸۵، (۲) الدر الکاملہ ۹ ج۱ (۳) کشف الباری ۱۲۶ ج۱) الکلام المفید ۲۸۰، ۲۰۹

طالب بن نعمة بن حسن بن علی بن بیان الدیر مقرنی ثم الصالحی الحجار المعروف بابن الشحنۃ

ولادت

آپ کی ولادت ۶۲۳ھ میں ہوئی آپ کا تعلق دمشق میں واقع وادی برداسے ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ ابتدائی تعلیم پانے کے بعد حدیث کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور سات سال کی عمر میں ۶۳۰ھ میں دمشق کے مشہور محدث علامہ زبیدی سے صحیح بخاری کا سماع کیا، اور اس زمانہ کے دوسرے مشہور محدثین جیسے ابن اللتی، قطیعی، ابن روزبہ اور جعفر بن علی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت فرمائی۔

تدریسی خدمات

تحصیل علوم کے بعد آپ نے حدیث کا درس دینا شروع فرمایا، اور بلاد اسلامیہ دمشق، قاہرۃ، حماۃ، بعلبک اور حمص وغیرہ میں کم وبیش ستر ۷۰ مرتبہ بخاری شریف پڑھائی، اور زندگی میں بڑا سرمایہ افتخار حاصل کیا۔

اللہ تعالی نے آپ کو بہت لمبی عمر (تقریباً ۱۰۰ سے زائد سال) عطا فرمائی تھی، جس کی وجہ سے سند میں پوتوں کو دادوں سے ملادیا تھا، آپ کی سند عالی تھی، آپ کے علم وفضل اور علو اسناد کا پتہ محدثین کو اس وقت ہوا جب ۷۰۶ھ میں ابن اللتی کے اجزاء اور ابن زبیدی سے سماع حدیث کرنے والوں میں آپ کا نام معلوم ہوا، اس کے بعد تو ہر چہار جانب سے کبار محدثین وحفاظ حدیث نے آپ کے پاس آنا شروع کردیا، جو زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہا، چنانچہ محب الدین ابن المحب نے وفات سے ایک دن پہلے بخاری شریف پڑھنا شروع کیا اور وفات والے دن ظہر تک پڑھتے رہے، اور عصر کے وقت آپ کا انتقال ہوا۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں آپ باہمت اور صاف فہم وفراست تھے، بیدار مغز تھے، کبھی اونگھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے دار الحدیث اشرفیہ میں سردی کے موسم میں تقریباً پانچ سو اجزاء کا سماع کیا، اور اجازت لی، آپ کو بغداد میں ایک سو اڑتیس شیوخ سے روایت حدیث کی اجازت حاصل تھی، جو نہایت عالی سندیں تھیں، سلطان الملک الناصر نے بھی سماع حدیث کیا، اور انہیں خلافت سے سرفراز فرمایا، اور آپ نے مصر وشام کے اتنے شیوخ سے استفادہ کیا جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگ سند میں ایک درجہ کمتر ہو گئے۔

کسب معاش

آپ کا معمول تھا کہ جس دن سبق نہیں ہوتا تھا، پہاڑوں میں جاکر پتھر تراش کرلاتے تھے، اور بازار میں بیچتے، اسی وجہ سے آپ کو حجار کہا جاتا تھا، پتھر تراشتے وقت طلبہ حدیث پڑھنے آجاتے تو ان سے فرماتے تم بیٹھ کر پڑھو، طلبہ پڑھتے کہیں غلطی کرتے یا سند میں الٹ پھیر ہوجاتی تو ان کی اصلاح فرماتے اس طرح کسب معاش کے ساتھ حدیث کی نشرو اشاعت بھی فرماتے تھے۔

خصال وعادات

اللہ نے آپ کو بعد میں مال ودولت اور قدرومنزلت بھی عطا فرمائی تھی، صوم وصلوۃ کے پابند اور نفلی روزوں کے عادی تھے، سو برس کے ہوگئے تھے مگر عید کے بعد چھ دن کے روزے بھی رکھتے تھے، اور ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے غسل فرماتے تھے، اخیر عمر میں کچھ اونچا سننے لگے تھے، مگر اسی حالت میں روایت حدیث کرتے بعض مرتبہ ان کا اکثر حصہ سنانے میں گزارتے تھے۔

وفات

آپ بروز دوشنبہ ۲۵/صفر ۷۳۰ھ بوقت عصر دمشق میں واقع مقام صالحیہ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے انا للہ و انا الیہ راجعون ''رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ'' [1]

تذکرہ

شیخ سراج الدین الحسین بن المبارک الزبیدیؒ

نام ونسب:

آپ کا نام حسین، کنیت ابوعبداللہ، لقب سراج الدین ہے، والد کا نام مبارک، نسبت ربعی، زبیدی، بغدادی، حنفی ہے، آپ مشہور زاہد شیخ محمد بن یحی کے پوتے ہیں۔

سلسلہ نسب:

الشیخ سراج الدین ابوعبداللہ حسین بن المبارک بن ابی عبداللہ محمد بن یحی بن علی بن مسلم بن موسی بن عمران الربعی الزبیدی البغدادی، الحنفی المعروف بابن الزبیدی۔

---

[1] حوالہ (۱) (مذکورہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۸۵ (۲) الدرر الکامنہ ۱۴۳ ج ۱: (۳) کشف الباری ۲۲۷، ۲۲۸ ج ۱، (۴) الکلام المفید: ۲۷۹، ۲۸۰، (۵) العناقید الغالیہ ۲۰۶)

ولادت

آپ کی پیدائش ۵۴۵ھ یا ۵۴۶ھ میں بغداد میں ہوئی، (آپ کی ولادت کے سلسلہ میں ۴۷ اور ۴۸ کا بھی قول ہے)

تعلیم وتربیت

آپ نے پہلے قرآن مجید مختلف قرائتوں سے پڑھا، اور پھر دیگر علوم وفنون کی تحصیل کی، اور اپنے دادا محمد بن علی وشیخ ابوالوقت، ابوزرعہ ابوزید حموی، ابوالفتوح الطائی، ابوحامد، الغرناطی، وغیرہ سے حدیث وفقہ حاصل کیا، الغرض آپ نے قرأت، فقہ اور فتوی نویسی میں کمال حاصل کرلیا، اور زبان وبیان کا بھی پاکیزہ ذوق پیدا کرلیا تھا۔

تدریسی خدمات

تعلیم سے فراغت کے بعد وزیر ابوالمظفر عون الدین بن ہبیرہ کے مدرسہ میں حدیث کا درس دینا شروع کردیا۔

آپ مذاہب فقہیہ کے وسیع النظر عالم اور فن حدیث میں مستند شیخ اور کامل محدث تھے، اس لئے آپ کا درس بھی دلائل وبراہین سے مدلل اور مستحکم ہوتا تھا، آپ نے ابن ہبیرہ کے مدرسہ کے علاوہ دمشق، حلب اور بغداد وغیرہ مختلف جگہوں میں حدیث کا درس دیا ہے، آپ سے طالبان علم حدیث اور محدثین کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے، جن میں سے چند چنیدہ یہ ہیں، شیخ ابن الدبیثی، برزالی، شیخ ابراہیم ارموی اور شیخ ضیاء الدین بھی ہیں، آخری شاگرد ابو العباس حجار ہیں، جنہوں نے بخاری شریف وغیرہ کا سماع کیا ہے۔

عادات وخصائل

آپ نہایت متواضع، بااخلاق، منکسر المزاج معتدل اور نیک انسان تھے۔

آپ کا فقہی مسلک

حافظ ابن رجب نے آپ کو ذیل طبقات الحنابلہ میں ذکر کرکے حنبلی قرار دیا ہے، اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی عجالۂ نافعہ میں حنبلی لکھا ہے، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ حنفی المسلک ہیں، جیسا کہ حافظ ابن کثیر، حافظ ذہبی اور علامہ سخاوی رحمہم اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، نیز علامہ زاہد کوثری نے بھی ابن فہد کی، ذیل تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے حنبلی ہونے کی پرزور تردید کی ہے۔

تالیفات

آپ نے فن قرأت اور لغت میں منظومات اور فقہ میں البلغۃ نامی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

وفات

آپ ۲۳ رصفر ۶۱۳ھ میں انتقال فرمایا اور جامع منصور بغداد میں دفن کئے گئے۔ [۱]

تذکرہ

حضرت شیخ ابوالوقت السجزیؒ

نام ونسب

آپ کے والد نے آپ کا نام، محمد رکھا تھا، اور امام عبداللہ الانصاری نے آپ کا نام عبدالاول اور کنیت ابوالوقت منتخب کیا ہے، آپ کا لقب شیخ الاسلام ہے نسبت سجزی ہروی، مالینی ہے۔

سلسلہ نسب

شیخ ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب السجزی الہروی مالینی ہے۔

ولادت

آپ ۴۵۸ھ میں ہرات میں پیدا ہوئے، آپ کا پورا گھرانہ علمی اور دینی تھا۔

تعلیم وتربیت

آپ اپنے والد محدث ابوعبداللہ عیسیٰ سے ابتدائی تعلیم پائی، آپ کے والد کی عمر سو برس سے جب متجاوز ہوگئی اس وقت آپ سات سال کے تھے، اپنے لاڈلے کو ہرات سے بوشنج کے محدث جمال الاسلام داؤدی کی خدمت میں پیدل لیکر چلے، چنانچہ شیخ ابوالوقت اپنے سفر کا حال خود تحریر فرماتے ہیں کہ راستہ میں والد صاحب کے جاننے والے بہت سے حضرات ملتے اور درخواست کرتے کہ اے شیخ عیسیٰ آیئے ہم آپ کو اپنی سواری پر بوشنج تک چھوڑ آتے ہیں، والد صاحب یہ کہہ کر منع فرمادیتے کہ اللہ کی پناہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پڑھنے کیلئے ہم سوار ہوکر کیسے جاسکتے ہیں، لہٰذا ہم پیدل چلیں گے، رہا اس بچہ کا مسئلہ تو جب یہ تھک جائے گا تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں ثواب کی امید کے ساتھ اپنے سر پر بٹھالیں گے، بہرحال پیدل سفر طے فرمایا، اور شیخ داؤدی کی خدمت میں حاضر

---

[۱] حوالہ (۱) (مذکورہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۸۵ (۲) العناقید الغالیہ ۲۰۶، ۲۰۷

ہوکر صحیح بخاری، مسند دارمی، اور مسند عبد بن حمید کا سماع کیا

نیز آپ کے شیوخ حدیث میں محدث ابو عاصم الفضل، محمد بن ابی سعود اور شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے، خاص کر شیخ الاسلام الانصاری کی خدمت سے بڑا فائدہ اٹھایا۔

تدریسی خدمات

تحصیل علم سے فراغت کے بعد، خراسان، بغداد، ہرات، بوشنج اور اصبہان وغیرہ مختلف جگہوں میں آپ نے حدیث کا درس دیا، آپ کی سند اس زمانہ میں سب سے عالی تھی، اس لئے جوق در جوق طالبان حدیث شریک درس ہوتے تھے۔

حافظ ابن لقطہ فرماتے ہیں شیخ ابوالوقت نے چھوٹوں کو سند میں بڑوں سے ملا دیا، اور روایت حدیث کی سعادت ایسی پائی تھی کہ ان کے ہم عصروں میں مثال نہیں ملتی، صائب الرائے اور حاضر دماغ تھے، ابن العماد حنبلی تحریر فرماتے ہیں:

قدم بغداد فازدهم الخلق عليه و كان خيرا متواضعا حسن السمت متين الذيانة محبا للرواية وعمّر حتى الحق الاصاغر بالاكابر.

اور علامہ ابن الجوزی آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

كان صبورا على القرأة و كان شيخا صالحا على سمت السلف كثير الذكر والتهجد والبكاء.

آپ کے نامور تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے روایت کی ہے، حتی کہ وزراء اور امراء بھی سماع حدیث کیلئے درس میں حاضر ہوتے تھے، چند چنیدہ حضرات یہ ہیں:

ابن عساکر، ابن الجوزی، سمعانی، یوسف بن احمد شیرازی، حسین زبیدی، محمد بن احمد قطیعی، عبداللہ بن اللیثی وغیرہ۔

وفات

آپ ۶/ ذی قعدہ ۵۵۳ھ کی نصف شب میں زندگی کے آخری لمحہ میں ذکر الہی میں مشغول تھے، اسی حال میں محمد بن قاسم صوفی تشریف لائے، اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "من كان آخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة" پڑھ کر سنایا، تو آپ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھی اور یہ آیت کریمہ پڑھنا شروع کر دی "یالیت قومی

یعلمون بماغفرلی ربی وجعلنی من المکرمین ''پڑھتے رہے یہاں تک سورت ختم ہوگئی اور وردالٰہی کرتے ہوئے اپنے رب اور محبوب حقیقی کی طرف کوچ کر گئے [1]

رحمة الله رحمة واسعة

تذکرہ

شیخ جمال الاسلام ابوالحسن عبدالرحمٰن الداؤدی الیوشجیؒ

نام ونسب

نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوالحسن، لقب جمال الاسلام، نسبت الداؤدی الیوشجیؒ

سلسلہ نسب

شیخ تاج الدین سبکیؒ نے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا ہے:

عبد الرحمن بن محمد الظفر بن محمد بن داؤد بن احمد معاذ بن سهل بن الحكم بن شيرزاد ابو الحسن الداؤدی اليوشيخیؒ

ولادت

آپ ربیع الثانی ۳۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اولاً ابتدائی تعلیم حاصل کی، اور ابوعلی فجروی، ابوبکر القضال مروزی، ابوالطیب سہل صعلوکی، ابوحامد اسفرائنی، فقیہ ابوسعید بحر بن منصور کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ابوعلی دقاق اور ابوعبدالرحمٰن سلمی سے تصوف کی تحصیل کی اور ان کی صحبت سے خوب استفادہ کیا۔

محدث ابوالحسن الصلت سے بغداد میں، ابوعبداللہ الحافظ سے نیشاپور میں اور ابومحمد بن ابی شریح وغیرہ سے بوشنج میں حدیثوں کا سماع کیا۔

اور شیخ ابن حمویہ سرخسی کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث کی بہت سی کتابیں پڑھیں، جن میں صحیح بخاری، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید وغیرہ ہیں، آپ کی سند حدیث ابن حمویہ سے دنیا میں سب سے عالی سمجھی جاتی ہیں۔

[1] یہ سارے حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۸۵، ۸۶ (۲) شذرات الذہب ۱۲۶ ج ۴، (۳) کشف الباری ۲۲۹، ۲۳۰ ج ۱ (۴) الکلام المفید ۲۷۵، ۲۷۶

تدریسی و تصنیفی خدمات

آپ فراغت کے بعد، بوشنج ہی میں رہ کر تدریس وتصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت اور افتاء کی عظیم الشان خدمات انجام دینے لگے، جس کی وجہ سے تمام اہل خراسان پر فائق وبرتر ہوئے۔

حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

کتب الکثیر وافتی وصنف ووعظ الناس وکانت له ید طولی فی النظم والنثر وکان مع ذلک کثیر الذکر لایفتر لسانه عن ذکر الله تعالی.

نیز حافظ ابن کثیر نے یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک دن وزیر نظام الملک ان کے پاس آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا، شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تم کو اپنے بندوں پر مسلط فرمایا ہے اب دیکھو تم اللہ کے سامنے کیسے جواب دہی کروگے، جب اللہ تعالی تم سے ان کے بارے میں پوچھیں گے، آپ کے عمدہ شعروں میں سے یہ دو شعر ہیں:

کان فی الاجتماع بالناس نور
ذهب النور وادلهم الظلام
فسد الناس والزمان جمیعا
فعلی الناس والزمان السلام

فضل وکمالات

آپ گوناگوں خوبیوں کے مالک اور متنوع صفات حسنہ اور کمالات عظیمہ کے مالک، نیک انسان تھے، خاص کر ورع وتقوی بہت ہی نمایا تھا، ورع وتقوی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، جب ترکمانوں نے خراسان کو لوٹا تو آپ نے چالیس سال تک گوشت نہیں کھایا، اس خوف سے کہ مویشی کہیں لوٹ مار کے نہ ہوں، صرف مچھلی پر گزر بسر کرتے تھے، پھر جب یہ بتایا گیا کہ نہر کے جس کنارے سے مچھلیاں شکار کی جاتی ہیں اس کناروں پر ان کے سرداروں نے کھانا کھایا تھا، اور جو بچ گیا اس کو اس میں پھینک دیا تھا، تو انہوں نے مچھلیاں کھانی بھی بند کر دی تھیں۔

وفات

شوال المکرّم ۷۶۴ھ میں چورانوے سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

تذکرہ

شیخ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ سرخسیؒ

نام ونسب

نام عبداللہ، کنیت ابو محمد لقب خراسان المعروف بہ راوی صحیح البخاری عن الفربری، نسبت، سرخسی، اور دادا کی طرف منسوب ہوکر ابن حمویہ کہے جاتے ہیں۔

سلسلہ نسب

شیخ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ بن یوسف بن اعین السرخسی۔

ولادت

آپ ۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

اپنے وطن ہی میں بنیادی تعلیم سے فراغت کے بعد اس عہد کے اکابر محدثین سے سماع حدیث کیا ہے، آپ علامہ فربری کے خاص شاگرد ہیں، حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ابن المقری کے تذکرہ میں آپ کو مسند خراسان اور راوی صحیح البخاری کے الفاظ سے یاد کیا ہے

نیز حافظ ذہبی نے کتاب العبر میں آپ کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

محدث ثقہ عبداللہ بن احمد سرخسی فربری سے صحیح بخاری، عیسیٰ بن عمر سمرقندی سے کتاب دارمی، ابراہیم بن خزیم سے مسند عبد بن حمید اور تفسیر عبد بن حمید کی روایت کرتے ہیں۔

تدریسی خدمات اور مشہور تلامذہ

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ نے علوم دینیہ خصوصاً حدیث شریف کا درس دینا شروع کیا، اور بہت سارے طالبان علوم حدیث آپ سے فیضیاب ہوئے، بلکہ زمانہ کے بڑے بڑے علماء محدثین اور حفاظ حدیث نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا جن میں سے چند نمایاں [illegible] یہ ہیں۔

شیخ ابوبکر محمد بن ابی الھیثم عبد الصمد الترابی المروزی، شیخ ابو الحسن عبد الرحمن بن محمد داؤدی یو شنجی، حافظ ابو ذر عبد بن احمد بن محمد الھروی، حافظ ابویعقوب اسحاق بن ابراھیم القراب وغیرھم

وفات

حافظ ذہبی نے آپ کی عمر کل اسی سال لکھی ہے، مگر یہ غلط ہے، کیونکہ اس حساب سے سن وفات ۳۷۴ھ بنتا ہے حالانکہ آپ سے صحیح بخاری روایت کرنے والوں میں شیخ جمال الاسلام داؤدی بھی ہیں، جن کی سن ولادت ۳۷۴ھ ہے لہٰذا ان سے سماع کئے ہوئے شخص کی ولادت بھی آپ کی وفات کے ایک سال بعد ہوئی۔

علامہ کرمانی نے صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھا ہے، وفات احدی وثمانین وثلاث مأۃ یعنی ۳۸۱ھ ہیں اس صورت میں اشکال نہیں ہے کیونکہ آپ کی وفات کے وقت داؤدی کی عمر اس وقت سات سال کی تھی، اور یہ ہی درست ہے، کیونکہ خود حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں تاریخ وفات ۲۸/ذی الحجہ ۳۸۱ھ لکھی ہے۔ [1]

تذکرہ

شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الفربریؒ

نام ونسب

نام محمد، کنیت ابوعبداللہ، لقب المحدث الثقۃ، نسبت فربری (فربر فا کے کسرہ اور فتحہ، راء کے فتحہ اور باموحدہ کے سکون کے ساتھ ہے دریائے جیحون کے کنارے پر بخارا سے متصل ایک بستی کا نام ہے)

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں:

المحدث الثقۃ العالم ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری (الشافعی) راوی الجامع الصحیح عن ابی عبد اللہ البخاری)

---

[1] حوالہ (۱) (یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۸۶ (۲) شذرات الذہب ۱۰۰ ج۳ (۳) شرح کرمانی ج ۱ ص ۸ (۴) کشف الباری ۱۳۰ ج ۱ (۵) الکلام المفید ۲۷۱، ۲۷۲

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۳۱ھ فربر بخارا میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

اپنے گاؤں مین ابتدائی تعلیم حاصل کی، اور دیگر علوم دینیہ کی تحصیل وقت کے ارباب کمال سے کی، اور علی بن خشرم سے حدیثیں سنیں۔

اور مشہور یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ سے دو مرتبہ بخاری شریف کا سماع کیا، ایک مرتبہ ۲۴۸ھ میں جب آپ کی عمر ۸ا سال تھی، دوسری مرتبہ ۲۵۲ھ میں جب فربری کی عمر ۲۱ سال تھی، اور صاحب مجمع بحار الانوار کی تحقیق کے مطابق ۲۵۲ھ سے لیکر ۲۵۵ھ تک تین سالوں میں حضرت امام بخاری سے بخاری شریف کو بطور سماع بخارا میں کیا ہے، اور حضرت امام بخاریؒ کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی ہے، تو گویا فربری کا سماع امام بخاری سے بالکل آخری عمر میں ہوا ہے

چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ فربری کا ایک قول منقول ہے:

سمع صحیح البخاری من مؤلفه تسعون الف رجل فما بقی احد یرویه غیری.

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بات انہوں نے اپنے علم کی بنیاد پر کہی ہے، ورنہ امام بخاری سے صحیح کے آخری راوی ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بزدوی ہیں، جن کی وفات فربری کی وفات کے نو سال بعد یعنی ۳۲۹ھ میں ہوئی ہے، چنانچہ ابونصر بن ماکولاؒ وغیرہ نے اسی پر جزم کیا ہے کہ بزدوی ہی آخری راوی ہیں۔

تدریسی خدمات وتلامذہ

آپ نے حضرت امام بخاری کی وفات کے بعد بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا، تو دور دراز سے لوگ آپ کے پاس صحیح بخاری کے سماع کیلئے حاضر ہوتے تھے، اور کثیر تعداد میں آپ کے شاگردان رشید پیدا ہوئے جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں:

فقیہ ابو زید المروزی، حافظ ابو علی ابن السکن، ابوالہیثم محمد بن کشمینی، ابو محمد محمد بن حمویہ السرخسی، محمد بن عمر بن شبویہ، ابو حامد احمد بن عبد اللہ النعیمی، ابواسحاق ابراہیم بن احمد المستملی، اسماعیل بن حاجب الکشانی، محمد بن یوسف الجرجانی، شیخ معمر ام لقمان یحی بن عمار بن مقبل شاہان ختلانی رحمہم اللہ

فربری کانسخہ

بخاری شریف کے بہت سارے نسخے ہیں، اور امام بخاری سے نوے ہزار انسانوں نے روایت کی ہے، مگر مشہور روات جن تک اتصال کے ساتھ سند پہنچتی ہے چار ہیں: فربری، النسفی، مسنوی، بزودی، فربری کے علاوہ ان تین مشہور روات کے نسخوں میں روایات چھوٹ گئی ہیں، ان سب کے نسخے ناقص ہیں اور علامہ فربری کا نسخہ سب سے کامل اور مکمل ہے، اور عام طور سے انہیں کی روایت پر مدار ہے، آج کل ہر جگہ آپ ہی کا نسخہ متداول ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۳؍شوال ۳۲۰ھ میں کل نواسی سال کی عمر میں ہوئی۔ [1]

رحمة الله رحمة واسعة.

تذکرہ

امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاریؒ

نام ونسبت:

نام محمد، کنیت ابوعبداللہ، لقب امیر المؤمنین فی الحدیث، معروف بہ امام بخاری، نسبت الجعفی الیمانی، البخاری ہے، حضرت امام بخاریؒ کے پردادا مغیرہ بخارا کے حاکم یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، اسی ولاء اسلام کی بنیاد پر آپ کے پردادا مغیرہ کو جعفی کہا جانے لگا، حالانکہ یمان عربی النسل تھے، قبیلہ جعفی سے ان کا تعلق تھا اور آپ کے پردادا مغیرہ فارسی النسل تھے۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نے اس طرح بیان کیا ہے:

شیخ الاسلام امام الحفاظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ (بن بذذبہ) الجعفی مولاہم البخاری۔
عام طور سے تاریخ کی کتابوں میں حضرت امام بخاریؒ کا نسب بردزبہ تک مذکور ہے، البتہ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبری میں بردزبہ کا اضافہ فرمایا ہے، (بردزبہ فارسی کا لفظ ہے اہل بخارا اس کو کاشتکار کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، بردزبہ آتش پرست اپنے قوم کے دین پر تھا۔

[1] حوالہ (۱) (یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۸۶، (۲) مجمع بحار الانوار ۲۳۹ جلد ۵ (۳) شذرات الذہب (۲۸۶ جلد ۲) کشف الباری ۱۳۱ ج ۱ (۲) الکلام المفید ۲۷۰، ۲۷۱

ولادت

پیدائش میں دو قول ہیں ۱۲ ر شوال ۱۹۴ھ، بعد نماز جمعہ بخارا میں ہوئی یہ ہی دوسرا قول صحیح ہے، امام بخاری بچپن ہی میں تھے کہ والد محدث اسماعیل کا سایہ سر سے اٹھ گیا، تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ پر آ گئی، ادھر بچپن ہی میں امام بخاریؒ کی بینائی زائل ہوگئی، جس سے والدہ کو بہت صدمہ ہوا۔

وہ بڑی عبادت گذار خدارسیدہ خاتون تھیں الحاوزاری کے ساتھ انہوں نے دعاء کی، ایک مرتبہ رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت ہوئی تو انہوں نے بشارت سنائی کہ تمہاری دعاء کی برکت سے اللہ تعالی نے تمہارے بیٹے کی بینائی لوٹا دی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی نے تحریر فرمایا ہے کہ گرمی اور دھوپ میں طلب علم کے لئے سفر کرنے کی وجہ سے پھر دوبارہ بینائی جاتی رہی، خراسان پہنچے تو کسی نے سر کے بال صاف کرانے اور گل خطمی کے ضماد کا مشورہ دیا اس سے بینائی پھر واپس لوٹ آئی۔

تعلیم وتربیت

والدہ کی تربیت میں تعلیمی آغاز بخارا کے ایک مکتب سے ہوا، بخارا کو اس وقت پورے عالم میں مولد العلماء والمحدثین، مجمع الصلحاء والعارفین، منشاء الفقہاء والمفسرین، معدن الفضلاء والکاملین شمار کیا جاتا تھا، آپ نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مکتب کے زمانہ ہی میں حفظ حدیث کا شوق پیدا ہوگیا، جبکہ اس وقت حضرت امام بخاری کی عمر صرف دس سال تھی، کہ ستر ہزار حدیثیں یاد ہوگئیں، اور جلد ہی آپ کے حافظے اور خداداد صلاحیت واستعداد کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔

شہرت کا پہلا دن

بخارا میں بہت سے محدثین کی درسگاہیں سجی رہتی تھیں، ان میں ایک نامور محدث امام داخلی کا درس حدیث بام عروج پر تھا، امام بخاری نے حضرت امام داخلی کے درس میں شرکت شروع کردی، ایک دن امام داخلی نے ایک سند بیان کی، سفیان بن ابی الزبیر عن ابراہیم: حضرت امام بخاری جو ایک گوشہ میں بیٹھے تھے، وہیں سے فرمایا: ''ابوالزبیر لم یروعن ابراہیم'' استاذ نے طفل نو آموز سمجھ کر توجہ نہیں دی بلکہ جھڑک دیا، تو حضرت امام بخاریؒ نے سنجیدگی سے عرض کیا کہ آپ کے پاس اصل ہو تو مراجعت فرمالیں، بات معقول تھی، محدث داخلی اندر گھر میں گئے اور اصل کو ملاحظہ فرمایا، تو امام بخاری

کی بات صحیح نکلی، واپس آئے تو فرمایا لڑکے اصل سند کیا ہے، اس پر حضرت امام بخاری نے فرمایا: ''ہوالزبیر وہوابن عدی عن ابراہیم'' محدث داخلی نے قلم لیکر اصلاح کرتے ہوئے فرمایا ''صدقت'' کسی نے پوچھا اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی تو فرمایا کہ گیارہ برس، اس کے بعد تو آپ کا سکہ محدثین کے دل میں اس قدر بیٹھ گیا کہ جب حضرت امام بخاری کسی کے درس میں حاضر ہوتے تو سنبھل سنبھل کر بیان کرتے تھے۔

علامہ بیکندی کے تاثرات

علامہ بیکندی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل جب درس میں آجاتے ہیں تو مجھ پر تحیر کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، میں حدیث بیان کرتے ہوئے ڈرتا ہوں، ایک مرتبہ سلیم بن مجاہد علامہ بیکندی کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم تھوڑی دیر پہلے آتے تو میں تمہیں ایسے لڑکے سے ملواتا جس کو ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔

ایک مرتبہ علامہ بیکندی نے حضرت امام بخاری سے فرمایا کہ تم میری تصنیف پر نظر ڈالو اور جہاں غلطی ہو، اصلاح کردو تو کسی نے بڑے تعجب سے کہا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ یعنی امام بیکندی امام العصر ہوکر اس سے اپنی کتاب کی اصلاح کے لئے کہہ رہے ہیں تو بیکندی نے فرمایا کہ اس کا کوئی ثانی نہیں ہے

رحلات یعنی تعلیمی اسفار اور شیوخ

محدثین کی اصطلاح میں رحلہ اس سفر کو کہا جاتا ہے جو طلب حدیث کے لئے کیا جائے، صحابہ وتابعین میں اس کا خاص ذوق رہا ہے، حضرات صحابہ کرام نے ایک ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر کیا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کتاب العلم میں ہے:

رحل جابر بن عبد الله مسيرة شهرالى عبد الله بن انيس فى حديث واحد.

قرآن کریم کی آیت:

فَلَوْلاَ نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِيْ الدِّيْنِ)

میں طلب علم اور تفقہ فی الدین کے لئے نکلنے اور پھر اس کی تبلیغ وتعلیم کی تاکید کی گئی ہے۔

مشہور بزرگ ابراہیم بن ادہم کا ارشاد ہے کہ اصحاب حدیث کی برکت سے خداوند قدوس اس امت سے بلاؤں کو اٹھالیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے بھی اس کا خاص اہتمام فرمایا ہے چونکہ اسلامی فتوحات کی وجہ سے محدثین دور دور تک

پھیلے ہوئے تھے، وہ ان کے پاس پہنچ کر حدیث کا سماع فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت امام بخاری نے اولاً تمام کتب متداولہ اور مشائخ بخارا کی کتابوں کو محفوظ کیا، پھر سولہ برس کی عمر میں حجاز کا قصد فرمایا، والدہ اور بھائی احمد بن اسماعیل ساتھ تھے، والدہ اور بھائی حج کے بعد وطن واپس آگئے اور آپ نے مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر وہاں کے مشائخ ابوالولید احمد بن محمد ازرقی، امام حمیدی، حسان بن حسان بصری، خلاد بن یحی اور ابو عبد الرحمن مقری رحمہم اللہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔

اور پھر اٹھارہ سال کی عمر میں مدینہ منورہ کا سفر فرمایا، وہاں کے مشہور محدثین، عبدالعزیز اویسی، ایوب بن سلیمان بن بلال اور اسماعیل بن ابی اویس رحمہم اللہ وغیرہ سے استفادہ کیا، اسی طرح آپ نے بصرہ، حجاز، کوفہ، بغداد، شام، جزیرہ، بلخ، ہرات، مرو، وغیرہ تمام ممالک اسلامیہ کا سفر کیا، حافظ ابن حجر وغیرہ حضرات نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت امام بخاری نے ایک ہزار اسی ۱۰۸۰ مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

سفر میں تنگدستی

حضرت امام بخاریؒ کو سفر کے دوران فاقہ بھی ہوئے ہیں، پتے اور گھاس کھا کر گزارا کرتے تھے، بسا اوقات لباس تک فروخت کرنا پڑا، اور چالیس سال تک بغیر سالن کے صرف خشک روٹی پر گزارا کیا، سچ ہے "لایستطاع العلم براحة الجسم" یہی وجہ ہے کہ اللہ نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ بڑے چھوٹے سب آپ کی تعریف میں آج تک رطب اللسان ہیں

حضرت امام بخاریؒ کو علل حدیث کی معرفت کا ملکہ

اصطلاح میں علت پوشیدہ سبب جرح کو کہتے ہیں، اس علم میں مہارت کے لئے بے پناہ حافظہ سیال ذہن اور نقد میں کامل مہارت ضروری ہے، اور بڑی فضیلت اور سعادت والا علم ہے، امام مہدی فرماتے ہیں کہ بیس نا معلوم حدیثیں لکھنے سے کہیں زیادہ مجھے یہ مرغوب ہے کہ کسی حدیث کی علت قادحہ معلوم ہو جائے۔

چنانچہ حضرت امام بخاریؒ کو اس سلسلہ میں انفرادیت حاصل ہے۔

احمد بن حمدون کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاری کو سعید بن مروان کے جنازہ میں دیکھا، ان کے شیخ محمد بن یحی ذہلی ان سے اسامی دکنی اور علل حدیث کے بارے میں سوال کر رہے تھے جبکہ امام بخاری اس طرح جواب دے رہے تھے جیسے قل ہو اللہ احد پڑھ رہے ہوں۔

فضل وکمالات

حضرت امام بخاری کو اللہ نے جو فضل وکمال، تقوی وتدین، سخاوت وکسر نفسی کی جو دولت عطا کی تھی اس سے اہل علم حضرات واقف ہیں، حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ جانا کہ غیبت حرام ہے تو اس وقت سے کسی کی غیبت نہیں کی ہے، اسی طرح بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کی باندی نے چلتے ہوئے روشنائی گرادی تو آپ نے فرمایا کس طرح چلتی ہو باندی نے کہا جب راستہ ہی نہ ہو (کیونکہ ہر طرف کتابیں پھیلی ہوئی تھیں) تو آپ نے اس باندی کو آزاد کردیا، لوگوں نے کہا کہ اس نے تو آپ کو تکلیف دی اور آپ نے اس کو آزاد کردیا، تو آپ نے فرمایا میں نے اس کام سے اپنے آپ کو راضی کرلیا۔

اور حسن سلوک کا یہ معاملہ تھا کہ خود کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گزار دیتے تھے مگر دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا بڑا عجیب معاملہ تھا چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ روزانہ پانچ سو درہم کی آمدنی تھی اور یہ ساری رقم فقراء ومساکین اور طلبہ ومحدثین پر خرچ کردیا کرتے تھے۔

شوق عبادت

آپ ہمیشہ آخری شب میں تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے اور رمضان المبارک میں اس میں بہت اضافہ ہوجاتا تھا، اور قرآن تو ہر تراویح میں بیس بیس آیات پر ختم فرماتے، مگر خود تنہا آخری شب میں نصف یا ثلث قرآن پڑھا کرتے، گویا ہر تیسرے دن میں ختم فرماتے تھے، اور پھر دن میں پڑھتے رہتے اور ہر روز افطار میں ختم کرتے تھے۔

ایک مرتبہ باغ میں نماز پڑھ رہے تھے نماز کے بعد کسی سے کہا ذرا کرتا اٹھا کر دیکھو کہ کوئی موذی جانور تو نہیں ہے تو دیکھا کہ ایک زنبور نے سولہ سترہ جگہ ڈنک مارا ہے، جس کی وجہ سے جسم پر ورم آگیا تھا، تو کسی نے کہا کہ آپ نے نیت کیوں نہیں توڑی تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک سورت کی تلاوت کررہا تھا اس کو درمیان میں قطع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

قبولیت دعا

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ میں نے (دنیاوی معاملہ میں) دعا مانگی تو فوراً دعاء قبول ہوگئی تو اس کے بعد مجھے اندیشہ ہوگیا کہ کہیں میرے اعمال کی جزاء دنیا ہی میں تو نہیں دی جارہی ہے اس کے بعد سے دنیا کے لئے کچھ مانگنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت امام بخاری کا فقہی مذہب

حضرت امام بخاریؒ کے مذہب کے سلسلہ میں پانچ اقوال ہیں۔
(۱) مجتہد مطلق ہیں یہی عام علماء جیسے ابن تیمیہ علامہ کشمیری حضرت شیخ وغیرہم کا قول ہے، یہی راجح ہے۔
(۲) شافعی المسلک ہیں یہ قول ابو عاصم عبادی تاج الدین سبکی وغیرہ کا ہے۔
(۳) حنبلی المسلک ہیں، چنانچہ ابن ابی لیلیٰ نے ان کو طبقات الحنابلہ میں ذکر کیا ہے اور ابن قیم کا بھی یہی قول ہے۔
(۴) یہ مجتہد ہیں نہ مقلد یہ متاخرین علماء کا قول ہے۔

امام بخاریؒ کی تصانیف

(۱) صحیح بخاری، جس کا پورا نام امام نوی نے یوں ذکر کیا ہے:
الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه.
(۲) قضایا الصحابہ والتابعین (۳) الادب المفرد (۴) جزء رفع الیدین (۵) جزء القرأة خلف الامام (٦) تاریخ کبیر (۷) تاریخ اوسط (۸) تاریخ صغیر (۹) خلق افعال العباد (۱۰) کتاب الضعفاء (۱۱) برالوالدین
ان کے علاوہ اور بھی تصانیف کا علماء نے تذکرہ کیا ہے جو نایاب ہیں

ابتلاء و وصال

حضرت امام بخاریؒ کو اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے فائق الاقران بنایا تھا اور آدمی جب ترقی کرتا رہتا ہے تو زمانہ میں حاسدین پیدا ہوتے رہتے ہیں، جو ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے رہتے ہیں، چنانچہ حضرت امام بخاریؒ کو بھی انہیں حالات سے دوچار ہونا پڑا، اور آپ کے حاسدین نے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں حتیٰ کہ ان کو اپنے وطن سے بھی نکلنا پڑا اور کئی مرتبہ جلاوطنی ہوئی۔

پہلی مرتبہ جلاوطنی

اس وقت ہوئی کہ جب امام بخاری بغداد سے واپس بخارا آئے تو فتویٰ دینا شروع کیا تو امام محمد کے شاگرد مشہور عالم ابو حفص نے منع کیا مگر نہیں مانے، ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا کہ اگر دو بچے ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی کہ نہیں، تو آپ نے حرمت کا فتویٰ دیدیا اس پر یہ ہنگامہ کھڑا ہوا اور آپ کو بخارا سے نکلنا

پڑا (مگر یہ واقعہ مشکوک ہے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا ہے)

دوسری مرتبہ جلاوطنی

دوسری مرتبہ جب آپ نے ایمان مخلوق ہے کا فتوی دیا، جبکہ اس کے برخلاف ابوبکر بن حامد ابوحفص الزاہد، اور شیخ ابوبکر الاسماعیلی حنفیہ کے اکابر میں سے تھے، انہوں نے ایک محضر پر دستخط کئے کہ جو ایمان مخلوق ہونے کے قائل ہوئے وہ کافر ہیں، امام بخاری چونکہ اس کے مخلوق ہونے کے قائل ہوئے اس لئے انہیں بخارا سے نکالا گیا۔

لیکن حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے دونوں پر نکیر کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے اگر کوئی ایمان بولکر کلمۂ شہادت مراد لیتا ہے اور اس کو مخلوق کہتا ہے تو غلط ہے کیونکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قرآن کا دستور ہے اور وہ قدیم ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایمان بولکر اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان مراد لیتا ہے، اور اس کو مخلوق کہتا ہے تو بالکل صحیح ہے، کیونکہ یہ انسان کی صفات میں سے ہے، اور انسان اپنی ذات وصفات کے ساتھ مخلوق ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ کی تنقیح نہیں کی گئی اسی لئے اختلاف اور تشدد کی نوبت آئی ۔

تیسری مرتبہ جلاوطنی

حضرت امام بخاریؒ ۲۵۰ھ نشاپور تشریف لے گئے تو وہاں کے بڑے شیخ محمد بن یحی ذیلی نے فرمایا کل محمد بن اسماعیل کے استقبال کے لئے چلنا ہے، جس کو چلنا ہے چلے۔

حضرت امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے استقبال میں اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے دو تین منزل تک آگے بڑھ کر استقبال کیا کہ کبھی کسی حاکم وعالم کا ایسا استقبال نہیں ہوا تھا، خیر حضرت امام بخاریؒ نشاپور تشریف لائے اور اہل بخارا کے محلّہ میں قیام کیا، حضرت امام ذہلی نے اپنے شاگردوں کو ان کے پاس جانے اور سماع حدیث کی ہدایت کی، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کوئی شخص ان سے علم کلام کا مسئلہ دریافت نہیں کرنا، ورنہ اگر انہوں نے ہمارے خلاف کوئی بات کہہ دی تو نشاپور اور خراسان کی ناصبی، رافضی، جہمی مرجیہ سب خوش ہوں گے اور انتشار بڑھیگا، لیکن قاعدہ ہے "الانسان حریص فیما منع" چنانچہ ایک شخص نے سوال کرلیا کہ آپ قرآن کریم کے الفاظ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

حضرت امام بخاریؒ برابر جواب سے اعراض کرتے رہے جب اصرار بڑھا تو فرمایا:

القرآن كلام الله غير مخلوق وافعال العباد مخلوقة والامتحان بدعته.

بعض لوگوں نے کہا کہ امام بخاریؒ کی طرف رجوع بڑھا تو ذہلی کو حسد ہو گیا اور بخاری پر تنقید کی تدابیر اختیار کیں۔

بہر حال اس بات پر شور مچ گیا اور شدہ شدہ امام ذہلی تک یہ بات پہنچ گئی تو امام ذہلی نے آپ پر مبتدع ہونے کا فتوی لگا دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ کوئی ان کی مجلس میں حاضر نہ ہوں، نیز یہ بھی اعلان کرایا:

الا من قال باللفظ فلایحل له ان یحضر مجلسنا.

اس اعلان پر حضرت امام مسلم اور امام احمد بن مسلم مجلس سے اٹھ گئے، امام مسلم نے ذہلی سے جتنی حدیثیں لی تھیں سب واپس کر دیں۔

ادھر امام بخاری کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا کہ اے احمد میں یہاں سے کل ہی نکل جاؤں گا تا کہ میری وجہ سے آپ لوگ ان کی باتوں سے خلاصی پالیں۔

چنانچہ حضرت امام بخاری اپنے وطن بخاریٰ تشریف لائے لوگوں نے آپ کا زبردست استقبال کیا آپ نے وہاں درس دینا شروع کیا لوگ جوق در جوق حدیثیں سننے کے لئے آئے۔

مگر یہاں بھی آپ پر آزمائشیں ہوئیں، وہاں کے حاکم خالد بن احمد نے کہا کہ آپ دربار شاہی میں تشریف لاکر ہمیں بخاری شریف کا درس دیں، دوسری روایت میں ہے کہ میرے بیٹے کو جامع صحیح اور تاریخ کا درس دیں، آپ نے منع کر دیا، تو حاکم نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میرے بیٹوں کو خصوصی طور سے درس دو، کوئی شریک نہ ہو، امام صاحب نے اس سے بھی انکار کر دیا، اس پر حاکم نے برہم ہوکر کچھ لوگوں کی مدد لی اور آپ کو مبتدع قرار دیا اور پھر شہر بدر ہونے کا حکم دیدیا، آپ نے شہر کو چھوڑتے ہوئے یہ بددعاء کی:

اللهم ارهم ماقصد ونی به فی انفسهم واولادهم واهالهم.

چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک مہینہ بھی نہیں ہوا تھا کہ خلیفۃ المسلمین کسی وجہ سے اس امیر پر ناراض ہوا اور اس کو معزول کر دیا، پھر حکم ہوا کہ گدھے پر سوار کرا کر پورے شہر میں اس کی تذلیل کی جائے، اور اخیر میں اسے قید کر دیا گیا، اسی طرح دوسرے نام نہاد علماء بھی جنہوں نے ستایا تھا ذلیل ہوئے، سچ ہے:

من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب.

بہر حال حضرت امام بخاری بخارا سے نکل کر بیکند پہنچے، وہاں بھی آپ کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو گیا، ایک فریق آپ کے موافق تھا، دوسرا فریق آپ کے مخالف، اس لئے وہاں بھی قیام مناسب نہیں سمجھا، اسی دوران اہل سمرقند

نے آپ کو دعوت دی، آپ نے دعوت قبول فرمالی، اور بیکند سے روانہ ہوئے، راستہ میں فرتنگ رک گئے، جہاں آپ کے کچھ رشتہ دار تھے، غالب بن جبریل جو آپ کے میزبان تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاریؒ کو رات میں تہجد کے بعد دعاء کرتے ہوئے سنا:

اللهم انه ضاقت على الارض بما رحبت فاقبضني اليك

اس کے بعد رمضان کے اخیر میں اہل سمرقند کی متفقہ دعوت پر سمرقند کے لئے روانہ ہونے لگے، حضرت امام بخاریؒ نے سواری طلب کی، دو آدمیوں کے سہارے چند قدم چلے تھے کہ فرمایا مجھے بٹھادو، ضعف بہت بڑھتا جارہا ہے، آپ نے دعاء کی اور وہیں فرتنگ میں شب عید الفطر ۲۵۶ھ میں وصال فرمایا اور عید کے دن ظہر کے بعد وہیں سپرد خاک کردیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وفات کے بعد بشارتیں

عبدالواحد بن آدم طواویسی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں، میں نے سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا، میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہاں کھڑے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کررہے ہیں، چند دنوں کے بعد امام بخاریؒ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو بعینہ وہی وقت تھا، جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا تھا۔

امام بخاری کی ایک کرامت وفات کے بعد

حضرت امام بخاریؒ کو جب دفن کیا گیا تو قبر سے مشک کی خوشبو آنے لگی، لوگ تعجب کرتے اور قبر کی مٹی اٹھاکر لیجاتے تھے، چوکیداری سے بھی کام نہیں چلا تو لکڑی کی جال لگادی گئی، بہت سے مخالفین اس کرامت کو دیکھ کر تائب ہوگئے، یہ خوشبو کیسی تھی ظاہر ہے کہ اتباع سنت اور احیائے سنت کی خوشبو تھی۔

رحمة الله تعالى رحمة واسعة وجزاه خيرا لجزاء

إسناد عالى للشيخ محمد يونس الجونفورى إلى الإمام البخارى

(قال الشيخ الجونفورى) انا اروى الجامع الصحيح للبخارى عن شيخنا محمد زكريا عن شيخه مولانا خليل احمد عن الشاه عبد الغنى عن عابد السندى عن صالح بن محمد الفلانى عن محمد بن سنة عن احمد بن العجل اليمنى عن الشيخ قطب الدين محمد بن احمد النهروالى عن

والده علاء الدين أحمد بن محمد النهروالى عن الحافظ نور الدين أبى الفتوح أحمد بن عبد الله بن أبى الفتوح الطاوسى عن المعمر بابا يوسف الهروى المشهور ب سه صد ساله (اى عمره ثلاث مائة سنة) عن الشيخ المعمر محمد بن شاذ بخت الفرغانى عن الشيخ المعمر أبى نقمان يحى بن عمار الختلانى بسماعه عن الفربرى عن أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى، هذا الإسناد أقرب الأسانيد إلى الإما البخارى، فإن بينى وبينه أربعة عشر نفسا، فإذا رويت ثلاثيات البخارى من هذا الإسناد فيكون بينى وبين النبى ﷺ ثمانية عشر رجلا، ولكنه يحتاج إلى البحث والكشف عن كثير منهم، والله أعلم.

یعنی حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی عالی سند

حضرت شیخ جونپوریؒ نے الیواقیت الغالیہ میں بخاری شریف کی ایک عالی سند نقل فرمائی ہیں جس کی عبارت اوپر مذکور ہے مگر اس سند کے اندر بہت خلجان ہے، بحث وتمحیص کی محتاج ہے اور رجال اسناد میں اتصال وانقطاع میں کلام ہے اس لئے رجال کا تعارف چھوڑا جارہا ہے۔

خير المواريث فى اجازة الحديث

من ابى سعدان محمد السعيدى

رئيس الجامعة الاسلامية الشهيرة بمظاهر علوم (وقف) سهارنفور—الهند

الحمد لله الذى شرف العلماء بالعلم وخلع عليهم حلل المهابة والوقار ورفع به عن قلوبهم، ان الغفلة وكشف لهم الاستاذ، احمده واشكره على نعمة اللتى ملأت الاقطار، واتوب اليه واستغفره من جميع الخطايا والاوزار —واشهد أن لا ان الا الله وحد لاشريك له واشهد أن سيدنا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم صلاة وسلاماً دائمين الى يوم القرار.

وبعدا......فيقول البعد المفتقر الى الله الممجد

المدعو بابن الأطهر محمد انزل الله عليه تأبيب رحمته الى الابد—المتوطن بلدة سهارنفور—......حماهاالله عن الأفات والشرور—ان اخا لى فى الدين—العامل بالشرع المتين.

[1] مذکورہ حالات ماخوذ ومستفاد ہے: (١) هدى السارى، مقدمة فتح البارى ٦٦٨ تا ٦٨٧ (٢) مقدمه لامع الدارى ٨٣ (٣) صحيح بخارى كتاب الرقاق باب التواضع حديث نمبر ٦٥٠٢ (٤) حاشيه عجالة نافعه ٨٦، ٨٧ (٥) كشف البارى ١٣١ تا ١٥٣، جلد ١

الشيخ المفتي محمد كوثر علي سبحاني ابن الحاج محمد كليم المتوطن ببلدة فاربسغنج، من مديرية اررِيا، بيهار(الهند) نبذا من كتاب الأثار للامام محمد بن الحسن الشيباني—وتوجه عنان عنايته الى طلب الاجازة لرواية الاحاديث النبوية—فالتمس منی أن اجیزه بما رویته سماعا واجازة من الاسانید المختارة الممتازة وماتلقيته من جملة العلماء المتقنین—ومهرة المحدثین وکبار النابغین—فلبیت دعوته واجزته اجازة عامة وخاصة شاملة تامة لجمیع مسموعاتی ومروباتی من الصحاح والمسانید وسائر المصنفات فی العلوم الاسلامیة—الاصلیة والفرعیة—

ولی طرق عدیدة عالیة واعلی الطرق منها مافیه اثنا عشرواسطة بینی وبین الامام الهمام البخاری رحمه الله فانا اروی جمیع صحیحه عن مولانا زید الفاروقی المجددی الدهلوی عن الحافظ عبد الحی الکتانی عن المعمر احمد السویدی عن السید مرتضی الزبیدی عن المعمر الشیخ محمد بن محمد سنة العمری الفلانی عن الشیخ أبی الوفاء احمد بن محمد العجلی الیمنی عن مفتی مکة قطب الدین محمد بن احمد النهروالی عن الشیخ نور الدین ابی الفتوح احمد بن عبد الله بن ابی الفتوح الطاؤسی عن بابا یوسف الهروی المعروف بسه صد ساله عن الشیخ محمد بن شاذ بخت الفرغانی عن ابی لقمان یحیٰ بن عمار الختلانی عن محمد بن یوسف الفربری عن أمیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبد الله محمد بن اسماعیل البخاری النشافوری رحمه الله وهذا غایة فی العلو ولایوجد مثلها الیوم وهو کفی لی ابتهاجا وفخراً فالحمد لله الکبیر وهو علی کل شیء قدیر—

العبد محمد السعیدی

التاریخ: ۲۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ

یعنی حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہ

کی طرف سے سند عالی کی اجازت

حضرت اقدس مولانا محمد سعیدی صاحب دامت برکاتہم ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور کو حضرت مولانا زید فاروقی مجددی دہلوی کی طرف سے بخاری شریف کی اس عالی سند کی اجازت حاصل ہے، جس میں حضرت مولانا محمد سعیدی

صاحب اور حضرت امام بخاری کے درمیان صرف بارہ واسطے ہیں، بلکہ حضرت ناظم صاحب کی طرف سے تمام کتب حدیث کی اجازۃ سند حاصل ہے (بندہ سبحانی کو) جو حضرت کے خودنوشتہ ہے من وعن اوپر نقل کردیا گیا۔

حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہ کی بخاری شریف کی سند قرأۃ

حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب نے بخاری شریف جلد اول کے کچھ ابواب یعنی اذا رکع دون الصّف تک حضرت شیخ جونپوری سے پڑھی (ان کا تذکرہ اوپر آ گیا) اوراس کے بعد جلد اول کا باقی ماندہ حصہ حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفرحسین صاحبؒ سے پڑھا، اور حضرت مفتی صاحب نے بخاری جلد اول (کتاب العلم کو چھوڑ کر) حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی سے پڑھی، (ان کا تذکرہ آچکا) اور بخاری جلد ثانی حضرت مولانا عبدالطیف صاحب پرقاضوی سے پڑھی، پھران دونوں حضرات (یعنی حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی اور حضرت پرقاضوی) نے بخاری شریف حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے اور حضرت سہارنپوری کی سند و رجال اسناد کا تعارف اوپر آ گیا۔ پھر مولانا محمد سعیدی صاحب نے بخاری شریف جلد ثانی علامہ بھینسانوی سے اور علامہ رفیق نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے (حضرت مدنی کی سند ورجال اسناد کا تعارف اوپر آچکا)

حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم کے مختصر مگر جامع حالات

(مولانا مفتی ناصرالدین صاحب مظاہری استاذ مدرسہ ہذا نے تحریر کئے ہیں من وعن نقل کررہا ہوں)

تذکرہ جانشین فقیہ الاسلام حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ

۱۹۹۳ء کے اوائل سے راقم الحروف مدرسہ مظاہر علوم (وقف) میں خوشہ چینی وگل چینی کررہا ہے، اس دوران یہاں کی جن قدآور شخصیات سے اکتساب فیض کا موقع ملا ان میں ایک درخشندہ اسم گرامی حضرت مولانا انعام الرحمٰن تھانویؒ کا بھی ہے، مجھے خوب یاد ہے موجودہ ناظم حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ اپنی سعادت مندی اور خاندانی سادگی ورواداری کے باوصف اپنے کرم فرماؤں، استاذوں اوراپنے بزرگوں کے متعلقین سے بھی خاصی راہ ورسم رکھتے ہیں۔

یہ اُس دور کی بات ہے جب میں حضرت مولانا انعام الرحمٰن تھانویؒ سے مضمون نگاری کی مشق کرتا تھا، کبھی کبھی مولانا محمد سعیدی مدظلہ حضرت مولانا انعام الرحمٰن تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو مولانا کی خوشی دیدنی ہوتی، چائے وغیرہ سے ضیافت فرماتے، مولانا محمد سعیدی کے جانے کے بعد مولانا خوشی اورمسرت میں جھوم کرخاص کیف اور

کیفیت میں مولانا سعیدی کو غائبانہ مخاطب بنا کر کہتے کہ ''آگے چل کر تم ہی تم ہو گے مگر ہم نہ ہوں گے'' یہ بات مولانا کی زبان سے راقم کے کانوں نے کئی بار سنی ہے، کبھی کبھی مولانا سعیدی کے جانے کے بعد بلبل شیراز کا یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

بالائے سرش زہوش مندی ——— می تافت ستارۂ بلندی

نام ونسبت اور ولادت

۱۳۸۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ''فرحت اثر'' تاریخی نام ہے، لیکن ''محمد'' کے نام سے عالم میں مشہور ہیں۔ اپنے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ کے نام نامی سے انتساب کرتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ بقول آپ کے روز قیامت سعادتمندوں کے ساتھ محشور ہونے کی امید پر ''سعیدی'' کا اضافہ کیا۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم گھر کے ماحول میں اور حفظ قرآن کریم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے مکتب خصوصی (سہ دری جنوبی مسجد دفتر مدرسہ قدیم) میں ہوئی (یہی وہ تاریخی سہ دری ہے جہاں فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اطہر حسین اور ادیب دوراں حضرت مولانا محمد اللہ جیسی عبقری شخصیتوں نے حضرت اقدس حافظ عبدالکریم مرزاپوریؒ کے حلقہ درس میں زانوئے تلمذ طے کیا تھا) حفظ قرآن کے بعد عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مختلف حضرات سے پڑھیں جس میں بڑا حصہ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا اطہر حسینؒ سے پڑھا، آپ کے والد ماجدؒ نے آپ کو تعلیم مروجہ نصاب تعلیم سے بے نیاز ہو کر اپنے مجوزہ نصاب تعلیم کے مطابق دی، جس کا آغاز ندوہ کے نصاب میں موجود بعض کتب سے ہوا اور نہ صرف مختصر مدت میں تعلیمی سفر طے کرا دیا، بلکہ استعداد سازی پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی، یہی وجہ ہے کہ آپ کو عربی ادب کا خصوصی ملکہ حاصل ہے۔

۱۰/شوال ۱۴۰۶ھ بابت ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۸/جون ۱۹۸۶ء میں مختصر المعانی، ہدایہ اولین، مقامات حریری، اور نور الانوار کا امتحان دیکر دوبارہ اسی جماعت میں داخل ہو کر مذکورہ بالا کتب مع سبعہ معلقہ پڑھیں۔

۱۴۰۸ھ میں جلالین، ہدایہ ثالث، مشکوۃ شریف، مقدمہ مشکوۃ، شرح نخبۃ الفکر پڑھ کر امتحان سالانہ میں کامیابی حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف سے فراغت

۱۴۰۹ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

مظاہرعلوم کی تاریخ میں یہ سال بہت ہنگامی رہا، بہت سے قیمتی اساتذہ اِس ہنگامہ کی نذر ہوکر یہاں سے چلے گئے اِس اچانک حادثہ سے درس نظامی بالخصوص دورۂ حدیث شریف کے باقی ماندہ اکثر کتابوں کے اسباق فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے شبانہ روز محنت سے ختم کرائے اور پھر بعد میں الحمدللہ خالی جگہوں پر لائق وفائق اساتذہ کا تقرر ہوا، ان سطور کے ذکر سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہ کے اساتذہ حدیث میں ایک ایک کتاب کے دودو اساتذہ کے نام آنے پر قارئین کو خلجان محسوس نہ ہو اور حقیقت واقعہ ان کے پیش نظر رہے۔

اساتذۂ دورۂ حدیث

آپ نے بخاری شریف جلد اول کا کچھ حصہ باب ''اذا رکع دون الصف'' تک حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے اور جلد اول کا باقی ماندہ حصہ فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ سے، بخاری شریف جلد ثانی حضرت مولانا علامہ رفیق احمد بھینسانویؒ سے، مسلم شریف کا کچھ حصہ (مکمل کتاب الصلوۃ) حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ سے اور باقی ماندہ حصے کے علاوہ مسلم جلد ثانی مکمل اور ترمذی مع شمائل، ابن ماجہ، مؤطا امام مالکؒ، مؤطا امام محمدؒ اور طحاوی شریف فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ سے، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف کا کچھ حصہ حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ سے اور ہر دو کتابوں کا باقی حصہ فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ سے پڑھا ہے۔

۱۴۰۹ھ کے سالانہ امتحان میں پوری جماعت میں اول نمبر سے کامیاب ہوکر اہم اور وقیع کتابوں کے علاوہ منجانب مدرسہ نقد انعام سے بھی سرفراز ہوئے، آپ نے مجموعی طور پر دوسو نمبرات میں سے ایک سوترانوے نمبرات حاصل کئے۔

رفقائے دورۂ حدیث

دورۂ حدیث کے خصوصی رفقاء میں حضرت مولانا مفتی عبدالحسیب اعظمی استاذ مظاہرعلوم (وقف) مولانا لئیق احمد اعظمی استاذ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ، مولانا محمد عیسیٰ بجنوری امام وخطیب جامع مسجد ومہتمم جامعہ اشرف العلوم نجیب آباد اور مولانا خلیل احمد دیوا استاذ فلاح دارین ترکیسر گجرات قابل ذکر ہیں۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں بھی داخلہ لیا، لیکن تعلیمی سلسلہ کسی مصلحت سے وقف دارالعلوم میں جاری رکھا، وہاں سے ۱۴۱۰ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

دار العلوم (وقف) دیوبند میں حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا خورشید عالم صاحب قاسمیؒ، حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی اور حضرت مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی سے حدیث کی مختلف کتب پڑھیں، اول الذکر استاذ کو بلا واسطہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

تدریس

فراغت کے بعد دار العلوم شاہ بہلول سہارنپور میں استاذ مقرر ہوئے یہاں مختصر مدت تعلیم دینے کے بعد مدرسہ عبد الرب دہلی میں تقریباً دو سال مقامات اور مشکوۃ وغیرہ کتب کی تعلیم دی۔

مختلف علماء اور مقتدر شخصیات کے پیہم اصرار پر فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے ۱۴۱۲ھ میں مظاہر علوم (وقف) سہارنپور میں بحیثیت استاذ درجہ ابتدائی عربی میں تقرر فرمالیا، کچھ وقت دار الافتاء میں فتویٰ نویسی کے لئے بھی مامور فرمایا، آپ کی صلاحیتوں اور درسی کمالات کی بنیاد پر ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۲/اپریل ۲۰۰۱ء میں درجہ ابتدائی عربی سے درجہ وسطیٰ میں منتقل ہوئے۔

انتظامی ذمہ داریاں

۱۴۲۳ھ میں آپ کیلئے ارباب مدرسہ نے تجویز کیا کہ صبح کے چوتھے گھنٹہ میں امور نظامت میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کا تعاون کیا۔

اجلاس شوریٰ مؤرخہ ۳۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ میں حضرات اراکین شوریٰ کے استصواب سے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے مدرسین وملازمین کی متفقہ درخواست پر آپ کو نائب ناظم بنایا۔

اسی سال ۲۸/رمضان ۱۴۲۴ھ کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ انتقال فرماگئے، تو نماز جنازہ سے چند منٹ قبل لاکھوں کے مجمع نے اعلان کر کے آپ کو بحیثیت ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کا جانشین تجویز کیا، جس کی توثیق معزز اراکین شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۷/شوال ۱۴۲۴ھ میں فرمادی۔

اس اجلاس کے موقعہ پر جو تجویز پاس ہوئی اس کا متن درج ذیل ہے

''مؤرخہ ۲۸/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴/نومبر ۲۰۰۳ء کو جماعت اہل حق کیلئے ایک بڑا المیہ پیش آیا کہ حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جاملے، رب کریم اعلیٰ علیین میں ان کو مقام کریم عطا فرمائے۔ آمین

یہ حادثہ تمام علماء حق کیلئے ایک غیر معمولی صدمہ اور غم ہے کہ جس مین وقت کی ایک عظیم صاحب علم وتقویٰ شخصیت مدرسہ مظاہر علوم وقف کے اکابر واسلاف کی متوکلانہ روایات کی امین ذات والا صفات سے محرومی پر پوری جماعت اور مجلس شوریٰ اور اساتذۂ کرام وطلبۂ عزیز اور عامۃ المسلمین کو جو گہرا صدمہ پہنچا ہے اس پر مجلس شوریٰ دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے اور حضرتؒ کے لئے دعائے مغفرت کے ساتھ پسماندگان کیلئے صبر جمیل اور اجر جزیل کے لئے دعا گو ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کی سابقہ روایات کے مطابق یہ طریقہ رہا ہے کہ جو شخص نائب ناظم کے عہدہ پر فائز ہوتا رہا ہے وہی شخص عہدۂ نظامت پر فائز ہوتا ہے، چونکہ حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتقال پر ملال ۲۸ ر رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴ ر نومبر ۲۰۰۳ء کو ہوگیا ہے، اس لئے جناب مولانا محمد صاحب مدظلہ جو عہدۂ نائب نظامت پر کام کررہے ہیں، سابقہ روایات کے مطابق ناظم ومتولی مدرسہ ہوگئے ہیں، جملہ شرکاء مجلس شوریٰ اس امر کی تصدیق وتوثیق کرتے ہیں کہ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے ناظم ومتولی جناب مولانا محمد صاحب مدظلہ ہیں اور حضرت مفتی صاحب کے جانشین ہیں، اور بحیثیت جانشین جناب مولانا محمد صاحب کو جملہ کاروائی سرکاری وغیر سرکاری مقدمات وغیرہ میں بحیثیت ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور اور اس سے متعلقہ جملہ اوقاف میں درخواست پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔

مجلس شوریٰ اس پر غیر معمولی طور پر مسرت وخوشی کا اظہار کرتی ہے، کہ الحمد للہ جناب مولانا محمد صاحب کی نظامت وتولیت مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے بارے مین حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی نماز جنازہ سے قبل ملک گیر پیمانہ پر حاضرین نے خوش دلی سے تائید کرکے اس مسئلہ کو اور اس فیصلہ کو غیر معمولی طور پر وقیع اور متفق علیہ بنادیا ہے، جو ان شاء اللہ مستقبل میں مدرسہ مظاہر علوم وقف کی عالمی عظمت کیلئے مفید تر ثابت ہوگا"۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی	حضرت مولانا مفتی عبد القیوم رائپوری
حضرت مولانا محمد عبد اللہ مغیثی	حضرت مولانا سید حبیب احمد باندوی

حدیث نبوی سے خصوصی تعلق

آپ کو فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب ودیگر اساتذۂ مظاہر پھر اساتذۂ دار العلوم وقف سے اجازت حدیث حاصل ہے اس کے علاوہ آپ کی ایک عالی سند حدیث بھی ہے، جس میں حضرت امام بخاریؒ تک بارہ واسطے ہیں۔

بارہ واسطوں والی یہ سند حضرت ناظم صاحب مدظلہ نے بطور تحدیث بالنعمۃ خود ان الفاظ میں تحریر کی ہے۔

”ولی طرق عدیدة عالية واعلى الطرق منها مافيه اثنا عشر واسطة بيني وبين الامام الهمام البخاری رحمه الله فانا أروى جميع صحيحه عن مولانا زيد الفاروقى المجددى الدهلوى عن الحافظ عبد الحى الكتانى عن المعمر احمد السويدى عن السيد مرتضى الزبيدى عن المعمر الشيخ محمد بن محمد سنة العمرى الفلانى عن الشيخ أبى الوفاء احمد بن محمد العجلى اليمنى عن مفتى مكة قطب الدين محمد بن أحمد النهروالى عن الشيخ نور الدين ابى الفتوح احمد بن عبد الله بن ابى الفتوح الطاؤسى عن بابا يوسف الهروى المعروف بسيصد ساله عن الشيخ محمد بن شاذ بخت الفرغانى عن أبى لقمان يحيىٰ بن عمار الختلانى عن محمد بن يوسف الفربرى عن أمير المؤمنين فى الحديث ابى عبد الله محمد بن اسماعيل البخارى النيشافورى رحمه الله وهذا غاية فى العدو ولايوجد مثلها اليوم وهو كفى لى ابتهاجاً وفخراً فالحمد لله الكبير وهو على كل شىء قدير“۔

حضرت مولانا زید فاروقی مجددی دہلویؒ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے سلسلہ کے صاحب کشف بزرگ تھے، جن سے حضرت ناظم صاحب مدظلہ کو صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

حضرت ناظم صاحب مدظلہ کے والد بزرگوار حضرت مولانا اطہر حسینؒ نے اپنے بعض ملفوظات میں خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت مولانا زید فاروقی مجددی دہلویؒ سے مذکورہ سند حاصل کرنے کی میں نے بھی کوشش کی تھی مگر مجھے نہیں مل سکی البتہ مولوی محمد سلمہ کو حضرت مولانا زید فاروقیؒ نے یہ عالی سند مرحمت فرمادی۔

مذکورہ عالی سند کے علاوہ اور بھی متعدد صاحبانِ علم وفضل سے آپ کو اجازت حدیث حاصل ہے، چنانچہ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ، محترم مولانا سید محمد عاقل صاحب مدظلہ اور جناب مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوریؒ کے علاوہ مندرجہ بالا سند عالی بھی ہے جو صرف بارہ واسطوں سے امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ سے مل جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ نے اپنی عالی سند میں حضرت مولانا محمد سعیدی حفظہ اللہ کی لیاقت اور صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے حدیث نبوی کی تعلیم کا ”اہل“ قرار دیا ہے، جب کہ حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ نے دین وشریعت پر عامل ہونے کا اقرار کرنے کے علاوہ ”شاب صالح متين الديانة مجبول على

التواضع والمسكنة" جیسے بلندوبالا الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے۔
مذکورہ دونوں حضرات (ختنین حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ) کے اجازت نامے نذر قارئین ہیں۔

اجازت نامہ

منجانب حضرت شیخ الحدیث مولانا سید محمد عاقل صاحب مدظلہ العالی

حامداً ومصليا امابعد

سندحدیث من اوليه الى آخره يعني الى سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم کومحفوظ رکھنے کا اہتمام اس امت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی شانہ نے مشرف فرمایا ہے۔
عزیز گرامی قدر مولوی محمد سعیدی مظاہری ابن حضرت مولانا اطہر حسین رحمہ اللہ تعالی نے بندہ سے مدرسہ مظاہر علوم میں ۱۴۰۹ھ (میں) سنن ابوداؤد وسنن نسائی ہر دو کا معتد بہ حصہ پڑھا، اب موصوف کی طلب پر بندہ ان کو ان دونوں کتابوں کے پڑھانے کی اجازت دیتا ہے کہ ماشاء اللہ تعالی وہ اس کے اہل ہیں۔
محمد عاقل عفا اللہ ۲۲ ذی قعدہ ۲۸ھ
(**نوٹ**) بندہ کی ابوداؤد شریف کی سند الدر المنضود کے مقدمہ میں درج ہے وہاں سے دیکھ لیں۔
اورسنن نسائی کی سند اس طرح ہے کہ میں نے یہ کتاب ۱۳۸۰ھ میں حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ رئیس الاساتذہ مدرسہ مظاہر علوم سے پڑھی اور مولانا نے حضرت مولانا منظور احمد خان سہارنپوریؒ سے اور انہوں نے اکثر کتب حدیث حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ سے، اس سے آگے سند کا حصہ مقدمہ الدر المنضود میں مذکور ہے۔
محمد عاقل: ذی قعدہ ۲۸ھ

اجازت نامہ

منجانب حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحبؒ

بسم الله الرحمن الرحيم

احمد الله الذين أيد دينه المتين بارسال النبيين والمرسلين وخص العلماء الراسخين والفقهاء المتبحرين والمحدثين الناقدين بضبطه وحفظه عن تدليس المدلسين وتحريف الغالين

وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين والصلوة والسلام على سيد الاولين والآخرين مولانا وشفيعنا محمد وعلى آله وصحبه وتابعيه اجمعين.

وبعد ان أخانا فى الدين العامل بالشرع المتين المولوى أبو سعدان محمد السعيدى ابن الفاضل الأستاذ الأديب الأريب أطهر حسين السهارنفورى قرأ على نزهة النظر فى شرح نخبة الفكر وكتاب اللامع الصبيح المعروف بمشكوة المصابيح للشيخ ولى الدين محمد بن عبد الله الخطيب التبريزى رحمه الله تبارك وتعالى.

ثم بعد الفراغ من العلوم الآلية والعالية جعل يخدم الدين والاسلام وطفق يعلم ويدرس في شتى المعاهد الدينية والمدارس الاسلامية حتى وفقه الله تبارك وتعالى أن يشتغل بتدريس ذالك الكتاب ولاشك ان ذالك الاشغال مبارك ميمون من مواهب الله تبارك وتعالى عليه.

والآن استجاز منى لروايته فأجزته بكل مايجوز لى روايته ودرياته من معقول ومنقول لاسيما جميع الصحاح والمسانيد وجميع الكتب المتداولة فى الحديث.

وأنا ارى وأظن أنه شاب صالح للدرس والافادة، متين الديانة ، مجبول على التواضع والمسكنة وأرجو له من الله التوفيق والسعادة وأصيه أن يختار التقوىٰ فيما أعلن اخفى، وأن يجتنب البدعة الشنيعة وأن يعض على السنة النبوية السنية وأن لاينسانى من صالح دعواته فى جميع أوقاته وهذا ماتيسر فى إجازة الأحاديث وأرجو أن يكون خير المواريث والله الموفق والمعين وهو على كل شيء قدير وبالاجابة جدير.

ابوعثمان محمد سلمان الحسنى

۲۸ذى الحجة ۱۴۲۳ھ

اجازت بیعت وارشاد:

آپ نے سب سے پہلے محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق نوراللہ مرقدہ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت محی السنۃؒ نے آپ کی صالحیت، خاندانی نجابت، اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ کی نسبت، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ سے قریبی عزیزداری اور شیخ الادب حضرت مولانا اطہر حسینؒ کی فرزندی کے پیش نظر

باقاعدہ بیعت کرلیا، حالانکہ اس وقت حضرت محی السنۃؒ از خود بیعت کرنے کا سلسلہ موقوف فرما چکے تھے اگر کوئی شخص بیعت کی فرمائش کرتا تو اپنے مخصوص خلفا اور مجازین سے رجوع کا مشورہ دیتے تھے، حضرت محی السنۃؒ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے، اپنی حیات میں مظاہر علوم (وقف) کے سلسلہ میں بعض اہم معلومات بھی بذریعہ مکتوب گرامی حاصل کی تھیں۔

یہ سعادت بھی مولانا محمد سعیدی صاحب حفظہ اللہ کے حصہ میں آئی کہ آپ حضرت محی السنۃؒ کے آخری مہمان بھی ہیں، تفصیل کا یہ موقع نہیں البتہ مختصراً یہ بتاتا چلوں کہ جس دن حضرت محی السنۃ علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا، اسی دن حضرت ناظم صاحب مدظلہ بغرض زیارت وملاقات ہردوئی پہنچے تھے، اوراس سے اگلے دن سلسلہ تھانویؒ کا یہ چراغ ضوفشاں مولائے حقیقی سے جاملا، اس لئے ناظم صاحب مدظلہ اخیر تک موجود رہے (تفصیلات ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم کے ''محی السنۃ نمبر'' میں موجود ہیں)

مولانا محمد سعیدی صاحبؒ کو فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین نور اللہ مرقدہ نے یکم شعبان ۱۴۱۵ھ کو اجازت بیعت مرحمت فرمائی، والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ، حضرت حافظ ظفر احمد سہار نپوریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبد اللطیف نَہیڑویؒ کے علاوہ شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم نے بھی خلعت خلافت مرحمت فرمائی۔

حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ نے میرے استفسار پر بتایا کہ والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ نے فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے انتقال پر ملال کے فوراً بعد خلافت عنایت فرمائی تھی، اور یہ دلنواز خبر شاید بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ موصوف حضرت مولانا حکیم محمد اختر مدظلہ (کراچی) سے بھی بیعت ہیں، اِس بیعت سے متعلق حضرت حکیم صاحب مدظلہ کی تحریر پرتنور راقم السطور نے خود دیکھی ہے۔

اسی طرح ہند وبیرون ہند خدمات حدیث کے باب میں شہرت یافتہ عالم دین مولانا ڈاکٹر تقی الدین مظاہری ندوی مدظلہ سے بھی اجازت حدیث حاصل ہوئی ہے۔

حج بیت اللہ:

حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہ نے سب سے پہلا حج ۱۴۲۵ھ میں کیا تھا اس کے بعد بھی الحمد للہ متعدد بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوچکے ہیں، اللہ تعالی اس سلسلہ کو قائم رکھے۔

مظاہر علوم کی تعمیر وتعلیمی ترقیات

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ کے دور اہتمام میں مظاہر علوم (وقف) کے تعمیری وتعلیمی امور میں پیش رفت کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

آپ جس دن سے جانشین فقیہ الاسلام ہوئے ہیں الحمد للہ اسی دن سے مدرسہ کی تعمیر وترقی میں فکر مند ہیں، اسی فکر مندی اور دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ مدرسہ میں ہمہ جہتی ترقیات کا ایک عظیم سلسلہ جاری ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ مظاہر علوم کی ڈیڑھ سوسالہ تاریخ میں آپ دوسری شخصیت ہیں جن کے عہد میں اس قدر تعلیمی اور تعمیری پیش رفت ہوئی ہے۔

پہلی ہستی کا نام نامی اسم گرامی حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ ہے جنہوں نے مظاہر علوم کی شناخت تعلیم کے علاوہ تعمیر میں بھی کرائی اور متعدد تعمیرات اُن کے ذریعہ وجود میں آئیں۔

دوسرا نام حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ کا ہے جنہوں نے تعلیم کے ساتھ تعمیر میں بھی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے تعلیم کے باب میں معیار کو اس قدر فزوں کردیا ہے کہ اب الحمد للہ داخلوں میں طلبہ کی کثرت کے پیش نظر ’’تقابل‘‘ کا عمل شروع کیا گیا ہے، دوسری طرف تعمیرات کے ضمن میں مہمان خانہ جدید سے لے کر دار الطلبہ قدیم، شاخ ہائے مدرسہ اور مساجد متعلقہ میں جو خوش گوار پیش رفت ہوئی اور ہورہی ہے، اس پر ہم اللہ کے شکر گزار ہیں اور صرف اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ آپ کی ذات کو اللہ تعالی نے بالخصوص مظاہر علوم کے لئے منتخب فرمایا ہے۔

ناصر الدین مظاہری

استاذ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

تذکرۃ

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑویؒ
سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نام ونسب

آپ کی پیدائش کے بعد والد ماجد نے آپ کے دو نام تجویز کئے تھے مظفر حسین اور احمد سعید، پہلے نام سے شہرت

حاصل ہوئی، جس سے سن ولادت برآمد ہوتا ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۲۹ء جمعرات کو سہارنپور میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

مظاہر علوم کے مکتب خصوصی میں بنیادی تعلیم کا آغاز فرمایا اور ۱۳۵۸ھ میں حفظ قرآن مکمل فرمایا، پھر عربی وفارسی کی بنیادی اور ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم اور دیگر حضرات سے پڑھ کر مظاہر علوم میں داخلہ لیکر درجہ بدرجہ تعلیمی مراحل پورے کرتے ہوئے ۱۳۶۹ھ میں دورۂ حدیث پڑھا اور اول نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

آپ نے بخاری شریف ابتداء سے کتاب العلم تک اور بخاری شریف جلد ثانی، استاذ الکل حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پورقاضویؒ سے اور بخاری شریف کتاب الوضو سے جلد اول مکمل اور ابوداؤد شریف حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ سے، نسائی اور طحاوی شریف حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب سے، ترمذی شریف اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف کے رفقاء

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کلیانوی استاذ مدرسہ ہذا مولانا عبد الغنی صاحب احمد آبادی یکے از خواص جماعت تبلیغ احمد آباد، مولانا ممتاز علی صاحب رئیس الاساتذہ مدرسہ رحمانیہ مدھوبنی بہار، مولانا عبد الغنی صاحب برمی استاذ مدرسہ عربیہ جمال العلوم رنگون۔

فنون میں داخلہ

۱۳۷۰ھ میں آپ نے فنون میں داخلہ لیکر بیضاوی ملاحسن، ہدایہ ثالث، رسم المفتی، میبذی، درمختار، مقدمہ قاموس اتقان، عروض المفتاح، ملاجلال، تفسیر مدارک پڑھیں۔

تمرین مشق افتاء

مشق افتاء آپ نے اپنے ہی والد محترم مفتی اعظم کی زیر نگرانی فرمائی، فارغ اوقات میں اپنے مشفق والد محترم کی

زیرنگرانی افتاء کی مشق کرتے رہے، آمدہ سوالات کے جوابات کیلئے عظیم الشان تاریخی کتب خانہ میں کتابوں کی ورق گردانی ابحاث کی جستجو مسئلہ کیلئے دلائل وبراہین کے تتبع اور مسلک احناف کے مطابق جوابات کی کوشش، پھر حضرت والد ماجدؒ کی مشفقانہ تربیت اور اپنی ذاتی محنت ولگن اور کچھ بنکر کچھ کرنے کی سچی تڑپ نے آپ کے اندر فقہی کمالات کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، زمانہ طالب علمی ہی میں آپ اپنے اساتذہ کی آنکھوں کا تارا اور والدین کی دعاؤں کی بدولت علوم آلیہ وعالیہ کے ماہر وحاذق عالم بنکر عالم پر خورشید مبین بن کر چمکے دار الافتاء کے مفتیان کرام کو آپ کی لیاقتوں پر اعتماد ہو گیا، اساتذہ کرام کو اپنے شاگرد رشید کی ہمہ دانی پر مسرت ہوئی اور مقدس والدین کی تمنائیں مکمل ہوئیں ان ساری محنت اور مشق افتاء کیلئے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ والد ماجد کا بھرپور تعاون اور توجہ کارفرما رہی، حضرت فقیہ الاسلام کبھی کبھی خود فرماتے تھے کہ فقہ وفتاوی کی مشق کے دوران بسا اوقات حضرت والد ماجد نہ صرف سرزنش فرماتے رہے، بلکہ کبھی کبھی مناسب سزا بھی دیتے رہے، جس کی وجہ سے میرا دھیان ہر وقت کتاب اور اس کی ابحاث میں الجھا رہا، اور کبھی بھی کسی طرح کے کھیل کود میں حصہ نہیں لیا، حضرت فقیہ الاسلام نے ایک سلسلۂ گفتگو میں خود فرمایا جس وقت میں نے افتاء شروع کیا، تو استفتاء کا جواب لکھنے کے بعد والد صاحب کو تصویب کے لئے دکھلاتا ان کا طریقہ تھا کہ وہ پورا جواب بغور پڑھتے، اگر کہیں کوئی غلطی ہوتی تو نشاندہی نہ کرتے بلکہ پورا جواب قلم زد کرنے کے بعد کہتے کہ غور کرو کہ غلطی کہاں ہوئی، میں اپنا جواب بار بار پڑھ کر اپنی غلطی خود نکالتا وہ غلطی دور کرنے کے بعد پھر تصویب فرماتے تھے۔

دعوتی واصلاحی اسفار

اسلامی علوم دینی بیداری اور اسلامی احکام کی تبلیغ واشاعت میں آپ کی بیش بہا قربانیاں ہیں بیعت وارشاد، تعلیم وتزکیہ کے سلسلہ میں عظیم الشان خدمات ہیں، آپ کے اصلاحی ودعوتی اسفار کا دائرہ خاص طور پر صوبہ یوپی، بمبئی، گجرات، کلکتہ، بنگلور تک پھیلا ہوا ہے آپ نے بیرون ملک برما، بنگلہ دیش، افریقہ کے بشمول بہت سے دور دراز شہری ودیہاتی علاقوں کے دشوار گزار دعوتی وتبلیغی اسفار بھی کئے ہیں، بہت سے لوگوں نے آپ کے دست حق پر بیعت کی اور آپ کے فیض صحبت، پند ونصائح اور انفاس قدسیہ سے فائدہ اٹھایا، حضرت فقیہ الاسلامؒ کے بہت سے اہل علم وفضل خلفاء بھی ہیں جو تصوف وسلوک اور مریدین کے تزکیہ وارشاد کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حج وزیارت

آپ کو ۱۳۸۸ھ میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج بیت اللہ وزیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا اور مکہ مدینہ

میں حاضری کی سعادت سے مشرف ہوئے، جہاں آپ کی ملاقات شیخ معود معمر سے ہوئی جو حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مخصوصین میں سے تھے شاعر حرم شیخ حسن سیوطی سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو آپ کے والد ماجد کے شیخ کے استاذ تھے ان دونوں حضرات سے آپ نے اکتساب فیض کیا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ مظاہر علوم کی شوریٰ وسرپرستان نے مزید ترقیاتی عہدوں پر آپ کو فائز کرتے ہوئے، یکم ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ میں معین مفتی بنایا اور یکم رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ میں نائب مفتی تجویز کئے گئے، ۱۳۷۲ھ میں مظاہر علوم کی جانب سے حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کی معیت میں رنگون برما، کا اصلاحی ودعوتی اسفار فرمایا، ۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی منتخب ہوئے، یکم رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ سے حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب کے ضعف وعلالت اور اعذار کی وجہ سے نظامت میں ان کے نائب بنائے گئے، پھر ان کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے اپنے اجتماعی فیصلہ کے ذریعہ مظاہر علوم کا ناظم اعلیٰ بنایا۔

فقہ وفتاویٰ کی ذمہ داری کے ساتھ مختلف علوم وفنون کی کتابیں ابتداء سے انتہاء تک دس سال تک بتدریج پڑھاتے رہے، اور ۱۳۸۲ھ میں استاذ حدیث بنائے گئے، اور پہلی مرتبہ مشکوۃ شریف پڑھائی، ۱۳۸۳ھ میں استاذ دورہ حدیث منتخب ہوئے اور نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف آپ کے لئے تجویز ہوئیں، ۱۳۸۴ھ میں مجلس تعلیمی نے آپ کے لئے طحاوی اور مشکوۃ تجویز کی، حضرت مولانا امیر احمد صاحب کے انتقال کا حادثہ پیش آنے کی وجہ سے ترمذی ونسائی کے اسباق پہلی مرتبہ آپ کے حوالہ ہوئے، ۱۳۸۶ھ میں پہلی مرتبہ مسلم شریف پڑھائی، آپ کے اسباق خصوصاً حدیث کا درس نہایت جامع محقق ومفصل اور مرتب ہوتا تھا، خاص کر ترمذی شریف آخری حیات تک پڑھاتے رہے، اور آپ کی ترمذی کا سبق زمانہ میں مشہور تھا۔

بیعت وسلوک

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ سے قائم تھا، مگر اجازت وخلافت حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سے پائی، جس کی تاریخ پانچ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ پنجشنبہ قبیل عصر ہے۔

تالیفات وتصنیفات

حاشیہ شرح عقود رسم المفتی، فضائل الاعمال بخشش کے وعدے، فضائل تہجد، فضائل جماعت، فضائل مسواک،

مودودی، جماعت کے عقیدۂ تنقید پر تبصرہ، درس مظفری۔

وفات

۲۸ رمضان ۱۴۲۴ھ کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرمایا اور کئی لاکھ کے مجمع نے رات بارہ بجے اس گنج گرانمایہ کو دفن کیا۔

تذکرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا الحاج سید عبداللطیف صاحب پرقاضویؒ

سابق ناظم اعلیٰ واستاذ حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نام ونسب:

آپ کا نام عبداللطیف والد ماجد کا نام جمعیت علی۔

ولادت

آپ کی پیدائش غالباً ۱۲۹۹ھ پورقاضی ضلع مظفر نگر میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے وطن پورقاضی ہی میں بنیادی تعلیم پاکر حفظ قرآن مکمل فرمایا، اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم جمعیت علی سے بہاولپور جاکر پڑھیں۔

مظاہر علوم میں آمد

ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ بہاولپور تشریف لے گئے، تو آپ کے والد محترم نے آپ کو دینی تعلیم کے لئے حضرت سہارنپوریؒ کے سپرد کردیا، آپ حضرت سہارنپوری کے ہمراہ سہارنپور تشریف لے آئے، اور ۱۴ ر جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں آپ کا داخلہ مظاہر علوم میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی، مظاہر علوم میں داخلہ لیکر آپ نے میزان الصرف، قال اقول اور بوستاں سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا، بعد ازاں سال بہ سال آپ نے درس نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے ۱۳۲۰ھ میں مشکوۃ شریف، ہدایہ اول، ملا جلال، میبذی اور ۱۳۲۱ھ میں جلالین، بیضاوی، مقامات، حمد اللہ پڑھی، ۱۳۲۲ھ میں آپ نے کتب حدیث یعنی صحاح ستہ کے ساتھ بیضاوی ہدایہ آخرین

اور قاضی مبارک پڑھ کر ۱۳۲۳ھ میں شعبہ فنون میں داخلہ لیکر توضیح تلویح، دیوان متنبی صدرا پڑھیں، آپ نے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ حضرت اقدس سہارنپوری سے اور نسائی حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سے اور مشکوۃ شریف حضرت مولانا ثابت علی صاحب سے پڑھی۔

دورۂ حدیث کے امتحان سالانہ میں موصوف اپنی جماعت میں اول نمبرات سے کامیاب ہوئے، جس پر مدرسہ کی طرف سے بطور انعام بیضاوی شریف، تفسیر سورۂ بقرہ مسامرہ شرح مسایرہ تاریخ تیموری، فتوح الشام ملیں

درس وتدریس

فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی درج ذیل تجویز کے مطابق مظاہر علوم کے استاذ بنائے گئے۔

تجویز حضرت رائے پوری

مولوی عبداللطیف جو قریب الفراغ اور نہایت مستعد طالب علم ہیں، بمشاہرہ دس روپے مولانا عنایت الٰہی کی جگہ مقرر کئے جائیں، یکم جمادی الاولی سے اس کا اجراء کیا جائے، حضرت شیخ الہندؒ نے اس تجویز کی منظوری چار (۴) جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ میں فرما کر دستخط فرمائے۔

اس تجویز کے مطابق آپ کا تقرر بعہدہ معین مدرس ہوا، اور یہ کتابیں آپ کے لئے طے ہوئیں، شرح وقایہ، شرح تہذیب، میر قطبی، ہدیہ سعیدیہ، فصول اکبری، اصول الشاشی، ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں اجتماع سرپرستان کے موقع پر آپ کی مستعدی کو دیکھ کر ۱۵ روپئے ماہانہ پر مستقلاً تقرری ہوئی، شوال ۱۳۲۹ھ میں آپ استاذ حدیث بنائے گئے، چونکہ اس زمانہ میں حضرت سہارنپوریؒ بذل المجہود کی تالیف میں مشغول تھے، اس لئے آپ کے کچھ اسباق دوسرے اساتذہ کے حوالہ کئے گئے، تو آپ کے پاس بخاری شریف اور ترمذی شریف منتقل ہوئی، آپ علمی تفوق کے اعتبار سے ممتاز تھے، اس لئے درسی کتابوں کو بلا تکلف پڑھاتے تھے، بخاری شریف کا درس سالہا سال تک دیتے رہے، ۱۳۴۴ھ میں حضرت سہارنپوری حجاز تشریف لے جارہے تھے تو صحاح ستہ کے اسباق حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوری اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہم پر تقسیم کئے گئے، حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحب) جب ۱۳۴۵ھ میں مدینہ منورہ سے واپس ہوئے تو اساتذہ حدیث کے اس بزم میں شامل ہوئے۔

الغرض ۱۳۴۶ھ سے لیکر ۱۳۷۲ھ تک بخاری جلد ثانی کا درس حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس ہوتا رہا،

اس کے علاوہ اس طویل عرصہ میں یہ کتابیں بھی آپ نے متعدد بار پڑھائیں، ترمذی شریف، بخاری شریف، شاطبی، ملاحسن، تہذیب، تلخیص المفتاح، منیۃ المصلی، رسم المفتی وغیرہ۔

اسفار حج

شوال ۱۳۲۴ھ میں حضرت سہارنپوری کی معیت میں پہلا حج فرمایا پھر تین سال بعد ۱۳۲۸ھ میں دوسرا حج فرمایا، اس قافلہ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت سہارنپوری، مولانا ثاقب علی صاحب، مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری ساتھ تھے۔

اہتمام وانتظام

حضرت سہارنپوریؒ جب ۱۳۳۳ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو عارضی طور پر آپ مظاہر علوم کے ناظم بنائے گئے، آپ نے اس موقع پر نہایت ہی تیقظ اور بیدار مغزی کے ساتھ اہتمام وانتظام کو سنبھالا اور اہلیت وصلاحیت کا اعتراف اپنے اکابر سے کروالیا، چنانچہ روداد مدرسہ میں اکابر کے تأثرات موجود ہیں دیکھ لیا جائے۔

پھر ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت سہارنپوریؒ نے حجاز کا عزم فرمایا تو بحیثیت سرپرست مدرسہ دیگر اراکین شوریٰ کو متوجہ فرمایا کہ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، جناب شیخ رشید احمد صاحب، اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کو مظاہر علوم کا سرپرست متعین کردیں، چنانچہ حضرات سرپرستان مدرسہ نے ان تینوں حضرات کا انتخاب کیا، اسی موقعہ پر اہتمام وانتظام کے متعلق یہ طے فرمایا کہ میری غیبت میں حافظ عبداللطیف صاحب سترہ روپے (مشاہرہ) پر ناظم اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب باضافہ پانچ روپیہ صدر مدرس بنیں، حافظ صاحب کے پاس تین گھنٹے سبق رہے اور باقی وقت میں مدرسہ کا انتظامی کام تھا۔

۱۳۴۷ھ تک اہتمام اور انتظام کی یہ ترتیب رہی کہ حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب مہتمم اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم تھے، ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ میں حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کے وصال پر یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مرحوم کی جگہ پر کوئی جدید تقرر کیا جائے، یا عہدۂ اہتمام بھی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کو سونپ دیا جائے، حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحبؒ) اس وقت مشیر ناظم تھے، آپ نے رائے دی کہ عہدۂ اہتمام وانتظام دونوں مولانا عبداللطیف صاحب کو دیدیئے جائیں، کیونکہ مدرسہ کافی عرصہ سے آپ کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے، چنانچہ مجلس شوریٰ (منعقدہ ۲۳ رجمادی الثانی ۱۳۴۷ھ/ ۷ رستمبر ۱۹۲۸ء کی قرارداد کے مطابق دونوں عہدے آپ کو تفویض کیے گئے۔

آپ کا دورِ اہتمام وانتظام مظاہر علوم کے لئے ہر اعتبار سے روشن وتابناک رہا، اکابر علماء کے علاوہ ہر وارد ین

وصادرین نے اس کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عمارت کے حساب سے تو دارالعلوم بڑا ہے، اور نظم وانتظام کے لحاظ سے مظاہر علوم، کیونکہ وہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا عبداللطیف صاحب جیسی منظم شخصیت کے زیر اہتمام کام ہوتا ہے۔

برما کے دو سفر

حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے مظاہر علوم کے تعارف وتعاون کے پیش نظر رنگون برما کے دو سفر کئے، پہلا سفر ۱۳۴۳ھ حضرت سہارنپوری کی معیت میں، اس سفر میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب ہمراہ تھے، دوسرا سفر ۱۳۷۳ھ میں اس سفر میں حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی اور فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ساتھ تھے۔

الحمد للہ یہ دونوں سفر کامیاب رہے وہاں کے علماء وتاجروں اور معزز حضرات نے خوب استقبال کیا، اور وہاں کے اخبارات وجرائد میں آپ کی تشریف آوری کو جلی عنوان کے ساتھ پہلے صفحہ پر شائع کیا گیا، الغرض مدرسہ کو بہت فائدہ ہوا۔

بیعت واجازت وخلافت

آپ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے بیعت تھے اور ان ہی کے فرمائے ہوئے طریقہ پر اوراد ومعمولات کے پابند تھے، ۱۳۷۳ھ کے سفر برما کے موقع پر حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحبؒ) نے انتہائی متواضعانہ اور خاکسارانہ لہجہ میں یہ ارشاد فرماکر آپ کو اجازت بیعت دی کہ حضرت آپ میرے استاذ ہیں، بڑے ہیں، لیکن ضرورت کی وجہ سے مجبور ہوکر عرض کرتا ہوں کہ برما میں سلوک وروحانیت کی لائن چلانے کی ضرورت ہے اس لئے وہاں اگر جناب سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو میری طرف سے بیعت فرمالیں۔

وفات حسرت آیات

حضرت موصوف کی علالت کا سلسلہ کافی عرصہ سے چل رہا تھا، طویل علالت سے کچھ طبیعت سنبھلی تھی کہ طویل سفر برما کا ہوگیا، واپسی کے بعد مرض کی شدت بڑھتی رہی بالآخر ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ دوشنبہ کی صبح کو وصال ہوا اور ڈھائی بجے شام قبرستان حاجی شاہ کمال میں تدفین عمل میں آئی، رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ۔ [1]

---

[1] حوالہ (۱) (پورے حالات ماخوذ ومستفاد ہیں علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات سے ص ۳۶ تا ص ۴۴ جلد نمبر ۴

تذکرہ

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب بھینسانوی قدس سرہ

نام ونسبت

رفیق الامت حضرت مولانا علامہ رفیق احمد صاحب بھینسانی ضلع مظفر نگر میں تھانہ بھون کے قریب موضع بھینسانی اسلام پور ایک بستی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے آپ کی بسم اللہ کرائی اور ابتدائی تعلیم قاعدہ، ناظرہ قرآن کریم اور پرائمری درجہ پنجم تک اپنے وطن بھینسانی ہی میں ہوئی، ناظرہ قرآن کریم اور پرائمری کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں داخلہ لیا۔

شوق وغلبہ

حضرت علامہ صاحب قدس سرہ کو تعلیم کا اس درجہ شوق تھا، کہ خانقاہ کا دروازہ کھلنے سے قبل دروازہ پر پہنچ جاتے ادھر دروازہ کھلتا ادھر حضرت اندر داخل ہو کر درسگاہ پہنچتے، اور استاذ کے سامنے سنانے کے لئے بیٹھ جاتے، جس کی وجہ سے پوری درسگاہ میں سب سے اول ہمیشہ آپ ہی سبق سناتے آپ کے غلبہ شوق اور طریقہ حفظ سب سے الگ تھلگ تھا

مفتاح العلوم جلال آباد میں داخلہ

آپ تھانہ بھون کے بعد مفتاح العلوم جلالہ آباد میں عربی وفارسی کی تعلیم پانے کے لئے سب سے پہلے داخل ہوئے۔

رفقاء درس

آپ کے تقریباً دو ڈھائی مہینہ کے بعد قصبہ لوہاری سے حضرت مولانا سلیم اللہ صاحبؒ داخلے کے لئے آگئے، یہ دوسرے طالب علم تھے، ان کے بعد کچھ اور طلباء آگئے، کل اٹھارہ طلباء بیرونی ہو گئے، جن میں حضرت قدس سرہ کے رفقاء درس پانچ ہو گئے، مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مولانا حشمت علی صاحب مولانا احسان اللہ صاحب، مولانا حمید اللہ صاحب، مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب اکثر کتابیں حضرت مولانا سمیع اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ خود ہی

پڑھاتے تھے، بعض کتابیں حضرت مولانا عابد حسین صاحب کے پاس تھیں، جلال آباد میں دو سال لگائے۔

دارالعلوم دیو بند میں داخلہ

جلال آباد میں حضرت جی نور اللہ مرقدہ اکثر بیمار ہوجایا کرتے تھے، اس سال شوال ہی میں بیمار ہوگئے، اس لئے حضرت کو خیال ہوا کہ اگر بیماری نے طول پکڑلیا تو بچوں کا نقصان ہوگا اس لئے دارالعلوم بھیج دیا، ۱۳۶۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے، آپ کے ساتھ دیگر رفقاء درس خصوصاً حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب بھی داخل ہوئے، اور ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء سے لیکر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء تک تقریباً چھ سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی، شرح جامی کے بعد سے دورۂ حدیث شریف تک تمام علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، اور ۱۳۶۶ھ میں فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم دیو بند کے اہم اساتذہ

آپ نے دورۂ حدیث شریف میں اہم سبق بخاری شریف اور ترمذی شریف، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے پڑھیں، اسی طرح آپ کے اساتذہ میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب، حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب، اور حضرت مولانا عبدالاحد صاحبؒ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

طالب علمی کے زمانہ میں جلال آباد میں ضمنی تدریس

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب بیمار تھے، سال کا آخری دور تھا، اسباق پورے نہیں کر پائے، اس لئے اولاً مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کو رقعہ لکھا کہ کچھ دنوں کی چھٹی لیکر یہاں آجاؤ اور میرے اسباق پڑھادو، مگر انہوں نے معذرت کردی کہ میرا دورۂ حدیث کا سال ہے، تعلیم کا حرج ہوگا، تو پھر علامہ صاحب کو رقعہ لکھا ان پر تعمیل حکم کا غلبہ تھا اس لئے تعلیمی حرج کی پرواہ کئے بغیر آگئے اور اسباق مکمل کر کے دارالعلوم تشریف لے گئے، علامہ فرماتے ہیں کہ مجھے ڈر تھا کہ اس مرتبہ مولانا سلیم اللہ خاں صاحب سے پیچھے رہ جاؤنگا کیونکہ ایک مہینہ چلا گیا تھا مگر الحمد للہ کسی کتاب میں ایک نمبر سے بھی پیچھے نہیں رہا۔

تدریسی خدمات

۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں بھینسانی اسلام پور کے مدرسہ مصباح العلوم

میں بیٹھ کر بچوں کو نورانی قاعدہ پڑھانا شروع کر دیا، ادھر حضرت جی آپ کی استعداد اور خوبی سے پوری طرح واقف تھے، صرف تیرہ دن کے بعد ہی جلالہ آباد بلا کر تقرر فرمالیا، اور شرح جامی مختصر المعانی، مقامات حریری وغیرہ کتابیں آپ کے حوالہ فرمادیں۔

تدریسی خدمات کے ساتھ مدرسہ کی ترقی اور تمام ضروریات کے لئے چندہ کر کے نظام کو منظّم اور مستحکم بھی فرمایا، پھر قصبہ چرتھاول میں ایک مدرسہ تھا اس کے خرد وبرد ہونے کا اندیشہ تھا وہاں کے لوگوں نے حضرت جی سے درخواست کی تو حضرت جی نے حضرت علامہ ہی کو وہاں بھیج دیا۔

مگر وہاں چند ماہ ہی قیام رہا پھر وہاں سے اپنی بستی ہی میں محنت شروع کر دی، اور ابتداء سے درجہ عربی سوم تک باضابطہ تعلیم کا انتظام فرمایا۔

مفتاح العلوم جلالہ آباد میں دوبارہ آمد

مفتاح العلوم میں حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب ناظم تعلیمات تھے، اور حضرت جی کے معتمد علیہ بھی تھے، بلکہ محبوبیت کا مقام رکھتے تھے، اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھارہے تھے، مگر جب ہندو پاک کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ مع اہل وعیال کے پاکستان منتقل ہوگئے، وہاں جا کر دار العلوم فاروقیہ قائم فرمایا، ادھر مفتاح العلوم میں ایک بڑا خلع واقع ہوگیا، اس کو پر کرنے کے لئے حضرت جی کی نظر علامہ پر پڑی اور آپ کو یہاں آنے پر اصرار کیا، حضرت علامہ نے چونکہ اپنے گاؤں ہی کو اپنی محنت کا محور بنالیا تھا، جی نہ چاہتے ہوئے بھی حضرت جی کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی، ۱۳۷۵ھ میں آپ دوبارہ تشریف لائے، اور ایک سال کے بعد ہی یہاں دورہ شروع ہوگیا۔

شیخ الحدیث کا منصب

حضرت مولانا مفتی محمد سعید لکھنوئی صاحب قدس سرہ کو بحیثیت شیخ الحدیث بلایا گیا، لیکن حضرت مفتی صاحب قدس سرہ ایک سال ہی پڑھا پائے تھے کہ آئندہ سال ششماہی امتحان کے قریب ان کا انتقال ہوگیا، حضرت مفتی سعید صاحب قدس سرہ کے انتقال کے بعد ان کی کتابیں بخاری شریف وغیرہ حضرت علامہ صاحب قدس سرہ کی طرف منتقل ہوئیں، اگرچہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے زمانہ میں بھی بخاری شریف جلد ثانی اور ترمذی شریف کا کچھ حصہ آپ پڑھاتے رہے، مگر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے وصال کے بعد بخاری شریف مکمل ترمذی شریف مکمل حضرت علامہ صاحب

کی طرف منتقل ہوگئیں، بخاری شریف کتاب ایمان تک اور شمائل ترمذی صرف حضرت جی نور اللہ مرقدہ پڑھاتے تھے اور آخیر سالوں میں خانقاہی امور اور دیگر مصروفیات کی بنا پر یہ حصہ بھی حضرت علامہ قدس سرہ پڑھاتے اور جلال آباد کے اخیر قیام ۱۳۹۹ھ تک آپ ہی اس منصب پر فائز رہے۔

مفتاح العلوم جلال آباد سے علیحدگی کا المیہ

۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء میں یہ افسوس ناک حادثہ پیش آیا کہ حضرت علامہ صاحب کو مفتاح العلوم جلال آباد سے الگ ہونا پڑا، اور اس طرح عمر کے آخری لمحات تک مفتاح العلوم کی خدمت کرنے کی تمنا ان کے سینے میں گھٹ کر رہ گئی، وہ ساری زندگی اس ادارے کی خدمت کرتے رہے، اور جب ان کی عمر کا قافلہ اپنے آخری پڑاؤ کے قریب تھا علیحدگی کا یہ حادثہ ان کیلئے سنگ آمد سخت آمد کا حصہ بن گیا۔

مصباح العلوم بھینسانی میں درس حدیث

مفتاح العلوم جلال آباد سے علیحدگی کے بعد بہت سی جگہوں سے درس حدیث اور شیخ الحدیث کے منصب کیلئے پیشکش ہوئی مگر کہیں جانے کیلئے طبیعت آمادہ نہ ہوئی اور اپنے وطن بھینسانی ہی میں مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا، طلبہ دورۂ حدیث شریف میں جمع ہونا شروع ہوگئے، اور وہیں باقاعدہ بخاری شریف، ترمذی شریف وغیرہ کا درس شروع فرمادیا، اور کئی سال برابر بھینسانی ہی میں دورۂ حدیث شریف ہوتا رہا۔

دارالعلوم وقف دیوبند میں درس حدیث

دارالعلوم دیوبند میں اختلاف ہوا اور دارالعلوم وقف الگ سے قائم کیا گیا تو حضرت قدس سرہ کو قائم مقام مہتمم اور شیخ الحدیث منتخب کیا گیا، مگر حضرت اپنے مشاغل کثیرہ اور بعض دوسرے اعذار کی بناء پر اس کو زیادہ دیر تک نباہ نہ سکے اور مجبوراً ترک کرنا پڑا۔

مظاہر علوم وقف سہارنپور میں درس حدیث

مظاہر علوم سہارنپور میں اختلاف ہوا، اور مظاہر علوم دو حصوں میں منقسم ہوگیا اور مظاہر علوم وقف میں شیخ الحدیث کی ضرورت پیش آئی، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ صاحب قدس سرہ سے درخواست کی، حضرت نے اس کو منظور فرمالیا، اور مظاہر علوم وقف میں بطور شیخ الحدیث بخاری شریف ترمذی شریف

کا درس دینا شروع فرمادیا، جو اخیر حیات تک جاری رہا۔

حادثہ وفات

دماغ کی رگ پھٹنے کی وجہ سے ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ ۶؍اکتوبر ۱۹۹۰ء بروز شنبہ تقریباً ۱۲؍بجے جان جاں آفریں کے سپرد کی، جنازہ مظاہر علوم قدیم میں لایا گیا، غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، اور علماء طلباء اور عوام کے ہزاروں لوگوں کے ہجوم کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی، اور پھر جنازہ بھینسانی لایا گیا، آناً فاناً چاروں طرف بجلی کی طرح خبر پھیل گئی، اور پروانہ وار ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ جمع ہوگئے اور بڑے جم غفیر کے ساتھ نماز جنازہ دوبارہ ادا کی گئی (چونکہ مظاہر علوم میں جنازہ میں اولیاء نے شرکت نہیں کی تھی) اور مدرسہ مصباح العلوم کے احاطہ میں جس کے آپ مہتمم اور شیخ الحدیث تھے، بھینسانی کے عظیم بزرگ حافظ عبدالرزاق صاحب قدس سرہ کے پہلو میں تدفین کی گئی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ دونوں بزرگ کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین

محدث کبیر محقق زماں حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری صاحبؒ کی طرف سے احقر الوریٰ کو اجازت حدیث

چار سال قبل کی بات ہے کہ بندہ دارالعلوم دیوبند کی مسجد رشید کے تہہ خانہ کے گیٹ کے باہر کھڑا تھا، اتنے میں حضرت مفتی صاحب کی کار آگئی اور حضرت باہر نکلے تو میں نے حضرت سے سلام مصافحہ کیا تو حضرت خیریت دریافت فرماکر بندہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مسند حدیث تک لے گئے، بندہ حضرت کے قریب نیچے بیٹھ گیا، جمعہ کا دن تھا ایک ڈیڑھ گھنٹہ بخاری شریف کا پر مغز محقق و مرتب انداز سے درس فرمایا، بندہ سن کر بہت ہی محظوظ و مستفید ہوا، درس کے بعد پھر حضرت میرا ہاتھ پکڑ کر چل دیئے، اور کار میں بیٹھنے کا حکم فرمایا، بندہ نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور حضرت کے مکان پر پہنچا، حضرت نے بڑی شفقت و محبت کے ساتھ چائے وائے سے نوازش کی اور کچھ گفت شنید کے بعد میں نے کہا کہ حضرت آپ مجھے حدیث کی اجازت مرحمت فرمادیں، اس پر حضرت نے فرمایا میری طرف سے تم کو اسی وقت اجازت مل گئی تھی جس وقت تمہیں حدیث پڑھانے الور راجستھان بھیجا تھا۔

۲۰۰۸ء میں حضرت نے بندۂ ناکارہ کو جامعہ اشرف العلوم الور راجستھان میں حدیث پڑھانے کے لئے بھیجا تھا، دوسال وہاں بندہ کو حضرت کے حکم سے بخاری شریف مکمل، مسلم شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، ابوداؤد شریف مکمل، چاروں اہم کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل رہی، الحمد للہ علی ذالک

حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی سند بخاری

حضرت پالن پوری دامت برکاتہم کو دو حضرات سے بخاری شریف کی سند حاصل ہے، اول فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادیؒ (ان کا تذکرہ گزر چکا) سے آپ نے پوری بخاری شریف پڑھی ہے، دوم جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ سے اجازۃً سند حاصل ہے، پھر یہ دونوں (یعنی حضرت مراد آبادی اور علامہ بلیاوی) روایت کرتے ہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ (ان کا تذکرہ بھی گزر چکا) سے اور حضرت شیخ الہند کی سند کی تفصیل اوپر آچکی (اس سند میں اب صرف دو حضرات شیخ پالن پوری اور علامہ بلیاوی کے تذکرے باقی ہیں وہ پیش ہیں۔

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۴۰ء عیسوی کے اخیر میں گجرات کے ضلع بناس کانٹھا کے علاقہ پالن پور کے ایک گاؤں کالیرہ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، پھر اپنے وطن ہی کے ایک مدرسہ میں داخل ہوکر ابتدائی کتابیں مولانا داؤد چودھری، مولانا ابراہیم جونکیہ، اور مولانا حبیب اللہ چودھری سے پڑھیں، پھر شمالی گجرات کا قدیم اور مشہور ادارہ دار العلوم چھاپی میں داخلہ لیا، اور وہاں اپنے ماموں حضرت مولانا عبد الرحمٰن شیرا سے حکایات لطیف وغیرہ کتابیں چھ مہینے پڑھیں، پھر اپنے ماموں کے ساتھ سینڈھنی تشریف لے آئے اور باقی چھ مہینے وہاں پڑھ کر سال مکمل فرمایا۔
اس کے بعد حضرت مولانا نذیر صاحب قدس سرہ کے مدرسہ پالن پور شہر میں داخلہ لیا، اور کتب متوسطہ وہاں چار

سال رہ کر مفتی اکبر صاحب قدس سرہ سے پڑھیں۔

مظاہر علوم میں داخلہ

اس کے بعد سہارنپور کا سفر فرما کر ۱۳۷۷ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا، اور چال سال یہاں رہ کر یہاں کے ماہرفن اساتذہ اور مشائخ وقت سے اکتساب فیض کیا، جن میں سرفہرست نام علامہ صدیق احمد جموی (کشمیری) (ان سے آپ نے اکثر کتابیں پڑھیں) حضرت مولانا وقار علی بجنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد یحیٰ صاحب سہارنپوریؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ اور حضرت علامہ مولانا یامین صاحب سہارنپوریؒ

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

اس کے بعد ۱۳۸۰ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور پہلے سال میں جلالین شریفین، ہدایہ اولین وغیرہ کتابیں پڑھیں، اور دوسرے سال میں مشکوۃ شریف، ہدایہ آخرین، اور بیضاوی شریف سورہ بقرہ وغیرہ کتابیں پڑھیں

سن فراغت

۱۳۸۲ھ میں دورۂ حدیث شریف میں داخل ہوئے اور یہاں کے اساتذہ حدیث ومشائخ عظام سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب دیوبندیؒ، حضرت شیخ نصیر احمد خاں صاحبؒ کے بھائی حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب کیرانویؒ، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب اعظمیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادیؒ، حضرت مولانا ظہور دیوبندیؒ، شیخ محمود عبدالوہاب محمود مصریؒ، فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادیؒ، حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہ جہاں پوریؒ۔

مشق افتاء

مشق افتاء کی تمرین دو سال میں حضرت علامہ مفتی مہندی حسن صاحب شاہ جہاں پوریؒ سے کی اور مشق افتاء کے سال ہی میں قرآن پاک کا حفظ بھی کیا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد دارالعلوم اشرفیہ راندیر گجرات میں آپ کی تقرری ہوئی، اور یہاں نو (۹) سال رہ کر فنون کی دیگر کتابوں کے ساتھ صحاح ستہ میں بعض احادیث کی کتابوں کا درس بھی دیا۔

دارالعلوم دیوبند میں تقرری

پھر دارالعلوم دیوبند میں آپ کی تقرری ہوئی، اور تقریباً پچاس سال سے ایشیاء کی اس عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، دیگر علوم وفنون میں طالبان علوم نبوت کو سیراب کرنے کے ساتھ حدیث شریف کا درس ایک خصوصی شان کے ساتھ دیتے تھے، تیس سال مسلسل جامع ترمذی کا درس دیتے رہے، جوشہرۂ آفاق ہوا، اور آپ کی ترمذی شریف کی تقریر بنام تحفۃ الالمعی طبع ہوکر مقبول عام وخاص ہے، اور دنیا بھر کے طلباء وعلماء اس کتاب سے فیض یاب ہورہے ہیں۔

شیخ الحدیث کے منصب پر

سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ کی علالت کے دوران تقریباً تین بار عارضی طور سے بخاری شریف اول کا آپ نے درس دیا، پھر حضرت خاں صاحب کے انتقال کے بعد ۱۴۲۹ھ شعبان میں باضابطہ شیخ الحدیث کے منصب کے ساتھ صدر المدرسین کے عہدۂ جلیلہ کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا، اس وقت سے وفات تک بخاری شریف کے مایہ ناز درس کے ساتھ صدارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

علمی کمالات

علمی شخصیتوں کے زمرہ میں آپ کی ذات کا نام نامی اسم گرامی آفتاب ومہتاب بن کر چمکتا ہے، آپ کے متعلق ایک قلبی وحقیقی اور واقعی تاثرات آپ کے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مفتی حسین احمد صاحب پالن پوری خود تحریر فرمارہے ہیں، حضرت موصوف کو اللہ عزوجل نے بیان وتوضیح کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ مشکل مسائل کو تقریر وتحریر کے ذریعہ نہایت عمدہ طریقہ پر ذہن نشین کردیتے تھے، آپ کا ذوق لطیف طبیعت سادہ اور نفیس تھا، مزاج میں استقلال واعتدال تھا اور حق وباطل اور صواب وخطا کے درمیان امتیاز کرنے کی وافر صلاحیت رکھتے تھے، اور حقائق ومعارف کے ادراک میں یکتائے زمانہ تھے موصوف کو خداوند قدوس نے ذکاوت طبع ذہن رسا اور فطری سلامت روی کا

جوہر عطا فرمایا تھا، اور علمی ریاضت سے قلبی فراست اور فرقانی قوت بھی عطا فرمائی تھی، اسی وجہ سے آپ کی ذات میں علم کے ساتھ معرفت تبحر کے ساتھ تفقہ اور دراست کے ساتھ علمی لطافتیں جمع تھیں آپ قرآن وسنت کے جامع تھے، آپ کو علوم نقلیہ کے ساتھ علوم عقلیہ میں بھی کمال حاصل تھا، اسی لئے آپ کی زبان وقلم سے نقلی مسائل بھی عقل اور استدلال اور استدلالی رنگ اختیار کر لیتے ہیں، آپ امام اکبر مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی مایہ ناز کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے سب سے بڑے شارح ہیں اور از ہر ہند دار العلوم دیوبند میں بیس سال تک آپ نے حجۃ اللہ البالغہ کا کامیاب درس دیا ہے، اور رحمۃ اللہ الواسعۃ کے نام سے پانچ ضخیم جلدوں میں حجۃ اللہ البالغہ کی شرح لکھی ہے، جو مطبوعہ ہے اور مقبول عام وخاص ہے، اس لئے حکمت شرعیہ سے بھی آپ کو حظ وافر حاصل تھا، دین کا کوئی کیسا ہی مسئلہ ہو دقیق ہو یا رقیق آپ اس کی ایسی دلنشین حکمت بیان فرماتے تھے کہ طبیعت عش عش کرنے لگتی تھی، چنانچہ موصوف کا ہر درس ہر تقریر اور ہر تحریر علمی نکات ولطائف اور اسرار وحکم سے لبریز ہوتی تھی، موصوف آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے رازوں سے اس طرح پردہ اٹھاتے ہیں کہ محسوس ہوتا تھا جیسے علوم وفنون کا ایک بحر ذخار موجزن ہے، خداوند قدوس نے آپ کو رسوخ فی العلم کے ساتھ مرتب گفتگو کا سلیقہ بھی عطا فرمایا تھا، آپ کا طرز تدریس، افہام وتفہیم کا انداز اور مشکل سے مشکل مباحث کو سہل انداز میں پیش کرنے کا سلیقہ منفرد اور ممتاز تھا، آپ کی ہر تحریر اور ہر تقریر حسن ترتیب اور مشکل کو آسان بنانے میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، اور گنجینہ علم وحکمت ہوتی ہے۔

آپ کی تصانیف

آپ نے مختلف علوم وفنون پر درجنوں کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

رحمة الله الواسعة شرح حجة الله البالغه، تفسير هداية القرآن من الجزء العاشر، العون الكبير لحل الفوز الكبير، كيا مقتدى پر فاتحه واجب هے، تسهيل توثيق الكلام لشيخ النانوتوى، تسهيل الادلة الكاملة لشيخ الهند، فيض المنعم شرح مقدمه صحيح مسلم، تحفة الدرر شرح نخبة الفكر، مفتاح التهذيب فى المنطق، حياة الامام ابى داؤد، حيات الامام الطحاوى، المحفوظات مجموعة الاحاديث المنتخبة فى ثلاثة اجزاء، اسلام تغير پذير دنيا ميں، مجموعة المقالات، الفوز الكبير تعريب جديد، زبدة الطحاوى شرح الطحاوى فى العربية، الحاشيه على إمداد الفتاوى، تسهيل ايضاح الادلة الشيخ الهند، وغيره

وفات

آپ بغرض علاج ممبئی تشریف لے گئے تھے وہیں ۱۹ مئی ۲۰۲۰ء میں داعئ اجل کو لبیک کہا اور ممبئی ہی میں آپ کی تدفین ہوئی۔

تذکرہ

حضرت العلام مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ

نام ونسب

آپ کا نام محمد ابراہیم، تاریخی نام غلام کبریا ہے، والد کا نام حافظ مولانا محمد عبدالرحیم بلیاویؒ، مشرقی یوپی ضلع بلیا کے رہنے والے تھے، اصل آپ کے آباء واجداد پاکستان کے پنجاب کے ایک قریہ جھنگ کے رہنے والے تھے، پھر وہاں سے منتقل ہوکر جونپور میں بودوباش اختیار کیا، پھر وہاں سے منتقل ہوکر بلیا میں مقیم ہوگئے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۰۴ھ میں بلیاء میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم اپنے گھر میں پانے کے بعد فارسی وعربی کی ابتدائی کتابیں حکیم جمیل الدین نگینوی وغیرہ سے پڑھیں، اور معقولات کا علم حضرت مولانا فاروق چریا کوٹی سے حاصل کیا، اور دیگر علوم وفنون کو مولانا ہدایت اللہ خاں شاگرد رشید علامہ فضل حق خیرآبادیؒ اور علامہ عبدالغفار شاگرد رشید حضرت گنگوہیؒ سے حاصل کیا، ۱۳۲۵ھ سے ۱۳۲۷ھ تک یعنی تقریباً دوسال تک دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر وہاں کے مشائخ خصوصاً حضرت شیخ الہندؒ سے اکتساب فیض کرکے سند حدیث حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں مدرس ثانی کی حیثیت سے تقرری ہوئی، پھر وہاں سے منتقل ہوکر عمری مرادآباد تشریف لائے اور وہاں ایک مدت تک تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تقرری ہوئی، وہاں چند سال پڑھانے کے بعد دارالعلوم مئو اعظم گڑھ تشریف لے گئے، اور صدر المدرسین کے منصب پر تقرری ہوئی، پھر وہاں سے منتقل ہوکر مدرسہ امدادیہ دربھنگہ بہار تشریف لائے، یہاں بھی صدر المدرسین بنائے گئے، پھر وہاں

سے منتقل ہوکر دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، اور ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۴ھ تک تدریسی خدمات انجام دی، پھر وہاں سے منتقل ہوکر جامعہ اسلامیہ ڈھابیل گجرات میں ۱۳۶۲ھ میں تشریف لائے یہاں بھی صدر المدرسین بنائے گئے، پھر وہاں سے منتقل ہوکر بنگلہ دیش تشریف لائے، اور دارالعلوم معین الاسلام چاٹگام میں تدریسی خدمات کے ساتھ صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے۔

پھر سہ بارہ ۱۳۶٦ھ میں داراالعلوم دیوبند تشریف لائے، اوراخیر عمر تک طالبان علوم نبوت کو اپنے فیضان علم سے سیراب کرتے رہے۔

اور ۱۳۷۷ھ میں حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی وفات کے بعد آپ کو صدر المدرسین کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کردیا گیا۔

علمی فضل وکمال

آپ کو قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ علوم عقلیہ میں مہارت تامہ حاصل تھی، ذکاوت وذہانت بے مثال تھی، آپ کا درس مختصر ہونے کے ساتھ نہایت جامع اور پر مغز ہوتا تھا، آپ کا درس نہایت مقبول اور شہرۂ آفاق تھا، آپ نے دارالعلوم دیوبند میں مسلم شریف کا درس بارہا دیا اور سنن اربعہ کا درس بھی دیا، خاص کر ترمذی شریف کا درس محقق، مدلل، محول اور مرتب ہوتا تھا، طلباء میں بڑی مقبولیت تھی۔

تصانیف

آپ نے متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

ضیاء النجوم شرح سلم العلوم (عربی) اسی طرح اردو میں المصافحہ اور مسئلۃ التراویح لکھی ہے، اسی طرح فارسی میں انوار الحکمۃ، اسی طرح چند حواشی تحریر فرمائے ہیں، حاشیۃ علی المیبذی، حاشیہ علی الخیالی، سب عربی میں ہے، اسی طرح جامع ترمذی کی شرح لکھی مگر مکمل نہیں ہوسکی۔

وفات

آپ کی وفات ۱۳۸۷ھ میں دیوبند میں ہوئی اور مزار قاسمی میں مدفون ہوئے۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد العناقید الغالیہ ۵۹، الکلام المفید ۵۲۴، ۵۲۵

أسانيد المسند الصحيح للإمام مسلم بن الحجاح القشيرى الى الامام الشاه ولى الله محدث دهلوى

(قال الشيخنا الامام العلام الجونفورى رحمة الله عليه)إخبرنا الشيخ الجليل مولانا منظور احمد سهارنفورى رحمه الله تعالى المتوفى ليلة الاثنين لسبع بقين من جمادى الأولى سنة ثمان وثمانين وثلاث مأة وألف بجميعه،اكثره بقراء تى وبعضه بقراء ة غيرى، بدأ فى شوال سنة تسع وسبعين وكمل فى ١٧ رجب سنة ثمانين الا فوتا يسيرا قدر ثلاث ورقات أو أربع قرب ختم الكتاب وأحاديث عديدة من كتاب الصلوة بسبب المرض وغيره فأجازة، عن مولانا خليل أحمد قراء ة عليه عن مولانا محمد مظهر النانوتوى قراء ة عليه ومولانا عبد القيوم البدهانوى والشاه عبد الغنى بقراء ة شىء من أوائله والباقى إجازة منهما، فالأول قرأ على مولانا مملوك العلى أستاذ العلماء وهو على مولانا رشيد الدين خان الكشميرى ثم الدهلوى، والثانى قرأ على الشاه محمد إسحاق والثالث على الشاه محمد إسحاق بن أفضل وأبيه الشاه أبى سعيد بن صفى القدر.

ح وأخبرنا شيخنا العلامة محمد زكريا الكاندهلوى ثم المدنى بقراء ة شىء من المقدمة وأجازة باقيها وقراء ة أول حديث من المسند الصحيح إلى قوله لايعرفه منا أحد، والباقى إجازة عن مولانا خليل أحمد السهارنفورى ثم المدنى بقراء ة أوائله بأسانيده المذكورة آنفا، وعن أبيه مولانا محمد يحى الكاندهلوى قراء ة عليه بجميعه عن مولانا رشيد أحمد الكنكوهى هى قراء ة عليه بجميعه عن الشاه عبد الغنى إجازة عن أبيه أبى سعيد،

ح وأخبرنا مولانا أسعد الله الرامفورى مدير مظاهر العلوم سابقاً إجازة عن مولانا ثابت على البرقاضوى قراء ة عليه وحكيم الأمة مولانا أشرف على التهانوى إجازة منه، فالأول عن مولانا محمد مظهر بإسناده المذكور فى الإسناد الأول، والثانى عن مولانا محمد يعقوب النانوتوى وشيخ الهند مولانا محمود حسن الديوبندى قراء ة عليهما وهما عن مولانا الشاه عبد الغنى وهو عن أبيه أبى سعيد،

والثلاثة (أى مولانا رشيد الدين خان والشاه محمد إسحاق والشاه أبوسعيد)عن الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوى عن أبيه الشاه ولى الله وخاله محمد عاشق الفلتى، وهما أخذا عن أبى طاهر الكردى.

تذکرہ

اسناد صحیح مسلم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

بندہ محمد کوثر علی سبحانی نے اپنے حضرت شیخ جونپوریؒ سے مسلم شریف پڑھی ہے، اور حضرت شیخ نے اپنی پوری سندیں اپنی کتاب الیواقیت الغالیہ میں تحریر فرمائی ہیں جس کی عبارت اوپر آچکی اس کا خلاصہ حضرت شیخ کی ترتیب پر ہی پیش کرر ہا ہوں۔

حضرت شیخ جونپوریؒ کی پہلی سند

حضرت شیخ جونپوریؒ نے مسلم شریف کا اکثر حصہ اپنے استاذ حضرت مولانا منظور احمد خاں سہارنپوریؒ سے پڑھا ہے، اور کچھ حصہ بیماری کی وجہ سے چھوٹ گیا تھا، تو اجازۃً سند حاصل کرلی تھی (جیسا کہ تفصیل الیواقیت الغالیہ کی عبارت میں مذکور ہے) حضرت مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوریؒ کو قرأۃ سند حاصل ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے اور حضرت سہارنپوریؒ کو تین حضرات سے سندیں حاصل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ سے قرأۃ (۲) حضرت مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ (۳) اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے اجازۃ (۴) اور اول مولانا محمد مظہر نانوتویؒ نے مسلم شریف پڑھی، حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی سے اور مولانا مملوک علی صاحب نے مولانا رشید الدین خان کشمیریؒ سے (۲) دوسرے مولانا عبدالقیوم بڈھانویؒ نے پڑھی ہے، شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے (۳) اور تیسرے شاہ عبدالغنی کو دو حضرات سے سندیں حاصل ہیں اول شاہ محمد اسحاق سے اور دوم اپنے والد شاہ ابوسعید بن صفی القدر سے۔

حضرت شیخ جونپوریؒ کی دوسری سند

حضرت شیخ جونپوریؒ کو اجازۃً سند حاصل ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے اور حضرت شیخ کاندھلویؒ کو اجازۃ سند حاصل ہے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے (حضرت سہارنپوری کی سند اوپر گزری) اور حضرت شیخ کو اپنے والد حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلوی سے پوری مسلم شریف کی قرأۃً، اور حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلویؒ کو پوری مسلم شریف کی سند قرأۃ حاصل ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اور ان کو شاہ عبدالغنی

مجددی سے قرأۃً اور شاہ عبدالغنی کو اپنے والد شاہ ابوسعیدؒ سے اجازۃً

حضرت شیخ جونپوریؒ کی تیسری سند

حضرت شیخ جونپوریؒ کو اجازۃً سند حاصل ہے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ (سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سے اور حضرت ناظم صاحب کو دو حضرات سے سندیں حاصل ہیں) مولانا ثابت علی پرقاضویؒ سے قرأۃ اور حضرت مولانا حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے اجازۃً، پھر مولانا ثابت علی صاحب کو حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ سے (جو سند اوپر گذر گئی) اور حضرت تھانویؒ کو دو حضرات سے قرأۃ سند حاصل ہے، اول مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ دوم حضرت شیخ الہندؒ سے اوران دونوں حضرات کو سند حاصل ہے شاہ عبدالغنیؒ سے اور شاہ صاحب کو اپنے والد شاہ ابوسعیدؒ سے

پھر ان تینوں حضرات (یعنی مولانا رشید الدین خاں کشمیریؒ اور شاہ محمد اسحاقؒ اور شاہ ابوسعید) کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اور شاہ عبدالعزیزؒ کو سند حاصل ہے، اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اور اپنے ماموں محمد عاشق پھلتی سے اور ان دونوں کو شیخ ابوطاہر الکردی ثم المدنی سے۔

نوٹ: ان سارے حضرات کا تفصیلی تذکرہ بخاری شریف کی سندوں میں گزر چکا ہے صرف ایک صاحب رہ گئے ہیں، حضرت مولانا ثابت علی پرقاضوی جس کو پیش کیا جارہا ہے۔

تذکرہ

حضرت مولانا ثابت علی پورقاضویؒ

آپ کا مختصر تذکرہ جناب مولانا مفتی ناصر الدین صاحب مظاہری استاذ مدرسہ مظاہر علوم نے میری فرمائش پر روداد مدرسہ سے، استفادہ کر کے تحریر فرمایا ہے من وعن پیش ہے زادہ اللہ علما وتوفیقاً۔

’’مجھے نہ کسی سے کچھ لینا ہے نہ کسی کو کچھ دینا ہے، السلام علیکم ورحمة الله وبركاته، لا اله الا الله محمد رسول الله‘‘

یہ آخری الفاظ ہیں مظاہر علوم کے استاذ الکل حضرت مولانا سید ثابت علی پورقاضویؒ کے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے مظاہر علوم کی تاسیس ۱۲۸۳ھ سے ہی تعلیم شروع کی اور فارسی سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک تمام

علوم وفنون کی تعلیم کی تکمیل اسی چہار دیواری میں کی۔

معقولات کے امام، منقولات کے پیشوا، مظاہر علوم میں اپنی شان بے نیازی، سادگی وانکساری، اصولوں پرسختی اور بے اعتدالی وبے انتظامی پر بلا روک ٹوک کھری کھری سنانے والے عالم دین، محدث جلیل، فقیہ بے مثال، علوم عالیہ وآلیہ پر یدطولیٰ رکھنے والی منفرد شخصیت، فخر الاماثل حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے شاگرد رشید، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنیؒ کے استاذ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف پورقاضویؒ کے عم محترم اور سیکڑوں علماء واکابر کے معلم ومربی تھے۔

درس وتدریس

یکم محرم الحرام ۱۲۹۷ھ میں معین مدرس کی حیثیت سے مبلغ چار روپے مشاہرہ پر مظاہر علوم میں آپ کا تقرر ہوا، معین المدرس کے ساتھ ہی آپ نے ۱۲۹۸ھ میں حدیث شریف کی تحصیل وتکمیل کی، ۱۲۹۹ھ میں بھی آپ نے صرف بیضاوی شریف پڑھی، باقی اوقات میں مفوضہ امور بحیثیت استاذ انجام دیتے رہے۔

شروع شروع میں ابتدائی فارسی اور ابتدائی عربی کے اسباق اس شان سے انجام دئے کہ مختصر عرصہ میں پورے مظاہر علوم میں تدریس کے باب میں آپ کی شہرت ہوگئی، چنانچہ چند ہی سال میں آپ اونچے مدرسین میں شمار ہونے لگے، اور حدیث کی مختلف کتب کے اسباق آپ سے متعلق ہوگئے، چنانچہ مسلم شریف، ابن ماجہ اور مشکوۃ شریف میں بطور خاص آپ کے درس کو شہرت ملی۔

۱۳۳۵ھ میں ابتدائی عربی کی تعلیم پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی، اس کو مستقل درجہ اور شعبہ کی حیثیت ملی، خصوصی طور پر اس درجہ کے اصول وضوابط مرتب کئے گئے، مظاہر علوم کے اساتذہ کی سہ نفری کمیٹی کو اس درجہ کا نگراں بنایا گیا، ان تین حضرات میں حضرت مولانا ثابت علی پورقاضویؒ، حضرت مولانا عبد الوحیدؒ اور حضرت مولانا عبد اللطیف پورقاضویؒ شامل تھے۔

امتحانات کے نگراں

مظاہر علوم کے امتحانات کے نگراں بھی مولانا ثابت علیؒ تجویز کئے گئے تھے، آپ کی نگرانی لائق دید اور قابل داد تھی، چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے لکھا ہے کہ:

’’اپنی علوشان، قدامت، جلالت کی وجہ سے امتحان کے روح رواں خاص طور سے وہی ہوتے تھے، اور بہت ہی اہتمام سے محافظین کی نگرانی کیا کرتے تھے، طلبہ کی نگرانی تو مدرسین حضرات کرتے اور مولانا مرحوم سب سے زیادہ

مدرسین کی نگرانی فرماتے، ان کی نگرانی کا منظر بھی کاغذ پر لانے کا نہیں بلکہ کر کے دکھلانے کا ہے، بڑے غور سے دائیں طرف دیکھ رہے ہیں، کہ ایک دم بائیں طرف منہ پھیرلیا، دو محافظ مدرسین اکابر میں سے بھی اگر اس موقع پر ایک دوسرے سے مختصر سی بات کرتے تو مولانا مرحوم وہیں سے ڈانٹ دیتے تھے اور جلدی جلدی فرماتے: میاں صاحب میاں صاحب! تم تو بات کرنے لگے وہ اپنا کام کرلیں گے"

امتحان گاہ میں آپ کی سختی کا ایک اہم ترین واقعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ مہاجر مدنی نے بڑے دل چسپ انداز میں لکھا ہے جس کو مختصراً سپرد قلم کرتا ہوں:

ایک دلچسپ واقعہ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ (سرپرست مظاہر علوم) کے انتقال کی خبر ملی تو مظاہر علوم میں ششماہی امتحان چل رہا تھا، جنازہ میں شرکت کے لئے رخصت ملنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے ناظم مدرسہ حضرت مولانا عنایت الٰہیؒ سے اجازت مانگی، اجازت تو مل گئی مگر یہ بھی فرمادیا کہ چپکے سے چلے جانا مولوی ثابت علیؒ نہ دیکھیں، حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں بہت آہستگی سے اٹھا مگر مولانا ثابت علیؒ نے نہ جانے کہاں سے دیکھ لیا، ایک دم شور مچادیا، کہ یہ کہاں جارہا ہے، یہ کہاں جارہا ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ لکھتے ہیں کہ میں دارالطلبہ قدیم کے زینے تک تو ذرا تیز قدمی سے چلا اور زینے سے اس زور سے بھاگا کہ کچھ انتہا نہ رہی کہ کہیں کوئی آدمی پکڑ کر واپس نہ لے جائے، مہتمم صاحب نے شروع میں تو ادھر سے منہ پھیرلیا، امتحان کا بالکل افتتاح ہو رہا تھا، سوالات کے پرچے بٹ رہے تھے، مہتمم صاحب عمداً اُس طرف مشغول ہو گئے اور مولانا مرحومؒ شور مچاتے رہے، میرے پاس کرایہ کے پیسے نہیں تھے، اور گھر بھی اس لئے نہ گیا کہ کہیں مولانا ثابت علیؒ کا کوئی قاصد پکڑ کر لے جائے، اڈے پر ایک صاحب مل گئے، ان سے چار آنے ادھار لئے اور مولانا ثابت علیؒ کے ڈر کے مارے یارب سلم یارب سلم کہتا ہوا حدود سہارنپور سے نکل گیا" (آپ بیتی)

اصول پسندی

اصول کے بڑے پکے، نظام مدرسہ پر کاربند رہے، بے اصولی کو ناپسند اور بے اعتدالی سے بیزار رہتے، چنانچہ ایک دفعہ گھنٹہ بجانے والے ملازم نے دومنٹ کی تاخیر سے گھنٹہ بجایا، آپؒ فوراً اپنی درسگاہ سے اٹھے اور ملازم کے پاس پہنچ کر ایک تھپڑ رسید فرمادیا، اور فرمایا کہ گھنٹہ وقت پر نہیں بجایا جاتا سارے اسباق گڑبڑ کردئے" (حیات اسعد)

آپؒ سادہ زندگی گزارتے تھے، سادگی پسند فرماتے تھے، مدرسہ کی طرف سے ملنے والی تعطیلات عید و بقرعید کے

علاوہ اپنے گھر پور قاضی محض اس لئے نہ جاتے تھے کہ اسباق کا حرج ہوگا، مدرس دوم ہونے کے باوجود آپ کا نظم ونسق، اوقات پر مداومت، اصول پر عمل ضوابط کی پابندی اور اسباق میں تاخیر سے پہنچنے کے سخت مخالف تھے، یوں بھی آپ ایک استاذ حضرت مولانا عبدالوحیدؒ کے علاوہ تمام ہی اساتذہ کے استاذ تھے، اس لئے گویا استاذ الکل تھے، اور سب ہی آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔

وفات

تقریباً چودہ دن تک مرض احتباس البول میں مبتلا رہ کر ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ شب جمعہ پینسٹھ سال کی عمر میں یہ کہتے ہوئے انتقال فرمایا: ''مجھے نہ کسی سے کچھ لینا ہے نہ کسی کو کچھ دینا ہے، السلام عليكم ورحمة الله وبركاته لااله الا الله محمد رسول الله''. سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی شاہ کمال میں تدفین عمل میں آئی۔

اسناد صحيح مسلم من الشيخ ابو طاهر المدنى الى الامام مسلم

وأما صحيح مسلم فقد أخذه الشيخ ابو طاهر عن أبيه الشيخ إبراهيم الكردى وهو عن الشيخ سلطان المزاحى، وهو عن الشيخ شهاب الدين أحمد بن خليل السبكى، وهو عن الشيخ نجم الدين الغيطى، وهو عن الشيخ زين الدين زكريا، وهو عن الشيخ ابن حجر العسقلانى، وهو عن الشيخ صلاح ابن أبى عمر المقدسى، وهو عن الشيخ فخر الدين أبى الحسن على بن أحمد بن عبد الواحد المقدسى، المعروف بابن البخارى، وهو عن الشيخ أبى الحسن مؤيد بن محمد الطوسى، وهو عن فقيه الحرم أبى عبد الله محمد بن فضل بن أحمد الفراوى، وهو عن الامام أبى الحسين عبد الغافر بن محمد الفارسى، وهو عن أبى احمد محمد ابن عيسى الجلودى النيسابورى، وهو عن أبى إسحاق إبراهيم، بن محمد بن سفيان الفقيه الجلودى، نسبة إلى جمع الجلد، لأنه كان يسكن سكة الجلوديين فى نيسابور، وهو عن مؤلف الكتاب أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى النيسافورىؒ [1]

اسناد صحیح مسلم شیخ ابو طاہر مدنی سے امام مسلم تک

سند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے العجالة النافعیہ میں ذکر فرمائی ہے۔

[1] حوالہ ۱) ماخوذ عجالہ نافعہ ۸۷ تا ۸۹

شیخ ابوطاہر مدنی کومسلم شریف کی سند حاصل ہے، اپنے والد محترم شیخ ابراہیم کردی سے (ان دونوں کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں) اور شیخ کردی کوسند حاصل ہے شیخ سلطان المزاحی سے اور شیخ مزاحی کوسند حاصل ہے شیخ شہاب الدین احمد بن خلیل سبکی سے، اور شیخ سبکی کوسند حاصل ہے شیخ زین الدین زکریا سے اور شیخ زین الدین زکریا کوسند حاصل ہے شیخ ابن حجر عسقلانی سے (زین زکریا اور عسقلانی کے تذکرے بھی اسناد بخاری میں آچکے ہیں) اور شیخ عسقلانی کوسند حاصل ہے شیخ صلاح ابن ابی عمر مقدسی سے اور شیخ مقدسی کوسند حاصل ہے شیخ فخر الدین ابی الحسن علی بن احمد بن عبدالواحد المقدسی معروف ابن البخاری سے اور شیخ ابن البخاری کوسند حاصل ہے شیخ ابوالحسن مؤید بن محمد الطوسی سے اور شیخ طوسی کوسند حاصل ہے فقیہ الحرم ابوعبداللہ محمد بن فضل بن احمد الفراوی سے اور شیخ فراوی کوسند حاصل ہے امام ابوالحسین عبدالغافر بن محمد الفارسی سے اور شیخ فارسی کوسند حاصل ہے ابواحمد محمد بن عیسی الجلودی النساپوری سے اور شیخ جلودی کوسند حاصل ہے ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ الجلودی سے اور شیخ جلودی کوسند حاصل ہے مؤلف کتاب ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری نیساپوریؒ سے۔

تذکرہ

شیخ سلطان بن احمد المزاحیؒ

نام ونسب

آپ کا نام سلطان، کنیت ابوالعزائم، لقب امام الائمہ شیخ القراء بالقاہرہ ہے۔

نسب نامہ یہ ہے

شیخ ابو العزائم سلطان بن احمد بن سلامہ بن اسماعیل المزاحی المصری الشافعی

نسبت آپ کی چار ہیں۔

(۱) المزاحی (بفتح المیم وتشدید الزاء المعجمة و اھمال الحاء)

مزاح مصر میں ایک گاوں ہے جو آپ کا مولد ہے اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کومزاحی کہا جاتا ہے۔

(۲) شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کومصری کہا جاتا ہے۔

(۳) مسلکاً آپ شافعی المسلک تھے اسی لئے آپ کوشافعی کہا جاتا ہے۔

(۴) تعلیم وتعلم کے سلسلہ میں جامعہ ازہر مصر سے منسلک تھے اس لیے آپ ازہری بھی کہلاتے ہیں۔

ولادت

۱۷رجمادی الآخر ۹۸۵ھ میں بدھ کی رات مصر کے ایک قریہ مزاح میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتعلم

شیخ مزاحیؒ نے علوم دینیہ، متداولہ (۱)، شیخ نورزیادیؒ (۲) اور، شیخ احمد بن خلیل سکی حجازی وغیرہ سے حاصل کیا اور علم قرات، (۳) شیخ قاری سیف الدین بن عطاء اللہ الفضالی البصیر سے حاصل کیا اور آپ کے مشہور اساتذہ میں، (۴) شیخ سالم الشبشیری، (۵) واعظ محمد القصری اور (۶) محمد الشربینی الخطیب وغیرہ ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے اساتذہ کرام ہیں منقول ہے کہ آپ کے اساتذہ تیس سے زیادہ ہیں جن سے آپ نے علوم نقلیہ وعقلیہ کو حاصل کیا ہے اوران مشائخ سے افتاء وتدریس کی اجازت آپ کو حاصل ہوئی ہے فقہ وفتاویٰ میں آپکواتنی مہارت حاصل ہوگئی تھی کہ اپنے زمانہ کے فقہاء کے مرجع ثابت ہوگئے اور مذہب شافعیت کے علمبردار بن گئے۔عجالہ نافعہ کے محشی آپ کی تعریف میں تحریر فرماتے ہیں:

> کہ آپ خاتمۃ الحفاظ، یکتائے زمانہ لوگوں کے پیشوا، اپنے زمانہ کے علامہ، متقی، پرہیزگار، زاہد، قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔

کلام المفید میں آپ کے مجاہدہ کا عجیب وغریب قصہ نقل کیا گیا ہے کہ آپ جامعہ ازہر مصر میں مدرس تھے آپکا مکان وہاں سے دور تھا مگر آپ روزانہ اخیر رات ہی میں (یعنی رات کے ثلث اخیر میں اٹھ کر جامعہ ازہر چلے جاتے اور طلوع فجر تک تہجد میں مشغول رہتے پھر فجر کی نماز پڑھانے کے بعد طلوع شمس تک لوگوں کو قرأۃ کی تعلیم دیتے بعدازاں اشراق کی نماز پڑھتے اور ظہر تک مسلسل درس دیتے رہتے یہ آپکا ہمیشہ کا معمول تھا آخر عمر میں بھی کبرسنی اور ضعف کے باوجود کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھتے تھے۔

علمائے محققین آپ کے علوم ظاہری وباطنی سے جس قدر مستفید ہوئے ایسے ہی عوام بھی آپ کے وعظ ونصیحت سے خوب فیضیاب ہوئے ہیں۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے بڑے بڑے علماء محققین اور علماء الثقات نے جامعہ ازہر مصر میں علم حاصل کیا ہے جن میں سے مشہور

تلامذہ یہ ہیں:
(۱)عبدالباقی الزرقانی المکیؒ (۲)شمش البابلیؒ(۳)عثمان النحراویؒ(۴)شاهین الارمناوی (۵)شیخ ابراهیم بن حسن الکردیؒ(۶)علامه شبر آملسی (۷)عبد القادر الصفوریؒ(۸)محمد الخباز البطنینیؒ(۹)منصور الطوحیؒ (۱۰)محمد البقریؒ(۱۱)محمد بن خلیفه الشوبریؒ (۱۲)ابراهیم المرحومیؒ(۱۳)سید احمد الحمویؒ (۱۴)محمد البهوتی الحنبلیؒ(۱۵)احمد البشیشیؒ

ان کے علاوہ مصر کے تمام فقہائے شافعیہ نے علم فقہ میں آپ سے استفادہ کیا ہے شیخ مزاحی نے خود یہ فرمایا تھا من اراد ان یصیر عالما فلیحضر درسی (جس شخص کا بھی ارادہ عالم بننے کا ہو میرے درس میں حاضر ہوا کرے) کیونکہ آپ ہر سال طلباء کو مختلف علوم وفنون کی دس کتابیں پڑھا دیا کرتے تھے۔

آپ کی تصانیف

آپ نے بہت سی مفید اور نافع کتابیں تالیف فرمائی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں

(۱) حاشیه علی المنهج للقاضی زکریا

جو فقہ شافعی میں ہے آپ کے نسخہ میں جو کچھ رہ گیا تو آپ کے شاگرد شیخ مطاوعؒ نے اس کی تجرید کی

(۲) الجوهر المصون(۳)

القرأة الاربع الزائد علی العشر---وغیره

شیخ مزاحی کی وفات

آپ کی وفات بدھ کی رات میں ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۰۷۵ھ میں قاہرہ میں ہوئی کل عمر ۹۰ سال کی پائی نماز جنازہ آپ کے شاگرد شمس البابلی نے پڑھائی کسی نے آپ کی تاریخ وفات کے سلسلہ میں کہا ہے [1]

شافعی العصر ولی ولـه فی مصر سلطان

فی جمادی أرخوه فی نعیم الخلد سلطان

[1] حوالہ(۱) ماخوذ ومستفاد، خلاصۃ الاثر للمحبی ۲۱۰،ج:۲ الاعلام ۱۰۸ ج ۳، ہدیۃ العارفین ۳۹۳ جلد ا حاشیہ عجالہ نافعہ ۷۶، مقدمہ اوجز المسالک ۵۱، الکلام المفید ۳۴۷ تا ۳۵۱

تذکرہ

شیخ شہاب الدین السبکیؒ

نام ونسب

نام احمد، لقب شہاب الدین، نسبت سبکی، مصری، شافعی ہے۔نسب نامہ یوں ہے

شیخ شهاب الدین احمد بن خلیل بن ابراهیم بن ناصر الدین السبکی المصری الشافعی

آپ کی نسبت تین ہیں:

(۱) سبکی (بضم السین المہملہ والموحدۃ) مصر کے ایک قریہ سبکہ کی طرف منسوب ہے جو آپکا مولد اور وطن ہے۔

(۲) مصری شہر اور ضلع مصر کی طرف منسوب ہے۔

(۳) الشافعی: چونکہ آپ امام شافعی کے مذہب کی تقلید کرنے والے تھے اسی وجہ سے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش مصر کے ایک قریہ سبکہ میں ۹۳۹ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتعلم

شیخ شہاب الدین سبکیؒ نے المدرسۃ الباسطیہ مصر میں قیام پذیر ہو کر مصر کے قاضی وامام وخطیب شیخ عبد الباسط سے استفادہ کیا شیخ مدین القوصونی نے آپ کے سلسلے میں تحریر فرمایا ہے کہ

الفاضل العلامه الفقیه المفید

شیخ شہاب الدین سبکی نے شیخ الفاضل محمد شمس الدین الصفوی المقدسی الشافعی سے اور شمس محمد الرملی سے علم حاصل کیا نیز شیخ نجم غیطی بھی آپ کے کبار اساتذہ میں سے ہیں علماء مؤرخین نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے بڑے فقیہ، محدث کبیر اور علوم عقلیہ میں مہارت رکھتے تھے۔

تلامذہ

آپ کے نامور شاگردوں میں شیخ سلطان بن احمد المزاحی اور شمس محمد البابلی وغیرہم کبار علماء محققین ومحدثین ہیں۔

تصانیف

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) فتح الغفور شرح منظومة القبور للسیوطی (۲) فتح المقیت فی شرح التثبیت عند التبییت للسیوطی (۳) مناسک الحج (۴)منهج الخفا فی شرح الشفاء للقاضی عیاض (۵)هدیة الاخوان فی مسائل السلام والاستیذان (۶)فتح المبین بشرح منظومة بن عماد الدین.

ان کے علاوہ آپ کے بہت سارے فتاویٰ ہیں جو ضخیم جلدوں میں ہیں:

وفات

۲۳/جماوی الاخریٰ ۱۰۳۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور کل ۹۳ سال کی عمر پائی مصر کے مقام فسقیہ میں دفن کیے گئے۔ [۱]

تذکرہ

صلاح الدین بن ابی عمر المقدسیؒ

نام ونسبت:

آپ کا نام محمد بن احمد، کنیت ابوعبداللہ، لقب صلاح الدین نسبت مقدسی، صالحی حنبلی ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ابن حجر عسقلانی اس طرح بیان کرتے ہیں:

محمد بن احمد بن ابراهیم بن عبداللہ بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامه المقدسی الصالحی الحنبلی صلاح الدین ابن تقی الدین بن العز مسند الدنیا فی عصره۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۶۸۴ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث کا شوق پیدا ہوا، اور اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مشائخ سے حدیث کا سماع کیا، خصوصاً

[۱] حوالہ (۱) ماخوذ ومستفاد: حاشیہ عجالہ نافعہ ۷۶، مقدمہ اوجز المسالک ۵۱ جلد ۱ الکلام المفید ۳۴۵ تا ۳۴۷

اپنے شیخ فخر علی بن البخاری سے مسند امام احمد بن حنبل، شمائل ترمذی اور منتقی الکبیر وغیرہ کتب حدیث کا سماع کیا، آپ کے اساتذہ تو بہت ہیں جن میں سے چند نمایا حضرات یہ ہیں:

تقی الواسطی، ان کے بھائی محمد، اور احمد عبد المؤمن الصوری عسی المغاری، حسن بن علی الخلال، العز الفراء، تقی بن مؤمن، نصر اللہ بن عیاش وغیرہ۔

ایک طبرزد بغدادی کے تلامذہ کی ایک جماعت نے آپ کو ۶۸۵ھ میں یعنی جب آپ صرف ایک سال کی عمر میں تھے اجازت حدیث عنایت فرمادی تھی۔

آپ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ شیخ فخر ابن البخاری سے سماع حدیث اور اجازت خاصہ کے ساتھ روایت کرنے والوں میں آخری شخص تھے، آپ کی سند آپ کے زمانہ میں سب سے عالی شمار ہوتی تھی، صرف نو واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی تھی، آپ نے اپنے زمانہ کے محدثین کو عموماً اور اہل مصر کو خصوصاً روایت حدیث کی اجازت مرحمت فرمادی تھی، حافظ ابن حجر اسی اجازت عامہ کی بنیاد پر آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کی طرف لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا، ہر طرف سے لوگ آ کر آپ سے حدیث حاصل کرتے تھے، آپ نے پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک روایت حدیث کی، خلق کثیر نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

فضل وکمال

دور الکافیہ میں ہے ابو عمر مقدسی کو جدہ کے مدرسہ کی امامت سپرد کی گئی وہاں انہوں نے اپنی وہ مسموعات جو قدماء محدثین سے سماعت کی تھی روایت کی، ذہبی نے اپنی معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے کہ وہ لمبی عمریں پائی تھیں، یہاں تک وہ اپنے زمانہ کے مسند شمار کئے گئے۔

آپ پاکیزہ طبیعت، صالح مزاج، متقی شخص تھے، آپ محدثین اور طلباء حدیث سے غایت درجہ کی محبت کرتے تھے، حضور ﷺ کی جب آپ کے سامنے حدیث پڑھی جاتی تو آنکھیں ڈبڈبا جاتیں اور جب تک روایت حدیث کا سلسلہ چلتا رہتا آنکھوں سے آنسو جاری رہتے، آپ رقیق القلب حلیم وبردبار انسان تھے، عظیم صفات کے حامل بلند پایہ کے محدث تھے۔

وفات

آپ کی وفات شوال ۷۸۰ھ میں ہوئی کل ۹۶ چھیانوے سال چند مہینے عمر پائی۔[1]

رحمه الله رحمة واسعه

---

[1] یہ حالات ماخوذ و مستفاد ہیں (۱) الدرر الکامنہ ۲۷۰ ج۳ (۲) شذرات الذہب ۲۶۷، ۲۶۸ ج۲ (۳) النجوم الظاہرہ ۱۹۵ ج۱۱ (۴) الکلام المفید ۳۴۲، ۳۴۳

تذکرہ

شیخ فخر الدین ابن البخاریؒ

نام ونسب

نام علی، لقب فخر الدین، کنیت ابوالحسن ہے ابن البخاری سے مشہور ہیں نسب نامہ یوں ہے:

امام، فقیہ، محدث، مسند الدنیا، فخر الدین ابن البخاری ابو الحسن علی بن احمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمن سعدی، مقدسی صالحی، حنبلی

آپ کی چار نسبتیں ہیں:

(۱) سعدی (۲) المقدسی(بفتح المیم وسکون القاف وکسر الدال والسین المهملتین)

یہ بیت المقدس کی طرف منسوب ہے مشہور شہر ہے جو سولہ سترہ ماہ مسلمانوں کا قبلہ تھا۔

(۳)صالحی(بفتح الصاد المهملة و کسر اللام وفی آخرها الحاء المهملة)

یہ ایک بستی الصالحیہ کی طرف منسوب ہے

(۴)حنبلی (بفتح الحاء و سکون النون و فتح الباء الموحدة و فی آخرها لام)

یہ حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہے۔

ولادت

۵۹۵ھ کے اخیر میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور فقہ میں آپ کے استاذ خود آپ کے والد شیخ موفق الدین ہیں۔ اور علم حدیث کا سماع ابوالمکارم لبان اور ابن الجوزی وغیرہ سے کیا ہے ساٹھ (۶۰) سال سے زائد عرصہ تک علم حدیث کا درس دیا ہے۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے علم حدیث کی روایت کرنے والے تلامذہ کی تعداد بہت کثیر ہے چند مشہور تلامذہ کا نام درج ہے:

علامہ ابن الحاجب ،زکی منذری،دمیاطی،ابن دقیق العید،علامہ ابن تیمیہ،مبارک العلوش،ابو سعید الصفار،ابو جعفر الصیدلانی

ان کے علاوہ اور بھی کبار محدثین آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جب کسی حدیث میں میرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ابن البخاری کا واسطہ آجاتا ہے تو مجھے شرح صدر ہوجاتا ہے۔

آپ بڑے فقیہ ذیشان ادیب عالم وفاضل اور کامل العقل انسان تھے تقویٰ و پرہیزگاری، زہد وقناعت آپ کا خاص وصف تھا دنیا سے بے زار، باوقار عظیم الشان شخص تھے آپ کے چہرے سے وجاہت ومتانت ظاہر ہوتی تھی۔

وفات

۶۹۰ھ میں وفات ہوئی اور اپنے والد کے پاس سفح قاسیون میں مدفون ہوئے۔ [1]

تذکرہ

مسند خراسان ابوالحسن المؤید الطوسیؒ

نام ونسب

آپ کا نام مؤید، کنیت، ابوالحسن، لقب رضی الدین نسبت طوسی اور نیشاپوری۔

سلسلہ نسب

شیخ رضی الدین ابوالحسن مؤید بن محمد بن علی بن حسن محمد بن ابی صالح نیشاپوری المعروف بالطوسی (ہذہ النسبۃ الی طوس وہی قریۃ من قری بخاری)

ولادت

آپ کی پیدائش ۵۲۴ھ میں طوس کے اندر ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی اور بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بچپن ہی سے علم حدیث کا شوق پیدا ہوگیا تھا، چنانچہ ۵۳۰ھ میں

---

[1] حوالہ (۱) ماخوذ ومستفاد: شذرات الذہب ۴۱۴ ج ۵، الاعلام ۲۵۷ ج ۴، الکلام المفید ۳۳۷ تا ۳۴۲

جبکہ آپ کی عمر کل چھ سال تھی، فقیہ ابوعبداللہ محمد بن فضل الفراوی سے صحیح مسلم کا سماع کیا، اور فراوی کے آپ آخری شاگرد رہ گئے تھے جس کی وجہ سے بہت سارے محدثین نے آپ سے سند حدیث حاصل کیں اور بخاری شریف شیخ ابوبکر وجیہ بن طاہر نیشاپوری، ابوالفتوح عبدالوہاب بن شاہ بن احمد الشاذیاخی، اور ابوالمعالی الفارسی سے پڑھی، اور موطا روایۃ شیخ ابومصعب سے اور شیخ ابومحمد ہبۃ اللہ بن سہل بن عمر البسطامی سے پڑھی، اور قرآن کی تفسیر اور ابواسحاق الثعلبی کی کتابیں، شیخ ابوالعباس محمد الطوسی سے پڑھیں، ان کے علاوہ دیگر نیشاپور کے شیوخ کی ایک جماعت سے دیگر حدیث کی کتابیں جیسے فقیہ ابومحمد عبدالجبار ابن محمد الخواری اور ام الخیر فاطمۃ بنت ابی الحسن علی بن المظفر بن زعیل وغیرہم سے اکتساب فیض کیا۔

تلامذہ

آپ نے ایک لمبی عمر پائی تھی، جس کی وجہ سے نیشاپور میں آپ کی سند حدیث سب سے عالی تھی، اس لئے آپ کی طرف رجوع عام ہوا، اور دور دراز سے طالبان علوم حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور سند حدیث حاصل کرتے، اور بڑے بڑے محدثین زمانہ آپ کے شاگرد ہیں جن میں سے چند نامور محدثین یہ ہیں:

فخر الدین ابن البخاری، ابن خلکان، یاقوت، ابن نقطہ، اور ابن عساکر وغیرہم۔

وفات

آپ کی وفات بیس شوال کی رات میں ۶۱۷ھ میں نیشاپور کے اندر ہوئی، اور ۲۱ رشوال کو تدفین ہوئی۔ [1]

تذکرہ

فقیہ الحرم ابوعبداللہ محمد بن فضل الصاعدی الفراویؒ

نام ونسب:

آپ کا نام محمد والد کا نام فضیل، کنیت ابوعبداللہ، لقب فقیہ الحرم، نسبت فراوی، نیشاپوری، (خراسان کے اطراف میں واقع خوارزم کے قریب فراوہ بستی کی طرف منسوب ہے۔

[1] حوالہ (۱) (مذکورہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) حاشیہ عجالہ نافعہ ۸۸ (۲) شذرات الذہب ۷۸ ج ۵ (۳) وفیات الاعیان ۳۴۵، ۳۴۶ ج ۵ (۴) الکلام المفید ۳۳۵، ۳۳۶

سلسلہ نسب

فقیہ الحرم ابوعبداللہ شیخ محمد بن الفضل بن احمد بن محمد بن احمد بن ابی العباس الصاعدی الفراوی النیشاپوری الشافعی۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ میں نیشاپور کے اندر ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم فقہ امام الحرمین ابوعلی الجوینی سے حاصل کیا، اور تصوف شیخ ابو القاسم سے حاصل کیا، اور حدیث میں صحیح مسلم ابوالحسین عبدالغافر بن محمد الفارسی سے اور صحیح بخاری سعید بن ابی سعید العباء اور محمد بن احمد الحفصی سے پڑھی۔

ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث ابوبکر البیہقی، ابوالقاسم القشیری اور ابوعثمان الصابونی وغیرہم سے پڑھیں۔

اور آپ کے سامنے بہت سارے کبار محدثین نے زانوئے تلمذ طے کر کے اخذ حدیث فرمایا ہے، جن میں سے چند نام یہ ہیں:

ابو القاسم بن عساکر، ابو العلاء الحسن بن احمد العطار الهمدانی، ابو سعد عبد الكريم بن محمد السمعانی، احمد بن اسماعيل القزوينی، محمد بن علی بن الوحش الحرانی، ابو سعد عبد الله بن عمر بن الصغار، عبد السلام بن عبد الرحمن الاكفانی، عبد الرحيم بن عبد الرحمن الشعری، ابو الفتح منصور بن عبد المنعم بن عبد الله بن محمد الفراوی

اور سب سے اخیر میں مؤید بن محمد بن علی الطّوسی نے سماعت حدیث کی ہے۔

صفات وکمالات

آپ امام، فنی مناظر، محدث، واعظ، اور اہل علم کے مابین بڑے مکرم ومعزز تھے، اور اپنے علاقہ کے مفتی، صحیح العقائد، خوبصورت چہرہ، اور حسن اخلاق، نرم مزاج، ظریف الطبع، ملنسار، اور اکثر مسکراتے رہتے تھے، جود وسخاء کے پیکر مسافروں اور مہمانوں کا اعزاز واکرام کرنے والے حلیم الطبع انسان تھے، آپ کے پاس حدیث شریف کی عالی سندیں موجود تھیں، جس کی وجہ سے دنیا بھر سے راویان حدیث سفر کر کے آتے اور حدیث کا سماع کرتے تھے، منقول ہے کہ آپ سے ایک ہزار راویان حدیث نے روایت کی ہیں۔

مسلم شریف کے ختم پر لکھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا:

وقد اسمع صحیح مسلم قریباً من عشرین مرة.

آپ کے شاگردِ خاص ابوسعد سمعانی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے جیسا اپنے شیوخ میں سے کسی کو نہیں پایا۔

وفات

آپ کی وفات شوال ۵۳۰ھ میں ہوئی اور ابن خزیمہ کے قریب مدفون ہوئے [۱] رحمة الله رحمة واسعه

تذکرہ

شیخ ابوالحسین عبدالغافر بن محمد الفارسیؒ

نام ونسب

آپ کا نام عبدالغافر، کنیت ابوالحسین، لقب الثقة المعمر، نسبت فارسی اور نیشاپوری ہے۔

سلسلہ نسب

الشیخ الامام الثقة المعمر الصالح ابو الحسین عبد الغافر بن محمد بن عبد الغافربن احمد بن محمد بن سعید الفارسی ثم النیسابوریؒ

ولادت

آپ کی پیدائش ۳۵۳ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد تیرہ سال کی عمر میں ۳۶۵ھ میں ابواحمد محمد بن عیسی بن عمرویہ الجلودی سے صحیح مسلم کا سماع کیا، اور امام ابوسلیمان خطابی سے ان کی کتاب غریب الحدیث کا سماع کیا، اور دیگر کتب حدیث بہت سارے محدثین سے پڑھیں، جیسے بشر بن احمد الاسفرائنی، اسماعیل بن عبداللہ بن میکائیل اور ابوعمرو بن محمد ابوعمرو بن مطر سے بھی سماع حدیث کا امکان ہے

تلامذہ

آپ سے بہت سارے علماء محدثین اور حفاظ نے حدیث کا سماع کیا ہے جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں:

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) مقدمہ شرح مسلم للنوی ۱۱ (۲) شذرات الذہب ۹۴، ج ۴ (۳) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۸۸، ۸۹، (۴) الکلام المفید ۳۳۱ تا ۳۳۴

نصر بن الحسن التنکی، ابو عبد الله الحسین بن علی الطبری، عبید الله بن ابی القاسم القشیری، عبد الرحمٰن بن ابی عثمان الصابونی محمد بن الفضل الصاعدی الفراوی، اسماعیل بن ابی بکر القاری.

اور فاطمہ بنت زعبل العالمۃ وغیرہ سے منقول ہے کہ حافظ حسن بن احمد السمر قندی نے آپ سے مسلم شریف تیس سے زائد مرتبہ اور ابوسعد البحیر ی نے بیس سے زائد مرتبہ پڑھی

فضل وکمالات

آپ عمدہ محدث، شیخ الثقۃ الامین، صالح، دین کی حفاظت کرنے والے، مالدار صاحب ثروت تھے، اللہ تعالی نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا، علوم ظاہرہ وعلوم باطنہ سے مالا مال تھے۔

وفات

آپ نے ۹۵ پچانوے سال کی عمر مکمل فرما کر شوال المکرّم ۴۴۸ھ میں نیشاپور کے اندر انتقال فرمایا۔ [1]

رحمة الله رحمة واسعه

تذکرہ

شیخ ابو احمد محمد بن عیسیٰ الجلودیؒ

نام ونسب

آپ کا نام محمد، والد کا نام عیسیٰ، کنیت ابو احمد، لقب القدوۃ الصادق الزاہد، نسبت النیشابوری، الجلودی ہے۔

سلسلہ نسب

الامام الزاهد القدوة الصادق ابو احمد محمد بن عيسى بن محمد بن عبد الرحمن الزاهد الجلودي النيسابوري

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۸۸ھ میں نیشاپور میں ہوئی وہیں نشوونما پائی۔

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) مقدمہ شرح مسلم للنوی (۲) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۸۹ (۳) شذرات الذہب ۲۷۷ ج ۳ (۴) الکلام المفید ۳۲۸ تا ۳۳۱

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد اپنے شہر نیشاپور کے کبار محدثین سے علم حدیث حاصل کیا، اور بعد میں دور دراز کا سفر فرمایا۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ وشیوخ میں چند نمایا حضرات یہ ہیں:

عبد اللہ بن شیرویہ، ابن سفیان، احمد بن ابراہیم بن عبد اللہ، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ، ابو بکر محمد بن زنجویہ القشیری، محمد بن المسیب الارغیانی اور ابو العباس السراج وغیرہ۔

تلامذہ

آپ سے بہت سارے محدثین اور خلق کثیر نے استفادہ کیا ہے جن کا شمار نہیں، چند چنیدہ حضرات یہ ہیں:

ابو عبد اللہ الحاکم، احمد بن الحسن بن بندار، ابو سعید عمر بن محمد، ابو سعید محمد بن علی النقاش، ابو محمد بن یوسف اور ابو الحسین بن عبد الغافرین محمد الفارسی وغیرہ حضرات ہیں۔

فضل وکمالات

امام حاکمؒ نے اپنی تاریخ میں ابو احمد الجلودی کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

هو من كبار عباد الصوفية.

یعنی بڑے عبادت گذار اور بڑے صوفیاء کرام میں سے تھے، شیخ ابو حفص نیشاپوری کے اصحاب نے آپ کی صحبت اختیار کر کے اکتساب فیض کیا ہے، آپ کتابت کر کے اجرت لیتے اور اپنے ہاتھ کی محنت سے کھاتے تھے، اور زاہد فقراء میں آپ کا شمار تھا، مشہور محدث وفقیہ مجتہد سفیان ثوریؒ کے مذہب سے پوری طرح واقف اور اس پر عمل پیرا تھے۔

ابراہیم بن سفیان سے آپ نے آخیر میں مسلم شریف کی سماعت کی تھی، آپ ہی پر ابن سفیان سے مسلم شریف کی روایت ختم ہوگئی لہٰذا اگر آپ کے بعد والے لوگ عن ابراہیم بن سفیان کہہ کر روایت کرے تو وہ غیر ثقہ ہوگا

وفات

امام حاکمؒ نے فرمایا کہ جلودی کی وفات ۲۴/ذی الحجہ ۳۶۸ھ میں ہوئی کل عمر اسی سال پائی، اور حیرہ کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔[1] رحمة الله رحمة واسعه

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) سیر اعلام النبلاء ۳۰۱ تا ۳۰۳ ج ۱۶۔ (۲) شذرات الذہب ۶۷ ج ۳۔ (۳) مقدمہ شرح مسلم للنوی (۴) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۸۹۔ (۵) الکلام المفید ۳۲۶، ۳۲۷۔

تذکرۃ المحدث

ابراہیم بن محمد الفقیہ الجلودی الحنفیؒ

نام ونسب

آپ کا نام ابراہیم والد کا نام محمد، کنیت ابواسحاق، لقب الامام الفقیہ اور دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ابن سفیان بھی کہا جاتا ہے، نسبت جلودی نشاپوری اور حنفی ہے۔

سلسلہ نسب

علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

الامام القدوۃ الفقیہ العلامۃ المحدث الثقۃ ابو اسحاق، ابراھیم بن محمد بن سفیان النشابوری السفیانی (منسوب الی مذھب السفیان)

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد نیشاپور کے مشائخ سے حدیث کا سماع کیا، آپ مشہور بزرگ محدث وفقیہ ایوب بن الحسن الزاہد حنفی کے تلامذہ مین سے ہیں، آپ حضرت امام مسلمؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، ایک عرصہ تک حضرت امام مسلم کی صحبت میں رہ کر علم حدیث میں مہارت تامہ پیدا کرلی تھی، حضرت امام مسلم سے ان کی صحیح کے سماع سے رمضان المبارک ۲۵۷ھ میں فارغ ہوئے، البتہ کتاب الحج کتاب الوصایا، اور کتاب الامارت کا کچھ حصہ نہیں پڑھ سکے تھے، اس لئے انہیں وجادۃً یا اجازۃً روایت کرتے ہیں، ان تمام جگہوں کی صحیح مسلم کے مطبوعہ نسخوں میں نشاندہی کردی گئی ہے۔

بہرحال آپ ہی مسلم شریف کے رائج اور متداول نسخہ کے روای ہیں، چنانچہ مولانا روح الامین بنگلہ دیشی اپنی کتاب الکلام المفید فی تحریر الاسانید میں ابواسحاق نیشاپوری کے تذکرہ کے تحت نقل فرماتے ہیں:

وقال الحافظ القرشی وابراھیم ھذا ھو راوی صحیح مسلم عن مسلم قال ابراھیم فرغ لنا مسلم من قراءۃ الکتاب فی شھر رمضان سنۃ سبع وخمسین ومأتین.

علمی اسفار و دیگر شیوخ

آپ نے علم حدیث کے لئے مختلف امصار و مدن کی طرف سفر فرما کر وہاں کے مشائخ سے سماع حدیث فرمایا ہے، جن میں سے چند شہر اور وہاں کے مشائخ یہ ہیں۔

عراق جا کر سفیان بن وکیع اور عمرو بن عبد اللہ اودی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا، رَی جا کر محمد بن مقاتل الرازی اور موسیٰ بن نصر سے سماع فرمایا، حجاز اور مکہ جا کر محمد بن ابی عبد الرحمٰن المقری اور ان کے ہم عصر محدثین سے سماع کیا، اور بخارا اور اس کے اطراف میں طوس جا کر محمد بن رافع اور محمد بن اسلم الطوسی وغیرہ سے سماع حدیث فرمایا۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے ایک خلق کثیر نے استفادہ کیا اور بڑے بڑے محدثین نے زانوئے تلمذ طے کیا ہے، جن میں سے چند چنیدہ حضرات یہ ہیں۔

احمد بن ہارون الفقیہ، قاضی عبد الحمید بن عبد الرحمٰن، محمد بن احمد بن شعیب ابو الفضل محمد بن ابراہیم اور محمد بن عیسیٰ بن عمرویہ الجلودی وغیرہ۔

فضل و کمالات

آپ انتہائی متقی زہد و تقوی کے پیکر، شبانہ روز عبادتوں میں مشغول رہنے والے محنتی عالم دین تھے۔

چنانچہ ابن شعیب فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ میں ابن سفیان سے زیادہ کوئی نہ زاہد تھا، اور نہ عبادت گزار، محمد بن یزید العدل فرماتے ہیں کہ ابن سفیان مستجاب الدعوات تھے، حاکم فرماتے ہیں:

کان من العباد المجتہدین الملازمین لمسلم.

وفات

آپ کی وفات رجب المرجب ۳۰۸ھ میں ہوئی ہے۔ رحمة الله رحمة واسعه

---

[۱] یہ حالات ماخوذ و مستفاد ہیں: (۱) سیر اعلام النبلاء ۳۱۱ تا ۳۲۳ (۲) الجواہر المضیہ ۴۶ ج ۱، (۳) شذرات الذہب ۲۵۲ ج ۲، (۴) المقدمۃ للنوی شرح مسلم ۱۲/۱۱ (۵) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۸۹ (۶) الکلام المفید ۳۲۵، ۳۲۶

تذکرہ

حضرت امام مسلم بن الحجاج القشیریؒ

نام ونسبت

نام مسلم، والد کا نام حجاج، کنیت ابوالحسین، لقب عساکر الدین، نسبت قشیری، نیشاپوری (عرب کے مشہور قبیلہ قشیر کی طرف منسوب ہوکر قشیری اور خراسان کے شہر نیشاپور میں پیدا ہونے کی وجہ سے نیشاپوری کہلاتے ہیں)

سلسلہ نسب

شیخ ابوالحسین عساکر الدین مسلم بن وردالقشیری النیشاپوری۔

ولادت

آپ کی پیدائش میں دوقول ہیں ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے (آخری قول صحیح ہے) آپ کا مولد نیشاپور بغداد کے بعد عظیم الشان شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اور مہمات البلاد سے معروف تھا، اس وقت شہر نیشاپور معدن الفضلاء ومنبع العلماء تھا، اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بیہقیہ یہیں تعمیر ہوا تھا، جو بغداد کے مدرسہ نظامیہ سے بھی پہلے قائم ہوا تھا، اس لئے یہ شہر محدثین وفقہاء اور دیگر علوم وفنون کے ماہرین کا مرکز تھا۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی وبنیادی تعلیم کے بعد یہاں کے شیوخ سے حدیث کا سماع شروع کیا، سب سے پہلے ۲۱۸ھ میں حدیث شریف سماعت کی اور سب سے زیادہ آپ نے نیشاپور کے مشہور محدث یحییٰ بن یحییٰ التمیمی نیشاپوری سے اکتساب فیض کیا، اور حدیث میں مہارت پیدا کی، حدیث شریف کی طلب کیلئے خراسان ونیشاپور کے علاوہ، عراق، بغداد، شام، مصر، حجاز، بلخ حرمین، کوفہ وغیرہ کا متعدد بار سفر فرمایا، آپ نے بہت سارے کبار محدثین سے سماع کیا، جن میں سے چند حضرات نمایاں طور سے یہ ہیں:

امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، امام بخاری، عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، احمد بن یونس یربوعی، اسماعیل بن ابی

اویس، سعد بن منصور، اور عون بن سلام وغیرہ۔

آپ کے صرف ان اساتذہ کی تعداد جن سے آپ نے صحیح مسلم میں روایت لی ہے (۲۲۰) دوسوبیس ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے اساتذہ ہیں جن کی روایت مسلم شریف میں نہیں ہے، جیسے علی بن المدینی محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ

بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ھ میں ہوا، جس کے دوسال کے بعد وفات ہوئی، آپ نے بغداد میں حدیث شریف کا درس بھی دیا اور آپ کے سامنے بہت سارے بڑے بڑے محدثین اور حفاظ نے زانوئے تلمذ طے کیا۔

آپ کے نامور تلامذہ

آپ سے تو خلق کثیر نے استفادہ کیا ہی ہے اس کے علاوہ اپنے زمانہ کے ائمہ فن اور شیوخ حدیث نے آپ سے روایت کی ہے جن میں سے چند نمایا حضرات یہ ہیں، حضرت امام ترمذی (صرف ایک روایت لی ہے) ابراہیم بن ابی طالب، ابن خزیمہ، سراج، عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رازی، ابوبکر بن خزیمہ، ابوعوانہ اسفرائنی، ابن صاعد، ابوحامد بن اشرقی، ابوحامد احمد بن حمدان الاعمشی، ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ مکی بن عبدان، محمد بن مخلد العطاء وغیرہ۔

فضل وکمال

حضرت امام مسلم اپنے زمانہ میں فن حدیث کے امام شمار کئے جاتے تھے، بڑے بڑے اکابرین نے آپ کی جلالت قدر کا اعتراف کیا ہے۔

احمد بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ اور ابوحاتم کو دیکھا کہ صحیح حدیث کی معرفت اپنے زمانہ کے تمام مشائخ پر امام مسلم کو مقدم رکھتے تھے، حسین بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن راہویہ کو امام مسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں سنا کہ کون شخص ان کا مقابل ہوسکتا ہے، ابن ابی حاتم امام مسلم کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور حفاظ حدیث میں سے تھے، ابوعمرو بن حمدان فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عقدہ سے سوال کیا کہ امام بخاری احفظ ہیں یا مسلم انہوں نے جواب دیا کہ دونوں عالم ہیں، میں نے بار بار یہی سوال کیا تو فرمایا محمد (امام بخاری) اہل شام سے روایت میں غلطی کر گئے کہ ایک راوی کا نام ذکر کیا اور دوسری جگہ ان کی کنیت ذکر کردی جس سے یہ گمان کرلیا گیا کہ دو مستقل راوی ہیں، اور امام مسلم سے علل حدیث میں غلطیاں کم ہوتی ہیں، کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں مسند اور مرفوع روایتیں ہی ذکر کی ہیں، مقطوع اور مرسل روایتیں نہیں لائے ہیں، حافظ ابوقریش کہتے ہیں دنیا میں حفاظ حدیث چار ہیں ان میں سے ایک امام مسلم ہیں۔

زہد وتقویٰ

آپ کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر کسی کی غیبت نہیں کی نہ کسی کو مارا اور نہ برا بھلا کہا، پاکیزہ خو، صاف گو اور انصاف پسند انسان تھے، شبانہ روز ریاضت وعبادت میں گزارتے تھے، اکابر علماء خصوصاً اساتذہ کا بے حد احترام کرنے والے تھے۔

حضرت امام مسلم کا فقہی مسلک

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: لااعلم مذهبه بالتحقيق.

کیونکہ کسی بھی محدث ومصنف حدیث کا مذہب ان کے تراجم ابواب سے معلوم ہوتا ہے اور مسلم شریف میں تراجم ابواب ندارد ہے، کیونکہ مسلم شریف کے حاشیہ پر تراجم شارح مسلم علامہ نووی کے ہیں:

اور نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ اور اتحاف النبلاء میں ان کو شافعی المسلک لکھا ہے بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ وہ حنبلی المسلک تھے، اور مولانا عبدالرشید نعمانی نے ماتمس الیہ الحاجۃ میں ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ مالکی المسلک تھے، اس لئے کہ بعض علماء مالکیہ نے اپنی سند مسلسل بالمالکیہ امام مسلم تک پہنچائی ہے۔

امام مسلم کی تصانیف

امام مسلم کی صحیح مسلم کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، چند یہ ہیں:

كتاب المسند الكبير، كتاب الاسماء والكنى، كتاب التميز، كتاب العلل، كتاب الوخدان، كتاب الافراد، كتاب الاقران، كتاب سؤالاته احمد بن حنبل، كتاب حديث عمرو بن شعيب، الانتفاع بأهب السباع، كتاب مشائخ مالك، كتاب مشائخ الثورى، كتاب مشائخ شعبة، كتاب من ليس له الاراو واحد، كتاب المخضرمين، كتاب اولاد الصحابة، كتاب اوهام المحدثين، كتاب الطبقات، كتاب افراد الشاميين.

لیکن ان تمام کتابوں میں شہرۂ آفاق مقبول عند اللہ وعند الناس صحیح مسلم ہے جسکا پندرہ سال میں ایسی تین لاکھ حدیثوں سے انتخاب فرمایا ہے، جن کو براہِ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا، مکررات سمیت ۱۲۰۰۰ بارہ ہزار اور حذف و تکرار کے بعد ۴۰۰۰ چار ہزار حدیثیں ہیں، بعض وجوہ کی بنا پر صحیح بخاری سے بھی درجہ میں بڑھ جاتی ہے، جیسے تعدد اسانید،

متون کا حسن سیاق، جودۃ نظم، طرق کی تلخیص، ضبط انتشار، حسن ترتیب۔

حضرت امام مسلم کی وفات

آپ کی وفات انہاک حدیث کا ایک عبرت انگیز واقعہ ہے، وہ یہ ہے کہ حدیث کے مذاکرہ کی مجلس میں آپ سے ایک حدیث معلوم کی گئی آپ کو وہ حدیث معلوم نہیں تھی، اپنے گھر تشریف لائے اور حدیث کی تلاش کرنے کے لئے رات میں چراغ جلایا اور گھر والوں کو منع فرما دیا کہ کوئی میرے پاس آ کر خلل نہ ڈالے، اس پر گھر والوں نے کہا کہ کھجور کا ایک ٹوکرا ہدیہ میں آیا ہوا ہے، آپ نے کہا کہ اسے لے آؤ، اسے لایا گیا، اس کے بعد آپ حدیث کی تلاش میں اس طرح مستغرق ہوئے کہ ٹوکرے سے ایک ایک کھجور کھاتے گئے، اور حدیث تلاش کرتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی ادھر کھجور کا ٹوکرا صاف ہوگیا اور ادھر حدیث بھی مل گئی، مگر کھجور کا زیادہ کھالینا موت کا سبب بن گیا، اور آپ ۲۵؍رجب اتوار کی شام میں ۲۶۱ھ میں وفات پا گئے دوشنبہ کو نیشاپور سے باہر نصیر آباد میں مدفون ہوئے۔[۱] رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

اسناد ابی داؤد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

احقر الوری بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) نے پوری ابوداؤد شریف استاذ محترم حضرت شیخ مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم سے پڑھی ہے، اور حضرت الاستاذ کی کل چار سندیں ہیں، ایک حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے قرأۃ اور تین سندیں قطب الاقطاب حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کاندھلوی سے جن کو پوری تفصیل کے ساتھ حضرت الاستاذ مدظلہ نے الدر المنضود کے مقدمہ ۷۲ تا ۷۴ میں مع نقشہ پیش فرمایا ہے من وعن نقل کرتا ہوں

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ کی ابوداؤد کی سند

چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد شریف دو مرتبہ دو استاذوں سے پڑھی ہے، پہلی مرتبہ ۸۰ھ میں جو میرا دورۂ حدیث کا سال تھا، اس میں ابوداؤد شریف میں نے سابق ناظم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے پڑھی، اس کے بعد ۸۸ھ میں جب کہ احقر پہلی بار مظاہر علوم میں ابوداؤد پڑھا رہا تھا اس وقت بندہ نے دوبارہ ابوداؤد شریف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے پڑھی۔

---

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) مقدمہ للامام النووی فی شرح مسلم ۱۲، (۲) سیر اعلام النبلاء ۵۵۷ ج ۱۲ (۳) شذرات الذہب (۱۴۴، ۱۴۵ ج ۲، (۴) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۹۱، ۹۲ (۵) الکلام المفید ۳۲۳، ۳۲۴

بہر حال بندہ کی پہلی سند اس طرح ہے بندہ اس کتاب کو روایت کرتا ہے مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد ماجد شاہ ابوسعید مجددیؒ سے، اور وہ روایت کرتے ہیں حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے۔

بندہ کی دوسری سند حضرت شیخؒ سے ہے، اور حضرت شیخ کی تین سندیں ہیں دو سندیں قراءۃً اور ایک سند اجازۃً، حضرت شیخ نے ۳۴ھ میں دورہ کی اکثر کتابیں اپنے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے پڑھیں، اور اس کے بعد ۳۵ھ سے مسلسل کئی سال تک دورہ کی اکثر کتابیں حضرت سہارنپوریؒ سے پڑھیں، اس لئے حضرت شیخ کی دو سندیں تو قراءۃً ہو گئیں اور تیسری سند اجازۃً ہے۔

حضرت شیخ کی پہلی سند اس طرح ہے، حضرت روایت کرتے ہیں مولانا محمد یحییٰ صاحب سے، وہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے، وہ شاہ عبد الغنی مجددی سے، وہ شاہ ابوسعید مجددی سے، اور وہ شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے۔

حضرت شیخ کی دوسری سند اس طرح ہے، حضرت شیخ روایت کرتے ہیں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری سے، وہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ سے، وہ حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے، وہ مولانا رشید الدین خان دہلویؒ سے، اور وہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے۔

حضرت شیخ کی تیسری سند جو اجازۃً ہے، وہ اس طرح ہے، حضرت شیخ روایت کرتے ہیں مولانا عنایت الٰہی صاحب (مدرسہ کے مہتمم اول) سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے، وہ شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے، اور وہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے۔ نور اللہ مرقدہم

حضرت شیخ کی اسانید ثلاثہ میں سے تیسری سند جو اجازۃً ہے، اس کو اگر آپ غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ شاہ صاحب تک اس میں ایک واسطہ کم ہے، اس لئے وہ سند سندِ عالی ہوئی، یہ تین سندیں ہوئیں ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی، اس میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کی صرف ایک سند آئی ہے۔

جاننا چاہئے کہ حضرت سہارنپوریؒ کی بھی تین سندیں ہیں۔

ایک تو وہی جو اوپر مذکور ہوئی،

دوسری یہ کہ حضرت سہارنپوریؒ کو اجازت حدیث حاصل ہے، حضرت شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے اور شاہ صاحب کی سند اوپر گذر گئی۔

تیسری سند اس طرح ہے کہ حضرت سہارنپوریؒ نے ابوداؤد شریف بماہِ رمضان المبارک حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بڈھانویؒ نبیرہ شاہ عبدالعزیز صاحب وداماد شاہ اسحاق صاحبؒ سے پڑھی، اور مولانا عبدالقیوم صاحب بڈھانوی شاگرد ہیں شاہ اسحاق صاحب کے جن کی سند اوپر مذکور ہو چکی۔

اس کے علاوہ دو سندیں سہارنپوریؒ کی سلاسل حجازیہ میں ہیں، جس وقت حضرت سہارنپوریؒ حجاز مقدس میں تشرف فرماتھے تو بعض علماء حجاز سے آپ نے اجازت حدیث حاصل فرمائی تھی، (۱) عن الشیخ احمد دحلان (۲) عن السید احمد البرزنجی اس طرح حضرت سہارنپوری کی کل پانچ سندیں ہوگئیں جن میں دو سندیں قراءۃً ہیں اور باقی تین اجازۃً

تذکرہ

حضرت شیخ مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ مظاہر علوم سہارنپور حضرت الاستاذ حضرت مولانا سید عاقل بن الحاج مولانا حکیم محمد ایوب صاحب ۹ رشعبان ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۵ / اکتوبر ۱۹۳۷ء شب پنجشنبہ سہارنپور میں آپ کی ولادت ہوئی خاندانی دستور کے مطابق جامع مسجد سہارنپور میں ۲۳ / صفر ۱۳۶۶ھ میں حفظ قرآن شروع فرمایا اور ۱۹ / ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ میں حفظ کی تکمیل فرمائی بعدہ جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر اول سے آخر تک یہاں کے شیوخ واساتذہ سے اکتساب فیض فرمایا اور ۱۳۸۰ھ میں سند فراغت حاصل کی، دورہ حدیث کے اساتذہ مع تعیین کتب یہ ہیں

بخاری شریف مکمل حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ سے، مسلم شریف، مولانا منظور احمد خاں صاحب سے ابوداؤد مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور سے، ترمذی، نسائی مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی سے حضرت شیخ مولانا یونس صاحب جونپوریؒ آپ کے درسی ساتھی ہے۔ ذہانت وفطانت کی وجہ سے تمام طلبہ پر فائق اور آپ کی استعداد سے مظاہر علوم کے سارے طلبہ متاثر ہیں۔ یہاں تک کے بعض طلبہ نے ناظم صاحب سے درخواست کی کہ ہم لوگ مولانا عاقل صاحب سے باقاعدہ ہدیہ سعیدیہ پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ حضرت مولانا اس وقت طالب علم ہی تھے ۳۰ / جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ سے آپ بلامعاوضہ معین مدرس مقرر کئے گئے ایک سال کے بعد ماہ شوال ۱۳۸۲ھ میں باقاعدہ استاذ بنالئے گئے اور نور الانوار، شرح تہذیب کا سبق سپرد کیا گیا ترقی کرتے ہوئے شوال ۱۳۸۶ھ میں استاذ حدیث بنا لئے گئے اور مشکوۃ شریف آپ کے حوالے کی گئی ۱۳۸۷ھ استاذ دورہ حدیث منتخب ہو کر یعنی پہلی مرتبہ ابوداؤد کا سبق آیا

جواس وقت کل ۱۴۳۵ھ جوتقریبا ۵۰/سال سے آپ کے یہاں ابو داؤد کا درس ہو رہا ہے ۱۳۹۰ھ میں آپ صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے حضرت شیخ سے بعت و اصلاح کا تعلق تھا اور حضرت شیخ کے خلفاء میں آپ کا شمار ہے حضرت شیخ کی تصنیفات میں معاون رہے جیسے لامع الدراری، ابواب تراجم وغیرہ

منصب شیخ الحدیث پر

۱۶/شوال بروز منگل ۱۴۳۸ھ میں حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی رحلت کے بعد منصب عظیم پر بالاتفاق اراکین شوریٰ نے آپ کو فائز کیا الحمد اللہ اس وقت سے اب تک پوری تابانی کے ساتھ بخاری شریف دونوں جلدوں کا درس فرمارہے ہے۔

خانقاہی وروحانی فیضان

آپ حضرت شیخؒ کے داماد اور اجل خلفاء میں سے ہیں الحمد اللہ اس وقت مظاہر علوم سہارنپور میں علماء وعوام الناس کا رجحان آپ کی طرف ہے اور آپ لوگوں کو روحانی فیض سے مستفیض فرمارہے ہیں۔

آپ کی تصنیفات

تعریف و جیز عن جامع .مظاهر علوم سهارنفور یہ آٹھ صفحات میں مختصر سا رسالہ عربی میں ہے جس میں جامعہ اور اس کے چند نامور فضلاء کا تعارف ہے(۲) الحل المفهم لصحيح المسلم ،مسلم شریف کی حضرت گنگوہی کی درسی تقریر حضرت مولانا یحیٰ صاحب نے جمع کیا تھا اس پر حضرت شیخ کے حکم سے حضرت مولانا عاقل صاحب نے حاشیہ تحریر کر کے تعلیق وتشریح کے ساتھ جمع کیا حضرت شیخ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور طباعت کی اجازت دی۔کل صفحات ۶۴۴ دوجلدوں میں شائع ہوچکی ہے(۳)مقدمه الكوكب الدرى. حضرت شیخ کے ایماء پر رجب ۱۳۹۴ھ میں تحریر کی گئی کل صفحات ۴۷ ہیں امام ترمذی کی مختصر مگر معتمد تاریخ اور مناقب ہیں اور اس کے ساتھ حضرت گنگوہی حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلوی اور حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہم مختصر تاریخ زندگی ہیں ۔ یہ مستقلا رسالہ کی شکل میں طباعت کے ساتھ الکوکب الدری علی الجامع الترمذی کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے (۴) الـفـيـض السمائى على سنن النسائى حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ کے علمی افادات کا مجموعہ آپ نے تحقیق وتحشیہ کے بعد شائع کیا جو چار جلدوں میں طباعت ہوچکی ہیں (۵) الدر المنضود علی سنن ابی داؤد۔حضرت مولانا سید عاقل

صاحب دامت برکاتہم کی درسی تقریر ہے جو مزید تحقیق تدقیق کے بعد ۶ جلدوں میں شائع ہوئی اور مکمل شرح کی حیثیت ہے اساتذہ وطلبا ہر ایک کے لئے نہایت مفید ہیں

ملفوظات حضرت شیخ

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ و ۱۳۹۷ھ کی مجالس ارشادات اور ملفوظات کا یہ مجموعہ ہے جو ان کے بعد خلفاء نے مرتب کیا تھا حضرت الاستاذ مولانا عاقل صاحب مدظلہ نے نظر ثانی اور تحقیق کے بعد اپنے مکتبہ سے شائع کیا ہے (۷) مختصر فضائل درود شریف حضرت شیخ کی شہرۂ آفاق کتاب فضائل درود شریف سے کچھ فضائل اور چند درود شریف کا انتخاب کر کے یہ مختصر کتاب ترتیب دی گئی ۱۴۱۹ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے (۸) بذل المجہود کے ہندوستانی نسخہ پر حضرت شیخ کا حاشیہ، حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے ۵۰ سالہ دور میں بذل پر محققانہ ولولانہ حواشی تحریر فرماتے تھے جو بعد میں مصری ایڈیشن میں شامل کر لئے گئے تھے جو ہندوستانی نسخہ پر نہیں تھا حضرت مولانا عاقل صاحب نے ۱۴۱۵ھ میں اس کو ہندوستانی نسخہ پر بھی تصحیح اغلاط کے منتقل فرمایا نیز حضرت شیخ نے بذل کے لئے ایک مکمل مقدمہ بھی تحریر فرمایا تھا جو آج تک ایک قلمی نسخہ کی شکل میں موجود تھا حضرت مولانا سید عاقل صاحب نے اسے بھی شامل کتاب فرمایا (۹) بیان الدعاء حضرت الاستاذ مولانا عاقل صاحب نے اپنے لئے ابوداؤد پڑھانے کے دوران چند دعاؤں کو کاپی پر نوٹ کیا تھا بعد میں دیگر کتب حدیث سے مراجعت کے بعد مستند دعاؤں کا یہ مجموعہ تیار فرمایا، جو اردو کے ساتھ انگلش میں بھی چھپ چکی ہے اور اس کتاب سے بہت سے لوگوں کو فائدہ بھی ہوا ہے [1]

[1] مستفاد وماخوذ علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات ص: ۲۲۷ تا ۲۳۲ ج: ۴

اسناد سنن أبي داود (الی الامام ابی داؤدؒ)

أما سنن أبی داود فقد أخذه الشيخ أبوطاهر عن الشيخ حسن العجيمی وهو عن الشيخ عيسى المغربی، وهو عن الشيخ شهاب الدين أحمد بن محمد الخفاجی، وهو عن الشيخ مسند الوقت بدر الدين حسن الكرخی، وهو عن الحافظ أبی الفضل جلال الدين السيوطی، وهو عن الشيخ محمد بن مقبل الحلبی، وهو عن الشيخ صلاح بن أبی عمر المقدسی، وهو عن أبی الحسن فخر الدين علی بن محمد بن أحمد بن البخاری، وهو عن مسند الوقت أبی حفص عمر بن محمد بن طبرزد البغدادی، وهو عن الشيخين الفاضلين ابراهيم بن محمد بن المنصور الكرخی، وأبی الفتح مفلح بن أحمد بن محمد الدومی نسبة الی دومة الجندل، موضع فاصل بين حد الشام والعراق وقعت فيه قصة التحكيم، وهما عن الحافظ أبی بكر أحمد بن علی بن ثابت الخطيب البغدادی صاحب تاريخ بغداد، وله مؤلفات كثيرة فی علوم الحديث، وهو عن أبی عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمی، وهو عن أبی علی محمد بن اللؤلؤی وهو عن صاحب الكتاب ابی داؤد سليمان بن الاشعب السجستانی ۔ [1]

اسناد سنن ابی داؤد شیخ ابوطاہر مدنی سے امام ابوداؤد تک

شیخ ابوطاہر مدنی (ان کا تذکرہ بخاری شریف کی سند میں آچکا ہے) کو سند حاصل ہے شیخ حسن العجیمی سے ان کو سند حاصل ہے شیخ عیسی المغربی سے اور شیخ مغربی کو سند حاصل ہے شیخ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی سے اور شیخ خفاجی کو سند حاصل ہے شیخ مسند الوقت بدر الدین حسن الکرخی سے اور شیخ کرخی کو سند حاصل ہے شیخ حافظ ابوالفضل جلال الدین السیوطی سے اور شیخ سیوطی کو سند حاصل ہے شیخ محمد بن مقبل الحلبی سے اور شیخ حلبی کو سند حاصل ہے شیخ صلاح بن ابی عمر المقدسی سے (ان کا تذکرہ سند مسلم میں گزر چکا) اور شیخ مقدسی کو سند حاصل ہے ابوالحسن فخر الدین علی بن محمد بن احمد بن البخاری سے (ان کا تذکرہ اسناد مسلم میں گزر چکا) اور شیخ ابوالحسن بخاری کو سند حاصل ہے مسند الوقت ابوحفص عمر بن محمد طبرزد البغدادی سے اور شیخ بغدادی کو سند حاصل ہے دو حضرات سے، اول ابراہیم بن محمد بن المنصور الکرخی سے اور ابوالفتح مفلح بن احمد بن محمد الدومی سے، پھر ان دونوں کو سند حاصل ہے حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی سے اور

---

[1] العجالۃ النافعہ ص۹۰ تا ۹۳

شیخ بغدادی کو سند حاصل ہے ابوعمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد الہاشمی سے، اور شیخ ہاشمی کو سند حاصل ہے ابوعلی محمد بن الؤلوی سے اور شیخ لؤلوی کو سند حاصل ہے صاحب کتاب حضرت ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

تذکرہ
شیخ حسن بن علی العجیمی الحنفی

نام ونسبت

نام حسن والد کا نام علی کنیت ابوالاسرار، لقب فقیہ صوفی، مسند الحجاز، نسبت عجیمی، مکی۔

سلسلہ نسب

شیخ عبدالحی الکتانی نے یوں تحریر کیا ہے:

هو ابو الاسراء حسن بن علی بن محمد بن عمر العجیمی المکی الدار، مسند الحجاز علی الحقیقة المجاز الفقیه الصوفی المحدث العارف

عجالۂ نافعہ کے حاشیہ میں سلسلہ نسب اس طرح ہے:

هو الشیخ ابو علی حسن بن علی بن یحی بن عمر بن احمد المکی الحنفی العجیمی.

اور علامہ سندی نے بھی حصرت الشارد میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۰۴۹ھ میں مکۃ المکرمہ کے اندر ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے حصول علم میں انتہائی درجہ کی محنت کی اور شبانہ روز منہمک ہوکر تمام علوم وفنون کو حاصل کرتے ہوئے علم حدیث میں کمال تک پہنچے، شیخ ابومہدی الثعالبی کی صحبت میں رہ کر ان کی اکثر مرویات کو حاصل کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ میں بڑی سعادت عطا فرمائی، ان کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے مشائخ حدیث سے آپ نے حدیث کا سماع کیا ہے، جیسے علی بن ابی بکر الجمال الانصاری المکی، ابومہدی الثعالبی، شیخ قشاشی، مسند الشام محمد بن بدرالدین البلبانی، محمد

بن کمال الدین بن حمزۃ بن النقیب، اور مسند الیمن الشہاب احمد بن العجل الزبیدی، اور بھی بہت سارے اپنے زمانہ میں شام، حجاز، ہند، یمن، مصر اور مغرب کے کبار محدثین سے سماع حدیث کیا ہے، جیسے عبد القادر طبری کے دو صاحبزادے علی اور زین العابدین وغیرہ سرفہرست ہیں۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے بڑے بڑے علماء محدثین کے علاوہ ایک خلق کثیر نے اکتساب فیض کیا ہے، بتایا جاتا ہے کہ دنیا بھر کے جو بھی علماء حرمین شریفین آتے تو آپ سے ملاقات کرنے اور آپ سے حدیث کے سماع کرنے میں بڑی کوششیں کرتے، اللہ نے آپ کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ دنیا بھر کے مشائخ نے آپ سے روایت لی اور آپ کی مرویات خوب نشر ہوئیں۔

آپ کے شاگرد ابو طاہر کورانی فرماتے ہیں کہ آپ کی مجلس بہت لمبی ہوتی تھی، سورج نکلنے کے بعد ہم لوگ بیٹھتے اور عصر تک آپ کھڑے نہیں ہوتے سوائے ظہر کی نماز کیلئے، اور پوری موطا کو گیارہ مجلسوں مین ان پر قرأۃ کر کے مکمل کی گئی

آپ کا مسلک

آپ مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے، مگر چند مسائل میں شافعیہ کے مسلک پر عمل کرتے تھے، جیسے سفر میں ظہر وعصر کو جمع کر کے پڑھتے تھے، اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام کرتے تھے، خیر ان کا یہ عمل تفردات میں سے ہوسکتا ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔[1]

تذکرۃ الشیخ

عیسیٰ بن محمد المغربی

نام ونسبت

آپ کا نام عیسیٰ والد کا نام محمد کنیت ابو مکتوم نسبت المغربی الثعالبی الہاشمی المالکی۔

[1] فہرس الفہارس ۳۸۰ ج ۱، (۲) الیانع الجنی ۲۶، (۳) حدائق الحنفیۃ ۴۵۶ (۴) اتحاف النبیۃ ۲۷ (۵) حاشیۃ العجالۃ النافعۃ ۷۴، (۶) الکلام المفید ۳۹۴ تا ۳۹۵

سلسلہ نسب

شیخ عبدالحی الکتانی فرماتے ہیں (ہوالشیخ ابومکتوم) عیسٰی بن محمد بن محمد بن احمد بن عامر بن عباد الثعالبی، آپ کا سلسلہ نسب جعفر بن ابی طالب تک پہنچتا ہے۔

ولادت

تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حدیث کا شوق پیدا ہوا، اوراپنے زمانہ کے مشہور محدثین جیسے شیخ احمد القشاشی اور شمس الدین البابلی وغیرہ سے سماع حدیث کیا، اوراکناف واطراف کے محدثین کے پاس سفر کرکے حدیث حاصل کی، اوراس زمانہ کی اسانید عالیہ وغربیہ کو جمع فرمالیا، آپ کو جوسندیں حاصل تھی وہ کسی کے پاس نہیں تھی۔

آپ نے جن جن مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا ان کی پہلے تحقیق کرتے اور پھر حدیث لیتے، آپ کے مشائخ نے بھی آپ سے خوب فائدہ اٹھایا جتنا کہ آپ نے ان مشائخ سے استفادہ کیا۔

جب آپ نے مکہ میں مستقل قیام فرمالیا تو روایت حدیث میں مشغول ہوگئے اور جتنی روایات سنی تھیں، عوالی مسند، غرائب مسلسلات اورنوادر تواریخ وغیرہ سب کی نشرواشاعت میں ہمہ تن مشغول ہوگئے آپ ہرسال مدینہ منورہ حاضر ہوتے تھے۔

آپ کی تصانیف

آپ نے متعدد کتابیں لکھیں ہیں جن میں سے مشہور کتاب ہے مقالید الاسانید فی علم الاسانید، جس کا تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

وفات

۲۴/رجب المرجب ۱۰۸۰ھ میں مکہ کے اندر ہی آپ کی وفات ہوئی۔

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) انسان العین ص۶ (۲) فہرس الفہارس ۷۷۳ج۲ (۳) التعلیقات الظراف علی الاتحاف ۲۷، (۴) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۷۴، (۵) الکلام المفید ۲۹۳،۳۹۲

تذکرہ

شیخ احمد شہاب الدین الخفاجی الحنفی

نام ونسبت

آپ کا نام احمد والد کا نام محمد لقب شہاب الدین، نسبت خفاجی حنفی مصری۔

سلسلہ نسب

علامہ محبی تحریر فرماتے ہیں:

هو الشيخ قاضي القضاة شهاب الدين احمد بن محمد بن عمر الخفاجي (نسبة الى ابيه) المصري الحنفي.

ولادت

آپ کی پیدائش ۹۷۹ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کو اللہ تعالی نے حفظ واتقان کے اعلی معیار پر فائز فرمادیا تھا، انتہائی ذہین، فطین اور بیدار مغز انسان تھے، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیگر علوم وفنون کو کما حقہ حاصل کیا، خود فرماتے ہیں کہ جب میں سن تمیز (یعنی ہوش سنبھالا) تو اپنے ماموں سیبویہ سے علوم عربیہ کو حاصل کیا، پھر ترقی کرتے ہوئے علم معانی، منطق وغیرہ پڑھتے ہوئے بارہ علوم کو حاصل کیا، اس کے بعد فقہی مسلک میں دو مذہب (مذہب حنفی وشافعی) کا مطالعہ شروع کیا اور ان مذہبوں کا مطالعہ ان کے تاسیسی اصول کے مطابق شروع کیا، اور ان اصول وجزئیات کو مزید معلوم کرنے کے لئے شیخ الاسلام محمد الرملی کے درس میں حاضر ہونے لگا اور ان سے علم فقہ کے کلی وفروعی مسائل سیکھنے کے ساتھ مسلم شریف کا کچھ حصہ پڑھا، انہوں نے بقیہ پوری مسلم اور تمام مؤلفات ومرویات کے مجموعہ جو ان کو قاضی زکریا عن والدہ کی سند سے حاصل تھیں، ان سب کی اجازت مرحمت فرمادی۔

اور اسی زمانہ میں شیخ نور الدین علی الزیادی کے درس میں لمبی مدت تک حاضری دیتے ہوئے ان سے خوب اکتساب فیض کیا۔

آپ کے اساتذہ میں علامہ فہامہ خاتمۃ الحفاظ والمحدثین ابراہیم العلقمی بھی ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے پاس الشفاء مکمل پڑھی، انہوں نے اس کتاب کے علاوہ دیگر اور کتابوں کی بھی اجازت مرحمت فرمائی اور بڑی نظر وکرم فرمائی اور برکت کی دعائیں دیں۔

اور العلامہ فی سائر الفنون علی بن غانم المقدسی الحنفی کے درس میں حاضر ہوکر حدیث پڑھی، انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی، اسی طرح آپ نے علم وادب اور شعر شیخ احمد علقمی اور محمد صالحی الشامی سے اور علم طب شیخ داؤد البصیر سے حاصل کیا۔

پھر اپنے والد کے ساتھ حرمین شریفین جاکر شیخ علی بن جار اللہ العصام وغیرہ سے علم حاصل کیا پھر وہاں سے قسطنطنیہ جاکر وہاں کے علماء وفقہاء اور مصنفین وغیرہ سے استفادہ کیا، جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں، ابن عبد الغنی مصطفیٰ بن عزی، میر داؤدان سے آپ نے ریاضت اور اقلیدس وغیرہ علم وفن کی کتابیں پڑھیں، اور وہاں اپنے استاذ شیخ ابن حسن سے بھی علم حاصل کیا، جنہوں نے خاتم المفسرین ابوسعود العماری سے انہوں نے موید داری سے انہوں نے جلال الدوانی سے سند حاصل کی تھی۔ وہیں اپنے استاذ کے وفات پاجانے کے بعد عہد قضاء پر فائز کئے گئے پھر بعد میں اس سے سبکدوش بھی ہوگئے۔

عادات وصفات

آپ علم وکمال کے اعتبار سے منفرد زمانہ تھے، اپنے زمانہ کے تمام علماء پر تفوق علمی کے اعتبار سے یکتائے روزگار تھے، آپ اپنے زمانہ میں علم کی پہچان اور علامت کے بدر منیر شمار کئے جاتے تھے، آپ رأس المؤلفین ورئیس المصنفین نثر ونظم میں فائق الاقران تھے، زمانہ مین ہر آدمی آپ کی تقریر وتحریر اور حسن انشاء میں بے مثال اور منفرد ہونے کے معترف تھے۔

آپ لطیف مزاج اور نظیف الطبع انسان تھے، آپ کو اللہ تعالی نے ہر طرح کا فضل وکمال عطا کیا تھا اور آپ کے پاس ہر فن کی کتابیں بھی مہیا تھیں، اس لئے آپ علم کے نادر سے نادر نکتوں سے واقف تھے۔

آپ کی تصانیف

آپ نے بہت ساری کتابیں تالیف فرمائی ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

ریحانۃ الباء، شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل، شرح درۃ الغواص فی اوهام الخواص للحریری، طرار المجالس، نسیج الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، خبایا الزوایا

فی الرجال من البقایا، ریحانة الندمان، عنایة القاضی، کفایة الراضی حاشیة علی تفسیر البیضاوی ٨ جلدوں میں، دیوان الادب فی کر شعراء العرب السوانح وغیرھا.

وفات

آپ کی وفات ۱۰۶۹ھ میں ہوئی ہے۔[1]

تذکرہ

شیخ مسند الوقت بدر الدین حسن الکرخیؒ

نام ونسبت

ان کا نام الیانع الجنی اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ عجالہ نافعہ اور العناقید الغالیہ وغیرہ کتابوں میں نام حسن لقب بدر الدین نسبت کرخی لکھا ہے، مگر کتب رجال میں اس نام ولقب اور نسبت کا کوئی راوی نہیں ملتا ہے، جنہوں نے علامہ جلال الدین سیوطی سے روایت کیا ہو، اور ان کے تفصیلی حالات کہیں مذکور بھی نہیں ہیں۔

البتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے الارشاد الی مہمات الاسناد میں صرف بدر الدین کرخی لکھا ہے، نام کی اس میں صراحت نہیں کی گئی ہے، اسی طرح علامہ محقق صالح بن محمد بن نوح العمری الفلانی المغربی ثم المدنی نے اسناد سنن ابی داؤد میں بغیر نام کی صراحت کئے بدر الکرخی کا سماع علامہ سیوطی سے بیان کیا ہے۔

البتہ علامہ محبی نے خلاصۃ الاثر میں اور علامہ خیر الدین زرکلی نے الاعلام میں بدر الدین محمد بن محمد کرخی کی زین زکریا انصاری سے ملاقات اور ان سے اجازۃ روایت کرنا بیان کیا ہے، اگر یہی بدر الدین محمد بن محمد کرخی ہیں، تو پھر علامہ سیوطی کا صرف ایک سال کا زمانہ ملتا ہے، اور اجازۃ روایت لینا ممکن ہے، مگر ان کے ترجمہ میں علامہ سیوطی سے نہ روایت لینے کا ذکر ہے، اور نہ سیوطی سے روایت لینے والے تلامذہ میں اس کا تذکرہ ہے۔

میں نے اپنے استاذ ومرشد شیخ العالم حضرت جونپوریؒ سے سوال کیا تو فرمایا کہ ممکن ہے سیوطی سے روایت اجازت

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) خلاصۃ الاثر ۳۳۱ ج ۱ (۲) فہرس الفہارس ۲۸۰ ج ۱ (۳) ہدیۃ العارفین ۱۶۰ ج ۱ (۴) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۱ (۵) الکلام المفید ۳۹۰ تا ۳۹۱

عامہ کی بناء پر کرتے ہوں اور فرمایا کہ پہلے لوگ اجازت عامہ دیدیتے تھے، بلکہ بچہ پیٹ میں ہوتا تھا اور شیخ اجازت دیدیتے تھے۔ ل

وفات

آپ کی وفات ۱۲۱۸ھ میں ہوئی۔

تذکرہ

الحافظ ابوالفضل جلال الدین السیوطیؒ

نام ونسبت

نام عبدالرحمٰن والد کا نام ابوبکر محمد کمال الدین، کنیت ابوالفضل، لقب جلال الدین نسبت شافعی خضیری، سیوطی (سیوط دریائے نیل کے مغربی جانب ایک شہر ہے اس کی طرف منسوب ہوکر سیوطی کہلاتے ہیں) اور اس شہر میں ایک محلہ خضریہ ہے جو آپ کا مولد ہے، اس کی طرف منسوب ہوکر خضیری کہلاتے ہیں)

سلسلہ نسب

الشیخ الامام العلامة البحر الفهامة صاحب التصانيف الكثيرة ابو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بكر محمد كمال الدين بن سابق الدين بن عثمان فخر الدين بن ناظر الدين الاسيوطي او السيوطي الشافعي الخضيري المعروف بابن الكتب .

ولادت

آپ کی پیدائش سنیچر واتوار کے درمیانی شب یکم رجب چاندرات میں قاہرہ کے اندر ۸۴۹ھ میں ہوئی، آپ کے والد ترکی، عربی اور والدہ عجمیہ تھی۔

تعلیم وتربیت

آپ سن صغر یعنی جب پانچ سال سات ماہ کی عمر ہی کے تھے کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور آپ یتیم ہوگئے،

ل یہ حالات ماخوذ و مستفاد ہے (۱) الضوالامع ص:۶۵ ج:۴ (۲) النور الساغر ص:۲۵۲ (۳) البدر الطالع ص:۳۲۷ ج:۱ (۴) الکواکب السائرہ ص:۲۲۶ ج:۱ (۵) شذرۃ الذہب ص:۱۵ ج:۸ (۶) تحاف النبلاء ص:۲۸۹ (۷) ہدیۃ العارفین ص:۵۳۷ ج:۱ (۸) حاشیۃ العجالۃ النافعہ ص:۹۱ (۹) الکلام المفید ص:۳۸۹ تا ۳۹۰

والد بزرگوار نے مرتے وقت چند حضرات کو وصی مقرر کر گئے تھے، ان بزرگ وصیوں میں سے شیخ کمال ابن الہمام حنفی بھی تھے، انہوں نے آپ کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ فرمائی، چنانچہ خداداد ذہانت اور شیخ کمال کی توجہ سے آٹھ سال سے کم عمر ہی میں قرآن کریم حفظ کر کے فارغ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے منہاج الاصول، الفیہ ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں، اور شیخ شمس سراجی اور شیخ شمس مرزمانی حنفی سے بھی بہت ساری درسی وغیر درسی کتابیں پڑھیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے شافعیہ، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے علماء سے علم حاصل کیا جو تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) شیوخ، اساتذہ ہیں جو معجم میں مذکور ہیں، جن میں سے چند نامور یہ ہیں:

علامہ بلقینی، الشرف مناوی، شمس بن الفالاتی ، جلال محلی، الزین العقبی برھان البقاعی شافعی، شمس السخاوی شافعی، سیف الدین البکتمری، علامہ محی الدین الکافیجی البرغمی، حافظ قاسم بن قطلوبغا السودونی حنفی امام تقی الدین الشمنی حنفی.

روایت حدیث میں آپ کو اجازۃ سند حاصل ہے، حلب ابن مقبل اور صلاح بن ابی عمر المقدسی سے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے تلمذ

بعض جگہ لکھا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کے بھی آپ شاگرد ہیں، مگر یہ بات خلاف تحقیق ہے، ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ اور سیوطی کی پیدائش ۸۴۹ھ کی ہے تو حافظ ابن حجر کی وفات کے وقت صرف تین سال کی عمر تھی، اوراس وقت آپ نے تعلیم وتعلم شروع ہی نہیں کیا تھا، البتہ اجازت عامہ کی بنیاد پر روایت کر سکتے ہیں، اگر ابن حجر نے اجازت عامہ دی ہو تو۔

درس وتدریس اور افتاء

آپ تعلیم کی تکمیل کے بعد ۸۷۰ھ میں افتاء کا کام شروع فرمایا، آپ نے خود حسن المحاضرہ میں تحریر فرمایا ہے: حق تعالیٰ شانہ نے مجھے سات علوم "تفسیر، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع" میں تبحر عطا فرمایا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حج کے موقع پر آب زمزم پیتے ہوئے یہ دعاء کی ہے کہ فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی کے رتبہ کو اور حدیث میں حافظ ابن حجر کے مقام کو پہنچ جاؤں۔

آپ اپنے زمانہ میں حدیث کے بڑے امام تھے، آپ نے خود فرمایا کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں، اگر مجھے

اس سے بھی زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کر لیتا، لیکن آپ روایت حدیث میں متساہل تھے جیسا کہ صاحب عجالۃ النافعہ نے ذکر کیا ہے، اور بہت سارے شاگرد پیدا ہوئے۔

زہد وعبادت

آپ نے چالیس سال کی عمر میں قضاء وافتاء وغیرہ سے سبکدوش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی، اور ریاضت وعبادت اور رشد وہدایت میں مشغول ہو گئے، آپ کے زہد وقناعت کا یہ عالم تھا کہ امراء اور اغنیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قیمتی قیمتی ہدایا پیش کرتے مگر آپ قبول نہیں کرتے۔

سلطان الملک اشرف قانصوہ الغوری نے ایک خصی غلام اور ایک ہزار اشرفیاں آپ کی خدمت میں بھیجیں، آپ نے اشرفیاں واپس کر دیں اور غلام آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ کا خادم بنا دیا، اور بادشاہ کے قاصد کو فرمایا کہ آئندہ کبھی بھی میرے پاس ہدیہ لیکر مت آنا، کیونکہ اللہ تعالی نے مجھے اس جیسے ہدایا سے مستغنی کر دیا ہے۔

بادشاہ وقت نے آپ کو کئی مرتبہ اپنے یہاں آنے کی دعوت دی مگر آپ حاضر نہیں ہوئے۔

آپ کی تصانیف

آپ کا قلم بہت سریع تھا، آپ کے شاگرد شمس حاوی مالکی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ روزانہ تین کاپیاں تحریر فرما لیتے تھے، آپ کی تصانیف چھ سو کے قریب ہیں، اس سے قبل اس قدر کثیر التصانیف کوئی بھی مصنف نہیں گزرے ہیں۔

آپ کی تصنیف میں سب سے پہلی تصنیف شرح استعاذہ وبسملہ ہے اور علوم القرآن پر آپ کی تالیف الاتقان فی علوم القرآن نہایت اہم اور مشہور ہے، اور تفسیر میں جلالین شریف جلد اول شہرۂ آفاق ہے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اتنی کثیر تصانیف ہونے کے باوجود آپ کی کتابوں کے متن تحریف، تصحیف اور پیچیدہ عبارات سے خالی ہیں۔

وفات

آپ کی وفات ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہو کر جمعہ کی آخری شب ۱۹/ جمادی الاول ۹۱۱ھ میں ہوئی۔ اور مصر میں باب القرافۃ سے باہر حوش قوصونی میں دفن کئے گئے۔[1]

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) الضوء اللامع ۶۵ ج ۴ (۲) النور السافر ۳۵۲ (۳) البدر الطالع ۳۲۷ ج ۱ (۴) الکواکب السائرہ ۲۲۶ ج ۱، (۵) شذرات الذہب ۵۱ ج ۸، (۶) اتحاف النبلاء ۲۸۹، (۷) ہدیۃ العارفین ۵۳۴ ج ۱، (۸) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۴،۷۳ (۹) الکلام المفید ۳۸۳ تا ۳۸۹

تذکرہ

الشیخ محمد بن مقبل الحلبیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام محمد والد کا نام مقبل کنیت ابوعبداللہ لقب شمس الدین نسبت صیر فی حلبی ہے۔

سلسلہ نسب

شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مقبل بن عبداللہ الحلبی، الصیر فی مسند الدنیافی عصرہ۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۷۹۰ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

اللہ تعالی نے آپ کوانتہائی درجہ کی ذہانت وفطانت عطا کی تھی اور اطراف عالم کی طرف رحلات علمیہ کیلئے اللہ نے زمین کووسیع فرمادیا تھا، اور عمر عزیز بھی لمبی عطا کی تھی، ان ساری وجوہات کی بناء پر آپ نے تمام علوم دینیہ شرعیہ فلسفیہ وغیرہ میں ملکہ حاصل کرلیا تھا کہ بعد والے لوگ اس سے عاجز رہے، ان علوم کو حاصل کرنے کے بعد حدیث کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیث اور فن حدیث تقریباً اسی ۸۰ مشائخ سے حاصل کی ہے، اور اکابر محدثین سے عالی سندیں اس درجہ میں حاصل کیں کہ اس سلسلہ میں آپ مسند الدنیافی عصرہ سے مشہور ہوئے، علوسند کے اعتبار سے آپ نے پوتوں کو داداؤں سے ملادیا، آپ نے سند عالی محمد بن علی بن یوسف الحراوی سے حاصل کیا، جو اپنے شیخ حافظ عبد المؤمن دمیاطی باسانیدہ سے روایت کرتے تھے، نیز آپ نے مسند عالی فخر بن البخاری کے آخری شاگرد ابوعمر المقدسی الصالحی الحنبلی سے بھی حاصل کی، اور ابن مقبل نے شیخ حجاز سے بھی سند عالی حاصل کی جیسا کہ علامہ فلانی کے ثبت میں مذکور ہے۔

بہر حال ابن مقبل ان مشائخ سے علوسند کے حاصل کرنے والوں میں دنیا کے اندر آخری شخص رہ گئے تھے۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا خاص کر اس زمانہ کے کبار محدثین آپ سے سند حدیث حاصل کرنے میں فخر

وسعادت محسوس کرتے تھے، جیسے علامہ سخاوی، علامہ سیوطی، زکریا السنباطی وغیرہ آپ کی وفات کے بعد لوگ ایک درجہ گھٹ گئے۔

وفات

آپ کی وفات رجب المرجب ۸۷۰ھ میں ہوئی۔ [1]

تذکرہ

شیخ ابو حفص عمر بن طبرزد بغدادی

نام ونسب

نام عمر، کنیت ابوحفص، لقب ابن طبرزد ہے نسب نامہ یوں ہے:

الشیخ المسند الکبیر الرحلة ابو حفص عمر بن محمد بن معمر بن احمد بن یحیٰ بن حسان البغدادی الدار قزی المودب

آپ ابن طبرزد سے مشہور ہیں (الطبرزد بذال المعجمة ہوالشکر

ولادت

شیخ ابوالحفص عمر بن محمد کی پیدائش ماہ ذی الحجہ ۵۱۶ھ میں بغداد کے ایک قریہ دارقز میں ہوئی اور وہیں نشوونما پائے۔

تعلیم وتعلم

اپنے دیار ہی میں دین کی بنیادی تعلیم حاصل کر کے علوم عالیہ خصوصاً علم حدیث میں مہارت پیدا کر لی اس کا اصل سبب یہ ہوا کہ آپ کے حقیقی بھائی ابوالبقاء محمد (جو خود بڑے پائے کے محدث تھے) انہوں نے آپ کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی اور بچپن ہی میں بڑے بڑے محدثین کی خدمت میں حاضر کروا کر حدیث کا سماع کروایا بعد میں شیخ ابن طبرزد کو خود ہی اس فن سے لگاؤ پیدا ہو گیا اس لئے آپ خود بڑے بڑے محدثین کے پاس حاضر ہوئے اور سند عالی حاصل کر لی۔

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) الضوء اللامع ۵۳،ج ۱۰، (۲) فہرس الفہارس ۴۱۳ ج ۱ (۳) حاشیہ عجالہ النافعہ ۹۱ (۴) الکلام المفید ۳۸۰ تا ۳۸۲

آپ کے مشہور مشائخ

آپ کے اساتذہ میں بہت سارے علمائے محدثین ہیں چند مشہور یہ ہیں:

(۱) شیخ ابو القاسم بن حصین (۲) ابو غالب احمد بن الحسن بن البناء (۳) ابو المواہب احمد بن محمد بن عبد الملک المعروف بابن ملوک (۴) ابوبکر محمد بن عبد الباقی البزاز وغیرہم محدثین سے سماع حدیث کی ہیں (۵) آپ نے سنن ابوداؤد کا کچھ حصہ شیخ ابو البدر الکرخی سے پڑھا اور کچھ حصہ ابوداؤد کا شیخ مفلح دومی سے پڑھا۔ (۶) شیخ ابو الفتح الکروخی، ان سے آپ نے جامع ترمذی ماہ ذی الحجہ ۵۴۷ھ کے پہلے عشرہ میں مکۃ المکرمہ کے اندر پڑھی۔

آپ کے مشہور تلامذہ

شیخ ابن طبرزد کے بہت سارے شاگرد ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

(۱) شیخ ابو الحسن فخر الدين علی بن محمد بن احمد بن البخاری

(۲) امام فقیه محدث مسند الدنيا فخر الدين ابن البخاری سعدی مقدسی صالحی حنبلی

(۳) الشیخ و الحافظ محب الدين ابو عبد الله محمد بن محمود المعروف بابن البخاری البغدادی.

(۴) فاطمه بنت الحسن وغيرهم

شیخ ابن طبرزد کی دینی حالت

شیخ دینی اعتبار سے سست اور لاپرواہ آدمی تھے مثلاً کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے پانی اور پتھر کے بغیر استنجاء کرتے تھے اور نماز بھی نہیں پڑھتے تھے روایتِ حدیث پر غلط انداز سے اجرت لیتے تھے بہت سارا مال جمع کیا مگر ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔

عبد العزیز بن ہلالہؒ نے فرمایا کہ میں نے عمر بن طبرزد کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے بدن پر تنگ کپڑے تھے میں نے ان سے اللہ کا واسطہ دے کر وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں آگ کے گھر کے ایک گھر میں ہوں۔ میں نے تعجب سے پوچھا وہ کیوں؟ انہوں نے کہا۔

لأخذ الذهب على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم

ابن ہلالہ نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ انہوں نے مال وزر حاصل کر کے خزانہ بنایا مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔

دینی حالات اس قدر خراب ہونے کے باوجود محدثین کا سماع حدیث

سوال یہ ہے کہ ان کی دینی حالت جب اتنی خراب تھی تو بڑے بڑے حفاظ حدیث اور کبار محدثین نے ان سے حدیث کا سماع کیسے کیا۔

جواب: اس کی دیگر وجوہات ہیں:

(۱) ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ محدثین نے اچھا گمان رکھا تھا۔ (۲) دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کی سند عالی تھی (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ ان سے علماء و محدثین نے کتب متداولہ کی سند حاصل کی تھی جو مطبوعہ و مرتبہ انداز سے لوگوں کے درمیان کثرت کے ساتھ موجود تھیں خالص روایتِ حدیث کی سند حاصل نہیں کی ہوں گی۔ واللہ اعلم بالصواب

شیخ ابن طبرزد کی وفات

۹/رجب المرجب ۶۰۷ھ میں بغداد میں وفات پائی اور باب حرب میں دفن کئے گئے۔ [1]

تذکرہ

الشیخ ابراہیم بن محمد المنصور الکرخیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام ابراہیم والد کا نام محمد کنیت ابوالبدر لقب فقیہ الشافعی نسبت کرخی (بفتح الکاف وسکون الراء منسوب الی کرخ) (بغداد)

سلسلہ نسب

حافظ ابن نقطہ نے تحریر کیا ہے ابراہیم بن محمد بن منصور بن عمر بن علی ابوالبدر الکرخی الفقیہ الشافعی۔

ولادت

آپ کی ولادت کب ہوئی معلوم نہیں ہوسکا، پانچویں صدی کے نصف میں ایک دو سال آگے پیچھے پیدائش ہوئی۔

---

[1] حوالہ (۱) ماخوذ ومستفاد: سیر اعلام النبلاء ۵۸ تا جلد ۱۶ شذرۃ الذہب ص: ۲۶ ج: ۵، الکلام المفید ۳۲۸ تا ۳۲۹

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم پانے کے بعد شیخ ابواسحاق سے علم فقہ حاصل کیا، اور علم حدیث ابوالحسین بن النقور، ابوالغنائم عبدالصمد بن علی بن المامون اور ابوالقاسم الاسماعیلی وغیرہ سے حاصل کیا، اور شیخ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب سے سنن ابی داؤد کا اکثر حصہ قرأۃ اور بعض حصہ اجازۃً حاصل کیا۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے بہت سے حضرات نے اکتساب فیض کیا اور حدیث کی سند حاصل کی ان میں سے چند حضرات نمایاں طور سے یہ ہیں:
عبد الوهاب بن علی بن علی، عبد الملک بن المبارک القاضی الحریمی، عبد الله بن عثمان سبط ابن هدیه، عبد العزیز بن معالی بن غنیمة الاشنانی، علامه ابن عساکر، ابوسعد سمعانی، اور ابن طبرزد البغدادی وغیره هیں.

عادات واخلاق

آپ ثقہ، صالح، بیدار مغز، ذہین وفطین اور صحیح السماع انسان تھے، متقی اور پرہیزگار شب زندہ دار تھے، لمبی عمر پانے والے چلنے میں بالکل ضعیف اور عاجزی کے ساتھ قدم اٹھاتے اور رکھتے تھے، البتہ جمعہ کے لئے جانے میں ''فاسعوا الی ذکر اللہ پر عمل کرتے ہوئے'' تیزی کے ساتھ چھٹک کر چلتے تھے۔

وفات

آپ شب جمعہ میں ۲۹/انتیس ربیع الاول ۵۳۹ھ میں اس دارِفانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گئے۔[1]
اناللہ وانا الیہ راجعون

تذکرہ

شیخ ابوالفتح مفلح بن الدومی رحؒ

نام ونسبت

آپ کا نام مفلح والد کا نام احمد کنیت ابوالفتح لقب وراق نسبت دومی (نسبۃ الی دومۃ الجندل موضع فاصل بین حد الشام

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) شذرات الذہب ۱۲۱ ج ۴ (۲) کتاب المقید ۲۲۶ ج ۱ (۳) النجوم الزاہرۃ ۲۷۶ ج ۵ (۴) حاشیہ عجالۂ نافعہ ۹۲ (۵) الکلام المفید ۳۷۷، ۳۷۸

والعراق) قیل الروی والصواب الدومی۔

سلسلہ نسب

حافظ ابن نقطہ نے تحریر فرمایا ہے (ابوالفتح) مفلح بن احمد بن محمد بن علی بن عثمان بن القاسم الدومی الوراق من اہل نہر القلائین۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۴۵۷ھ میں دومۃ الجندل میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال حاصل کیا اور پھر علم حدیث کے حاصل کرنے کے لئے مختلف جگہوں کا سفر کیا اور بڑے بڑے کبار محدثین سے سماع حدیث کیا، جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں، ابوبکر خطیب بغدادی ابومحمد عبداللہ ابن محمد القرینی ابوالحسین احمد ابن محمد ابن النقور القاسم علی بن احمد السمری وغیرہم۔

آپ کے تلامذہ

اپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور بڑے بڑے علماء محدثین نے آپ سے سماع حدیث کیا ہے جن میں سے چند حضرات مشہور یہ ہیں، حافظ ابن عساکر، ابوسعد سمعانی،، وغیرہم اور شیخ عمر بن طبرزد بغدادی نے سنن ابی داؤد کے چند اجزاء قرأۃ اور باقی اجازۃ حاصل کیا۔

وفات

آپ کی وفات ۱۲ محرم الحرام بروز جمعرات ۵۳۷ھ میں ہوئی۔ [1]

تذکرہ

الحافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی

نام ونسبت

نام احمد والد کا نام علی کنیت ابوبکر خطیب بغدادی سے مشہور ہیں۔

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: شذرات الذہب ۱۱۶ج ۴ (۲) والطراف ۷۰ (۳) النجوم الزاہرۃ ۲۷۳

سلسلہ نسب

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی الخطیب البغدادی۔

ولادت

آپ کی پیدائش جمعرات کے دن ۲۴ ر جمادی الآخر ۳۹۲ھ میں کوفہ و مکہ کے درمیان واقع مقام غزیہ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم پانے کے بعد گیارہ سال کی عمر میں علم حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوئے، ابوبکر خطیب بغداد کے علماء سے قرآن مجید اور علم قرأت مکمل کرنے کے بعد علم فقہ ابوالطیب طبریؒ سے حاصل کیا، اور حدیث کا سماع بغداد کے اکثر محدثین سے ہی شروع میں کیا۔

پھر بیس سال کی عمر میں بصرہ کا سفر کیا وہاں ابوعمر ہاشمی سے سنن ابوداؤد پھر وہاں سے اصبہان گئے، اور وہاں جاتے ہوئے راستہ میں ہمدان اور جبال کے محدثین سے بھی سماع حدیث کیا، پھر بغداد واپس آ گئے، پھر وہاں سے شام دمشق اور صور پہنچے، اور وہاں سے مکہ تشریف لے گئے، اور حج سے فراغت کے بعد شیخ ابوعبداللہ محمد بن سلامیہ القضاعی سے سماع حدیث کیا، اور کریمہ بنت احمد المروزیہ سے پانچ دن میں بخاری شریف پڑھی اور بغداد واپس آ گئے۔

ان محدثین کے علاوہ آپ نے ابونصر کسار دینوری، حافظ ابونعیم اصبہانی اور قاضی ابوبکر خیری وغیرہ سے بھی سماع حدیث کیا ہے۔

یہودیوں کی طرف سے جزیہ ساقط کرنے کا غلط دعوی

جب آپ بغداد میں مقیم ہوئے تو بغداد کے وزیر ابوالقاسم بن مسلمہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ایک بناوٹی خط پیش کیا گیا، جس میں بعض یہودیوں نے دعوی کیا کہ حضور ﷺ نے اہل خیبر کے جزیہ کو ساقط فرما دیا تھا، اور اس میں بعض صحابہ کرام جیسے حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی، اس پر خطیب بغدادی نے فرمایا یہ بالکل جھوٹ ہے، اس پر آپ سے سوال ہوا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا تو خطیب بغدادی نے فرمایا اس خط میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی شہادت ہے، حالانکہ انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ میں اسلام قبول کیا اور خیبر اس سے قبل ایک سال ۷ھ میں واقع ہوا ہے۔

نیز اس میں حضرت سعد بن معاذؓ کی بھی شہادت ہے حالانکہ وہ خندق کے دن ۵ھ ہی میں وفات پا چکے تھے، اس پر رئیس بغداد نے آپ کی بات کی تحسین فرمائی۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور بڑے بڑے محدثین نے آپ سے سماع حدیث کیا ہے، جن کی فہرست بڑی طویل ہے، چند نامور حضرات یہ ہیں: ابوالبدر کرخی، مفلح دومی، ابونصر بن ماکولا۔

آپ کا فقہی مسلک

آپ شروع میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کے مقلد تھے، بعد میں حضرت امام شافعیؒ کے مذہب کی اتباع کی وجہ یہ ہوئی کہ حنبلی حضرات آپ میں خلق قرآن کے سلسلہ میں بدعت کی طرف میلان دیکھ کر کوچ کرنا شروع کیا تو حنبلی مسلک چھوڑ کر شافعی مسلک اختیار کیا اور اپنی تصانیف میں تھوڑا تعصب کا پہلو اختیار کرلیا اور ان لوگوں کی کبھی اشارۃً اور کبھی صراحۃً مذمت کی ہیں، چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل کے متعلق تحریر فرمایا سید المحدثین اور حضرت امام شافعیؒ کے ترجمہ کے تحت تحریر کیا، تاج الفقہاء اور حضرت امام احمد بن حنبل کے فقہ کا ذکر نہیں کیا۔

راویوں پر جرح کا طریقہ

منقول ہے کہ خطیب بغدادی میں رایوں کے جرح کے سلسلہ میں دو باتیں ٹھیک نہیں تھی، اول یہ کہ کبھی کبھار بلا کسی سبب جرح کے مجروح قرار دیتے تھے، دوسری وجہ حضرت امام احمد بن حنبل کے مذہب کے سلسلہ میں تعصب تھا جس کی وجہ سے بعض علماء حنابلہ پر جرح کر دیتے تھے۔

عاداتِ وصفات

منقول ہے کہ بغداد میں ابوالحسن دارِقطنی کے بعد ابوبکر خطیب سے بڑا کوئی عالم پیدا نہیں ہوا، ابن الآنبوسی کا بیان ہے کہ ابوبکر خطیب کہیں جاتے تھے تو بھی ان کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی رسالہ ضرور ہوتا تھا جس کا چلتے چلتے مطالعہ کرتے رہتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس وقت کی کتنی قدر و قیمت تھی۔

خطیب بغدادی کی تصانیف

آپ نے دیگر علوم وفنون پر پچاس سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا ہے کہ

خطیب بغدادی کے بعد جو بھی اس فن کی کتاب تصنیف کرے گا وہ ان کی کتاب کی طرف محتاج ہوگا، جن میں سے یہ کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔

تاریخ بغداد (جو ضخیم ضخیم چودہ جلدوں میں ہے) الکفایة فی علم الروایة اور الفقیه و المتفقه.

وفات

آپ کی وفات ساتویں ذی الحجہ بروز پیر ۴۶۳ھ میں مدرسہ نظامیہ کے قریب اپنے حجرہ میں ہوئی، آپ کے جنازہ کو جامع منصور لایا گیا، جنازہ اٹھانے والوں میں ابو اسحاق شیرازی بھی تھے، آپ کے جنازہ میں خلق کثیر کے ساتھ بڑے بڑے فقہاء ومحدثین وغیرہ بھی شریک تھے، شیخ ابو الحسین بن المہتدی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور بشر کے قریب دفن کئے گئے۔ [1] انا للہ وانا الیہ راجعون

تذکرہ
شیخ ابو عمر القاسم الہاشمیؒ

نام ونسبت:

آپ کا نام قاسم والد کا نام جعفر کنیت ابو عمر لقب الفقیہ المعمر سند الاعراق نسبت الہاشمی العباسی (حضرت ابن عباسؓ کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے یہ نسبت ہے) البصری۔

سلسلہ نسب

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

الامام الفقیه المعمر، مسند الاعراق القاضی ابو عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد بن العباس بن عبد الواحد بن الامیر جعفر بن سلیمان بن علی بن الحبر البحر عبد الله بن عباس الهاشمی العباس البصری.

ولادت

آپ کی پیدائش ۳۲۲ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

اولاً بنیادی تعلیم پاکر دیگر علوم وفنون کے حصول کے بعد علم حدیث کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے، اور بہت

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) وفیات الاعیان ۳۲ ج ۱ (۲) تذکرۃ الحفاظ ۳۱۳ (۳) بستان المحدثین ۱۰۷، ۱۱۱ (۴) البدایہ والنہایہ ۱۰۱، ۱۰۳ ج ۱۲ (۵) شذرات الذہب ۳۱۱، ۳۱۲ ج ۳، (۶) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۲، (۷) الکلام المفید ۳۶۹ تا ۳۷۵

سارے محدثین سے سماع حدیث کیا جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں:

اساتذہ ومشائخ

ابو زوق احمد بن محمد الهزاني، ابو العباس محمد بن احمد الاثرم، عبد الغافر بن سلامة علي بن اسحاق الماذرائي، محمد بن الحسن الزعفراني الواسطي، ابو علي اللؤلؤي حسين بن يحي بن عياش القطان، يزيد بن اسماعيل الخلال صاحب الرمادي، حسن بن محمد بن عثمان الفسوي وغیرہ.

تلامذہ

آپ کی سند بصرہ میں سب سے عالی شمار کی جاتی تھی، اس لئے دور دراز سے لوگ سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور آپ سے سماع حدیث کرتے تھے، جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں:

ابوبکر خطیب، ابوبکر محمد بن ابراہیم المستملی الاصبہانی، محدث ابوعلی الوخشی ہناد بن ابراہیم النسفی، سلیم بن ایوب الرازی، مسیب بن محمد الارغیانی علی بن احمد التستری، ابوالقاسم عبدالملک بن شغبۃ (بالغین معجمۃ) وغیرہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں، کان ثقۃ امینا، یعنی شیخ ابوعمر ثقہ اور امانت دار تھے، اور بصرہ میں عہدہ قضاء پر فائز تھے، اور میں نے ان سے سنن ابی داؤد وغیرہ کتب حدیث کی سماعت کی ہے۔

اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن نصر الدینوری نے فرمایا میں نے ان سے سنن ابی داؤد چھ مرتبہ سماعت کی ہے۔

وفات

خطیب بغدادی نے فرمایا شیخ ابوعمر الہاشمی کی وفات ماہ ذی قعدہ میں ۴۱۴ھ میں ہوئی۔[1]

تذکرہ شیخ

ابوعلی محمد بن احمد اللؤلویؒ

نام ونسبت

آپ کا نام محمد والد کا نام احمد کنیت ابوعلی وراق ابی داؤد لؤلوی سے مشہور ہیں جو سنن ابی داؤد کے راوی ہیں، نسبت اللؤلوی البصری۔

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) تاریخ بغداد ۴۵۱ ج ۱۲ (۲) سیر اعلام النبلاء ۲۲۵، ۲۲۶ ج ۷۷ (۳) البدایہ والنہایہ ۱۷ ج ۱۲ (۴) کتاب التقیید ۲۲۳ تا ۲۲۵ (۵) شذرات الذہب ۲۰۱ ج ۳ (۶) تذکرہ فی الوفیات ۱۰۵۷ ج ۳

سلسلہ نسب

اس سلسلہ میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

الامام المحدث الصدوق ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو البصری اللؤلوی.

ولادت

آپ کی تاریخ ولادت کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی نہیں مل سکی۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد دیگر علوم کی تحصیل کی اور پھر حدیث کا علم حضرت امام ابوداؤد السجستانی، یوسف بن یعقوب القلوسی، علی بن عبدالحمید القزوینی، حسن بن علی بن بحر، قاسم بن نصر وغیرہ سے حاصل کیا۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے فائدہ اٹھایا ہے، اور بڑے بڑے علماء محدثین نے بھی آپ سے سماع حدیث کیا ہے، جن میں سے چند نامور حضرات یہ ہیں:

قاضی ابوعمر الهاشمی، حسن بن علی جبل ابو الحسن الفسوی، محمد بن احمد بن جمیع وغیرہ.

آپ کے شاگرد قاضی ابوعمر الہاشمی فرماتے ہیں ابوعلی لولوی نے حضرت امام ابوداؤد کے سامنے سنن ابی داؤد کی بیس سال قرأت کی ہے (یعنی پہلے کے محدثین کا یہ طریقہ تھا کہ روایت حدیث میں قاری یعنی عبارت خواں اپنا خود رکھتے تھے اور سماع حدیث کرنے والے سنتے رہتے اور یہ ماہر قاری جلدی جلدی کتاب ختم کر دیتا تھا) تو ابولولوی بھی امام ابوداؤد کے قاری تھے وہ وراق ابی داؤد سے مشہور تھے، امام ابوداؤد کے یہ آخری شاگرد سنن کی روایت کرتے ہیں اور ان کا ہی نسخہ متداول ہے۔

سنن ابی داؤد کو حضرت امام ابوداؤد سے علامہ ابن داسہ نے بھی روایت کیا ہے ابن داسہ اور لولوی کی روایت میں زیادہ فرق نہیں ہے، ایسے کہا جاتا ہے کہ روایت ابن داسہ اکمل الروایات وروایۃ اللؤلوی اصح الروایات ہیں، بستان المحدثین کے مصنف فرماتے ہیں کہ لولوی کی روایت مشرق میں مشہور ہوئی ہے اور ابن داسہ کی روایت مغرب میں مروج ہوئی ہے، اور دونوں نسخے ایک دوسرے کے متقارب ہیں، کمی بیشی کا زیادہ فرق نہیں ہے، اس کے برخلاف سنن ابی داؤد

کے دو نسخے اور ہیں (۱) حافظ ابوعیسی الرملی کا نسخہ (۲) حافظ ابوسعید ابن الاعرابی کا نسخہ ان دونوں روایتوں (نسخوں) میں پہلے دونوں نسخوں کے بالمقابل روایات کم ہیں۔ [1]

وفات:

آپ کی وفات ۳۳۳ھ میں ہوئی۔

تذکرہ

حضرت الامام ابوداؤد السجستانیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام سلیمان والد کا نام اشعث کنیت ابوداؤد، نسبت سجستانی (جو سجستان کی طرف منسوب ہے، جو سندھ اور ہرات کے درمیان قندھار سے متصل ایک ملک ہے، سجستان کا دوسرا نام سجز ہے اس وجہ سے آپ کو سجزی بھی کہا جاتا ہے) ازدی (قبیلہ ازد کی طرف منسوب ہے)

سلسلہ نسب

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

الامام الثبت سید الحفاظ سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمر الازدی السجستانی صاحب السنن.

ولادت

آپ تیسری صدی کے شروع میں ۲۰۲ھ میں سجستان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیگر علوم نقلیہ وعقلیہ میں مہارت پیدا کی اور پھر علم حدیث کے حصول کیلئے مختلف بلاد مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان، جزیرہ اور بغداد وغیرہ مدن کی طرف سفر کیا، اور بڑے بڑے شیوخ سے حدیثیں حاصل کیں۔

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) شذرات الذہب ۳۳۴ (۲) سیر اعلام النبلاء ۳۰۷ تا ۳۰۸ ج ۱۵ (۳) ترجمہ فی الانساب ۱۴۷ ج ۵) (۴) کتاب التقیید ۳۳، ۳۴ ج ۱، (۵) مقدمہ غایۃ المقصود ۷ (۶) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۳، (۷) الکلام المفید ۲۶۳ تا ۳۶۵

شیوخ واساتذہ

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ اپنے زمانہ کے کبار محدثین ومشہور مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا آپ کے اساتذہ کی تعداد حافظ ابن حجرؒ نے تین سو سے زائد بیان کی جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں:

ابو عمر الضریر، مسلم بن ابراھیم، علامه قعنبی، عبد الله بن رجاء، ابو الولید الطیالسی، احمد بن یونس، ابو جعفر النفیلی، ابو توبة الحبلی، سلیمان بن حرب.

باقی ارباب صحاح ستہ میں سے آپ کسی کے شاگرد نہیں ہیں، آپ کے شیوخ میں نمایاں نام حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا آتا ہے، آپ حضرت امام احمد بن حنبل کے ممتاز شاگرد ہیں، خود امام احمد بن حنبل نے ایک حدیث حضرت امام ابوداؤد سے سنی ہے جس پر امام ابوداؤد کو فخر حاصل ہے، وہ حدیث حدیث العتیرہ ہے یعنی:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سئل عن العتیرة فحسنها.

علم فقہ میں مہارت

آپ جس طرح حدیث کے امام تھے اسی طرح علم فقہ میں بھی حد کمال کو پہنچے ہوئے مجتہدانہ شان کے مالک تھے۔

حضرت امام ابوداؤد پر فقہی ذوق دیگر اصحاب ستہ کی بنسبت غالب تھا، چنانچہ بقیہ ارباب صحاح ستہ میں سے صرف یہ ہی بزرگ ہیں جن کو شیخ ابوالحق شیرازی نے اپنی کتاب طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے، اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ حضرت امام ابوداؤد نے اپنی کتاب میں صرف احادیث احکام کو بڑے اہتمام سے جمع فرمایا، چنانچہ دیگر کتب صحاح کی طرح اس میں آپ کو فضائل اعمال زہد کی روایات نہیں ملیں گی، گو اس لحاظ سے بہت سے ابواب سے یہ کتاب خالی ہوگئی لیکن فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ آپ کو اس میں ملے گا اتنا باقی کتب صحاح میں کسی میں نہیں ملے گا، حضرت امام غزالی نے تصریح فرمائی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہ ہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے، زکریا ساجی فرماتے ہیں:

کتاب الله عز وجل اصل الاسلام و کتاب السنن لابی داؤد عهد الاسلام .

یعنی کتاب اللہ اصل الاسلام ہے اور سنن ابوداؤد فرمان اسلام ہے

امام ابوداؤد کا فقہی مسلک

حضرت الاستاذ محقق دوراں شیخ الحدیث حضرت مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم الدر المنضود میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اس میں اختلاف ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ الانصاف فی بیان اسباب الاختلا میں لکھا ہے:

واما ابوداؤد والترمذی فهما مجتهدان منتسبان الی احمد واسحاق.

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں تحریر فرمایا ہے بعض ان کو شافعی کہتے ہیں اور بعض حنبلی اور حضرت شیخ نے مقدمہ لامع میں لکھا ہے کہ تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات الشافعیہ میں ذکر فرمایا ہے، جس کے معنی یہ ہوئے کہ سبکی کے نزدیک یہ شافعی ہیں، اسی طرح نواب صدیق حسن خاں نے ان کو شافعی شمار کیا ہے اور شیخ ابواسحاق شیرازی نے اپنی کتاب طبقات الفقہاء میں ان کو اصحاب احمد میں شمار کیا ہے، اور عرف الشذی میں لکھا ہے:

المشهور انه شافعي والحق انه حنبلی كالنسائی

اسی طرح فیض الباری میں ابن تیمیہ کے حوالہ سے ان کو حنبلی لکھا ہے، علامہ انور شاہ صاحب کی طرح ہمارے حضرت شیخ (حضرت مولانا محمد زکریا صاحب) کی بھی رائے یہی ہے کہ امام ابوداؤد پکے حنبلی ہیں جس کے حضرت نے کچھ شواہد بھی بیان فرمائے ہیں۔

حضرت امام کی توصیف میں ائمہ کبار کے کلمات

حضرت الاستاذ مقدمہ در المنضود میں ابن مندہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے احادیث کے درمیان نہایت جانفشانی سے چھان بین کی ہے اور حدیث کے بڑے بڑے ذخیروں میں سے احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے علیحدہ اور ممتاز کیا ہے ان میں چار حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی۔

موسیٰ بن ہارون ایک محدث ہیں وہ فرماتے ہیں:

خلق ابوداؤد فی الدنیا للحديث وفی الآخرة للجنة مارأيت افضل منه.

حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ ابراہیم حربیؒ کا مقولہ آپ کی شان میں مشہور ہے کہ جب مصنفؒ نے اپنی یہ سنن (ابوداؤد) تالیف فرمائی تو انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا "الين لابی داؤد الحديث كما الين لداؤد عليه السلام الحديد" کہ امام ابوداؤد کے لئے فن حدیث کو ایسا آسان اور موم کر دیا گیا ہے، جیسے حضرت داؤد علی نبینا علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کو نرم فرما دیا تھا:

كما قال تعالى والنا له الحديد الآية.

حافظ ابوطاہر السلفیؒ نے اسی مضمون کو منظوم کر دیا ہے:

لان الحدیث و علمه بکماله لامام اهلیه ابی داؤد مثل الذی لان الحدیث وسبکه لنبی اهل زمانه داؤد.

بعض ائمہ سے منقول ہے کہ امام ابوداؤدؒ اپنے طور طریق اور سیرت میں اپنے استاذ امام احمد بن حنبلؒ کے بہت مشابہ تھے، اور وہ مشابہ تھے اپنے استاذ وکیع کے اور وہ مشابہ تھے سفیان کے، اور سفیان مشابہ تھے منصور کے اور منصور ابراہیم کے، اور وہ علقمہ کے اور وہ عبداللہ ابن مسعودؓ کے اور عبداللہ ابن مسعودؓ مشابہ تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

امام ابوداؤد کے تلامذہ

حضرت امام ابوداؤدؒ کے تو ہزاروں تلامذہ ہوں گے، مگر ان میں مشہور و نمایاں حضرات یہ ہیں۔

حضرت امام ترمذی (صاحب جامع) حضرت امام نسائیؒ (صاحب السنن) اور آپ کے صاحبزادے ابوبکر بن ابی داؤد، ابوعوانہ، ابوبشر الدولابی علی ابن الحسن العبد، ابواسامہ محمد بن عبدالملک ابوسعید ابن الاعرابی، ابوعلی اللؤلوی، ابوبکر بن داسہ، ابوسالم محمد بن سعید الجلو دی، ابوعمر واحد بن علی وغیرہمؒ

حضرت امام ابوداؤد کی تصنیفات

حضرت امام ابوداؤد کی اس سنن ابی داؤد کے علاوہ اور بھی دوسری تصانیف ہیں جن میں سے بعض ملتی ہیں اور بعض نایاب ہیں چند یہ ہیں:

(۱) مراسیل ابی داؤد (جو سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں کے اخیر میں لاحق ہے)

(۲) الرد علی القدریة (۳) الناسخ والمنسوخ (۴) ماتفرد به اهل الامصار (۵) فضائل الانصار (۶) مسند مالک بن انس (۷) المسائل وغیریهم

حضرت امام ابوداؤد کی وفات

حضرت امام ابوداؤد نے تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں مختلف بلاد کا سفر کرتے ہوئے اخیر میں بغداد میں سکونت اختیار فرمائی اور وفات سے چار سال قبل بغداد سے بصرہ تشریف لائے وہیں وفات ہوئی جس کا قصہ یوں ہے:

آپ کے ایک خادم ابوبکر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز کا قصہ ہے کہ حضرت امام ابوداؤد بغداد میں مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے مکان پر تشریف لائے، اس کے بعد امیر بصرہ ابواحمد الموفق آپ کے مکان کے دروازے پر حاضر ہوئے اور دروازے کو دستک دی آپ کے خادم ابوبکر بن جابر نے جاکر عرض کیا کہ امیر بصرہ تشریف لائے ہیں، اندر

آنے کی اجازت مل گئی حضرت امام ابوداؤد نے دریافت فرمایا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی، انہوں نے کہا تین حاجتیں ہیں اول یہ کہ آپ بصرہ تشریف لے چلیں تاکہ بصرہ آپکے علم سے معمور ہو کیونکہ وہاں اطراف عالم سے آپ کے پاس لوگ علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔

دوسری حاجت یہ ہے کہ آپ میری اولاد کو اپنی سنن پڑھادیں، تیسری یہ ہے کہ ان کے لئے مجلس روایۃ (درس) الگ منعقد فرمائیں اس لئے کہ اولاد امیر عوام کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتی ہے۔

حضرت امام ابوداؤدؒ نے اول دو کو منظور فرمالیا اور تیسری کی منظوری سے عذر فرمایا اور فرمایا:

الناس شریفهم ووضیعهم فی العلم سواء

خادم ابوبکر کہتے ہیں کہ پھر ایسا ہی ہوا ایک ہی مجلس میں سب سنتے تھے لیکن امیر بصرہ کی رعایت میں اتنا فرق فرماتے تھے کہ اولاد امیر اور عوام کے درمیان ایک حجاب حائل کر دیا جاتا تھا۔

خیر امام موصوف نے اپنی زندگی کے اخیری چار سال بصرہ میں گزار کر ۱۶ ارشوال المکرم ۲۷۵ھ بروز جمعہ انتقال فرمایا، آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر ہو سکے تو حسن بن مثنی مجھے غسل دے ورنہ سلیمان بن حرب کی کتاب الغسل کو دیکھ کر مجھے غسل دیا جائے، نماز جنازہ عباس بن عبدالواحد نے پڑھائی اور حضرت سفیان ثوری کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ [1]

جامع ترمذی کی سند

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

بندہ (محمد کوثری علی سبحانی) نے پوری ترمذی شریف حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم سے پڑھی ہے (ان کا تذکرہ اسناد ابوداؤد میں گزر چکا) اور استاذ محترم نے حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے پڑھی ہے، اور حضرت مولانا امیر احمد صاحب کو دو حضرات سے سندیں حاصل ہیں۔

اول حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ سے دوم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب پرقاضویؒ سے (حضرت پرقاضوی کا تذکرہ اسناد بخاری میں آچکا) پھر ان دونوں کو سند حاصل ہے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے اور محدث سہارنپوری کو سند حاصل ہے حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ سے اور ان کو سند حاصل ہے حضرت

[1] یہ حالات ماخوذ و مستفاد ہیں: (۱) تذکرۃ الحفاظ ۵۹۱، تا ۵۹۳ (۲) ترجمۃ فی تاریخ بغداد ۵۵ تا ۵۹ ج ۹ (۳) البدایہ والنہایہ ۵۴ تا ۵۶ ج ۱۱ (۴) شذرات الذہب ۱۶۸، ۱۶۸ ج ۲ (۵) مقدمہ در المنصور ۲۸ تا ۳۹ ج ۱

مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ سے اوران کوسند حاصل ہے حضرت مولانا رشید الدین خاں کشمیریؒ سے اور مولانا کشمیری کوسند حاصل ہے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اوران کو اپنے والد محترم مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اوران کوسند حاصل ہے شیخ ابوطاہر کردی مدنیؒ سے۔

نوٹ:

سند کے ان تمام رجال کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں صرف تین حضرات کا تذکرہ باقی ہے وہ پیش ہے۔

تذکرہ

حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ

آپ کے والد محترم جناب عبدالغنی صاحب کاندھلویؒ ہیں۔

ولادت

حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ دوشنبہ ۵؍صفر ۱۳۲۷ھ میں مشہور قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ [۱]

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۴۲ھ میں مظاہر علوم میں عربی سوم میں داخلہ لیا ۱۳۴۸ھ میں شعبان میں دورہ حدیث سے فارغ ہوئے اور اول نمبرات سے کامیاب ہوئے بخاری شریف اول ابوداؤد وشمائل ترمذی حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی سے اور بخاری شریف ثانی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سابق ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سے اور مسلم وترمذی شریفین وطحاوی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سے، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف حضرت مولانا منظور احمد صاحب سے پڑھی۔ ۱۳۴۸ھ میں فنون پڑھا۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد ۱۳۴۹ھ میں مدرسہ خلیلیہ شاخ مدرسہ مظاہر علوم میں تقرر ہوا حافظہ کا یہ عالم تھا کہ صرف فجر اور عصر کے بعد پڑھانے کے زمانے میں دوگھنٹہ قرآن حفظ کرتے ایک سال میں مکمل کر کے محراب سنادی۔

[۱] ماخوذ ومستفاد علماء مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی وتصنیفی خدمات ص: ۲۲۷ تا ۲۳۲ ج: ۴

۱۳۵۵ھ میں شاخ سے منتقل ہو کر مدرسہ مظاہر علوم تشریف لائے ۱۳۶۳ھ میں ہدایہ اولین اور ۱۳۶۵ھ میں پہلی مرتبہ جلالین شریف پڑھائی، ۱۳۶۷ھ میں مشکوۃ شریف کا درس دیا پھر ۱۳۷۴ھ میں دورہ حدیث کے استاذ منتخب ہوئے اور نسائی شریف پڑھانی شروع کی، ۱۳۷۷ھ میں ترمذی شریف کا درس دیا ۱۳۸۱ھ میں طحاوی شریف پڑھائی، ۱۳۷۸ھ میں صدر المدرسین منتخب ہوئے تبلیغی جماعت سے خاص لگاؤ تھا اس لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ساتھ برابر شریک سفر رہتے اور دعوتی نہج پر طلبہ کو تیار کرتے تھے۔

فضل وکمال

حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ ان باکمال ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وتقویٰ، پاکبازی اور پاک نفسی کی عظیم دولت سے نوازا تھا ظاہر بھی نورانی باطن بھی نورانی، اندر بھی علم کی تابانی تھی اور باہر علم کی فراوانی علم وعمل کے مضبوط رشتے اور مستحکم انطباق نے ان کی شخصیت کو چار چاند لگادئے تھے آپ کو تمام علوم میں دسترس حاصل تھی ہر فن کی کتاب بلاتکلف پڑھاتے تھے فن حدیث کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا۔

مظاہر علوم میں مجموعی طور سے چونتیس (۳۴) سال تک درس دیا اور سترہ (۱۷) سال تک حدیث پڑھاتے رہے آپ کے نامور تلامذہ میں حضرت شیخ مولانا یونس صاحب جونپوریؒ حضرت شیخ مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم ہیں۔

وفات

۱۱رذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں اپنے وطن کاندھلہ میں اس دار فانی کو الوداع کہا اور وہیں پر اس گنجینۂ علم کو سپرد خاک کیا گیا (اناللہ وانا الیہ راجعون)

آپ کی تصنیفات

(۱) حواشی ترمذی (۲) حواشی ابن ماجہ (۳) حواشی طحاوی (۴) حواشی مشکوۃ المصابیح (۵) حواشی اوجز المسالک (۶) تلخیص بذل المجہود (تین جلدوں میں) (۷) حواشی کوکب الدری (۸) درس نظامی کے مصنفین [1]
(مگر یہ تمام تصانیف مسودات کی شکل میں ہیں کسی کی طباعت کی نوبت نہیں آسکی)

[1] حوالہ (۱) ماخوذ ومستفاد علماء مظاہر علوم اوران کی علمی وتصنیفی خدمات ۱۱۵ تا ۱۱۸ ج ۲

تذکرہ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ

نام ونسب

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بن مولانا گل احمد صاحب کامل پوریؒ یوسف زئی قبیلہ افغان سے آپکا نسب ملتاہے۔

ولادت

بہبودی ضلع کامل پور (مغربی پنجاب پاکستان) میں حضرت مولانا کی پیدائش ۳؍شوال ۱۲۹۹ھ مطابق ۲۷؍اگست ۱۸۸۲ء میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم کافیہ تک اپنے علاقہ کے ہی حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ایک شاگرد مولانا فضل حق شمس آبادیؒ سے حاصل کی اور متوسطات کی تعلیم مولانا قاضی عبدالرحمٰن صاحب، مولانا عبدالرؤف صاحب، مولانا حسن الدین صاحب اور مولانا عبدالحکیم صاحب سے حاصل کی۔

ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ میں مظاہر علوم میں آپکی تشریف آوری ہوئی اس وقت مظاہر علوم میں جماعت بندی کا سلسلہ نہیں تھا اس لئے بلاترتیب یہ کتابیں پڑھیں:

توضیح، تلویح، بیضاوی، ہدایہ آخرین، ترمذی شریف اور بخاری شریف حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ حضرت مولانا یحیٰ صاحب کاندھلویؒ سے

اور بقیہ کتب دیگر اساتذہ مظاہر علوم سے ۱۳۳۱ھ میں میں سند فراغت حاصل کی۔

۱۳۳۲ھ میں فنون میں مظاہر علوم ہی میں داخلہ لیکر سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

بعدہٗ ۱۳۳۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حضرت شیخ الہند کے درس کا یہ آخری سال تھا اس لئے حضرت شیخ الہندؒ سے بخاری، ترمذی، علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے ابوداؤد شریف پڑھیں اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے درس حدیث میں بھی شریک ہوئے۔

درس وتدریس

۱۳۳۳ھ کے اخیر میں مظاہر علوم کے استاذ مقرر ہوئے ترقی کرتے ہوئے ۱۳۴۴ھ میں (جب حضرت سہارنپوری حجاز تشریف لے گئے) تو عارضی طور سے صدر مدرس بنائے گئے پھر کچھ دنوں کے بعد مستقل صدر مدرس منتخب ہوئے اور تقریباً پینتیس (۳۵) سال آپ نے مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھایا ہے جو کتابیں عموماً زیر درس رہیں وہ یہ تھیں مشکوۃ شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، شمائل ترمذی، نسائی شریف، ابن ماجہ، طحاوی، موطا امام محمد وغیرہ اور انیس (۱۹) مرتبہ ترمذی جبکہ سولہ (۱۶) مرتبہ طحاوی کا درس دیا ہے۔

ترمذی شریف سے آپ کو خاص انسیت تھی سب کا اتفاق تھا کہ پورے ملک میں حضرت کامل پوری سے بہتر ترمذی پڑھانے والا کوئی نہیں تھا۔

بیعت وسلوک

آپکا اصلاحی تعلق حضرت سہارن پوریؒ سے تھا ان کے انتقال کے بعد حضرت تھانویؒ کی طرف مراجعت فرمائی اور آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہو کر اکتساب فیض فرمایا حضرت تھانوی نے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ مولانا کامل پوری نہیں کامل پورے ہیں ۱۹۴۷ء میں ہندو پاک کی تقسیم کے ہولناک فسادات سے قبل رمضان المبارک کی تعطیل میں اپنے وطن بہبودی (کامل پور) تشریف لے گئے ادھر ملک تقسیم ہو گیا اور آپکا علاقہ پاکستان میں شامل ہو گیا اور آمد ورفت کے راستے مسدود ہونے کی وجہ سے مظاہر علوم واپس آنا مشکل ہو گیا۔

چنانچہ ۱۳۶۷ھ اور ۱۳۶۹ھ تک کل تین سال مدرسہ خیر المدارس ملتان میں رہے وہاں (۱۰۸) طلباء نے آپ سے سند حدیث حاصل کی پھر ۱۳۷۲ھ تک دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الا حیدر اباد میں شیخ الحدیث رہے اسکے بعد چار سال جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے اور اخیر عمر تک یہیں خدمت حدیث انجام دیتے رہے۔

آپکی تصنیفات

(۱) الحاوی علی مشکلات الطحاوی

یہ حضرت مولانا کے اشکالات کے جواب میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نے تحریر فرمائی اور اس پر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی صدر مفتی کی تائیدی دستخط

سے مجموعہ تیار ہوا ہے جس میں ۹۸/اشکالات کے عالمانہ ومحققانہ انداز سے جوابات تحریر کئے گئے ہیں۔

(۲)معارف ترمذی

یہ حضرت کی ترمذی کی تقریر ہے جسکو آپ نے فقاہت ومحدثیت کے ساتھ درس دیا ہے مولانا قاری سعید الرحمٰن بن مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری نے دیگر تلامذۃ کی درسی کاپی کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا ہے یہ دوجلدوں پر مشتمل اور تقریباً ایک ہزار صفحات پر محیط ہے۔

(۳)اسبال الازار

یہ علمی وفقہی مضامین کے لحاظ سے ایک جامع مقالہ ہے اس کی متعدد قسطیں ماہنامہ نظام کانپور میں شائع ہوئی ہیں۔

وفات

بندہ سبحانی کو حضرت مولانا محمد سعیدی کی طرف سے اجازۃً سند حدیث

چونکہ احقر الوریٰ محمد کوثر علی سبحانی کو مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم قدیم کی طرف سے ترمذی شریف کی سند اجازۃ حاصل ہے، حضرت سعیدی صاحب نے پوری ترمذی حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے پڑھی ہے، اور حضرت مفتی صاحب نے اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑوی سے پڑھی، اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب نے دو حضرات سے ترمذی پڑھی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سے (ان کا تذکرہ اوپر آیا) اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب پرقاضوی سے (ان کا تذکرہ اسناد بخاری میں آچکا) پھر ان دونوں حضرات کو حضرت مولانا خلیل صاحب محدث سہارنپور سے سند حاصل ہے۔

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ

نام ونسب

محدث کبیر فقیہ شہیر حضرت مولانا مفتی قاری سعید احمدؒ بن نور محمد بن نصیب اللہ اجراڑوی۔

ل حوالہ (۱) ماخوذ ومستفاد علماء مظاہر علوم ۵۰ تا ۶۰ العناقید الغالیہ ۶۳

نوٹ:۔ باقی تفصیلی حالات علماء مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات میں موجود ہیں۔

ولادت

۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

قرآن کریم کی تعلیم اپنے جد محترم کے پاس شروع کی اور حافظ محمد حسین اجراڑوی کے پاس اس کی تکمیل کی، بعض کتابیں اپنے وطن مالوف میں پڑھ کر مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۳۶ھ میں داخلہ لیکر یہاں کے نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کی، تجوید وقرأت کی تعلیم حضرت شیخ عبدالعزیز کا کاروی (شاگرد شیخ حسن سیوطی شاعر) سے حاصل کی، آپ نے حضرت مولانا عنایت الٰہی سہارنپوری، محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، حضرت مولانا شیخ ثابت علی، پپ شیخ الاسلام حضرت مولانا عبداللطیف پورقاضوی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، حضرت مولانا منظور احمد خاں سہارنپوری وغیرہ اکابر علماء سے مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کر کے دورۂ حدیث شریف دوسال پڑھنے کے بعد ۱۳۴۲ھ میں فارغ ہوئے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے فوراً بعد ۱۳۴۳ھ میں مظاہر علوم میں مدرس مقرر کئے گئے، چنانچہ آپ نے تجوید وقرأت کی تقریباً دس سال تک تعلیم دی، پھر معین مفتی اور ۱۳۵۲ھ میں صدر مفتی منتخب ہوئے، چنانچہ ایک طرف تو آپ دارالافتاء کے باوقار شعبہ سے فتاویٰ تحریر فرماتے اور دوسری طرف اہم ترین کتابوں کا درس بھی دیتے تھے، آپ نے جلالین شریف ۲۵ بار بلکہ اس سے بھی زیادہ بار پڑھائی، سنن ترمذی تقریباً دس سال اور مشکوۃ شریف بھی متعدد بار پڑھائی، آپ کی کل مدت تدریس تقریباً ۳۲ سال ہے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری کے وطن ہجرت کرنے کے باعث ۱۳۶۶ھ میں صدرالمدرسین کے عہدے کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے اس باوقار عہدہ کی عظمت، اپنے استاذ گرامی کی مسند اور خود تواضع واکرام کے باعث اسے قبول کرنے سے انکار فرمادیا، چنانچہ آپ کو نائب صدرالمدرسین بنایا گیا، آپ نے فقہ وفتاویٰ، درس وتدریس اور تعلیمی نظام کے ساتھ ساتھ تاحیات تقریباً ۲۷ سال تک اپنے استاذ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے تعمیل حکم میں مسجد دفتر مدرسہ قدیم کی امامت بھی فرمائی، اوراس پورے عرصہ میں امامت کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔

مظاہر علوم کی نظامت کی پیشکش بھی دوبار آپ سے کی گئی، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے اس عہدۂ کو قبول کرنے کی خاص طور پر فرمائش اور کوشش کی لیکن آپ نے حزم واحتیاط اور ورع وتقویٰ کے باعث اسے

قبول کرنے سے صاف انکار کر فرمایا۔

فضل وکمال

آپ متقی اور پرہیز گار تھے، دنیا اور اس کی آرائش سے بالکل بے نیاز تھے، بقدر کفاف پر قانع، نمود ونمائش جاہ ومنصب اور مال ودولت کی محبت سے دور تھے، زمین جائیداد اپنے رشتہ داروں کو دیدی تھی، اور اس سے ذرا بھی فائدہ نہیں اٹھایا، آپؒ پاکباز اور پاک طینت تھے، حسن اخلاق اور حسن کردار کے مالک تھے، ذکر واذکار کے پابند اور شب بیدار تھے،، آپ کا ذہن انتہائی تیز، فکر عمیق اور نظر دور رس تھی، معقولات ومنقولات میں آپ کو بڑا درک حاصل تھا۔

فقہی مہارت

فقہ وفتاویٰ میں بڑی مہارت اور وسیع نظر رکھتے تھے، حالات زمانہ سے واقفیت اور عصری مسائل سے آگہی رکھتے تھے، آپ نہایت امعان وتدبر اور حزم واحتیاط کے ساتھ فتاویٰ تحریر فرماتے تھے اور کوئی فتویٰ بغیر مراجعت کتب محض ظن وگمان سے نہیں لکھتے تھے، آپ کے فتاوی کی کثیر تعداد ہے، جن کو اگر جمع کیا جائے تو کئی جلدوں پر مشتمل ہوں گے، اکابر علماء اور معاصرین کو آپ کے فتاوی پر بڑا اعتماد تھا، حضرت مولانا علامہ عاشق الٰہی میرٹھیؒ آپؒ کی وسعت مطالعہ دقت نظر اور فقہی مہارت کے بڑے مداح تھے، حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانیؒ آپ کے فتاوی کو ترجیح دیتے تھے۔

آپ نے حضرت مفتی صاحب سے کثرت کے ساتھ استفتاء کئے اور ڈاڑھی کے سلسلہ میں بھی آپ نے مفتی صاحبؒ سے استفتاء لئے، اسی طرح جب ''نوٹ'' کے سلسلہ میں آپ رسالہ تصنیف کررہے تھے تو اس بارے میں بھی استفتاء کئے جیسا کہ آپ کے رسائل سے ظاہر ہے۔

فقہی وعلمی مسائل میں اکابر علماء کی آپ کی طرف مراجعت

حضرت مولانا اطہر حسینؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

''میں نے اکثر علماء کبار اور اساتذہ کو آپ سے مسائل معلوم کرتے اور اہم معاملات میں مشورہ لیتے دیکھا ہے جیسے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا علامہ محمد اسعد اللہ رامپوریؒ وغیرہ، آپ سے آپؒ کے استاذ حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ نے پاکستان ہجرت کے بعد مسائل معلوم کئے، اسی طرح حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ جو آپ کے رفیق درس اور ہم سبق تھے، آپ سے بہت سے جدید عصری مسائل میں مشورہ لیتے تھے، جس کی

ایک طویل فہرست ہے، اسی طرح میں نے حضرت مفتی عبد الکریمؒ، حضرت مولانا شیر کوٹیؒ، حضرت مولانا ابو الحسن ندویؒ، اور مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ وغیرہم کو استفتاء کرتے دیکھا ہے:''۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ نے اپنے فتاوی کا مجموعہ مرتب کرنے کے بعد دیوبند کے زمانہ قیام میں آپ کے پاس بھیجا تھا کہ آپ اس پر نظر ثانی کرلیں، چنانچہ آپ نے دقت نظر کے ساتھ اس کو اول تا آخر پڑھا اور اپنی رائے گرامی بھی ظاہر کی جیسا کہ مفتی صاحبؒ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور بعض مسائل میں آپ سے مشاورت کی تصریح بھی کی ہے، جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ کی حزم واحتیاط اور تقوی ودیانت پر دال ہے، اسی طرح حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جب اوجز المسالک کی تصنیف فرمارہے تھے، تو اس کے ایک ایک جز کو آپ کے پاس بھیجتے تھے، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ کو جو بھی کمی اور جھول یا مسامحت محسوس ہوئی اسکی اطلاع کرتے تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ کی فرمائش پر آپ نے تقریظ بھی تحریر فرمائی تھی جو پہلے ایڈیشنوں میں موجود ہے، اسی طرح حضرت شیخ کی تصنیف ''فضائل اعمال'' (جس کا اصلی نام تبلیغی نصاب ہے) پر بھی نظر ثانی فرمائی جیسے کہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری نے نظر فرمائی، اور اس کی تصحیح اور اصلاح بھی فرمائی، چنانچہ حضرت شیخ نے خود اپنی آپ بیتی میں اس کا اعتراف بھی فرمایا ہے۔

آپ کی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بھی مکاتبت رہی اور آپ نے بعض اہم ترین فقہی مسائل حضرت حکیم الامت کو پیش کیے۔

بیعت وسلوک

حکیم الامت حضرت تھانویؒ، حضرت مفتی سعید احمد اجراڑوی کے آخری شیخ ومرشد ہیں جیسا کہ آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے اصلاحی خطوط سے ظاہر ہوا، آپؒ نے سب سے پہلے قبل البلوغ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے بیعت کی اور دوبارہ بلوغ کے بعد پھر بیعت ہوئے، ان کی صحبت میں رہ کر بھرپور استفادہ کیا۔

آپ کی تصانیف

تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی رہا، چنانچہ تجوید قرأت سے متعلق ''فیض العزیز'' اور ''حاشیہ فوائد مکیہ'' جو ''فوائد مدنیہ'' کے نام سے معروف ہے اسی طرح مقدمہ جزری، شرح شاطبیہ، شرح خلاصۃ البیان وغیرہ تصنیف فرمائیں، اول الذکر کتاب مظاہر علوم کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

آپ نے ۱۳۶۴ھ میں امارت کے بارے میں ایک کتابچہ مرتب فرمایا جس میں نہایت ہی اہم اور قیمتی مواد اور ذخیرہ جمع کیا تھا، لیکن یہ وقیع رسالہ اس نام سے طبع نہیں ہوا، آپ کے نہایت اہم قلیل جواہر پارے آپ کی زیر درس کتابوں پر موجود ہیں، جیسے بدائع، درالمختار، ہدایہ، بذل المجہود، نسائی، کنز الدقائق، جلالین، مشکوۃ المصابیح وغیرہ۔

آپ کی تصانیف میں شکار کے احکام، سودی قرض، نوٹ کے احکام، حاشیہ مختصر المعانی ''حاشیہ نورالایضاح'' اقوال الاخیار فی حسنات الکفار'' کشف حقیقت'' آئینہ نماز، مشرقی کا اسلام، اسی طرح ترمذی شریف کے بعض اجزا کی شرح، ڈاکٹر عبدالقوی لاہوریؒ کے ایک رسالہ کا رد بھی فرمایا، جس میں خاص طور پر الکحل کا شرعی حکم تفصیل کے ساتھ تحریر کیا، اس کے علاوہ آداب السلام اور بہشتی زیور کا حاشیہ بھی لکھا جو سب سے پہلے مطبع مجتبائی سے شائع ہوا، آپ نے حج کے موضوع پر معرکتہ الآراء کتاب ''معلم الحجاج'' تصنیف کی جو آپ کی تصنیفات میں سب سے زیادہ مشہور ہے، یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں تالیف فرمائی جس سے شاید ہی کوئی عالم اور حاجی مستفید نہ ہوا ہو، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اپنے آخری سفرحج کے موقع پر نہ صرف اس کتاب کا مطالعہ فرمایا بلکہ اس کے مطابق ارکان حج ادا فرمائے، حضرت اقدس شیخ عبدالقادر رائے پوریؒ بھی اپنے سفرحج کے دوران اپنے قاری سے مختلف کتابیں سنتے تھے، اور جب بھی کوئی اختلافی موضوع اور مسئلہ پیش آتا تو حضرت معلم الحجاج کا مشورہ دیتے کہ ہمارا مفتی کیا کہتا ہے؟ پھر اس کو پڑھوا کر سنتے اور اس کو راجح قرار دے کر اسی پر عمل فرماتے۔

بعض صالحین نے معلم الحجاج کے زمانہ تالیف کے موقع پر خواب دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظاہر علوم کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ اپنے دونوں ہاتھوں سے کتابوں کا گرد وغبار صاف فرما رہے ہیں۔

عادت وخصلت

آپؒ کھانے پینے میں سادگی پسند فرماتے تھے، آپ گھر کا کام کاج خود کرلیا کرتے تھے، عام طور پر کسی سے مدد نہیں لیتے تھے، اور بسا اوقات ضرورت کے وقت اپنے جوتے گانٹھ لیتے، کپڑے سل لیتے، اور کھانا بھی خود ہی پکا لیتے تھے۔

تلامذہ

آپ کے نامور تلامذہ میں مولانا ابرارالحق صاحبؒ، قاضی مظہر الدینؒ بل گرامی، مولانا امیر احمد کاندھلویؒ، مولانا صدیق احمد باندویؒ، مفتی عبدالقدوس الہ آبادیؒ، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادیؒ، مفتی عبدالعزیزؒ

رائے پوریؒ، مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مولانا ابراہیم مظاہری برمی، مولانا انعام الحسن، کاندھلویؒ، مولانا عبیداللہ بلیاویؒ، مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ، اور مولانا وقار علی بجنوریؒ وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے آپؒ سے تلخیص المفتاح پڑھی تھی اور افتاء میں آپ سے خصوصی استفادہ فرمایا تھا، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ یہاں مظاہر علوم کے زمانہ قیام میں حضرت مفتی سعید احمدؒ کی زیر سرپرستی فتوی تحریر فرماتے تھے، جہاں کوئی غلطی ہوتی تو حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ تنبیہ فرماتے اور مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ اسے درست کرتے۔

حضرت مولانا اطہر حسینؒ صاحب نے حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ سے قرآن کریم کا کچھ حصہ کل ابتدائی کتب، سنن ترمذی مع شمائل ترمذی، بخاری شریف کا کچھ حصہ، اقلیدس، مسامرہ کا بھی کچھ حصہ اور درمختار، شرح عقود رسم المفتی وغیرہ پڑھی ہیں۔

وفات

۱۳۷۷ھ میں وفات پائی جیسا کہ بعض جرائد ومجلات نے بھی ذکر کیا ہے، اور قبرستان حاجی شاہ کمال سہارنپور میں حضرت مولانا عبداللطیف پورقاضویؒ کے جوار میں تدفین عمل میں آئی، آپ کے جنازہ میں تقریباً ۴؍ ہزار افراد نے شرکت کی۔

اسناد جامع الترمذی الی الامام الترمذی

رواه الشيخ أبو طاهر عن الشيخ إبراهيم الكردى، وهو عن الشيخ سلطان المزاحى، وهو عن الشيخ شهاب الدين أحمد بن خليل السبكى، وهو عن الشيخ نجم الدين محمد الغيطى، وهو عن الشيخ زين الدين زكريا بن محمد الأنصارى، وهو عن الشيخ عز الدين عبد الرحيم بن محمد بن الفرات القاهرى الحنفى، وهو عن الشيخ عمر بن أبي الحسن المراغي ومراغة: بلدة معروفة من بلاد فارس (إيران)وهو عن الشيخ فخر الدين ابن الخبارى وهو عن الشيخ عمروبن طبرزد البغدادى وهو عن الشيخ أبى الفتح عبد الملك بن عبد الله بن أبى سهل الكروخى، وكروخ: بفتح الكاف وضم الراء المهملة المخففة بلدة على نواحيى الهرات، وهو صاحب نسخة الترمذى، وهو عن القاضى أبى عامر محمود ابن القاسم بن محمدا لأزدى، قال الكرخى وأخبرنا الشيخ أبو نصر عبد العزيز الترياقى والشيخ أبو بكر أحمد بن عبد الصمد بن أبى الفضل

بن أبي حامد الغورجي وهم عن الشيخ أبي محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد الله بن أبي الجراح المروزي نسبة الى مروشاه جهان بلدة مشهورة بخراسان وهو عن الشيخ أبي العباس محمد بن محبوب المحبوبي المروزي، وهو عن صاحب الكتاب أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة بن موسى الترمذي رحمه الله تعالى [1]

اسناد جامع ترمذی شیخ ابوطاہر مدنی سے امام ترمذی تک

شیخ ابوطاہر المدنی کو ترمذی شریف کی سند حاصل ہے، اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے (ان دونوں کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں)

اور شیخ کردی کو سند حاصل ہے شیخ سلطان المزاحی سے اور شیخ مزاحی کو سند حاصل ہے شیخ شہاب الدین احمد بن خلیل السبکی سے اور شیخ سبکی کو سند حاصل ہے شیخ نجم الدین الغیطی سے (اور ان تینوں یعنی مزاحی، سبکی اور غیطی کے تذکرے سند مسلم میں آچکے ہیں) اور شیخ غیطی کو سند حاصل ہے شیخ زین الدین زکریا بن محمد الانصاری سے (ان کا تذکرہ سند بخاری مین آچکا ہے) اور شیخ انصاری کو سند حاصل ہے شیخ عزالدین عبدالرحیم بن محمد بن الفرات القاہری الحنفی سیا اور شیخ قاہری کو سند حاصل ہے شیخ عمر بن ابوالحسن المراغی سے اور شیخ مراغی کو سند حاصل ہے فخر الدین ابن البخاری سے (ان کا تذکرہ سند ابوداود میں آچکا ہے) اور شیخ ابن البخاری کو سند حاصل ہے شیخ عمرو بن طبرزد البغدادی سے (ان دونوں یعنی ابن البخاری اور بغدادی کے تذکرے سند ابوداؤد میں آچکے ہیں) اور شیخ بغدادی کو سند حاصل ہے شیخ ابوالفتح عبدالملک بن عبداللہ بن سہل الکروخی سے اور شیخ کروخی کو تین اساتذہ سے سند حاصل ہے، اول قاضی زاہد ابوعامر محمود بن القاسم بن محمد الازدی سے، دوم شیخ ابونصر عبدالعزیز بن محمد بن علی بن ابراہیم التریاقی سے، سوم شیخ ابوبکر احمد بن عبدالصمد بن ابی الفضل بن ابی حامد الغورجی سے، پھر ان تینوں حضرات کو سند حاصل ہے، شیخ عبدالجبار بن محمد بن عبداللہ بن ابی الجراح الجراحی المروزی المرزبانی سے اور شیخ مرزبانی کو سند حاصل ہے شیخ ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل المحبوبی المروزی سے اور شیخ مروزی کو سند حاصل ہے صاحب کتاب ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ الترمذی سے رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

[1] العجالۃ النافعۃ ص ۹۳ تا ۹۵

تذکرہ

شیخ عزالدین ابن الفرات الحنفی

نام ونسب

نام عبدالرحیم، لقب عزالدین، کنیت ابومحمد اپنے اسلاف کی طرح ابن الفرات سے مشہور ہیں نسب نامہ یوں ہے:

شیخ عزالدین ابو محمد عبد الرحیم بن ناصر الدین محمد بن عزالدین عبد الرحیم بن علی بن الفرات المصری الحنفی

ولادت

۷۵۹ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

قاہرہ ہی میں بنیادی علوم حاصل کئے اور بہت جلد حفظ قرآن مکمل فرمالئے پھر علوم متداولہ میں پروان چڑھنے لگے اور علوم مروجہ کی تعلیم میں مشغول ہوگئے۔

شیوخ واساتذہ

علم فقہ قاضی شرف الدین بن منصور اور جمال ملطی وغیرہ سے حاصل کیا اور علم حدیث اپنے والدِ محترم شیخ ناصرالدین اورزین الدین عراقی ابن اسلاف بلقینی وغیرہ سے حاصل کئے۔

نیزآپکوفخر ابن البخاری کے بہت سارے تلامذہ سے اجازتِ حدیث حاصل ہوئی ہے مثلاً عمر بن امیلہ، عمر بن الحسن مراغی، ابن عطاءاللہ حنفی، صلاح الدین، ابوعمرو وغیرہ۔

اسی طرح آپ کے مشہور اساتذہ میں خلیل بن ایبک الصفدی، محمود بن خلیفہ المنبجی، تاج سبکی، برہان الدین القیراطی، ابوہریرہ بن الذہبی ان کے علاوہ اور بھی مشائخ سے اکتساب فیض کئے۔

منقول ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے صرف ایک سال قبل وفات پائے اس لئے بہت سارے مشائخ میں دونوں مشترک ہیں یعنی حافظ ابن حجر کے جو اساتذہ ہیں وہ حضرت شیخ عزالدین کے بھی اساتذہ ہیں۔

آپ کی تصانیف

(۱)تذکرة الانام فی النهی عن القیام (۲)نحبة الفوائد (۳)تلخیص مسائل شرح منظومه ابن وهبان

آپ کی وفات

مصر میں ۸۵۱ھ وفات پائی۔ ؎

تذکرہ

شیخ عمر المراغیؒ

آپ کا نام عمر، لقب ابن امیلہ، کنیت ابوالحفص ہے سلسلہ نسب حافظ ابن حجر عسقلانیؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

عمر بن حسن بن مزید بن امیلة بن جمعة بن عیدان المراغی ثم الحلبی ثم الدمشقی ثم المزی المشهور بابن امیلة مسند العصر

آپ کی چار نسبتیں ہیں:

(۱)المراغی (بفتح المیم و الراء و فی آخرها الغین المعجمة) یہ قبیلہ اور شہر دونوں کی طرف منسوب ہے قبیلہ کا نام مراغ تھا اور ایک محلّہ بھی تھا۔

(۲)حلبی یہ بھی دمشق میں ایک جگہ حلب کی طرف کی منسوب ہے۔

(۳)دمشقی ملک کی طرف منسوب ہو کر دمشقی کہلاتے ہیں

(۴)المزی (بکسر المیم و الزائ المشددة) یہ مزہ کی طرف منسوب ہے جو دمشق کا ایک قریہ ہے۔

ولادت

آپ ۱۸/رجب المرجب ۶۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

ایک سال کی عمر میں یعنی ۶۸۰ھ میں مجد بن حملون کی مجلس میں حاضر کیے گئے اور بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حدیث و تفسیر میں مشغول ہو گئے اور اپنے زمانے کے کبار محدثین سے علم حاصل کیا جیسے:

؎ حوالہ (۱) الضوء اللامع ۱۸۶ تا ۱۸۸ شذرات الذهب ۲۶۹، الاعلام ۳۴۸، الکلام المفید ۴۱۰ تا ۴۱۱

(۱)فخر ابن البخاری(۲)عز بن عساکر(۳)محمد ابن یعقوب بن النحاس وغیرہ
ان حضرات سے علم حاصل کیا آپ بہت زیادہ عبادت میں مجاہدہ کرنے والے تھے اور کثرت سے تلاوت کرتے رہتے تھے اور درس حدیث میں بڑے صبر وضبط کے ساتھ ثابت قدم رہتے تھے بسا اوقات بغیر اکتاہٹ کے پورے پورے دن حدیث بیان کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی عمر عطا کی تھی تقریباً پچاس سال تک آپنے حدیث کا درس دیا ہے یہاں تک کہ اسناد میں پوتے کو دادا سے ملا دیا۔

مشہور تلامذہ

آپ سے بہت سارے لوگوں نے اکتساب فیض کیا ہے چند مخصوص حضرات یہ ہیں:
(۱)زین الدین عراقیؒ (۲)نور الدین ہیثمیؒ (۳)علامہ شمس الدین ذہبیؒ
علامہ ذہبی نے اپنی معجم میں آپ کی سند سے حدیث لکھی ہے آپ نے اپنے زمانہ کے تمام لوگوں کو خصوصاً مصریوں اور شامیوں کو اجازت عامہ دے رکھی تھی۔

وفات

آپ ۸ربیع الآخر ۷۱۸ھ میں اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) [1]

تذکرہ

شیخ ابوالفتح عبدالملک کروخیؒ

نام ونسب

نام عبدالملک، کنیت ابوالفتح ہے شیخ الکروخی سے مشہور ہیں نسب نامہ یوں ہے:
الشیخ الامام الثقة ابو الفتح عبد الملک بن ابی القاسم عبد اللہ بن ابی سہل بن القاسم بن ابی منصور بن ماح الکروخی الھروی.
آپ کی دو نسبتیں ہیں:

[1] الکلام المفید ص ۴۰۹ تا ۴۱۰

(۱) الهروی (بهاء و راء مفتوحتین نسبة الی هراة مدینة بخراسان)
خراسان میں ایک شہر ہراۃ کی طرف منسوب ہے۔
(۲) الکروخی (بفتح کاف و ضم الراء خفیفة بخاء معجمة منسوب الی کروخ من بلاد خراسان والمراد عبد الملک بن ابی القاسم راوی الترمذی)
یعنی کاف کے فتحہ اور راء کے ضمہ کے ساتھ منقول ہے یہ خراسان کا ایک شہر ہے (بلدۃ علی نواحی الہرات) جو شہر ہراۃ کے اطراف میں واقع ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش شہر ہراۃ کے قریب شہر کروخ میں ماہ ربیع الاول ۴۶۲ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

اپنے دیار میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف مشائخ سے علم حدیث کو حاصل کیا خصوصاً جامع ترمذی انہوں نے تین اساتذہ سے پڑھی:
(۱) قاضی ابو عامر الازدی سے ربیع الاول ۴۸۲ھ میں۔ (۲) احمد بن عبد الصمد الغورجی سے ربیع الاخر ۴۸۱ھ میں۔ (۳) عبد العزیز بن محمد بن ابی نصر تریاقی سے (مگران سے آخری حصہ جو مناقب ابن عباس سے شروع ہوتا ہے نہیں پڑھا) باقی پوری ترمذی کا سماع ان سے بھی کیا ہے اور مذکورہ تینوں مشائخ نے جامع ترمذی عبد الجبار الجراحی سے روایت کی ہے۔
اسی طرح شیخ ابوالفتح نے مذکورہ تینوں اساتذہ کے علاوہ حدیث کا سماع شیخ ابو اسماعیل الانصاری، محمد بن علی العمیر ی، حکیم بن احمد الاسفرائینی اور ابو عطا الملیحی وغیرہ سے بھی کیا ہے۔

شیخ ابوالفتح کے تلامذہ

شیخ ابوالفتح سے بہت سارے لوگوں نے حدیث شریف کا سماع کیا ہے ان میں سے چند چنیدہ حضرات یہ ہیں:
(۱) علامہ سمعانی (۲) ابن عساکر (۳) ابن الجوزی (۴) خطیب دمشق عبد الملک بن یاسین الدولعی (۵) زاہر بن رستم (۶) ابو احمد بن سکینہ (۷) ابن الاخضر (۸) ابن طبرزد (۹) احمد

بن علی الغزنوی(۱۰)علی بن ابی الکرم المکی البناء(۱۱)ابوالیمن الکندی(۱۲)عبد السلام بن ابی مکی القباری(۱۳)احمد بن یحیٰ بن الدبیقی(۱۴)مبارک بن صدقه الباخرزی(۱۵)فقیه محمد بن معالی الحلاوی(۱۶)ثابت بن مشرف البناء

سیرت واخلاق

آپ کے شاگردعلامہ سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ انتہائی دیندار صالح، خیرخواہ اوراعلیٰ اخلاق کے پیکر تھے، سچے اور ثقہ محدث تھے، زاہداورتارک الدنیا صوفی شخص تھے، مرض کی حالت میں بھی بعض شاگردوں نے کچھ رقم پیش کی تو قبول نہیں فرمایا ہمیشہ فقراورعسر کی زندگی گزاری جامع ترمذی کا نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر فروخت کرتے اوراسی سے اپنی ضرورت پوری کرتے۔

وفات

آپ کی وفات ۲۵ ذی الحجہ ۵۴۸ھ حاجیوں کے رخصت ہونے کے تین دن بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔[۱]

قاضی ابوعامر محمود ابن القاسم الازدی

نام ونسب

نام محمود، کنیت ابوعامر، لقب قاضی زاہد ہےنسب نامہ یوں ہے

الشیخ الامام المسند القاضی ابو عامر محمود بن القاسم بن القاضی الکبیر ابی منصور محمد بن محمد بن عبد الله بن علی بن حسین بن محمد بن مقاتل بن صبیح بن ربیع بن عبدالملک بن یزید بن المهلب بن ابی صفرة الازدی المهلبی الهروی الشافعی من کبار ائمة المذهب.

آپ کی چار نسبتیں ہیں:

(۱) الازدی (بمفتوحة وسکون الزائ) یہ قبیلہ شنوہ کی شاخ قبیلہ ازد کی طرف منسوب ہے۔

(۲) المهلبی (بضم المیم و فتح الهاء و تشدید اللام وفی آخرها الباء المفتوحة بواحدة) جداعلیٰ ابوسعید المہلب بن ابی صفرہ الازدی امیر خراسان کی طرف منسوب ہے۔

---

[۱] حوالہ(۱) ماخوذ ومستفاد، سیر اعلام النبلاء ۲۷۳ ج:۲۰، شذرات الذہب ۱۴۸ جلد ۴ الکلام المفید ص ۴۰۵ تا ۴۰۸

(۳)الھروی اس کی تحقیق شیخ ابوالفتح کے تذکرے میں آگئی ہے(۴)الشافعی آپ مسلکاً شافعی تھے۔

ولادت

قاضی زاہد کی پیدائش ۴۰۰ھ میں خراسان کے کہ ایک شہر ہراۃ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

شروع میں اپنے شہر میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علمِ حدیث کا آغاز اپنے جد محترم ابومنصور الازدی سے کیا اور پھر دوسرے محدثین سے بھی جیسے:

(۱)عبدالجبار الجراحی(۲)ابو عمر محمد بن الحسن البسطامی(۳)ابو معاذ احمد بن محمد الصیر فی(۴)حافظ احمد بن محمد الجارودی(۵)ابو معاذ بن عبس الزاغانی(۶)بکر بن محمد المروزی وغیرھم.

تلامذہ

آپ کے تلامذہ بہت سارے علمائے کبار ہیں جن میں سے شیخ ابوالفتح الکروخی اور ابوجعفر بن ابی علی الہمدانی کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے۔

سیرت وکردار

آپکی زندگی زہدوتقویٰ کے اعتبار سے بے مثال اور عفت وپاکدامنی میں بے نظیر تھی اخلاق وکردار کے اعلیٰ معیار پر فائق تھے علامہ سمعانی فرماتے ہیں کہ وہ جلیل القدر، کبیر المحل عالم وفاضل تھے۔

وفات:

آپ کی وفات ماہ جمادی الاخریٰ ۴۸۷ھ میں ہوئی۔ [1]

شیخ ابونصر عبدالعزیز التریاقی

نام ونسب

نام عبدالعزیز، کنیت ابونصر، لقب شیخ التریاقی ہے نسب نامہ یوں ہے۔

[1] حوالہ(۱) ماخوذ ومستفاد سیر اعلام النبلاء ۱۹۱ج:۳۲، شذرات الذہب ۳/۳۸۲ حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۵، الکلام المفید ۴۰۴تا۴۰۵

شیخ ابو النصر عبد العزیز بن محمد بن علی بن ابراهیم الهروی التریاقی

آپ کی نسبت دو ہے:

(۱)الھروی (اس کی تحقیق گزر گئی)

(۲)التریاقی (بکسر التاء المنقوطة باثنتین من فوقها و سکون الراء و فتح الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها و فی آخرها القاف. هذه النسبة الی شیئین : احدهما الی عمل التریاق وهو شیء ینفع من السموم و یدفعها و الثانی ینسب الی تریاق وهی قریة من قری هراة)

تعلیم وتربیت

آپنے اپنے دیار میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کے لئے مختلف مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ خصوصاً جامع ترمذی آخری جزء کے علاوہ جسکی ابتداء حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مناقب سے بواسطہ عبدالجبار جراحی سے روایت کرتے ہیں۔ نیز آپ نے حدیث قاضی ابو المنصور الازدی اور حافظ ابو الفضل الجارودی سے بھی حاصل کی ہے۔

تلامذہ:

بہت سے محدثین ہیں خاص کر جامع ترمذی آپ سے مؤتمن الساجی اور شیخ ابوالفتح عبدالملک الکروخی نقل کرتے ہیں۔

وفات:

ماہ رمضان المبارک ۴۸۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور کل چورانوے (۹۴) سال عمر پائی۔ [۱]

تذکرہ

شیخ ابوبکر احمد بن عبدالصمد الغورجیؒ

نام ونسب

نام احمد بن عبدالصمد، کنیت ابوبکر، لقب شیخ غورجی ہے سلسلہ نسب یوں ہے

شیخ ابو بکر احمد بن عبد الصمد بن ابی الفضل بن ابی حامد الغورجی الهروی

[۱] حوالہ (۱) سیر اعلام النبلاء ۱۹/۶، الکلام المفید ۴۰۳

آپکی دونسبتیں ہیں:

(۱)الغورجی (بضم الغین و سکون الواو و فتح الراء و فی آخرھا جیم . ھذہ النسبة الی غورة وھی قریة من قری ھراة)

یعنی ہرات کے اطراف میں یہ ایک گاؤں غورة کی طرف منسوب ہے جوشیخ ابوبکرالغورجی کی جائے پیدائش ہےاس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کوغورجی کہاجاتا ہے۔

(۲) الھروی

اس کی تحقیق گزرچکی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپنے اپنے علاقہ میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد مختلف مشائخ حدیث کی طرف سفر کئے خاص کرشیخ عبدالجبار الجراحی کی خدمت میں حاضر ہوکر ترمذی شریف کی سماعت کی آپ سے بہت سارے لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا خاص کرشیخ مؤتمن الساجی اورشیخ ابوالفتح الکروخی نے آپ سے روایت حدیث کی ہے شیخ ابوالفتح الکروخی نے آپ سے ترمذی شریف کاسماع ربیع الآخر ۴۸۱ھ میں کیاہے۔

وفات

ذی الحجہ ۴۸۱ھ میں ہراۃ کےاندروفات پائی اورکل عمر۹۰رسال پائی۔ [۱]

شیخ ابومحمد عبدالجبارالجراحیؒ

نام ونسب

نام عبدالجبار،کنیت ابومحمد،لقب الشیخ الصالح ہےسلسلہ نسب یوں ہے:

الشیخ الصالح الثقة ابو محمد عبد الجبار بن محمد بن عبدالله بن محمد بن ابی الجراح بن الجنید بن ھشام بن المرزبان المرزبانی الجراحی المروزی

آپ کی تین نسبتیں ہیں:

(۱) المرزبانی (بفتح المیم و سکون الراء و ضم الزاء و فتح الباء المنقوطة بواحدة وفی

[۱] حوالہ(۱) سیراعلام النبلاء۱۹/۷،الکلام المفید ۴۰۳

آخرها النون هذه النسبة الى المرزبان و هو اسم لجد المنتسب اليه)

(۲) الجراحی (بفتح الجیم و تشدید الراء و فی آخرها الحاء المهملة هذه النسبة الى الجراح وهو اسم لبعض اجداد المنتسب اليه)

(۳) المروزی (بسکون الراء و بزاء نسبة الی مرو بزیادة زائ مدینة بخراسان)

ولادت

آپ ۳۳۱ھ میں مروشہر میں پیدا ہوئے اور ہراۃ شہر میں بودوباش اختیار کی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہراۃ شہر میں مقیم ہوکر وہاں کے محدثین سے علم حدیث حاصل کیا خصوصاً ابوالعباس المحبوبی کے واسطے سے جامع ترمذی کی روایت کی ہے۔

تلامذہ

آپ سے خلقِ کثیر نے ترمذی شریف نقل کی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ابو عامر ازدی

(۲) احمد بن عبد الصمد الغورجی (۳) شیخ الاسلام ابو اسمعیل عبد الله بن محمد (۴) عبد العزیز بن محمد التریاقی (۵) ابو نصر التریاقی (٦) محمد بن محمد العلائی

سیرت

آپ نہایت دیانتدار پاک طینت متقی عالم ومحدث تھے علامہ سمعانی فرماتے ہیں کہ آپ نیک اور ثقہ شخص تھے۔

وفات

علامہ سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات ۴۱۲ھ میں ہوئی ہے۔ [۱] انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ ابوالعباس المحبوبیؒ

نام ونسب

نام محمد، کنیت ابوالعباس، لقب مفید مرو ہے سلسلہ نسب یوں ہے:

[۱] حوالہ (۱) سیر اعلام النبلاء ۲۵۷، شذرات الذهب ۱۹۵ جلد ۳ حاشیہ عجالۂ نافعہ ۹۵ المغنی ۲۲ الکلام المفید ۳۰۳ تا ۳۰۴

امام المحدث مفید مرو ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل المحبوبی المروزی راوی جامع ابی عیسیٰ (ترمذی شریف) عن الامام الترمذی.

نسبت دو ہیں:

(۱) المحبوبی(بحاء مهملة و ضم موحدة اولی نسبة الی جد ابی العباس بن محمد بن احمد بن محبوب احد رواة الترمذی)

(۲) المروزی

اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے دیار میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کبار محدثین سے علم حدیث حاصل کیا مثلاً:

(۱)سعید بن مسعود (۲)صاحبِ نظر بن شمیل(۳)فضل بن عبد الجبار الباهلی(۴)ابو الموجه وغیرہم محدثین سے

تلامذہ

ایک بڑی جماعت نے آپ سے سماع حدیث کیا ہے جن میں چند یہ ہیں:

(۱) ابو عبدالله بن منده (۲)ابو عبدالله الحاكم(۳) عبدالجبار بن الجراح (۴)اسماعيل بن منال المحبوبی وغیرہ

۲۶۵ھ میں جبکہ آپ کی کل عمر ۱۶ رسال تھی ترمذ شہر میں سفر کر کے تشریف لائے اور حضرت امام ترمذی سے جامع ترمذی کی سند حاصل کی آپ ذہین ثقہ اور مضبوط سماع سے متصف خوش خط عالم تھے۔

چنانچہ آپ جامع ترمذی کے راوی ہیں اور آپ ہی کا نسخہ لوگوں کے درمیان متداول ہے آپ شہر مرو کے محدث، شیخ اور رئیس تھے۔

وفات

امام حاکمؒ نے فرمایا کہ شیخ ابوالعباس کا انتقال رمضان المبارک ۳۴۶ھ میں ہوا۔ [۱]

[۱] حوالہ(۱) تذکرۃ الحفاظ ۸۶۳ جلد ۳، شذرات الذہب ۳۷۳ ج ۲، سیر اعلام النبلاء ۲۵۷ ج: ۱۷، حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۵، الکلام المفید ۴۰۱، ۴۰۲، المغنی ۷۶

الامام الحافظ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ

نام ونسب

نام محمد، کنیت ابوعیسیٰ، لقب الامام الحافظ الحجۃ الرحلۃ سلسلہ نسب یوں ہے:

الامام الحافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی الضریر البوغی الترمذی

بعض حضرات نے آپ کانسب اس طرح بیان کیا ہے:

محمد بن عیسیٰ بن یزید بن سورۃ بن السکن

مگر اکثر کتابوں میں پہلا نسب نامہ ہی موجود ہے اس لئے وہی راجح ہے۔

یہاں آپ کی تین نسبتیں ہیں

(۱)السَّلْمِی(بفتح السین المھملۃ و سکون اللام ھذہ النسبۃ الی الجد وھو ممن کان فی آبائہ و اجدادہ سلم)،(۲)السُلَمِی(ھذہ النسبۃ بضم السین المھملۃ وفتح اللام الی سلیم وھی قبیلۃ من العرب مشھورۃ)(۳)،السَلَمی (بفتحتین الی بنی سلمۃ حی من الانصار)(۳)بوغی (بضم الباء و کسر الغین المعجمۃ)

ترمذ شہر کے چند فرسخ کے فاصلے پر بوغ نامی قصبہ آباد تھا وہیں امام ترمذی کی پیدائش ہوئی ہے اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو بوغی کہا جاتا ہے۔

(۳) الترمذی ھذہ النسبۃ الیٰ ترمذ قال ابو سعد الناس مختلفون فی کیفیۃ ھذہ النسبۃ بعضھم یقول بفتح التاء و بعضھم یقول بضمھا و بعضھم یقول بکسرھا المتداول علی لسان اھل تلک المدینۃ بفتح التاء و کسر المیم والذی کنا نعرفہ فیہ قدیما بکسر التاء والمیم جمیعاً)

ولادت وجائے ولادت

علامہ بقاعیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباواجداد شہر مرو کے باشندے تھے پھر خراسان کے شہر ترمذ کی طرف منتقل ہوگئے جو دریائے جیحون کے کنارے ایک مشہور شہر تھا جہاں سے بڑے بڑے جبال العلم پیدا ہوئے اس کو مدینۃ العلم کہا

جاتا تھااس شہر کے چند فرسخ پر بوغ نامی قصبہ آباد تھا حضرت امام ترمذی اسی قصبے میں ۲۰۹ھ یا بقول بعض ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے مگر پہلا قول راجح ہے۔

تعلیم وتربیت

حضرت امام ترمذی نے پہلے اپنے وطن میں رہ کر ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد بڑے بڑے شہروں کے مشائخ کے پاس جاکر علم حدیث حاصل کیا مثلاً حجاز، مصر، شام، کوفہ، بصرہ، خراسان، بغداد، حرمین شریفین وغیرہ مدن وامصار کے شیوخ سے سندِ حدیث حاصل کی۔

شیوخ واساتذہ

آپ نے تو سیکڑوں محدثین سے حدیث کی روایت کی ہے جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

(۱)حضرت امام بخاریؒ (۲)حضرت امام مسلمؒ (۳)حضرت امام ابوداود سجستانی (۴)احمد بن منیع (۵)محمد بن المثنیٰ (۶)محمد بن بشار (۷)هناد بن السری (۸)قتیبة بن سعید (۹)محمود بن غیلان (۱۰)اسحاق بن موسیٰ الانصاری (۱۱)اسحاق ابن راهویه (۱۲)ابو کریب (۱۳)زیاد بن ایوب

تلامذہ

آپ سے خلقِ کثیر نے علم کو حاصل کیا جن میں سے چند نامور شاگرد یہ ہیں:

(۱) مکحول ابن فضل (۲)محمد بن محمود بن عنبر (۳)حماد بن شاکر (۴) عبدِ بن محمد النسفی (۵)هشیم بن کلیب الشاشی (۶)احمد بن علی بن حسنویه (۷) ابو العباس المحبوبی-وغیرهم

حضرت امام ترمذی کو یہ فخر ہے کہ بعض احادیث میں وہ اپنے استاذ حضرت امام بخاری کے بھی استاد ہیں چنانچہ حضرت امام بخاری نے امام ترمذی کی سند سے بعض روایت صحیح بخاری میں نقل کی ہیں چنانچہ فخر کرتے ہوئے حضرت امام ترمذی نے دوحدیثوں کے متعلق خود تصریح کی ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے:

لایحل لاحد ان یجنب فی هذا المسجد غیری و غیرک
حضرت امام ترمذی اس حدیث کونقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں
وقد سمع محمد بن اسماعیل منی هذا الحدیث و استغربه
اسی طرح کتاب التفسیر میں سورہ حشر کی تفسیر کے تحت بھی اسی طرح کی بات تحریر کی ہے۔
ایک مرتبہ حضرت امام بخاری نے حضرت امام ترمذی سے فرمایا:
ما انتفعت بک اکثر مما انتفعت بی
یعنی جتنا تو نے مجھ سے فائدہ اٹھایا اس سے زیادہ میں نے تجھ سے فائدہ اٹھایا۔
حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر طالب علم ذہین ہوں تو استاذ پڑھانے میں زیادہ محنت کرتا ہے جس سے استاذ کا فائدہ ہوتا ہے۔

حفظ واتقان

حضرت امام ترمذی حفظ واتقان کے اعلیٰ معیار پر فائق تھے ابن حبان نے اپنی کتاب کتاب الثقات میں تحریر فرمایا ہے کہ
کان ابو عیسی ممن جمع و صنف و حفظ و ذاکر
ترجمہ: ابوعیسیٰ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے علم حدیث کو جمع کیا اور ان میں تصانیف کی اور جنہوں نے حدیث کا حفظ و مذاکرہ کیا۔
ابوسعد الادریسی فرماتے ہیں کہ
کان ابو عیسیٰ یضرب به مثل فی الحفظ
ترجمہ: امام ترمذی قوی الحفظ میں ضرب المثل آدمی تھے امام حاکم کہتے ہیں کہ میں عمر بن الملک کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ
مات البخاری فلم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ
فی العلم و الحفظ والورعی و الزهد
ترجمہ: امام بخاری وفات کر گئے اور اپنے پیچھے حضرت امام ترمذی جیسا خُراسان میں علم وفضل، حفظ واتقان اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے کسی کو نہیں چھوڑا۔
زندگی بھر خشیتِ الٰہی میں روتے رہے اور خوفِ خدا کے غلبہ کی وجہ سے اتنا روئے کہ نابینا ہو گئے اور اسی حالت میں

وفات پائی (اسی وجہ سے آپ کو ضریر کہا جاتا ہے)

قوتِ حافظہ کا ایک عجیب واقعہ

علامہ ادریسیؒ نے اپنی مسند سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت امام ترمذی نے فرمایا میری مکہ کے راستے میں ایک شیخ سے ملاقات ہوگئی جن کی روایات کے دو صحیفے مجھے اجازۃً پہنچے تھے تو میں نے چاہا کہ ان سے ان دونوں صحیفوں کی سند قراءۃً حاصل ہو جائے میں نے ان سے درخواست کی شیخ نے قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ دو صحیفے لے آؤ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سامان میں تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں صحیفے تو گھر ہی رہ گئے ان کی جگہ سادے کاغذ رکھے ہوئے ہیں۔

اس پر حضرت امام ترمذی نے یہ تدبیر سوچی کہ اسی سادے کاغذ کو لے کر بیٹھ گئے اور نظر جمائے رکھی شیخ احادیث پڑھنی شروع کی بعد میں شیخ کی نظر سادے کاغذ پر پڑی تو فرمایا

اما تستحي منی کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہو

حضرت امام ترمذی نے اس پر معذرت کرتے ہوئے واقعہ سنا دیا اور فرمایا کہ جتنی احادیث آپ نے بیان کی ہے وہ سب مجھے یاد ہوگئی ہیں شیخ نے سنانے کا مطالبہ کیا حضرت امام ترمذیؒ نے من وعن وہ تمام احادیث سنا دی شیخ نے فرمایا:

لعلک استظهرتها من قبل (شاید آپ نے یہ پہلے سے یاد کر رکھا تھا)

امام ترمذی نے فرمایا آپ ان کے علاوہ کچھ اور احادیث سنائیں۔

چنانچہ شیخ نے مزید چالیس احادیث سنا دیں حضرت امام ترمذی نے فوراً ان احادیث کو من وعن دہرا دیا شیخ نے دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر فرمایا

مارایت مثلک (میں نے آپ کا ثانی نہیں دیکھا)

آپ کی تصانیف

آپ کی تصانیف تین مشہور چلی آرہی ہیں:

(۱) جامع الترمذی (۲) کتاب الشمائل (۳) کتاب العلل

یہ تینوں جامع کے ساتھ موجودہ نسخوں میں شامل ہیں اس کے علاوہ

علامہ ابن ندیمؒ نے فہرست میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب تاریخ بھی لکھی تھی اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں امام ترمذی کے ترجمہ کے تحت ان کی ایک تفسیر کا بھی ذکر کیا ہے مگر ان کی یہ تفسیر اور تاریخ کی کتاب نایاب ہے۔

جامع ترمذی

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام ترمذیؒ کی جامع ان کے حفظ وفقہ اور حدیث میں ان کی امامت کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن قبول حدیث میں نرمی فرماتے تھے حدیث کے قبول کرنے کے سلسلے میں سختی سے کام نہیں لیتے تھے اور تضعیف کے سلسلے میں ذرا نرم تھے۔

اپنی جامع سے متعلق خود امام ترمذیؒ فرماتے ہیں میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا اور علمائے حجاز، عراق وخراسان پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا اور جس کے گھر میں یہ کتاب ہو تو گویا اس کے گھر میں بولتا نبی ہے۔

وفات

حضرت امام ترمذی کی وفات ۱۳؍رجب المرجب ۲۷۹ھ میں شہر ترمذ میں ہوئی۔ [۱]

اسناد سنن نسائی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) نے نسائی شریف مکمل پڑھی ہے، حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری سہارنپوریؒ (ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) سے اور حضرت الاستاذ نے پڑھی ہے حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ سے اور حضرت پورنوی نے پڑھی حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ سے (ان کے حالات سند ترمذی میں گزر چکے ہیں) اور حضرت کامل پوری کو دو حضرات سے قرأۃً سندیں حاصل ہیں، اول حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے اور حضرت سہارنپوریؒ کو سند حاصل ہے حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ سے اور ان کو حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے۔

دوم حضرت کامل پوری کو سند حاصل ہے حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ سے اور حضرت کاندھلوی کو سند حاصل ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اور حضرت گنگوہیؒ کو سند حاصل ہے شاہ عبد الغنی مجددی دہلویؒ سے اور حضرت مجددی کو سند حاصل ہے شاہ محمد اسحاقؒ سے۔

پھر حضرت محمد اسحاق کو سند حاصل ہے شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے اور ان کو اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث

---

[۱] حوالہ (۱) سیر اعلام النبلاء ۲۷۰ جلد ۱۳، البدایہ والنہایہ ۲،۷۱ ج: ۱۱، الکلام المفید ۳۹۸ تا ۴۰۱

دہلوی سے اوران کوشیخ ابوطاہرالمدنی سے (ان سبھوں کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں۔

نیز حضرت مولانا منور حسین صاحب کوایک عالی سند اجازۃً حاصل ہے مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے اور مولانا خلیل الرحمٰن کوسند حاصل ہے شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے اور گنج مرادآبادیؒ کوسند حاصل ہے شاہ محمداسحاق محدث دہلویؒ سے۔

تذکرہ

حضرت الاستاذ فصیح اللسان حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوریؒ

(ناظم اعلی مظاہرعلوم)

نام ونسبت

آپ کا نام محمد سلمان والد کا نام حضرت مولانا مفتی محمد یحی صاحب اور جد محترم مولانا الحاج سید محمد ایوب صاحب ہیں، کنیت ابوعثمان لقب فصیح اللسان نسبت مظاہری سہارنپوری، حنفی ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳رذی قعدہ ۱۳۶۵ھ مطابق دس اکتوبر ۱۹۴۶ھ شب پنجشنبہ کوسہارنپور میں ہوئی

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اولاً قرآن مجید حفظ کیا جس کا آغاز ۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ ۲۲ر مارچ ۱۹۵۲ھ شنبہ کوحضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کی مجلس میں ہوا، اور ۲۹ر شعبان ۱۳۷۷ھ میں قرآن کا حفظ مکمل فرمالیا، اور رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ میں اپنی خاندانی مسجد حکیمان میں پہلی محراب سنائی۔

شوال ۱۳۸۱ھ مطابق اپریل ۱۹۶۲ھ میں آپ نے بعمر پندرہ سال جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور میں داخل ہوکر کنز الدقائق نفحۃ الیمن، تہذیب، اصول الشاشی، بحث اسم سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا، تعلیمی مراحل مختلف سالوں میں طے کرتے ہوئے شعبان ۱۳۸۵ھ میں آپ نے جلالین ومشکوۃ ہدایہ ثالث مکمل کیں۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

۱۳۸۶ھ میں کتب صحاح پڑھیں، آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ سے ترمذی، نسائی، مسلم حضرت مولانا منور

حسین صاحب پورنوی بہاری سے اور ابوداؤد حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑویؒ سے طحاوی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے پڑھی ہے۔

آپ کے دورۂ حدیث شریف کے رفقاء یہ ہیں:

حضرت مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری (حال صدر المدرسین مظاہر علوم وقف) مولانا اقبال حسین صاحبؒ شاہ آبادی، حضرت مولانا قاری رضوان نسیم صاحبؒ (سابق صدر القراء ونائب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) مولانا غلام احمد پیر تاج علی صاحب افریقی، حضرت الاستاذ شروع سے اخیر تک تمام کتابوں میں اعلی نمبرات سے کامیاب ہوکر مدرسہ سے جلیل القدر انعامات کے حق دار بنتے رہے، چنانچہ ۱۳۸۲ میں تمام طلبہ میں آپ اول نمبر آئے جس پر نقد انعام کے ساتھ شرح جامی، کنز الدقائق، اصول الشاشی وغیرہ اور ۱۳۸۳ھ میں شرح وقایہ بحث اسم میر قطبی، ۱۳۸۴ھ میں ہدایہ اولین مقامات حریری، مختصر المعانی ۱۳۸۵، میں جلالین، ہدایہ ثالث ۱۳۸۶ھ میں مسلم شریف، ترمذی شریف کامل آپ کو یادگار تحفہ اور خصوصی انعام کے طور پر دی گئی۔

فہم وفراست، قوت حفظ وضبط اور علم کے ساتھ مناسبت اور اعلی استعداد یہ تمام چیزیں حق تعالی نے آپ کی طبیعت میں ودیعت فرمائی تھیں۔

شوال ۱۳۸۶ھ میں مظاہر علوم میں کتب فنون بیضاوی شریف، ملاحسن میبذی وغیرہ پڑھیں۔

تدریسی خدمات

۱۳۸۷ھ میں مظاہر علوم کے استاذ بنائے گئے پہلے سال میں تہذیب اور مراح الارواح کے دوسبق تجویز ہوئے، ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے ۱۳۹۲ھ میں پہلی مرتبہ جلالین شریف پڑھائی۔

۱۳۹۶ھ میں مظاہر علوم کے استاذ حدیث بنائے گئے اور پہلی مرتبہ مشکوۃ شریف آپ کے حوالہ ہوئی، جو کافی طویل عرصہ تک آپ کے زیر درس رہی، درس مشکوۃ میں آپ کو جو ملکہ حاصل تھا شاید کسی کو حاصل ہو، لمبی اور طویل بحثوں کو اس قدر مختصر جامع انداز میں پیش فرماتے تھے کہ طلباء عش عش کرنے لگتے، دوران درس آپ کی زبان کی روانی مدلل ومحول، ابحاث کی جولانی قابل دید ہوتی تھی، آپ کا درس مشکوۃ طلباء مدارس خصوصاً دار العلوم ومظاہر علوم کے علماء وطلباء کے مابین مشہور ومقبول تھا۔

پھر حضرت مولانا مفتی عبد العزیز صاحبؒ کے انتقال کے بعد غالباً ۱۴۱۲ھ میں آپ کے ذمہ دورۂ حدیث شریف کی

تین کتابیں نسائی شریف ابن ماجہ اور مؤطا امام مالک سپرد ہوئیں اور آپ کم وقت میں ان تینوں کتابوں کے درس کا حق ادا کرتے رہے۔

بندہ راقم الحروف (محمد کوثر علی سبحانی) نے ۱۴۱۳ھ اور ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء ۱۹۹۴ء میں حضرت الاستاذ سے یہ تینوں کتابیں پڑھیں۔

بعدہٗ کئی سال تک مسلم شریف کا درس آپ سے متعلق رہا، اور بڑی جامعیت کے ساتھ آپ کے درس سے طلباء مستفیض ہوتے رہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تصنیفات میں تعاون

حضرت شیخؒ نے اپنی آخری عمر میں حضرت الاستاذ مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا سلمان صاحبؒ کو اپنی عربی تصنیفات الابواب التراجم للبخاری، حواشی بذل المجہود، جزء حجۃ الوداع کی تکمیل کا کام سپرد فرمایا، ان دونوں حضرات نے بڑی سعادت مندی سے اس کام کو کما حقہ انجام دیا، اور یہ کتابیں منقح و مرتب ہو کر شائع ہوئیں۔

عہدۂ نظامت

ماہ صفر ۱۴۱۳ھ اگست ۱۹۹۲ء میں آپ کو نائب ناظم اور پھر ربیع الاول ۱۴۱۶ھ میں قائم مقام ناظم اور اس کے ایک سال کے بعد ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ میں آپ کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا تا دم اخیر آپ اسی عہدہ پر فائز رہے۔

تصنیفات و تالیفات

آپ کا ہمہ جہتی مشغولیت کی وجہ سے مستقل قلم نہیں اٹھا سکے مگر اپنے اساتذہ کی درسی تقاریر کو دوران درس ضبط فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

تقریر بخاری شریف

یہ حضرت شیخؒ کے درس میں شریک رہ کر ضبط فرمائی جو کچھ حصوں میں شائع ہوئی ہے، حضرت مولانا شاہد الحسنی صاحب نے مختلف تقریروں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے، اس میں اکثر مضامین حضرت الاستاذ ہی کے ضبط کردہ ہیں۔

تقریر مشکوۃ شریف

یہ آپ کے مشکوۃ شریف کے ہر دو استاذ حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ اور حضرت الاستاذ شیخ

جونپوری مدظلہ کی درسی تقریر کا مجموعہ ہے۔

تقریر طحاوی شریف

یہ آپ کے استاذ مناظر الاسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے درسی افادات کا مجموعہ ہے جس کو آپ نے دوران درس ضبط فرمایا ہے۔

تقریر شرح جامی

یہ آپ کے شرح جامی کے استاذ امام النحو والمنطق حضرت علامہ صدیق صاحب کشمیریؒ کی درسی تقریر کا مجموعہ ہے۔

تقریر کافیہ

یہ آپ کے کافیہ کے استاذ محترم کی درسی تقریر ہے جو ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

اصلاحی تعلق

حضرت الاستاذ کا بیعت کا تعلق حضرت شیخ سے تھا، لیکن اجازت وخلافت ۱۴۲۵ھ میں حضرت مولانا پیر طلحہ صاحب نے دی، رفتہ رفتہ آپ شبانہ روز کی جہد مسلسل کے ذریعہ روحانی عروج کو طے کرتے ہوئے طریقت کے اس مقام پر فائز ہوئے کہ مرجع خلائق بنے رہے۔

خانقاہ خلیلہ کے جانشین

۱۴۴۰ھ میں حضرت پیر طریقت مولانا طلحہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے قدیم ومشہور اور رشد وہدایت کا مرکز خانقاہ خلیلہ میں عصر کے بعد کی بھری مجلس میں (وہ مقدس عمامہ جو سلسلہ وار بزرگوں سے چلا آرہا تھا، حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحبؒ کے سر پر رکھ کر اس مقدس خانقاہ کا آپ کو جانشین منتخب فرما کر سرفرازی عطا فرمائی۔

حضرت پیر صاحب نور اللہ مرقدہ کے بعد حضرت الاستاذ ہی اس خانقاہ کے پیر طریقت بنے، آپ کی قیادت وطریقت میں فجر کے بعد ذکر اور عصر کے بعد وعظ ونصیحت کی مجلسیں روحانیت سے معمور رہتی تھیں، عصر کے بعد مختصر وقت میں اس قدر علمی وروحانی وعظ اور خوف وخشیت سے لبریز نصیحتیں فرماتے تھے کہ مجمع پر رقت طاری ہوجاتی تھی، الحمد للہ ثم الحمد للہ آپ کی جانشینی سے خانقاہ خلیلہ کا چشمۂ فیض پہلے ہی کی طرح ابلتا اور خاموش دریا کی طرح رواں دواں رہا۔

وفات:

آپ کی وفات ۲۸ ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰ جولائی ۲۰۲۰ء سہارنپور میں ہوئی اور خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

تذکرہ

مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ

نام ونسب

والد ماجد شیخ منیر الدین تھے۔

ولادت

۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم علاقائی مدارس میں شرح جامی تک مولانا عبدالرحمٰن بردوانی مولانا زبیر صاحب دربھنگوی قاسمی، مولانا عبدالواحد صاحب جونپوری مظاہری سے پڑھ کر شوال ۱۳۴۵ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر مختصر المعانی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، اور پھر درجہ بدرجہ تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۱۳۵۰ھ میں دورۂ حدیث شریف کے سالانہ امتحان میں آپ نے اعلی امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرکے سند فراغت پائی اس پر حضرت شیخ نے حوصلہ افزائی کیلئے اوجز جلد اول عطا فرمائی، نیز پندرہ روپئے مدرسہ کی جانب سے نقد ملے۔

تدریسی خدمات

مظاہر علوم سے فراغت پر شوال ۱۳۵۲ھ میں پانچ روپے مشاہرہ پر مظاہر علوم میں معین مدرس بنائے گئے، پانچ سال تک یہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، دریں اثناء حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ سے ابوداؤد سماعت کرنے کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں فن تجوید بھی پڑھتے رہے، انہیں سالوں میں جامعہ مظاہر علوم میں باضابطہ طور پر فتاویٰ نویسی کا کام شروع کیا گیا، جن کے اولین شرکاء حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ، مولانا عمر احمد صاحب تھانوی

ابن حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ اور مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ کے ساتھ مولانا منور حسین صاحبؒ بھی تھے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ مشق کراتے اور رسم المفتی وغیرہ پڑھاتے تھے، حضرت مولانا کے تعلیمی گھنٹے تو مظاہر علوم میں گزرتے لیکن خالی اوقات میں حضرت شیخ سے مجاہدات روحانیہ کے ساتھ ساتھ مجاہدات علمیہ اور معمولات روحانیہ بھی آپ کا اشتغال رہتا تھا۔

رمضان ۱۳۵۶ھ میں مدرسہ نعمانیہ پورنیہ میں آپ کا تقرر ہوا، یہاں کے دوسالہ قیام میں مولانا نے میزان الصرف سے لیکر ہدایہ تک اسباق پڑھائے، پھر ۱۳۵۹ھ کے اوائل میں ندوۃ العلماء لکھنؤ پہنچ کر تخصص فی الادب پڑھا بعدازیں شوال ۱۳۵۹ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لاکر حضرت اقدس مدنی سے خصوصی طور پر بخاری شریف، ترمذی شریف پڑھی، اور مشق فتاوی کیلئے حضرت مفتی شفیع صاحب کی خدمت میں جانے لگے، شعبان ۱۳۶۰ھ میں آپ اپنے وطن واپس ہوکر ۷رشوال کو باضابطہ طور پر دارالعلوم لطیفی کٹیہار میں استاذ حدیث وفقہ بنادیئے گئے، تقریباً آپ نے یہاں پچاس سال گزارے، بخاری شریف وترمذی شریف کا درس سالہا سال تک دیتے رہے، سینکڑوں علماء وفضلاء آپ کے ذریعہ یہاں تیار ہوئے اس نصف صدی میں ۱۳۸۵ھ کا صرف ایک سال ایسا گزرا کہ جس میں آپ نے دارالعلوم لطیفی سے رخصت لیکر وقتی طور پر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آگئے تھے، یہاں کے اس ایک سالہ قیام میں آپ نے ترمذی شریف، مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، موطا امام مالک وغیرہ کتب حدیث کا درس دیا، جمعیت علماء ہند اور امارت شرعیہ بہار سے بھی آپ منسلک تھے، آپ مستقل طور پر صدر اور امارت شرعیہ بہار کے رکن رکین تھے، علاوہ ازیں تبلیغی جماعت سے بھی آپ کو گہرا ربط تھا، نیز آپ کو حضرت شیخ سے بیعت وخلافت کی اجازت حاصل تھی، آپ نے اپنی زندگی میں چھ مرتبہ حج وزیارات سے مشرف ہوئے، اس کے علاوہ دین کی خاطر آپ نے اندرون ملک اور بیرون ممالک کے متعدد سفر کیئے۔

وفات

اپنے علاقہ کے مختلف مدارس کے جلسے ودستار بندی کا پروگرام اور جگہ جگہ بیعت وغیرہ کی مجلسوں سے واپسی پر آپ اپنے وطن مالوف رشید پور التاباڑی تشریف لے گئے اس کے بعد آپ احباب وغیرہ سے ملاقات کیلئے کٹیہار گئے، پھر وہاں سے تھکے ہارے ۱۲ر مارچ ۱۹۸۶ء کو بالکل اچھے خاصے واپس ہوئے، یہاں لوگوں سے ملکر خیر وعافیت دریافت فرماتے رہے، یہاں تک جب آپ مغرب کی نماز کی تیاری کیلئے باتھ روم گئے تو فالج کے شکار ہوگئے، بہترین علاج

ومعالجہ ہوا مگر بے سود رہا، بالآخر جمعہ کے دن تین بج کر پچپن منٹ پر چودہ مارچ ۱۹۸۶ء میں اپنے لڑکے کے دولت کدہ پر محبوب حقیقی سے جا ملے، آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا ادریس صاحب پورنوی نے پڑھائی، جس میں تقریباً بیس ہزار آدمی تھے، آپ کو آپ کے وطن مبارک کی مسجد زکریا کے سامنے شرقی جانب سپرد خاک کیا گیا۔

اسناد السنن الصغری للنسائی الی الامام النسائی

رواه الشيخ ابو طاهر عن الشيخ ابراهيم الكردى، وهو عن الشيخ أحمد القشاشي وهو عن الشيخ أحمد بن عبد القدوس الشناوى، وهو عن الشيخ شمس الدين محمد بن احمد بن محمد الرملي وهو عن الشيخ زين الدين زكريا وهو عبد الرحيم بن محمد بن الفرات، وهو عن عمر بن أبي الحسن المراغي، وهو عن فخر الدين ابن البخارى، وهو عن أبي المكارم أحمد بن محمد اللبان نسبة الى عمل اللبنة وهو عن أبي على حسن بن أحمد الحداد وهو عن القاضي أبي النصر أحمد بن الحسين الكسار، وهو عن الحافظ أبي بكر أحمد بن محمد بن اسحاق الدينورى المعروف بابن السنى وكان من المحدثين النبلاء ومن مصنفاته "كتاب المجالسة" وهو عن مؤلف الكتاب الحافظ أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن على النسائي، منسوب الى "نساء" بلدة معروفة بخراسان قرب "أبيورد"

اسناد سنن نسائی ابو طاہر مدنی سے امام نسائی تک

شیخ ابو طاہر المدنی کو سند حاصل ہے اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے اور شیخ کردی کو سند حاصل ہے شیخ احمد القشاشی سے اور شیخ قشاشی کو سند حاصل ہے شیخ احمد بن عبد القدوس الشناوی سے اور شیخ شناوی کو سند حاصل ہے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی سے اور شیخ رملی کو سند حاصل ہے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے (ان حضرات کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں) اور شیخ انصاری کو سند حاصل ہے شیخ عز الدین عبد الرحیم بن محمد بن الفرات سے (ان کا تذکرہ سند ترمذی میں آچکا ہے) اور ابن الفرات کو سند حاصل ہے عمر بن ابی الحسن المراغی سے اور شیخ مراغی کو سند حاصل ہے فخر الدین ابن البخاری سے (ان تینوں حضرات کے تذکرے سند ترمذی میں آچکے ہیں) اور شیخ ابن البخاری کو

سند حاصل ہے ابو المکارم احمد بن محمد اللبان سے اور شیخ اللبان کو سند حاصل ہے ابوعلی حسن بن احمد الحداد سے اور شیخ حداد کو سند حاصل ہے قاضی ابو النصر احمد بن الحسن الکسار سے اور شیخ کسار کو سند حاصل ہے حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بہ ابن السنی سے اور ان کو صاحب کتاب حافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمہم اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ سے۔

تذکرہ

الشیخ ابو المکارم احمد بن محمد اللبان الاصبہانی

نام ونسبت

آپ کا نام احمد بن محمد کنیت ابو المکارم لقب لبان اور ابن اللبان تیم اللہ بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہو کر تیمی کہلاتے ہیں، اور اصبہانی وشروطی بھی آپ کی نسبت ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نے اس طرح تحریر کیا ہے:

القاضی العالم مسند اصبھان ابو المکارم احمد بن ابی عیسی محمد بن محمد بن الامام عبد الله بن محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن المحدث عبد الله بن محمد بن النعمانی بن عبد السلام التیمی الاصبھانی الشروطی (ھذہ النسبة الی الشروط وھی کتابة الوثائق بالدیون والبیعات وغیر ذالک)

ولادت

آپ کی پیدائش ماہ صفر ۵۰۷، یا ۵۰۶ یا ۵۰۴ میں (باختلاف اقوال) ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی علوم کی تحصیل کے بعد آپ نے ابوعلی الحداد سے علم حدیث حاصل کیا، اور کثرت سے ان سے روایت حدیث کرتے ہیں، اور شیخ عبدالغفار الشیر وی سے بھی انہوں نے حدیث کی اجازت حاصل کی ہے۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا ہے، اور بہت سارے علماء محدثین نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے، جن

میں سے چند حضرات کا نام نمایا طور سے یہ ہیں، عز محمد، ابوموسی، اسماعیل بن ظفر، یوسف بن خلیل، ابورشد الغزال اور اجازۃ روایت کرنے والوں میں احمد بن سلامۃ الفخر ابن البخاری وغیرہ ہیں۔

وفات

آپ کی وفات ۲۷/ذی الحجہ ۵۹۷ میں ہوئی۔ ۱

تذکرہ
شیخ ابوعلی حسن بن احمد الحدادؒ

نام ونسبت

آپ کا نام حسن بن احمد، کنیت ابوعلی، لقب حداد (لوہار) نسبت اصبہانی ہے۔

سلسلہ نسب

شیخ ابن نقطۃ نے اس طرح تحریر فرمایا ہے، الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد بن محمد بن مہرۃ ابوعلی الحداد الاصبہانی المقری۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۴۱۹ھ میں اصبہان میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ بنیادی تعلیم پانے کے بعد کم عمری ہی سے سماع حدیث میں لگ گئے تھے، آپ کی عمر جب پانچ سال کی ہی تھی کہ آپ کے والد احمد بن الحسن (لوہار) تھے جب دوکان پر جاتے تو اپنے صاحبزادے شیخ حسن کو ہاتھ پکڑ کر شیخ ابونعیم اصفہانی کی مسجد میں پہنچادیتے، تاکہ ان کے درس حدیث میں شریک ہوجائے چنانچہ آپ نے حافظ ابونعیم سے خوب استفادہ کیا، اوران کی اکثر حدیث کی کتابوں کا سماع کیا، چند کے علاوہ ان کی ساری کتابوں کو حافظ ابونعیم سے پڑھ لیا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین سے آپ نے سماع حدیث کیا چند نمایاں حضرات یہ ہیں، ابوبکر محمد بن عبداللہ

---

۱ یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) شذرات الذہب ۳۲۹ ج ۴ (۲) اللباب ۲۲۴ ج ۲ (۳) حاشیہ عجالہ نافعہ (۹۶) (۴) الکلام المفید ۴۲۱، ۴۲۲

بن ریزه، ابوالحسین احمد بن محمد بن فاذشاه، ابوبکر محمد بن علی بن ابراہیم، ابوزید طلحہ بن عبدالرزاق، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن ابی بکر الذکوانی، ابوذر محمد بن ابراہیم الصالحانی وغیرہ، نیز ابونصر کسار سے بھی آپ کو اجازۃ روایت کرنے کی سند حاصل ہے۔

تلامذہ

آپ سے ایک خلق کثیر نے فیض حاصل کیا ہے، اور بڑے بڑے محدثین نے آپ سے حدیث شریف کا سماع کیا ہے، چند نمایاں حضرات یہ ہیں:

ابوطاہر احمد بن محمد السّلفی، ابوبکر محمد بن منصور السمعانی، ابوموسیٰ الاصبہانی، ابوالعلاء الحسن بن احمد العطار الہمدانی، نیز ابوالقاسم بن عساکر اور ابوسعد سمعانی آپ سے اجازۃً حدیث روایت کرتے ہیں۔

فضائل وکمالات

شیخ ابوسعد السمعانیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ حسن بن احمد الحداد جید عالم دین، حفظ واتقان اور عدالت وثقاہت کے معیار سے مکمل طور سے متصف صادق محدث تھے، آپ قرآن کو تمام قرأتوں سے حاصل کر کے کثرت سے تلاوت کرنے والے صاحب علم اور دیندار عالم تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک صدی لمبی عمر عطا فرمائی تھی، اس لئے آپ نے خوب زیادہ روایت حدیث اور درس حدیث سے مخلوق کو فیضیاب فرمایا، ہر چہار جانب سے لوگ آپ کی طرف سفر کر کے حاضر ہوتے اور سماع حدیث کرتے تھے، آپ خیر خواہ، دیندار اور صالح شخص تھے۔

وفات

آپ کی وفات چوبیس ذی الحجہ ۵۱۵ھ میں ہوئی اور اصبہان میں ابواحمد عسال کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔

تذکرة

الشیخ القاضی ابوالنصر احمد بن الحسن الکسار الدینوری

نام ونسبت

آپ کا نام احمد بن حسین، کنیت ابونصر، لقب کسار، نسبت دینوری ہے۔

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) اللباب ۲۳۰ ج ۲ (۲) اعلام النبلاء ۳۰۳ ج ۱۹ (۳) شذرات الذہب ۴۷ ج ۳ (۴) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۶ (۵) الکلام المفید ۴۲۰، ۴۲۱

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی، اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

القاضی الجلیل العالم ابونصر احمد بن الحسین بن محمد بن عبداللہ بن بوان الدینوری۔

ولادت

آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی، البتہ آپ نے ۳۶۳ھ میں حافظ ابوبکر ابن السنی سے سنن نسائی پڑھی، جس سے لگ بھگ کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث کا شوق پیدا ہوا تو آپ نے حضرت امام نسائی کے شاگرد خاص ابوبکر ابن السنی راوی سنن نسائی سے حدیث پڑھی، بلکہ آپ ابن السنی کے اجل تلامذہ میں سے تھے، آپ نے ان سے سنن نسائی ۴۳۳ھ میں روایت بیان کرنا شروع فرمایا اور بھی دیگر محدثین سے سماع حدیث کیا

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور کبار محدثین نے آپ سے روایت حدیث کی ہے، جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں:

بدر بن خلف الفرکی، عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی، عبد الرحمن بن حمد الدونی، ابو صالح احمد بن عبد الملک المؤذن اور ابو علی الحداد، آپ سے اجازۃً روایت کرتے ہیں۔

فضائل وکمالات

آپ حفظ واتقان کے معیار پر فائز صدوق، اور صحیح السماع محدث تھے، ذی علم جلالت قدر کے مالک عظیم الشان محدث تھے۔

وفات

آپ کی وفات ۴۳۳ھ کے اندر ہوئی ہے۔[1]

[1] یہ حالات ماخوذ مستفاد ہے (۱) شزرات الذہب ص:۲۵۰ ج:۳ (۲) سیر اعلام النبلاء ص:۲۵۵ ج:۱۶ (۳) حاشیہ عجالۂ نافعہ ص:۹۷ (۴) الکلام المفید ص:۴۱۹ تا ۴۲۰

تذکرہ

حافظ الحدیث شیخ ابوبکر احمد بن محمد ابن السنیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام احمد بن محمد کنیت ابوبکر المعروف بہ ابن السنی نسبت دینوری شافعی ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نے تحریر فرمایا:

الحافظ الامام الثقة ابوبكر احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراهيم بن اسباط الدينوری مولی جعفر بن ابی طالب الهاشمی (یعنی آپ کے دادا اسباط جعفر بن ابوطالبؓ کے مولیٰ تھے۔

ولادت

آپ کی پیدائش تقریباً ۲۸۰ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم کے بعد علم حدیث حضرت امام نسائی صاحب السنن سے حاصل کیا ان کے علاوہ اور بھی کبار محدثین سے سماع حدیث کیا، جیسے ابوخلیفہ جمحی، زکریا الساجی عمر بن ابی غیلان، علامہ باغندی، ابویعقوب منجنیقی،

جماہر بن محمد زملکانی، عبداللہ بن زید البجلی، ابوعروبا الحرانی وغیرہ، آپ نے مختلف شہروں کے اسفار کر کے وہاں کے محدثین سے احادیث حاصل کر کے فن حدیث میں اونچا مقام پایا۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور بڑے بڑے محدثین نے روایت حدیث کی ہے، چند نمایاں حضرات یہ ہیں

قاضی ابونصر کسار، احمد بن عبداللہ الاصبہانی، محمد بن علی العلوی، علی بن عمر الاسدباری۔

فضل وکمالات

آپ حفظ واتقان کے اعلیٰ معیار پر فائز، جہد مسلسل اور سعی پیہم کے خوگر، بے مثال محدث اور بے نظیر فقیہ تھے، ورع تقوی سے متصف صالح عالم دین تھے، نہایت ہی دیندار اور ثقہ تھے۔

تصانیف

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے عمل الیوم واللیلۃ سب سے زیادہ مشہور ومطبوع ہے اس کے علاوہ فضائل اعمال، القناعۃ اور الطب النبوی وغیرہ آپ کی تالیفات غیر مطبوع ہیں۔

سنن نسائی کے راوی

سنن صغری (مجتبیٰ) امت کے درمیان صرف آپ کے طریق سے نشر ہوئی بلکہ صرف آپ ہی راوی ہیں، اور بعض مصنفین خاص کر علامہ ذہبی کو غلط فہمی ہوئی کہ سنن صغری خود ابن السنی کا کام ہے، جوانہوں نے حضرت امام نسائی کے حکم سے انجام دیا، حالانکہ یہ غلط ہے، یہ حضرت امام نسائی کی تصنیف ہے۔

وفات

آپ زندگی کے آخری لمحہ تک تصنیف وتالیف میں مشغول رہے اور لکھتے لکھتے انتقال فرمایا، قاضی ابوزرعہ روح بن محمد سبط ابن السنی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا علی ابن احمد بن محمد کو فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے بیان کیا میرے والد نے حدیث لکھتے ہوئے اخیر میں اپنے قلم کو قلمدان میں رکھ کر ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے دعاء کرتے ہوئے انتقال فرماگئے، رحمہ اللہ تعالیٰ، اور یہ وفات کا واقعہ ۳۶۴ھ کا ہے۔

تذکرہ

حافظ ابوعبدالرحمٰن حضرت امام نسائیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام احمد کنیت ابوعبدالرحمٰن والد کا نام شعیب نسبت خراسانی، نسائی۔

سلسلہ نسب

حاشیہ عجالہ نافعہ میں ہے:

ھو الامام الحجۃ الحافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی (منسوب الی نساء مدینۃ بخراسان قریب مرو) القاضی صاحب السنن.

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) تذکرۃ الحفاظ ۹۴۲ ج ۳ (۲) شذرات الذہب ۴۷ ج ۳ (۳) سیر اعلام النبلاء ۲۵۵ ج ۱۶ (۴) الاعلام ۲۰۹ ج ۱ (۵) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۷، (۶) الکلام المفید ۴۱۷، ۴۱۹

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۱۵ھ میں نساء میں ہوئی جیسا کہ تہذیب التہذیب میں خود امام نسائی کا قول منقول ہے:

یشبہ ان یکون مولدی فی سنة ۲۱۵.

رحلات علمیہ وشیوخ

ابتداء اپنے شہر کے شیوخ سے تحصیل علم کیا، بعدہ ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید کی خدمت میں پندرہ سال کی عمر میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام کر کے علم حدیث کو حاصل کیا، پھر مختلف امصار ومدن کی طرف سفر فرمایا، جیسے خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام، مصر وغیرہ اور وہاں کے مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا، جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں:

اسحاق بن راوھویه، ھشام بن عمار، عیسی بن زغبة، محمد بن نصر المروزی، ابو کریب سوید بن نصر، علی بن حجر، یونس بن عبد الاعلی، محمد بن بشار، حضرت امام ابو داؤد وغیرہ.

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت امام بخاریؒ کو بھی ان کے اساتذہ میں شمار کیا ہے، اور ابوزرعہ رازی اور امام ابوحاتم سے بھی روایت کرنا ثابت ہے۔

تلامذہ

حافظ ابن حجر ان کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ’’ولا یحصون‘‘ جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں:

حضرت امام نسائی کے خود صاحبزادے عبدالکریم، ابوبکر بن احمد ابن السنی، ابوعلی حسن بن نفر السیوطی، حسن بن الشبق العسکری، ابوالقاسم ہمزہ بن محمد بن علی کنانی، ابوالبشر الدولابی، ابوعلی حسین بن محمد نساپوری، محمد بن معاویۃ بن الاحمر الاندلسی، حسن بن رشیق، علی بن جعفر الطحاوی، احمد بن محمد بن مہندس، محمد بن عبداللہ بن حیویۃ وغیرہ۔

اقامت

علامہ ذہبی اور شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ وغیرہ نے تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حصول علم کے بعد آپ نے مستقل مصر میں قیام فرمایا اور یہیں سے علم کی نشر واشاعت فرمائی اور مصر ہی میں آپ کی تصانیف پھیلی، اور خلق کثیر نے

آپ سے استفادہ کیا، اور وفات سے تقریباً تین ماہ قبل مصر سے دمشق آ گئے۔

حفظ واتقان

آپ نہایت ذہین، قوی الحافظہ تھے، علامہ ذہبی نے آپ کو شیخ الحفاظ محدث خراسان فرمایا ہے، علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ الکبری میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شیخ عبداللہ ذہبی سے سوال کیا کہ مسلم بن حجاج حدیث کے زیادہ احفظ ہیں یا امام نسائی تو جواب میں فرمایا امام نسائی، پھر میں نے اپنے والد حافظ تقی الدین سبطی سے یہ ہی سوال کیا تو انہوں نے بھی اس کی موافقت کی۔ لیکن جماہیر علماء کے نزدیک مسلم شریف کا نسائی شریف پر تقدم مسلم ہے، اقوال شاذہ کا اعتبار نہیں

فضل وکمالات

زہد وتقوی سے متصف قائم اللیل صائم النہار تھے، صوم داؤدی پر عمل پیراں تھے، شبانہ روز عبادت میں گزارا کرتے تھے، اور اکثر حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوتے رہتے تھے، سنت پر قائم رہتے تھے، امراء وسلاطین کی مجلسوں سے ہمیشہ گریز کرتے تھے، اور کھانے پینے میں کشادہ دست تھے، مرغ خرید کر پالتے اور خوب فربہ کر کے کھاتے تھے، ابن کثیر کا بیان ہے کہ روزانہ مرغ کھا کر نبیذ پیتے تھے، آپ کے نکاح کے اندر چار بیویاں تھیں ہر ایک کے پاس ایک شب رہتے تھے، ان کے علاوہ لونڈیاں بھی تھیں، لیکن آپ کی اولاد صرف ایک صاحبزادے عبدالکریم کا نام معلوم ہوسکا ہے۔

حضرت امام نسائی کا مسلک

حضرت امام نسائی کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تصریح کی ہے کہ وہ حنبلی ہیں اور یہ ہی علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کی رائے ہے، اور تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات الشافعیہ میں ذکر کیا ہے، اور یہ ہی شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ اور نواب صدیق خاں صاحب کی رائے ہے کہ وہ شافعی المسلک ہیں۔

تصانیف امام نسائی

حضرت امام نسائیؒ نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں جن کتابوں کے نام اکابر کی تصانیف سے معلوم ہوئیں وہ درج ذیل ہے:

السنن الکبری، کتاب الضعفاء والمتروکین کتاب الجمعه، عمل الیوم واللیلة، کتاب المد

سلين، كتاب الاسماء والكنى، مسند على، مسند منصور بن زاجان، خصائص على، السنن الصغرى .

جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے یہ ہی سنن نسائی سے مشہور ہے۔

حضرت امام نسائیؒ کی وفات

حضرت امام نسائیؒ نے مستقل اپنا مسکن مصر کو بنایا تھا، وہیں سے آپ کا فیض جاری ہوا، لیکن بعض مصالح کی بناء پر ذی قعدہ ۳۰۲ھ میں فلسطین کے قریب ایک مقام رملہ میں منتقل ہو گئے، اور شام میں بنوامیہ کی طویل زمانہ تک حکومت تامہ ہونے کی وجہ سے خارجیت وناصبیت کا رجحان پیدا ہو گیا تھا، اور لوگ حضرت علیؓ سے بدگمان ہو گئے تھے، اور حضرت علیؓ کی مخالفت کا زور تھا، تو وہاں کے لوگوں کی اصلاح کی خاطر حضرت علیؓ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب میں ایک کتاب خصائص علیؓ لکھی اور اس کتاب کو دمشق کی جامع مسجد میں سنانا شروع کیا، ابھی تھوڑا حصہ ہی پڑھنے پائے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ امیر معاویہؓ کے فضائل میں بھی آپ نے کچھ لکھا ہے، امام موصوف نے جواب دیا اگر وہ برابر سرابر چھوٹ جائیں تو غنیمت ہے، مناقب تو ان کے کہاں ہیں؟ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مجھے کے مناقب میں اشبع اللہ بطنہ کے علاوہ کوئی صحیح حدیث نہیں ملی ہے، اتنا کہنا تھا کہ لوگ شیعہ شیعہ کہہ کر آپ پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ نیم جان کر دیا، تو خدام اٹھا کر آپ کو گھر لائے، آپ نے فرمایا مجھے ابھی مکہ معظمہ لے چلو تا کہ میری وہیں جان نکلے، چنانچہ آپ کو مکہ معظمہ لے جایا گیا اور وہیں ۱۳ ر صفر المظفر ۳۰۲ھ میں اس دارِ فانی کو الوداع کہہ کر خدا کو پیارے ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون اور صفا ومروہ کے درمیان دفن کئے گئے

تنبیہ

حضرت امام نسائیؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق کس ماحول و کن مصالح کی بنیاد پر یہ جملہ فرمایا وہ ابتلاء کے واقعہ سے ظاہر ہے، مگر حضرت معاویہ صحابی رسول ﷺ ہیں اور کاتب وحی وامین تھے، حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ نے ان سے مصالحت کر لی تھی، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو شام کا امیر مقرر کیا تھا اور اخیری وقت تک تبدیلی نہیں فرمائی، سب سے پہلے بحری غزوہ کرنے والے کے متعلق آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے، اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں سب سے بھاری غزوہ کے امیر حضرت امیر معاویہ ہی تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے آپ کے متعلق فرمایا:

انه فقيه صاحب رسول الله ﷺ. (بخاری ۵۳۱ ج ۱)

حضرت معاویہؓ کے حالات ومناقب میں ایک بہترین رسالہ تطہیر الجان موجود ہے، مطالعہ کرنا چاہئے اور کسی بھی صحابیؓ کی بدگمانی سے بچنا چاہئے۔[1]

اسناد سنن ابن ماجہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

احقر الوری (محمد کوثر علی سبحانی) نے ابن ماجہ شریف حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوریؒ (ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) سے پڑھی ہے، حضرت الاستاذ نے حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ سے پڑھی ہے، (ان دونوں حضرات کے تذکرے سند نسائی میں آچکے ہیں) اور حضرت پورنوی کی تین سندیں ہیں

اول: حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ سے سند حاصل ہے (تذکرہ ترمذی میں آچکا) ان کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے اور حضرت سہارنپوری کو حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ سے سند حاصل ہے اور مولانا نانوتویؒ کو شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ سے (ان تینوں کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں)

دوم: حضرت پورنوی نے مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری ہی سے پڑھی، اور حضرت کامل پوری کو سند حاصل ہے شیخ حضرت مولانا یحیٰی صاحب کاندھلویؒ سے اور حضرت کاندھلوی کو سند حاصل ہے امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے اور حضرت گنگوہی کو سند حاصل ہے شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے اور حضرت مجددی کو سند حاصل ہے شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے (ان چاروں حضرات کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں۔

سوم: حضرت پورنوی کی تیسری سند اجازۃً ہے جو عالی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنوی کو اجازۃ سند حاصل ہے، شیخ مولانا خلیل الرحمٰنؒ بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کو سند حاصل ہے شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے اور گنج مرادآبادی کو سند حاصل ہے حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے۔

پھر حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کو سند حاصل ہے حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے اور ان کو اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اور ان کو شیخ ابوطاہر مدنی سے۔

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) تہذیب التہذیب ۳۶، ۳۹ ج ۱ (۲) طبقات الشافعیہ الکبری ۸۳، ۸۴ ج ۲ (۳) شذرات الذہب ۲۳۹ تا ۲۴۱ ج ۲ (۴) سیر اعلام النبلاء ۱۲۵ تا ۱۳۵ ج ۱۴ (۵) مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۶۵ (۶) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۷ (۷) الکلام المفید ۴۱۴ تا ۴۱۷

اسناد سنن ابن ماجہ الی الامام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

رواه الشيخ أبوطاهر بالسند المذكور فی سنن النسائی الی الشيخ زين الدين زكريا الأنصاری، وهو عن الشيخ ابن حجر العسقلانی وهو عن أبی الحسن علی بن أبی المجد الدمشقی وهو عن أبی العباس الحجار، وهو عن أنجب ابن أبی السعادات، وهو عن الحافظ أبی زرعة طاهر بن طاهر المقدسی وهو عن الفقيه أبی منصور محمد بن الحسن بن أحمد المقدمی القزوينی، وهوعن أبی طلحة القاسم بن المنذر الخطيب، وهو عن أبی الحسن علی بن إبراهيم ابن سلمة بن بحر القطان ، وهو عن مؤلف الكتاب أبی عبد الله محمد بن يزيد المعروف ب"ابن ماجه" القزوينی والقزوين بفتح القاف وسكون الزاء المعجمة بلدة مشهورة فی العراق العجم، و"ماجه" لقب والد أبی عبد الله لالقب جده ولااسم أمه وهو بتخفيف الجيم لابالتشديد، وقد وقع فی ذالک أغلاط كثيرة.

اسناد سنن ابن ماجہ شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے امام ابن ماجہؒ تک

شیخ ابوطاہر المدنی کوسند حاصل ہے اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے اور شیخ کردی کوسند حاصل ہے شیخ احمد القشاشی سے اور شیخ قشاشی کوسند حاصل ہے شیخ احمد بن عبدالقدوس الشناوی سے اور شیخ شناوی کوسند حاصل ہے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی سے اور شیخ رملی کوسند حاصل ہے شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری سے اور شیخ زکریا الانصاری کو سند حاصل ہے شیخ ابن حجر العسقلانی سے (ان سب کے تذکرے سند بخاری میں آچکے ہیں)

اور شیخ ابن حجر عسقلانی کوسند حاصل ہے شیخ ابوالحسن علی بن ابی المجد الدمشقی سے اور شیخ دمشقی کوسند حاصل ہے شیخ ابو العباس الحجار سے (ان کا تذکرہ سند بخاری میں گزر چکا) ان کوسند حاصل ہے ابومحمد انجب بن ابی السعادات البغدادی الحماسی سے اور شیخ حماسی کوسند حاصل ہے شیخ حافظ ابوزرعہ طاہر بن طاہر المقدسی سے ان کوسند حاصل ہے شیخ فقیہ ابومنصور محمد بن الحسن بن احمد المقدمی القزوینی سے اور شیخ قزوینی کوسند حاصل ہے شیخ ابوطلحہ قاسم بن المنذر الخطیب القزوینی سے اور شیخ قزوینی کوسند حاصل ہے شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن مسلمۃ بن بحر القطان سے اور شیخ القطان کوسند حاصل ہے صاحب کتاب ابوعبداللہ محمد بن یزید المعروف بہ امام ابن ماجہ القزوینی سے

تذکرہ

شیخ ابوالحسن ابن ابی المجد الدمشقی

نام ونسبت

آپ کا نام علی بن محمد، کنیت ابوالحسن عرف میں آپ کو ابن الصائغ اور ابن خطیب عین ثرماء کہا جاتا ہے، اسی طرح الجوزی سے بھی معروف ہیں نسبت دمشقی ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ابن حجر بیان فرماتے ہیں: علی بن محمد بن ابی المجد بن علی الدمشقی سبط القاضی نجم الدین الدمشقی

ولادت

آپ کی پیدائش ماہِ ربیع الاول ۷۰۷ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کے والد دمشق کے جوزہ مسجد کے امام تھے، اسی وجہ سے ان کو جوزی بھی کہا جاتا ہے، اپنے والد کی نگرانی میں بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کا شوق پیدا ہوا، اور کبار محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔

آپ کے شیوخ

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ، قاسم بن عساکر، اسحاق الاسدی، علی بن المظفر الوداعی، ابوالعباس حجار، وغیرہم اور محمد بن مشرف سے آخر میں سماعت حدیث کی۔

۷۱۳ھ میں تقی سلیمان، ابن سعد اور ابن الشیر ازی وغیرہم نے اجازت حدیث سے سرفراز کیا، آپ نے صحیح البخاری ست الوزراء سے آخر میں پڑھی، جس کا علم لوگوں کو بعد میں ہوا تو لوگوں نے آپ سے دمشق اور قاہرہ میں یہ کتاب بار بار پڑھی۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا، جن میں سے خاص کر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا ذکر آتا ہے، ابن حجر فرماتے ہیں

مکہ میں نے ان سے سنن ابن ماجہ، مسند شافعی اور تاریخ اصبہان وغیرہ حدیث کی بڑی اور چھوٹی کتابیں پڑھیں، اور بہت زیادہ ان سے فائدہ اٹھایا۔

عادات وصفات

آپ نہایت ذہین، بیدار مغز، مستقل مزاج ثابت الذہن انسان تھے، سماع حدیث کیلئے ہر طرح کی جفاکشی برداشت کرتے تھے، سماعت وبصارت بھی بالکل صحیح تھی، محدثانہ صفات سے لیس، زہد وتقوی سے متصف عظیم المرتبت محدث تھے۔

وفات

آپ اپنے شہر دمشق لوٹ آئے اور وفات تک یہیں افادہ واستفادہ میں مشغول رہ کر ماہِ ربیع الاول ۸۰۰ء میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے کل عمر ۹۳ سال کی پائی۔[1]

تذکرہ

ابومحمد انجب ابن ابی السعادات البغدادیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام انجب ہے بعض نے محمد بھی نقل فرمایا ہے مگر پہلا قول زیادہ مشہور ہے کنیت ابومحمد

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

الانجب بن ابی السعادات بن محمد بن عبد الرحمن الشیخ المعمر المسند الصدوق المکثر ابو محمد البغدادی الحمامی.

ولادت

آپ کی پیدائش ماہِ محرم الحرام ۵۵۴ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم کے بعد علم حدیث کا آغاز فرمایا اور شیخ ابوالفتح بن البطنی سے کچھ احادیث کا سماع فرمانے کے بعد بہت

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) شذرات الذہب ۳۶۵، ۳۶۶ ج ۶ (۲) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۸ (۳) الکلام المفید ۴۳۵، ۴۳۶

سارے کبار محدثین سے سماع حدیث فرمایا، جن میں سے چند نمایاں حضرات یہ ہیں:

ابو المعالی بن اللحاس، ابوزرعه المقدسی، احمد بن المقرب، یحی بن ثابت، سعد الله بن الدجاجی، اور مسعود الثقفی، ابو عبد الله الرستمی سے آپ کو اجازت حدیث حاصل ہوئی۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے بہت سارے علماء محدثین نے حدیث کی روایت کی ہیں، جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں:

ابن النجار، عز الدین الفاروثی، کمال الدین الشریشی، جمال الدین محمد بن الدباب، تقی الدین ابن الواسطی، علاؤ الدین ابن بلبان، عبدالرحمٰن بن الزین، محمد بن مکی، ابوالمعالی الابرقوہی، ابوسعید سنقر القضائی، عبداللہ بن ابی السعادات، المجاور احمد بن ابی طالب بن ابی بکر بن محمد الحمامی وغیرہ

اور آپ سے اجازت روایت کرنے والوں میں القاضی الحنبلی، فخر بن عساکر، ابن سعد، مطعم، ابوالعباس، ابن السحنۃ، ابونصر ابن الشیر ازی وغیرہم۔

صفات وکمالات

آپ حفظ واتقان کے ساتھ متصف، صفت عدالت پر فائز، درس حدیث کے ساتھ خاص لگاؤ تھا، پاکیزہ صفات اور عمدہ اخلاق کے متحمل، انتہائی خوددار اور صابر تھے، اللہ تعالی نے آپ کے اندر ہر طرح کی خوبیوں کو جمع فرمایا تھا۔

وفات

آپ کی وفات ۶۳۵ھ میں ہوئی ہے۔ [1]

تذکرہ

الشیخ ابوزرعہ طاہر بن طاہر المقدسیؒ

نام ونسبت

نام طاہر، کنیت ابوزرعہ، اور نسبت شیبانی، مقدسی، رازی، ہمدانی ہے۔

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) سیر اعلام النبلاء ۳۴۴ج۱۶ (۲) شذرات الذہب ۱۷۰ج۵ (۲) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۸ (۳) الکلام المفید ۴۳۳ تا ۴۳۵

سلسلہ نسب

حافظ ابن نقطہ تحریر فرماتے ہیں:

طاهر بن الحافظ ابی الفضل محمد بن طاهر بن علی بن احمد الحاجی ابوزرعه المقدسی.

ولادت

آپ کی پیدائش ۴۸۰ھ یا ۴۸۱ھ مقام رے میں ہوئی اور وہیں نشو ونما پائی۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد، علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے آپ کے والد محترم حافظ ابوالفضل جلیل القدر محدث اور حافظ حدیث تھے، ان کی خصوصی تربیت اور توجہ عالی کی برکت سے کم عمری ہی میں بڑے بڑے محدثین کی مجلس درس میں حاضری کی سعادت ملی اور سماع حدیث کا شرف حاصل فرمایا۔

شیوخ واساتذہ

آپ نے بہت سے کبار محدثین سے سماع حدیث کیا ہے، چند مشہور حضرات یہ ہیں:

ابومنصور المقوی سے سنن ابن ماجہ، عبدالرحمٰن بن حمد الدونی سے سنن النسائی المجتبیٰ، ابوالحسن مکی بن منصور السلار سے مسند امام شافعی کی سماعت کی اور ان کے علاوہ عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس اور ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد الکانخی سے بھی سماع حدیث کیا ہے۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا، چند وہ مشہور حضرات یہ ہیں جنہوں نے سماع حدیث فرمایا ہے، ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی، ابوالفرج بن الجوزی ابومحمد عبدالعزیز بن الاخضر، عبداللہ بن محمد بن قدامہ المقدسی، نصر بن الحصری، سمعانی حافظ عبدالغنی، ابوحفص سہروردی، انجب حمامی وغیرہم ہیں، سنن ابن ماجہ علامہ مقوی سے اجازۃً روایت کرتے ہیں سماع حاصل نہیں ہے۔

فضل وکمالات

آپ نہایت ذہین باشعور متقن شخص تھے، صالح مزاج، سلیم الطبع انسان تھے، آپ کا پیشہ تجارت تھا، جس میں

مشغولیت کی وجہ سے تعلیم و تعلم اور روایت حدیث سے زیادہ تعلق نہیں تھا، اس لئے اپنے والد کی کتابوں کا ذخیرہ حافظ ابو العلاء عطار کو لے جا کر دیدیا تھا۔

وفات

آپ کی وفات ماہِ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں ہوئی ہے۔[1]

تذکرہ

شیخ ابو منصور محمد بن الحسین المقومیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام محمد، کنیت ابو منصور، المقومی، القزوینی المقدسی ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ابن نقطہ تحریر فرماتے ہیں محمد بن الحسین بن احمد بن الہیثم ابو منصور المقومی، القزوینی ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۳۹۸ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کا شوق پیدا ہوا، اور دس سال کی عمر میں قاسم بن ابو المنذر الخطیب کے پاس اپنے والد کی معیت میں حاضر ہو کر حدیث کا سماع کیا اور سنن ابن ماجہ پڑھی، اس کے علاوہ آپ نے زبیر بن محمد الزبیری اور شیخ المعتزلہ قاضی عبد الجبار بن احمد وغیرہ سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے بہت سارے علماء محدثین نے سماع حدیث کیا ہے جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں حافظ محمد بن طاہر المقدسی، ابو عمرہ، ملکدار بن علی العمر کی، علی بن الشافعی القزوینی، ابو سعد عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الحصیری، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الرازی وغیرہ۔

---

[1] ماخوذ سیر اعلام النبلاء ص:۲۲۳ ج:۱۰

وفات

حافظ ذہبی اور صاحب شذرات آپ کی وفات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ۴۴۸ھ میں یا اس کے بعد ہوئی ہے۔[۱]

تذکرہ

شیخ ابو طلحہ قاسم بن احمد الخطیب القزوینی

نام ونسبت

آپ کا نام قاسم بن ابی المنذر، کنیت ابو طلحہ، لقب الخطیب ہے، نسبت قزوینی ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ابن نقطہ تحریر فرماتے ہیں:

القاسم بن ابی المنذر احمد بن ابی منصور محمد بن احمد بن منصور ابو طلحة الخطیب القزوینی.

ولادت

آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کا شوق پیدا ہوا، بہت سارے محدثین سے علم حدیث کو حاصل کیا، اور سنن ابن ماجہ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القطان سے روایت کرتے ہیں۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا، اور بہت سارے محدثین نے سماع حدیث کیا، جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں:

ابو منصور محمد بن الحسن بن احمد بن الهیشم المقومی

ان کے والد حسین بن احمد اور خداد وست بن باسوسی الدیلمی وغیرہ ہیں۔

وفات

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات ۴۰۹ ہے بقول بعض ۴۱۰ھ میں ہوئی ہے۔[۱]

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) شذرات الذہب ۳۷۲، ج ۳ (۲) سیر اعلام النبلاء ۵٦، ج ۱۴ (۳) الکلام المفید ۳۲۹، ۴۳۰ (۴) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۹

تذکرہ

الحافظ ابوالحسن علی بن ابراہیم القطانؒ

نام ونسبت

آپ کا نام علی کنیت ابوالحسن، لقب القطان ہے، نسبت قزوینی ہے

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

الحافظ الامام القدوة ابو الحسن علی بن ابراهيم بن سلمه بن بحر القزوينی محدث قزوين وعالمها.

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۵۴ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد علم حدیث کا آغاز کیا اور سنن ابن ماجہ براہِ راست مصنف کتاب حضرت امام ابن ماجہ سے پڑھی، اور علم حدیث کے لئے مختلف جگہوں کا سفر فرمایا اور بہت سے محدثین سے علم حدیث حاصل کیا، چند مشہور حضرات یہ ہیں:

ابو حاتم الرازی، ابراهيم بن ديزيل سفينة، محمد بن الفرج الازرق، قاسم بن محمد الدلال، حارث بن ابی اسامه، ابو عبد الله بن ماجه صاحب السنن اسحاق بن ابراهيم الدبری، حسن بن عبد الاعلی البوسی، يحيی بن عبدک القروينی وغيره.

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا ہے، اور بڑے بڑے محدثین نے سماع حدیث فرمایا ہے، چند مشہور حضرات یہ ہیں:

ل ماخوذ ومستفاد (۱) کتاب التقید ص:۲۲۵ ج:۲ (۲) شزرات الذہب ص:۱۸۹ ج:۳ (۳) حاشیہ عجالۃ النافعہ ص:۹۹ (۴) الکلام المفید ص:۴۲۸ تا ۴۲۹

زبیر بن عبد الواحد الحافظ ، ابو الحسن النحوی، احمد بن علی لال، قاسم بن ابی المنذر الخطیب، ابو سعید عبد الرحمن بن محمد القروینی، ابو الحسین احمد بن فارس اللغوی وغیرہ.

فضل وکمال

آپ علم حدیث کے ساتھ دیگر علوم نقلیہ وعقلیہ، تفسیر، فقہ، نحو، صرف لغت وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے۔

صبر وقناعت کے پیکر، زہد وتقوی کا منبع، شب بیدار، نیک خصلت صالح فطرت انسان تھے، تیس سال تک روزے رکھے، روٹی اور نمک سے افطار کرتے تھے، آپ کے فضل وکمال اس کے علاوہ بے شمار ہیں، علم وعمل اور صفات کمالیہ، اور محاسن اخلاق میں آپ کے زمانہ میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

وفات

آپ کی وفات ۳۴۵ھ میں ہوئی ہے۔[1]

تذکرہ

مؤلف کتاب، ابی عبداللہ محمد بن یزید (المعروف بہ) امام ابن ماجہ القزوینیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام محمد والد کا نام یزید، کنیت ابوعبداللہ لقب حافظ ہے، نسبت ربعی (قبیلہ ربیعہ کی طرف ولاءً نسبت ہے، ابن خلکان فرماتے ہیں ربعی مختلف قبیلہ ہیں، معلوم نہیں کونسے قبیلہ کی طرف نسبت ہے) دوسری نسبت قزوینی ہے (یہ عراق عجم کے مشہور قزوین کی طرف نسبت ہے، جہاں بہت سے علماء ومحدثین پیدا ہوئے) ایران کے آذربائی جان میں واقع ہے جو امام ابن ماجہ کا وطن ہے)

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

الحافظ الکبیر المفسر ابو عبد اللہ محمد بن یزید

القزوینی ابن ماجہ الربعی صاحب السنن والتفسیر والتاریخ ومحدث تلک الدیار

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) تذکرۃ الحفاظ ۸۵۶، ۸۵۷ج ۳ (۲) سیر اعلام النبلاء ۱۱۲ج ۱۲ (۳) شذرات الذہب ۳۷۰ج ۲ (۴) حاشیہ عجالہ نافعہ ۹۹ (۵) الکلام المفید ۴۲۶، ۴۲۸

ابن ماجہ کی تحقیق ابن ماجہ کے متعلق مختلف قول ہیں کہا جاتا ہے کہ ماجہ مصنف کی والدہ ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ دادایا والد کا لقب ہے، مگر راجح تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آپ کے والد یزید کا لقب ہے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے عجالہ نافعہ میں یہ تصریح کی ہے، لہٰذا اس کو ابن ماجہ ابن کے الف کے ساتھ اس طرح لکھنا چاہئے محمد بن یزید ابن ماجہ

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۰۹ھ میں عراق عجم کے مشہور شہر قزوین میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

عام دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم کی تکمیل کی، اس وقت قزوین میں بڑے بڑے علماء مسند درس وافتاء پر فائز تھے، حضرت امام ابن ماجہ بائیس سال کی عمر تک قزوین ہی میں مختلف علوم وفنون کو حاصل کرتے رہے، اس کے بعد علوم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، اور وطن وبیرون وطن، دور دراز علاقوں میں جاکر وہاں کے محدثین سے سماع حدیث کیا، مثلاً خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، مدینہ، دمشق، اصفہان، بلخ، بیت المقدس، فلسطین، عسقلان، مرو، نشاپور وغیرہ کی طرف علمی اسفار کئے۔

شیوخ واساتذہ

آپ نے بہت سے علماء محدثین سے سماع حدیث کیا، جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں:

محمد بن عبداللہ بن نمیر، جبارۃ بن المغلس، ابراہیم بن المنذر الخزاعی، عبداللہ بن معاویہ، ہشام بن عمار، محمد بن رمح، داؤد بن رشید وغیرہم ان کے علاوہ ابوبکر بن ابی شیبہ، نصر بن علی الجہضمی، ابومروان محمد بن عثمان، محمد بن یحیٰ نشاپوری، احمد بن ثابت الجحدری، ابوبکر بن خلاد باہلی، محمد بن بشار، علی بن منذر، محمد بن عبد بن آدم وغیرہ، آپ کے مشہور اساتذہ میں سے ہیں۔

تلامذہ

حضرت امام ابن ماجہ سے اکتساب فیض کرنے والے اور ان سے احادیث کی روایت کرنے والے حضرات کی بھی ایک طویل فہرست ہے، جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں:

محمد بن عيسى الابهري، علی بن سعيد بن عبد الله الفلانی، ابراهيم بن دينار الجرشي العدانی، احمد بن ابراهيم القزويني، ابو طيب احمد بن روح الشعرانی، اسحاق بن محمد

القزوینی، جعفربن ادریس ، احمد بن محمد بن حکیم المدنی ابو الحسن القطان، سلیمان بن یزید الفامی، حصین بن علی بن برانیاد، سلیمان بن یزید القزوینی، محمد بن عیسی الصفار، حافظ ابو الحسن علی بن ابراھیم بن سلمۃ القزوینی، ابوعمر.

فضل وکمال

حضرت امام ابن ماجہ انتہائی ذہین، متقن اور ضبط وعدالت کے ساتھ متصف تھے، آپ کی ثقاہت پر لوگوں کا اتفاق ہے، آپ حدیث کے امام اور حافظ تھے، زہد وتقوی کے پیکر دیندار شخص تھے۔

آپ کے متعلق کبار علماء محدثین کے تأثرات

امام ابوالقاسم تاریخ قزوین میں لکھتے ہیں کہ امام ابن ماجہ ائمہ مسلمین کے ایک عظیم امام، ثقہ شخصیت کے مالک اور اہل علم کے مابین بیحد مقبول تھے، محدث خلیلی تحریر فرماتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث اور تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے، خصوصاً علم حدیث میں تو وہ بہت بڑے ماہر اور حافظ گردانے جاتے تھے، اوران کے اقوال لوگوں کے لئے سند کا درجہ رکھتے تھے، علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں تحریر کرتے ہیں، امام ابن ماجہ شہر قزوین کے ممتاز ائمہ میں شمار ہوتے تھے، اس طرح شمش الدین ذہبی، شہاب الدین، حافظ ابن حجر عسقلانی، ابن خلکان، ابن ناصر الدین اور دیگر مؤرخین اور ناقدین فن نے امام ابن ماجہ کی علمی جلالت شان، رفعت ورتبہ، وسعت نظر، حفظ حدیث وغیرہ کا اعتراف کیا ہے، اوران کی علمی وفنی خدمات کو سراہا ہے۔

سنن ابن ماجہ کا انتخاب

حضرت امام ابن ماجہ نے لاکھوں حدیثوں سے اس کا انتخاب کیا ہے، کل احادیث ۴۳۴۱ ہیں کل کتب مقدمہ کو چھوڑ کر ۳۷ ہیں کل ابواب

۱۵ ہیں، ان میں سے ۳۰۰۲، احادیث ایسی ہیں کہ کتب صحاح خمسہ کے مصنفین میں سے سب نے یا بعض نے تخریج کی ہے، اور تنہا ابن ماجہ کی تخریج کردہ احادیث ۱۳۳۹ ہیں، ان زوائد میں سے ۴۲۸ حدیثوں کی سندیں ضعیف ہیں، اور نوے ۹۰، حدیثیں ایسی ہیں جو یا تو منکر یا حد درجہ ضعیف یا موضوع ہیں۔

حضرت امام ابن ماجہ کی تصانیف

حضرت امام ابن ماجہ کی تین کتابیں یادگار ہیں (۱) سنن ابن ماجہ (۲) تفسیر ابن ماجہ، ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ولابن ماجہ تفسیر حافل امام سیوطی نے بھی الاتقان میں تیسرے طبقہ کی تفسیروں میں ابن ماجہ کی تفسیر کو شمار کیا ہے، مگراب یہ کتاب نایاب ہوچکی ہے (۳) التاریخ یہ صحابہ سے لیکر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے مگر یہ بھی نایاب ہے۔

امام ابن ماجہ کا وصال

چونسٹھ (۶۴) سال زندگی گزار کر ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ پیر کے دن امام ابن ماجہ کا انتقال ہوگیا اور منگل کے دن آپ کو دفن کیا گیا، حافظ ابوالفضل مقدسی نے شروط الائمۃ الستہ میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور دو بھائیوں نے مل کر آپ کو قبر میں اتارا۔[۱]

اسناد موطا امام مالک بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

احقر الوریٰ (محمد کوثر علی سبحانی) نے موطا للامام مالک بن انس حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوریؒ سے پڑھی ہے، حضرت الاستاذ نے حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ سے پڑھی ہے (ان دونوں کے تذکرے اسناد نسائی میں گزر چکے ہیں) حضرت پورنوی کی دو سندیں ہیں (۱) قرأۃً (۲) اجازۃً

سند قرأۃ: حضرت پورنویؒ نے مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ سے پڑھی ہے، اور پھر حضرت کامل پوریؒ کی دو سندیں ہیں (۱) انہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے پڑھی ہے، اور حضرت سہارنپوریؒ کو سند حاصل ہے حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ سے اور مولانا محمد مظہر نانوتوی کو سند حاصل ہے مجمع الاسانید حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ سے، پھر حضرت کامل پوری کی دوسری سند یہ ہے کہ انہوں نے مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی سے پڑھی ہے، اور حضرت کاندھلوی کو سند حاصل ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اور حضرت گنگوہیؒ کو سند حاصل ہے شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلوی سے اور حضرت مجددی کو سند حاصل ہے شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے۔

پھر حضرت شاہ محمد اسحاق کو سند حاصل ہے مرجع الاسانید شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اور ان کو اپنے والد حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے۔

سند اجازت

حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ کو اجازۃ سند حاصل ہے شیخ مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے اور ان کو سند حاصل ہے مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ سے اور حضرت گنج مراد آبادیؒ کو سند حاصل ہے شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے اور ان کو سند حاصل ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے اور ان کو اپنے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے۔

اسناد الموطا الی الامام مالکؒ

عرضه الوالد الماجد على الشيخ محمد وفد الله المكى كاملا وهو على أبيه الشيخ محمد بن محمد بن سليمان المغربى وسند الشيخ ابن سليمان مذكور فى كتاب " صلة الخلف " "ح" وروى الشيخ وفد الله المكى عن الشيخ حسن العجيمى وا لشيخ عبد الله بن سالم البصرى كلاهما عن الشيخ عيسى المغربى وهو عن الشيخ سلطان محمد بن أحمد المزّاحى، و "المزّاحة" بتشديد الزاء المنقوطة قرية من قرى مصر، والشيخ سلطان عن الشيخ أحمد بن خليل السبكى، "والسبكة" أيضاً قرية من قرى مصر، وهو عن الشيخ محمد نجم الدين بن أحمد الغيطى، "والغيطة" أيضاً قرية من قرى مصر، وهو عن الشيخ شرف الدين عبد الحق بن محمد السنباطى، وهو عن الشيخ أبى محمد الحسن بن محمد بن أيوب الحسنى النسّابة عن عمه حسن بن أيوب النسبابة وهو عن الشيخ أبى عبد الله محمد جابر الواداياشى و"الواديا ش" بلدة من بلاد المغرب، وهو عن الشيخ أبى محمد عبد الله بن محمد بن هارون القرطبى، و"قرطبة" بضم القاف، والطاء المهملة والباء المؤحدة، بلدة فى الأندلس، وهو عن القاضى أبى القاسم شيخ أحمد بن يزيد القرطبى، وهو عن الشيخ محمد بن عبد الرحمن بن عبد الحق الخزرجى القرطبى، وهو عن الشيخ محمد بن فرج مولى ابن الطلاع وهو عن القاضى أبى الوليد يونس بن عبد الله بن مغيث الصفار، وهو عن الشيخ أبى عيسىٰ يحيىٰ بن عبد الله بن يحيىٰ بن يحيى، وهو عن عم أبيه عبيد الله بن يحيى وهو عن أبيه يحيى بن يحيى الليثى المصمودى الأندلسىؒ كان

من أجل تلامذة الامام مالك، وهو السبب في انتشار مذهب الامام مالك في بلاد المغرب رقد اخذ هذا الكتاب عن الامام مالك وهو صاحب النسخة المتداولة و"مصمودة" قبيلة من قبائل بربر في بلاد المغرب.

وهناك اسانيد اخرى مذكورة في "الارشاد الى مهمات علم الاسناد" إلا أن السند المذكور مسلسل بالسماع والقراء ات بخلاف غيره من الأسانيد فان فيها إجازات محضة في أكثر المواضع.

اسناد موطا للامام مالک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے حضرت امام مالکؒ تک

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو سند حاصل ہے شیخ محمد وفد اللہ مکی سے اور شیخ مکی کو سند حاصل ہے اپنے والد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان المغربی سے اور شیخ مغربی کو سند حاصل ہے (اور شیخ ابن سلیمان مغربی کی سند کتاب صلۃ الخلف میں مذکور ہے) نیز شیخ وفد اللہ مکی کو سند حاصل ہے شیخ حسن العجیمی سے بھی (ان کا تذکرہ اسناد ابوداؤد میں گزر چکا) اور شیخ عبد اللہ بن سالم البصری سے بھی، پھر ان دونوں کو سند حاصل ہے شیخ عیسیٰ المغربی سے (ان کا تذکرہ اسناد ابوداؤد میں گزر چکا) اور شیخ مغربی کو سند حاصل ہے شیخ سلطان محمد بن احمد المزاحی سے اور شیخ مزاحی کو سند حاصل ہے شیخ احمد بن خلیل السبکی سے اور شیخ سبکی کو سند حاصل ہے شیخ محمد نجم الدین ابن احمد الغیطی سے (ان تینوں یعنی مزاحی، سبکی اور غیطی کے تذکرے اسناد مسلم میں گزر چکے) اور شیخ غیطی کو سند حاصل ہے شیخ شرف الدین عبدالحق بن محمد السنباطی سے اور شیخ سنباطی کو سند حاصل ہے شیخ ابو محمد الحسن بن محمد بن ایوب الحسنی النسابہ سے اور شیخ حسنی کو سند حاصل ہے اپنے چچا حسن بن ایوب النسابہ سے اور حسن بن ایوب کو سند حاصل ہے شیخ ابو عبداللہ محمد جابر الوادیاشی سے اور شیخ الوادیاشی کو سند حاصل ہے شیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن ہارون القرطبی سے اور شیخ قرطبی کو سند حاصل ہے قاضی ابوالقاسم شیخ احمد بن یزید القرطبی سے اور ابن یزید قرطبی کو سند حاصل ہے شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالحق الخزرجی القرطبی سے اور شیخ خزرجی کو سند حاصل ہے شیخ محمد بن فرج مولی ابن الطلاع سے اور مولی ابن الطلاع کو سند حاصل ہے قاضی ابوالولید یونس بن عبداللہ بن مغیث

الصفار سے اور قاضی ابو الولید کو سند حاصل ہے شیخ ابو عیسیٰ یحییٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ بن یحییٰ اور یحییٰ بن عبد اللہ کو سند حاصل ہے اپنے باپ کے چچا عبید اللہ بن یحییٰ سے اور وہ اپنے والد یحییٰ بن یحییٰ اللیثی المصمودی الاندلسی سے اور شیخ اندلسی کو سند حاصل ہے صاحب کتاب حضرت امام مالک بن انس رحمہم اللہ تعالی سے۔

تذکرۃ الشیخ وفد اللہ الروانی المکی والمالکی

نام و نسبت

آپ کا نام محمد بن محمد، لقب وفد اللہ مکہ کی طرف آپ کو منسوب کر کے مکی، اور مسلک مالکیہ کی جانب نسبت کرتے ہوئے مالکی بھی کہا جاتا ہے، نیز الردانی کی نسبت سے جانے جاتے ہیں

سلسلہ نسب

صاحب الکلام المفید نے یوں تحریر فرمایا ہے: محمد بن محمد بن محمد بن سلیمان الردانی المکی المالکی

نوٹ: مزید حالات اور تاریخ ولادت وفات معلوم نہیں ہوسکی ہے۔ [1]

تذکرۃ الشیخ محمد بن محمد بن سلیمان السوسی

نام و نسبت

محمد بن محمد بن سوسی روادانی مغربی مالکی نزیل الحرمین۔

سلسلہ نسب

محبی نے اس طرح تحریر فرمایا ہے محمد بن محمد بن سلیمان بن فاسی۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۰۳۷ھ میں بموقع بتارودنت ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے مغرب میں کبار مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے تفسیر حدیث فقہ اور تصوف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

[1] حاشیہ عجالہ نافعہ ص: ۷۹ ج: ۳ (۲) الکلام المفید ص: ۱۸۴

ان مشائخ میں سے چند حضرات کے اسماء درج کئے جا رہے ہیں، چنانچہ قاضی القضاۃ مفتی مراکش ومحقق ابومہدی عیسیٰ سکنانی اورعلامہ محمد بن سعید مریغنی مرکاکشی اور شیخ الاسلام سعید بن ابراہیم پھر اسکے بعد آنجناب نے مصر مکہ ومدینہ منورہ کا دورہ کرکے مشائخ عظام سے علم کا ایک وافر حصہ اخذ کیا۔

تلامذہ

ایک بڑی جماعت نے آپ سے علمی فیض حاصل کیا۔

فضائل وکمالات

ایسے تو آپ تمام علوم کے جامع تھے ولیکن علم ادب میں بھرپور مہارت تامہ کے حامل قرار پائے، علم کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونا آپ کی عادت تھی تا آنکہ ایک جماعت آپ کی علمی نکات کو دیکھ کر مدح سرائی پر مجبور ہوگئی۔

وفات

آپ کی وفات بمقام دمشق گیارہویں ذیقعدہ ۱۰۹۴ھ میں ہوئی۔ [1]

تذکرہ الشیخ عبداللہ سالم البصری المکی

نام ونسبت

عبداللہ ابن سالم بصری اصلاً، مکی ولادتاً، دفناً وشافعی مسلکاً۔

سلسلہ نسب

شیخ عبدالحی کتانی نے ان کے سلسلہ نسب کے بارے میں فرمایا ہے عبداللہ بن سالم بن محمد بن سالم بن عیسیٰ بصری۔

سن ولادت

۱۰۵۰ھ علی اختلاف الاقوال آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم کے بعد آپ نے علوم حدیث کے واسطے حضرات محدثین عظام کے در کا رخ فرمایا اور وہاں پہنچ کر علم

---

[1] مذکورہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں (۱) خلاصۃ الاثر ۴:۲۰۴، ۲۰۸ وترجمۃ فی ہدیۃ العارفین ۲:۱۲۹۸ (۲) الکلام المفید ص:۱۸۳

حدیث کی تشنگی کو بجھایا۔

تلامذہ

ایک جم غفیر آپ سے پڑھ کر بہرہ ور ہوا بطور خاص جوہری، ملوی، شبراوی، عبدالحی، بہنسی، حافظ محمد بن اسماعیل الامیر، اس جیسے بے شمار لوگ آپ سے علوم دینیہ حاصل کر کے اور قرآن وحدیث کے موجب پر عمل پیرا ہو کر دارین کی کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

مناقب وخصوصیات

حافظ مرتضیٰ آپ کی شان میں یوں گویا ہیں، کہ علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ آنجناب حجاز مقدس کے حافظ ہیں علاوہ ازیں شیخ اسماعیل بن شیخ محمد سعید سکر نے فرمایا کہ آنحضور امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، اور حرم طلبہ نے یوں فرمایا کہ آپ حضور اہل حرمین سے علم حدیث میں فائق تھے، ان کے علاوہ آپ کے بارے میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے صحاح ستہ کی تصحیح کا کام انجام دیا۔

وفات

آپ کی وفات ۱۱۳۴ھ میں ہوئی ہے۔[1]

تذکرہ الشیخ الشرف عبدالحق السنباطی

نام ونسبت

آپ کا اسم شریف عبدالحق بن محمد، لقب شرف الدین آپ کی نسبت سنباطی قاہری اور شافعی ہے۔

سلسلہ نسب

شیخ محی الدین عیدروسی نے آپ کا نسب اس طرح بیان کیا ہے، عبدالحق بن محمد بن محمد بن عبدالحق السنباطی ہے

ولادت

جمادی الاولیٰ وجمادی الاخری ان میں سے کسی ایک میں ۸۴۲ھ میں بمقام سنباط تولد فرمایا۔

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) فہرس الفہارس ۱:۱۹۳، ۱۹۹، وترجمۃ فی فہرس الفہارس ۱:۹۵، ۹۶ ہدیۃ العارفین ۱:۴۸، ایضاح المکنون ۲:۷۵، معجم المؤلفین ۶:۵۶

تعلیم وتربیت

آپ اپنے مقام سنباط میں پروان چڑھے اور وہیں ابتدائی تعلیم پائی پھر اس کے بعد آپ کے والد محترم آپ کو لیکر شہر قاہرہ میں فروکش ہوئے پس آپ نے وہاں مختلف فنون کی کتابیں پڑھی، جن میں سے علم حدیث بھی ہے اور آپ نے یہ کتابیں اپنے وقت کے جلیل القدر علماء کے روبرو ہو کر پڑھی، بالخصوص جلال بلقینی وجلال محلی وابن الہمام جیسی شخصیات سے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ نے فقہ، تفسیر، حدیث وغیر ذالک اپنے زمانہ کے نامور حضرات سے پڑھ کر علمی فیض پایا پھر آپ کو شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی اور بدر العینی اور دیگر حضرات نے درس حدیث وصوفیت اور ان کے علاوہ دیگر چیزوں کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تلامذہ

جب آپ تدریس حدیث وغیرہ کی اجازت سے نوازے گئے تو آپ مکہ ومدینہ کی مجاورت اختیار کر کے مسند درس پر جلوہ نما ہوئے، اور ایک مدت مدید تک درس حدیث وغیرہ دیتے رہے، جس کے نتیجہ میں ایک کثیر تعداد طلبہ کی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے ظاہری وروحانی علم سے سرفراز ہوئی۔

وفات

ماہِ رمضان ۹۳۱ھ بوقت فجر آپ اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔[۱]

تذکرۃ المحدث حسن بن محمد بن ایوب النسابۃ

نام ونسبت

آپ کا اسم شریف حسن بن محمد کنیت ابو محمد اور آپ کا عرف نسب کے اعتبار سے آپ کو حسنی اور سکونت کے اعتبار سے حسینی نیز قاہری شافعی کہا جاتا ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ سخاوی نے یوں بیان کیا ہے، حسن بن محمد بن ایوب بن محمد حصن نسابۃ بن ادریس نسابۃ بن الحسن بن علی بن عیسی

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) النور السافر ۱۵۲، ۱۵۵ وترجمۃ فی فہرس الفہارس ۲: ۱۰۰ اشذرات الذہب ۸: ۱۷۹، الضوء اللامع ۴: ۳۷، ۳۹، الکواکب السائرۃ ۱: ۲۲۱

البدر بسا اوقات نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے، محمد بن ناصر الدین بن نجم الدین، الحسنی والحسینی قاہری وشافعی سے بھی کہلاتے ہیں، اور شریف النسابہ سے بھی مشہور ہیں۔

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۷۶۷ھ کے آخر میں بمقام قاہرہ ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ قاہرہ میں پھلے پھولے، بنیادی تعلیم یافتہ ہونے کے بعد آپ کو بکثرت محدثین حضرات سے سماعت حدیث پاک کا شرف حاصل ہوا، آپ کو ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد بن المحب اور لطیفہ بنت العز محمد بن محمد بن الأیاسی وغیرہما سے اجازت تحدیث حدیث حاصل ہوئی۔

تلامذہ

آپ کے زیر تدریس ایک بڑی تعداد علماء کی جو شمار نہیں کی جا سکتی ہے علم سے سیراب ہوئی۔

فضائل ومناقب

آپ نے بکثرت حدیثیں بیان کی آپ کو دومرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صابر وشاکر متواضع اور سلیم الصدر وغیرہ اوصاف کے حامل تھے۔

وفات

آپ نے ماہ صفر ۸۶۶ھ میں دنیا سے کوچ کر کے آخرت کا رخت سفر باندھا۔[۱]

تذکرۃ المحدث الفقیہ الحسن بن ایوب النسابۃ

نام ونسبت

آپ کا اسم گرامی حسن بن محمد آپ کی نسبت حسنی وحسینی ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ سخاوی نے یوں تحریر فرمایا ہے۔

---

[۱] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (۱) الضوء اللامع ۳: ۱۳۱، ۱۲۲ اور ترجمۃ فی شذرات الذہب ۷: ۳۰۵ ہدیۃ العارفین ۱: ۲۸۶

حسن بن محمد بن حسن بن ادریس بن حسن بن علی بن عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن القاسم بن یحیٰ بن یحیٰ البدر بن ناصرالدین بن حصن الدین بن نفیس الدین الحسنی، حافظ سخاوی نے مزید فرمایا کہ موصوف الشریف النسابہ حسن بن علی بن سلیمان الحسینی کے نواسے ہیں۔

تعلیم وتربیت

حضرت موصوف نے ابتدائی تعلیم کے بعد وادپاشی اور میدومی اور بھی دیگر لوگوں سے حدیث سماعت فرمائی اوران سے اجازت بھی حاصل ہوئی۔

فضائل ومناقب

حضرت موصوف میں بہت سی خوبیاں تھیں، منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ آپ الناسب اشراف کی معرفت رکھنے والے تھے۔

وفات

حضرت موصوف کا وصال ۶ رشوال ۸۰۹ھ میں ہوا۔[۱]

تذکرہ المحدث الفقیہ ابوعبداللہ محمد الوادیاشی

نام ونسبت

حافظ ابن حجر نے ان کا نام محمد بن جابر لکھا ہے، کنیت ابوعبداللہ ہے، نسبت الوادیاشی الاندلسی اورتونسی نیز مالکی بھی ہے۔

سلسلہ نسب

محمد بن جابر بن محمد بن قاسم بن محمد بن احمد بن ابراہیم بن حسان القیسی الوادیاشی الاندلسی۔

ولادت

آپ کی پیدائش ماہِ جمادی الاخری ۶۷۳ھ بمقام تونس ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابن خطیب نے یوں وضاحت کی ہے کہ موصوف مقام تونس میں نشوونما پائے، آغاز تعلیم کے بعد حضرت موصوف نے بلاد مشرقیہ ومغربیہ کا سفر کر کے بہت سی روایتیں طلب کی اوراخیر میں چل کر اجازت حدیث سے نوازے گئے۔

[۱] (یہ حالات ماخذ ومستفاد ہیں: (ا) الضوء اللامع ۳:۱۳۳، ۱۳۴، وترجمۃ فی انباء الغمر ۶:۲۷، ۲۸ [۲] مذکورہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: (ا) الدرر الکامنہ ۵:۱۵۲، ۱۵۳، الدیباج المذہب ۳۱۱، ۳۱۲ وترجمۃ فی معجم المؤلفین ۹:۱۴۶

فضائل وکمالات

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ پروقار، حسن خلق وغیرہ کے پیکر تھے، ماشاء اللہ آپ قاری سبع تھے، علاوہ ازیں آپ کو اللہ رب العزت نے حرم نبوی میں مؤطا امام مالک پڑھانے کا موقع عنایت فرمایا، اور یہ عمدہ طرز میں درس حدیث سے واقفیت رکھتے تھے، نحو لغت حدیث و اسناد حدیث سے بھی روشناس تھے۔

وفات

حضرت موصوف نے ماہِ ربیع الاول ۷۴۹ھ میں دار آخرت کی جانب رحلت فرمائی۔

تذکرۃ المحدث الفقیہ ابو محمد القرطبی

نام ونسبت

عبداللہ بن محمد ہے ابو محمد کنیت اور آپ کی نسبت انطاکی اندلسی، قرطبی ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یوں بیان کیا ہے، عبداللہ بن محمد بن ہارون بن عبدالعزیز بن اسماعیل الطائی الاندلسی القرطبی۔

ولادت

حضرت موصوف کی ولادت ماہِ رمضان ۶۰۳ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے حضرات محدثین سے احادیث مبارکہ سماعت فرمائی، چنانچہ آپ نے ابو القاسم سے مؤطا پڑھی اور ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن عطیہ سے صحیح المسلم اور ابو بکر بن سید الناس سے صحیح البخاری پڑھی۔

فضائل ومناقب

شیخ ابن فرحون نے ان کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت موصوف دین متین کے ایک جید عالم وفاضل کاتب ومسند شخص تھے خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

وفات

آپ کی وفات ماہِ ذیقعدہ ۷۰۲ھ بمقام تونس ہوئی۔[1]

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: ۱۰) الدرر الکامنہ ۲: ۳۰۳، ۳۴۰،

تذکرہ المحدث الفقیہ احمد بن یزید القرطبی

نام ونسبت

آپ کا نام احمد بن یزید اور آپ کی نسبت بقوی قرطبی مالکی ہے اور ابو القاسم آپ کی کنیت ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نے اس طرح بیان فرمایا ابو القاسم احمد بن ابی الولید یزید بن عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد بن احمد بن مخلد بن عبد الرحمٰن بن احمد بن شیخ الاندلسی الحافظ بقی بن مخلد الاموی البقوی القرطبی المالکی۔

ولادت

آپ کی ولادت ۵۳۷ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم پانے کے بعد اپنے والد محترم اور اپنے دادا ماجد اور محمد بن عبد الحق الخزرجی اور دیگر لوگوں سے حدیث سماعت فرمائی اور آپ کو مقری ابو الحسن، شریح بن محمد وعبد الملک بن مسرۃ نے حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔

فضل وکمالات

ابو عبد اللہ الابار نے فرمایا کہ حضرت موصوف اندلس کے عظیم الشان لوگوں میں سے تھے وہاں کے جو رجال ہیں ان میں سب سے فائق وکامل شخص تھے۔

آپ کو مقام عدتین میں قضاء کے منصب فائز کیا گیا۔

وفات

آپ کی وفات بروز جمعہ ماہِ رمضان ۶۲۵ھ میں ہوئی۔[1]

تذکرہ الشیخ الفقیہ محمد بن عبد الحق الخزرجی

نام نسبت

آپ کا نام محمد بن عبد الحق کنیت ابو عبد اللہ آپ کی نسبت خزرجی، قرطبی، مالکی ہے۔

[1] یہ حالات مذکورو مستفاد ہیں: (ا) سیر اعلام النبلاء ۲۲:۲۷۴، ۲۷۷، وترجمۃ فی: تاریخ الاملاء رقم الترجمۃ ۲۸۷، سنۃ الوفیات ۶۲۵، العبر ۳:۱۹۶، شذرات الذہب ۵: ۱۱۶، النجوم الزاہرۃ ۶:۲۷۰، ہدیۃ العارفین ۱:۹۱

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نے اس طرح سے بیان فرمایا، الامام الفقیہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالحق بن احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبد الحق ہے۔

تعلیم وتربیت

حضرت موصوف نے موطا امام مالک محمد بن فرج الطلاعی سے پوری اور ابومحمد بن عتاب سے کچھ حصہ سماعت فرمایا ہے۔

تلامذہ

حضرت موصوف سے دو شخص نے روایت کی آپ کے صاحبزادے قاضی عبدالحق بن محمد اور ابوالقاسم احمد بن بقی اور بھی ان دو کے علاوہ دیگر حضرات نے حضرت موصوف سے روایت حدیث کی ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۵۶۰ھ میں ہوئی ہے [1]

تذکرۃ المحدث الفقیہ محمد بن فرج الطلاعی

نام ونسبت

آپ کا نام محمد بن الفرج آپ کی نسبت قرطبی و مالکی ہے اور ابوعبداللہ آپ کی کنیت ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نے اسطرح سے بیان کیا ہے: محمد بن الفرج القرطبی المالکی، مولی محمد بن یحیی بن الطلاع.

ولادت

آپ کی ولادت سنہ ۴۰۴ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے حدیث پاک متعدد محدثین سے پڑھی ان میں سے چند حضرات کے اسماء بطور نمونہ

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: ۱) سیر اعلام النبلاء ۲: ۴۲۰، ۴۲۱، وترجمۃ فی التکملۃ لکتاب الصلۃ ۲: ۴۹۶

پیش خدمت ہیں، مثلاً یونس بن عبداللہ القاضی مکی بن ابی طالب، ابوعبداللہ بن عابد، حاتم بن محمد، ابوعمرو والمرشانی، معاویۃ بن محمد العقیلی اور ابوعمر بن القطان جیسے ممتاز لوگ ہیں۔

تلامذہ

آپ سے بہت سے علماء نے حدیث سماعت فرمائی، اور آپ سے ایک وافر مقدار میں لوگوں نے روایت حدیث کی، انہیں میں سے ابوجعفر الطروجی، محمد بن عبدالخالق الخزرجی، محمد بن عبداللہ بن خلیل القیسی ہیں۔

تصنیف

آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جو احکام نبی کے بارے میں ہے۔

فضائل ومناقب

آپ فقہ کے حافظ فتویٰ کے ماہر مشورہ میں پیش پیش رکھے جانے والے، خیر وصلاح میں شریک رہنے، والے لمبی لمبی نمازیں پڑھنے والے، حق گو، کسی ملامت گر کی ملامت آپ کو مانع نہ ہوتی تھی، بدعت پر سختی برتنے والے، نیز آپ کو لوگ اچھی طرح سے جانتے تھے جیسا کہ آپ کا حق تھا۔

وفات

آپ کی وفات ماہِ رجب ۴۹۷ھ میں ہوئی ہے [1]

تذکرۃ المحدث ابوالولید یونس بن عبداللہ القرطبی

نام ونسب

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں: الامام الفقیہ المحدث شیخ الاندلس قاضی القضاۃ بقیۃ الاعیان ابوالولید یونس بن عبداللہ بن محمد بن مغیث بن محمد بن عبداللہ بن الصفار القرطبی، المالکی۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔

[1] یہ حالات مذکور و مستفاد ہیں: (۱) سیر اعلام النبلاء ۱۹: ۱۹۹، ۲۰۲، وترجمہ فی الدیباج المذہب ۲۷۵، العبر ۲: ۳۷۵، شذرات الذہب ۳: ۴۰۷، ہدیۃ العارفین ۲: ۷۸، ایضاح المکنون ۲: ۲۷۰

تعلیم وتربیت

آپ اپنے دیار میں بنیادی تعلیم پاکر حدیث شریف کی تحصیل میں مشغول ہوگئے، آپ نے سنن نسائی وغیرہ کتب حدیث ابوبکر محمد بن معاویۃ المراوئی ابن الاحمر سے پڑھیں، اور ابوعیسیٰ لیثی سے مؤطا امام مالک کی روایت لی ہے۔

شیوخ واساتذہ

بہت سے کبار محدثین سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا ہے، جن میں سے چند نامور حضرات یہ ہیں: اسماعیل بن بدر احمد بن ثابت التغلبی، تمیم بن محمد القروی، محمد بن اسحاق بن سلیم القاضی، ابوبکر بن القوطیۃ یحییٰ بن مجاہد، ابوجعفر بن عون اللہ وغیرہم، اور ابوبکر بن زرب سے قضاء کے سلسلہ میں تفقہ حاصل کیا۔

علمی ودینی خدمات

آپ فصیح اللسان واعظ تھے، چنانچہ ایک مدت تک مدینۃ الزہراء میں تقریری وخطابت کی ذمہ داری نبھائی، اور پھر قرطبۃ میں خطابت کے ساتھ قاضی بھی رہے، اور وزارت کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔

تلامذہ

آپ سے بہت سارے علماء محدثین نے سند حدیث اور دیگر علوم میں اکتساب فیض کیا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں، مکی بن ابی طالب، ابوعبداللہ بن عابد، ابوعمر والدانی، ابوعمر بن عبدالبر، ابن حزم، محمد بن عتاب، ابوالولید الباجی، حاتم بن محمد بن عمر بن الحذاء محمد بن فرج الطلاعیؒ وخلق کثیر۔

فضل وکمال

آپ بہترین واعظ، بڑے ذی علم، زاہد وقانع، صاحب فضل وکمال اور خشوع وخضوع کے مالک تھے، اکثر اوقات اللہ کے خوف سے روتے رہتے تھے، اور آپ کے چہرے پر نور برستا تھا، اور صالحین کے نقوش کی حفاظت کرنے والے متقی عالم دین تھے۔

تصانیف

آپ نے کئی نافع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں، کتاب، محبۃ اللہ، المستصرخین باللہ، المجتہدین

آپ کی وفات

آپ نے اخیر میں تمام جھمیلوں سے دست بردار ہوکر اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور ہر وقت اللہ کی عبادت میں مشغول رہ کر ۴۲۹ھ میں اس دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ [1]

تذکرۃ المحدث الفقیہ ابو عیسیٰ اللیثیؒ

نام ونسبت

آپ کا اسم شریف یحییٰ بن عبداللہ کنیت ابو عیسیٰ اور آپ کی نسبت لیثی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم کے بعد آپ نے کثیر محدثین سے حدیث کی سماعت فرمائی ان میں سے چند لوگوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ عبیدَ اللہ بن یحییٰ یہ آپ کے والد ماجد کے چچا ہیں: محمد ابن لبابہ، اسلم ابن عبد العزیز، احمد ابن خالدؒ، اور بھی لوگوں سے آپ کی روایت حدیث میں مذکورہ ہے

تلامذہ

پورے اندلس سے لوگوں کی جماعت آپ سے مؤطا پڑھنے کیلئے گامزن سفر ہوئی اور آپ کے تئیں رہ کر حدیث کے بحرِ عمیق سے مستنیر ہوئی اور عالم دنیا میں آفتاب ومہتاب بن کر اٹھی، انہیں کی فہرست میں شمار کئے جانے والوں میں سے ابو الحسن الدار قطنی بھی ہیں مزید برآں امام موصوف سے بہت سارے علماء محدثین نے سماعت حدیث کیا جیسے ہشام المؤید قاضی یونس قرطبی ۔

فضائل ومناقب

حضرت موصوف یکتائے عصر تھے، حضرت موصوف کی قدر ومنزلت لعل وگوہر سے قدر بعید نہیں موصوف کی ذات بابرکت، جو سیرت وخوبصورت کی سنگم اور انجمن تھی، حدیث میں موصوف کا عالی مقام تھا، امام موصوف لوگوں میں منصب صدارت پر قائم تھے، لوگ موصوف کی مدح خوانی کرنے پر مجبور تھے، ......اس لئے کہ موصوف نے ایک طرف علم کا

[1] ماخوذ ومستفاد: سیر اعلام النبلاء ۵۶۹، ۵۷۰ جلد ۱۷، ترجمۃ فی ترتیب المدارک ۳۹۷ تا ۴۱۷ جلد ۴، الدیباج المذہب ۱۶۰، ۱۶۱، شذرات الذہب ۲۴۴، جلد ۳، الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۱۶۴ تا ۱۶۵

سمندر بہایا تو دوسری جہت میں جود وسخا کے پیکر تھے۔

وفات

موصوف کی وفات ماہِ رجب ۳۴۶ھ اور بقول علامہ ذہبی ۳۶۷ھ میں آخرت کا سفر کیا اور اپنے خالق حقیقی سے جاملے [1]

تذکرہ الشیخ عبید اللہ بن یحییٰ اللیثیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام عبید اللہ بن یحییٰ اور نسبت لیثی اندلسی قرطبی۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نے آپ کا سلسلہ نسب بایں وضاحت فرمایا: عبید اللہ بن یحییٰ بن یحی ابن کثیر بن وسلاس الفقیہ الامام المعمر ابو مروان اللیثی مولدہم الاندلسی القرطبی مسند قرطبۃ۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد ماجد یحییٰ سے مؤطا روایت کی اور فقہ انہیں سے سیکھا اس کے علاوہ آپ نے ابن ہشام رفاعی، اور محمد بن عبد اللہ بن البرقی سے بھی حدیث کی سماعت کی ہے۔

تلامذہ

آپ سے مختلف حضرات نے روایت حدیث کی ان میں سے چند حضرات کے نام مندرجہ ذیل ہیں، احمد بن خالد، محمد بن ایمن احمد بن مطرف، احمد بن سعید بن حزم الصدفی اور بھی لوگوں نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔

فضائل ومناقب

آپ ایک ذی مرتبت اور باعظمت شخص تھے نیز آپ دانش مند، مال وثروت والے تھے اور آپ کو مشورہ وغیرہ میں پیش پیش رکھا جاتا تھا۔

---

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہے (۱) ترتیب المدارک ص: ۴۱۲ تا ۴۱۴ ج: ۴ (۲) ترجمۃ فی العبر ص: ۱۲۸ ج: ۲ (۳) شذرات الذہب ص: ۵۶ ج: ۳ (۴) الکلام المفید ص ۱۴۶

وفات

آپ کی وفات دسویں رمضان ۲۹۸ھ میں ہوئی۔[1]

تذکرہ یحیٰ بن یحیٰ اللیثیؒ

نام ونسب

قال الحافظ ابن حجر، یحیٰ بن یحیٰ بن کثیر بن وسلاس بن شملال اللیثی مولاہم الاندلسی القرطبی ابومحمد الفقیہ۔

تعلیم واساتذہ

آپ نے ابتدائی اور دیگر بنیادی تعلیم کے بعد حدیث کے لئے مختلف شیوخ سے سند حدیث حاصل کی، خاص کر مؤطا امام مالک کو خود حضرت امام مالک سے کچھ حصہ قرأۃ پڑھا، باقی اجازۃ پڑھی ہوگی، مگر حضرت امام مالک سے مؤطا کی سماع میں شک واقع ہوا تو حضرت امام مالکؒ کے شاگرد زیاد بن عبداللہ شبطونؒ سے سند حاصل کی اور یہ حضرت امام مالک کی زندگی ہی میں ہوا۔

ان کے علاوہ اور بھی مشائخ سے سند حدیث حاصل کی ہے، ان میں سے چند حضرات یہ ہیں یحیٰ بن منصور، لیث، ابن عیینہ، ابن وہب، ابن القاسم، قاسم بن عبداللہ العمری، ابی ضمرۃؒ وغیرہم۔

تلامذہ

آپ سے ایک خلق کثیر نے استفادہ کیا ہے، اور بہت سارے کبار محدثین نے آپ سے سند حدیث حاصل کی ہے جن میں سے چند حضرات یہ ہیں، آپ کے صاحبزادے عبیداللہ، بقی بن مخلد، محمد بن وضاح، محمد بن العباس بن الولید، صباح بن عبدالرحمٰن العتقی وغیرہم۔

ہاتھی دیکھنے کا قصہ

امام زرقانی کہتے ہیں کہ یحیٰ ایک مرتبہ حضرت امام مالک کے درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاتھی آ گیا سارے لوگ ہاتھی دیکھنے چلے گئے اور یہ اپنی جگہ سے ہلے ہی نہیں، تو حضرت امام مالک نے فرمایا کہ تم ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے تو

[1] یہ حالات ماخوذ ومستفاد ہیں: ۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳: ۵۳۱، ۵۳۳ وترجمۃ فی شذرات الذہب ۲: ۲۳۱، العبر ۱: ۴۳۶

آپ نے فرمایا کہ میں وطن سے آپ کی زیارت اور علم کے موتی حاصل کرنے آیا ہوں ہاتھی دیکھنے نہیں، اس پر حضرت امام مالک نے آپ کو عاقل الاندلس کا خطاب دیا۔

فضل وکمال

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن دینار کے بعد اندلس کے لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ مقبول عام ہوگئے، یہاں تک کہ بادشاہ وقت کا رجوع بھی آپ کی طرف ہوتا اور آپ کی رائے پر اعتماد کرتے، آپ کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا تو آپ نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے اعتماد اور بڑھ گیا یہاں تک کہ آپ کے دیار میں کسی کو قاضی بنایا جاتا تو بادشاہ پہلے آپ سے مشورہ کرتے۔

آپ اچھے فقیہ اور بہترین رائے وبصیرت کے مالک تھے، اور صبح کی نماز کے علاوہ کسی بھی فرض نماز میں قنوت کے قائل نہیں تھے، محمد بن عمر بن لبابہؒ نے فرمایا ہے اندلس کے فقیہ عیسیٰ بن دینارؒ تھے، اور وہاں کے بڑے عالم عبدالملک بن حبیبؒ تھے تو اندلس کے عقلمند اور ان سارے علوم میں سمجھ داری یحییٰ بن یحییٰؒ کو حاصل تھی، ابن الفرضیؒ نے فرمایا آپ اپنے وقت کے امام اور اپنے شہر اندلس میں یکتائے زمانہ تھے، اور ابن شکوالؒ نے فرمایا کہ آپ مستجاب الدعوات تھے آپ ہی کی وجہ سے مذہب مالکی اندلس میں رواج پایا۔

وفات

آپ کی وفات میں دو قول ہیں (۱) رجب المرجب ۲۳۴ھ یا ۲۳۶ھ میں ہوئی ہے۔

یحییٰ مصمودی کے نسخہ کی خصوصیت

آپ کے نسخہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے حضرت امام مالک کی آخری زندگی میں مؤطا کی سماع کی ہے جس کی وجہ سے یہ نسخہ آخری نسخہ قرار پا کر قابل ترجیح ہے۔[۱]

تذکرہ حضرت امام مالک بن انسؒ

نام ونسبت

آپ کا نام مالک بن انس، کنیت ابوعبداللہ، لقب امام دار الہجرۃ ہے آپ کا اصل خاندان یمن سے تھا، جس کا تعلق

---

[۱] ماخوذ ومستفاد: (۱) تقریب التہذیب ۲۳۸، وترجمۃ فی سیر اعلام النبلاء ۵۱۹ جلد ۱۰، (۳) خلاصۃ تہذیب الکمال ۴۲۹، (۴) الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۱۶۰ تا ۱۶۱

وہاں کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ اصبح سے تھا، اس لئے آپ کو اصبحی کہا جاتا ہے، اور پھر آپ کے پردادا ابو عامر مدینہ میں آکر آباد ہو گئے، اور خاندان میں سب سے پہلے ابو عامر ہی مشرف بہ اسلام ہوئے، اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنے اور مدینہ ہی کو اپنا وطن بنایا اس لئے آپ کو مدنی کہا جاتا ہے۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی نقل فرماتے ہیں کہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث الامام الحافظ، فقیہ الامۃ، شیخ الاسلام، ابو عبداللہ الاصبحی المدنی الفقیہ امام دار الہجرۃ وہم خلفاء عثمان عبید اللہ التیمی اخی طلحۃ رضی اللہ عنہ۔

ولادت

آپ کی پیدائش کے سن میں تین قول ہے ۹۰ھ یا ۹۳ھ یا ۹۵ھ مگر راجح ۹۳ھ ہے۔

حلیہ

آپ کا قد لمبا، جسم فربہ، رنگ سفید، کشادہ چشم، ناک لمبی، پیشانی چوڑی، لمبی اور گھنی ڈاڑھی، نفیس اور بیش قیمت لباس، کثرت سے عطر کا استعمال کرنے والے، ذی وجیہہ محدث ذی شان تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے سب سے پہلے مدینہ کے امام القراء نافع بن عبدالرحمٰنؒ سے قرآن کریم کی قرأت اور سند حاصل کی۔

شروع شروع میں تحصیل علم کے دوران بڑی دقتیں اٹھائیں، سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے گھر کی کڑیاں فروخت کر کے تعلیم جاری رکھی۔

شیوخ واساتذہ

حضرت امام مالکؒ نے اپنے زمانہ کے کبار علماء محدثین اور فقہاء ومجتہدین سے اکتساب فیض کیا ہے، علماء محققین تحریر فرماتے ہیں کہ نوسو سے زیادہ شیوخ سے آپ نے علم حاصل کیا ہے، جن میں سے تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین ہیں، مدینہ میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمر کی درسگاہ کے اول جانشین حضرت نافع ہوئے ان کے بعد حضرت امام مالک جانشین بنے۔

آپ کے اساتذہ میں سے چند نامور حضرات یہ ہیں: نافع، مقبری، نعیم المجمر، زہری، عامر بن عبداللہ بن زبیر، ابن المنکدر، عبداللہ بن دینارؒ وغیرہم۔

درس وتدریس

سترہ سال کی عمر سے تقریباً باسٹھ سال کی عمر تک فقہ وفتاویٰ اور درس حدیث میں مشغول رہے، درس حدیث کا اس قدر اہتمام تھا کہ درس سے پہلے غسل یا وضوء فرماتے اور نیا عمدہ لباس پہنتے، بلکہ آپ کے متعلق منقول ہے کہ ہر روز نیا لباس پہن کر حدیث کا درس دیتے، اور پھر اس کپڑے کو صدقہ کردیتے، درس میں جانے سے قبل کنگھی کرتے، عطر لگاتے، نہایت پروقار انداز میں مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوتے، آپ وقار وسکون کے ساتھ بیٹھ کر درس دیتے تھے، کبھی کھڑے ہو کر آپ نے درس نہیں دیا، ایک مرتبہ دوران درس بچھو نے دس مرتبہ ڈنک مارا مگر پہلو نہیں بدلا اور فرمایا کہ یہ اپنی شجاعت کے لئے نہیں احترام حدیث میں یہ مشقت اٹھائی ہے۔

تلامذہ

ہر چہار جانب سے شائقین پروانہ وار آپ کی طرف آتے رہے اور سند حدیث حاصل کرکے جاتے رہے، بے شمار علماء، طلباء اور امراء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے، جن میں سے چند نامور حضرات یہ ہیں: عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبداللہ بن وہب، ابن القاسم، قعنبی، عبداللہ بن یوسف، سعید بن منصور، یحییٰ بن یحییٰ نساپوری، یحییٰ بن یحییٰ الاندلسی، یحییٰ بن بکیر، قتیبہ ابومصعب الزبیری، ابوحذامۃ السہمیؒ۔

علمائے محدثین کے تأثرات

حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ بن احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے سوال کیا کہ زہری کے شاگردوں میں سب سے زیادہ کون اثبت ہے تو فرمایا مالک تمام چیزوں میں سب سے زیادہ اثبت ہیں۔

عبدالرزاقؒ کہتے ہیں کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم: **یوشک الناس ان یضربوا اکباد الابل فی طلب العلم فلایجدون عالما اعلم من علم المدینۃ.** کا مصداق میں حضرت امام مالک کو ہی سمجھتا ہوں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی حضرت امام مالک پر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر علماء کا ذکر کیا جائے تو حضرت امام مالک ان سبھوں کے ستارے ہیں، باقی

تفصیلی حالات کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔

وفات

آپ کی وفات چھیاسی برس کی عمر میں ربیع الاول ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ہوئی، اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے، نجم سے ولادت اور فاز مالک سے وفات کا سال برآمد ہوتا ہے۔ [۱]

اسناد الموطا بروایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی الی الامام مالک

(قال شيخنا امير المؤمنين في الحديث مولانا محمد يونس الجونفوري رحمة الله عليه)قرأت الموطا من أوله وآخره على مولانا منظور أحمد السهارنفوري عن مولانا عبد اللطيف البرقاضوي.

وهو يرويه عن مولانا خليل أحمد عن مولانا محمد مظهر النانوتوي عن مولانا مملوك العلي عن مولانا رشيد الدين خان الكشميري عن الشاه عبد العزيز عن الشاه ولي الله عن مفتي الحرام تاج الدين القلعي سماعا له طرف من من لفظه وأجاز سائره، عن العلامة الشيخ حسن بن علي العجيمي المكي الحنفي عن الشيخ خير الدين بن أحمد مفتي الحنفية بالرملة ونواحيها إجازة عن الشيخ أحمد بن أمين الدين عن والده الشيخ أمين الدين بن عبد العال الحنبلاطي عن الشيخ سري الدين عبد البرعن والده الشيخ محب الدين محمد بن الشحنة إجازة عن الامام أكمل الدين محمد بن محمد البابرتي عن العلامة محمد بن محمد البخاري المعروف بقوام الدين الكاكي عن العلامة حسام الدين السغناقي، قال أخبرنا الإمام حافظ الدين الكبير محمد بن محمد بن نصر البخاري عن شمس الأئمة محمد بن عبد الستار الكردري عن الامام برهان الدين أبي المكارم المطرزي، قال أخبرنا الامام الخطيب موفق الدين المكي، قال أخبرنا الامام أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشري بمكة عند باب بني شيبة، قال حدثنا الشيخ الركي الحافظ أبو عبد الله الحسين بن محمد بن خسرو البلخي عن أبي الحسن بن الصواف، قال أخبرنا أبو

[۱] ماخوذ ومستفاد: (۱) تذکرۃ الحفاظ ۲۰۷ تا ۲۱۳ جلد ۱ (۲) ترجمۃ فی سیر اعلام النبلاء ۴۸ تا ۱۲۵ جلد ۸، الانساب ۱۷۴ جلد ۱ (۳) البدایہ والنہایہ ۱۷۴، ۱۷۵ جلد ۱۰ (۴) شذرات الذہب ۱۲ تا ۱۵ جلد ۳ (۵) الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۱۵۴ تا ۱۵۹

علی بشر بن موسی بن صالح الأسدی، قال أخبرنا أحمد بن مهران، قال أخبرنا محمد بن الحسن، قال أخبرنا الامام مالک وغیره من مشائخ محمد بأسانیده.

اسنا شرح معانی الآثار

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک

حقری الوریٰ (محمد کوثر علی سبحانی) نے طحاوی شریف، حضرت مولانا مفتی سید محمد یحییٰ صاحب سہارنپوری (والد محترم حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم) سے پڑھی ہے، پھر استاذ محترم حضرت الاستاذ مفتی صاحب کو، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ سے سند حاصل ہے (ان کا تذکرہ سند ترمذی میں گزر چکا) اور حضرت کامل پوری کو حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی سے سند حاصل ہے اور حضرت کاندھلوی کو، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سند حاصل ہے اور حضرت گنگوہی کو، شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے سند حاصل ہے اور حضرت مجددی کو شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے سند حاصل ہے اور شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کو سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سند حاصل ہے اور ان کو اپنے والد مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اور شاہ ولی اللہ کو شیخ ابو طاہر مدنی سے (ان سب کے تذکرے سند بخاری میں گزر چکے ہیں۔

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب سہارنپوریؒ

نام ونسب

آپ کا نام محمد یحییٰ والد محترم کا نام حضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحبؒ ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ماہ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ مطابق نومبر ۱۹۲۲ء میں محلہ مفتی سہارنپور کے مشہور ومعروف دینی وعلمی اور معزز خانوادہ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد چودہ سال کی عمر میں حافظ منظور احمد صاحب کے پاس حفظ قرآن ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق مئی ۱۹۳۶ء میں مکمل فرمایا۔

پھر درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مظاہر علوم سہارنپور کے مختلف اساتذہ سے خارج میں پڑھنا شروع کیا، یعنی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کامل پوری، حضرت مولانا سید ظریف احمد صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ، حضرت مولانا ظہور الحسن صاحبؒ کسولوی، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وغیرہم سے کافیہ اور شرح جامی کو بحث فعل تک خارج ہی میں پڑھا۔

مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ

۱۳۶۰ھ میں داخلہ لیکر باضابطہ شرح جامی سے دورۂ حدیث شریف تک مظاہر علوم ہی میں تعلیم کی تکمیل فرمائی۔

سن فراغت

آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۶۴ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری، نور اللہ مرقدہم سے دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھیں۔

مشق افتاء

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ سے بعض کتب افتاء پڑھ کر حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے افتاء کی مشق اور تربیت حاصل کی، اور ہر دو حضرات کی حیات تک بھرپور استفادہ کیا۔

درس وتدریس اور افتاء

یکم ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ میں خلیلیہ شاخ میں معین مدرس کے طور پر گیارہ روپے ماہانہ تقرری ہوئی اور ابتدائی کتابیں

پڑھائیں، اور پھر ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ میں معین مفتی بنا کر مظاہر علوم لایا گیا، پھر اسی سال نائب مفتی بنایا گیا، اور ۱۳۷۷ھ سے ۱۳۸۸ تک کنز الدقائق سے لیکر مختلف کتابیں مثلاً ہدایہ آخرین تک پڑھائی، ۱۳۸۸ھ میں پہلی مرتبہ استاذ حدیث بنا کر مشکوۃ شریف سپرد ہوئی، تین سال پڑھانے کے بعد ۱۳۹۱ھ استاذ دورۂ حدیث شریف بنائے گئے، ۱۳۹۳ھ تک نسائی شریف اور رسم مفتی کا درس دیا، پھر ۱۳۹۴ھ میں پہلی بار طحاوی شریف کا درس دیا، اور ۱۴۱۷ھ تک مسلسل ۲۲ سال تک مسلسل طحاوی شریف کا سبق آپ ہی سے متعلق رہا۔

تفصیل مذکور کے مطابق تقریباً ۴۵ سال تک کے طویل عرصہ میں آپ سے ہزاروں تشنگان علوم دینیہ نے ملک وبیرون ملک سے آ کر اکتساب علم کیا، اور سیکڑوں علماء وفضلاء نے مشق افتاء کی سعادت حاصل کی، دار الافتاء کے قدیم وجدید رجسٹر نقول فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر ایک لاکھ سے زائد مسئولات کے شرعی جوابات واحکام تحریر فرمائے، ذالک فضل الله يوتيه من يشاء۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے افتاء کا طرز

حضرت مفتی صاحب کی فتوی نویسی فطری طور سے ایسی تھی کہ شر وفتنہ سے ہمیشہ دور رہتے، فقہ وفتاوی میں مظاہر علوم کے اکابر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کے امین اور ترجمان تھے، خصوصاً فقہائے دیوبند وسہارنپور، حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ کے مسلک ومزاج کے پابند تھے، ان حضرات کی تحقیق وتصریح کے مقابلہ میں دوسرے بعض علماء افاضل وقت کی تحقیق سے قطعاً متاثر ومرعوب نہ ہوتے اگر کسی کا فتوی اکابر دیوبند وسہارنپور کے خلاف ہوتا تو نہایت صفائی کے ساتھ اور قوت کے ساتھ فرما دیتے کہ یہ مظاہر علوم کا فتوی نہیں ہے۔

خصلت وعادات

حضرت مفتی صاحب نہایت خوش مزاج، ظریف الطبع اور خوش پوشاک تھے، دبلے پتلے چھریرے جسم کے مستقیم القامت، گورا چٹا رنگ، نگاہیں نیچی رکھنے کے عادی تھے، صاف ستھرے پاکیزہ رہنے کے پابند، نفیس لباس پہنتے، جمعہ کو نماز جمعہ کے لئے غالباً اپنی مسجد میں سب سے پہلے تشریف لاتے اور صلوۃ التسبیح اور درود شریف کا معمول اہتمام سے فرماتے، خوشبو کا استعمال خوب کرتے، روزانہ روغن مقوی دماغ پابندی سے لگاتے اور تکیہ کے اوپر الگ سے کپڑے

رکھتے تاکہ تیل نہ لگ جائے۔

احتیاط

آپ گھنٹہ کے پابند تھے، درسگاہ میں پہنچتے اور گھنٹہ بجتا، معارف شیخ ۸۲ پر حضرت شیخ نے اس سلسلہ میں آپ کی تعریف کی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ تنخواہ لینے کے بعد سو، دوسو اور کچھ رقم مدرسہ میں جمع کرادیتے تھے کہ ہونہ ہو کبھی کوتاہی ہوئی ہو۔

بیعت

۲۱ جمادی ۱۳۶۹ھ میں حضرت مدنیؒ سے بیعت ہوئے، اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ اور حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے اخیر تک استرشاد واستفادہ کا تعلق رہا۔

حج وزیارت حرمین شریفین

آپ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

نوٹ: آپ سفر کے عادی نہیں تھے، آپ خود فرماتے تھے کہ میں نے سفر برائے نام ہی کئے ہیں، حجاز مقدس کا سفر تو حج کے لئے کیا، پاکستان جنت نشان جانے کو اس وقت تک دل چاہتا تھا جب تک استاذ محترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوریؒ حیات تھے، ان کے بعد جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

وفات

آپ کی وفات ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء سہارنپور میں ہوئی اور اپنے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔[۱]

اسناد شرح معانی الآثار للامام الطحاوی من الشیخ ابی طاہر المدنی الی الامام الطحاویؒ

قال الشيخ الامام الهمام المسند قطب الدين احمد ولى الله الدهلوى، حدثنى الشيخ ابى طاهر الكورانى، عن الشيخ عبد الله بن سالم البصرى المكى، عن الشيخ الباهلى، عن الزين عبد الله بن محمد النحريرى الحنفى، عن الجمال يوسف بن زكريا عن أبيه الذين زكريا الانصارى، عن ابى الفضل ابن حجر عن الشرف ابى الطاهر بن الكويك عن زينب بنت الكمال المقدسية، عن محمد بن عبد الهادى، عن الحافظ أبى موسى محمد بن أبى بكر المدينى.

[۱] ماخوذ ومستفاد ماہنامہ مظاہر علوم، مظاہر علوم نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۹

عن أبی الفتح اسماعیل بن الفضل بن احمد السراج عن أبی الفتح منصور بن الحسین التانی بالمثاة الفوقیة عن الحافظ أبی بکر محمد بن ابراهیم المقرئی عن الأمام الحافظ الحجة أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی رضی الله تعالی عنه رضی الأبرار. [۱]

اسناد شرح معانی الآثار للامام الطحاوی شیخ ابوطاہر مدنی سے امام طحاوی تک

شیخ ابوطاہر مدنی (ان کا تذکرہ سند بخاری میں گزر چکا ہے) کو سند حاصل ہے، شیخ عبداللہ بن سالم البصری المکی سے (ان کا تذکرہ اسناد مؤطا امام مالک میں گزر چکا) اور شیخ بصری کو سند حاصل ہے، شیخ محمد بن علاء الدین البابلی سے اور شیخ بابلی کو سند حاصل ہے، شیخ فقیہ زین عبداللہ بن محمد النحریری الحنفی سے اور شیخ حریری کو سند حاصل ہے، شیخ جمال الدین یوسف انصاری سے اور شیخ انصاری کو سند حاصل ہے، شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری سے اور شیخ انصاری کو سند حاصل ہے، شیخ ابوالفضل ابن حجر عسقلانی سے (ان دونوں یعنی انصاری عسقلانی کے تذکرے اسناد بخاری میں گزر چکے) اور شیخ عسقلانی کو سند حاصل ہے، شیخ محمد بن عبداللطیف الکویک سے اور شیخ کویک کو سند حاصل ہے، زینب بنت الکمال المقدسیہ سے اور زینب مقدسہ کو سند حاصل ہے شیخ محمد بن عبدالہادی سے اور شیخ ابن ہادی کو سند حاصل ہے، حافظ ابوموسی محمد بن ابی بکر المدینی سے اور شیخ مدینی کو سند حاصل ہے شیخ ابوالفتح اسماعیل بن الفضل بن احمد السراج سے اور شیخ السراج کو سند حاصل ہے شیخ ابوالفتح منصور بن الحسین التانی سے اور شیخ تانی کو سند حاصل ہے حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم المقری سے اور شیخ مقری کو سند حاصل ہے صاحب کتاب امام الفقیہ الحافظ الحجۃ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہم اللہ تعالی سے

تذکرۃ الشیخ

محمد بن علاء الدین البابلی

نام ونسب

آپ کا نام محمد بن علاء الدین کنیت ابوعبداللہ لقب شمس الدین ہے، علامہ کتانی نے فرمایا:

الامام الحافظ المسند ابوعبد الله محمد بن علاء الدین البابلی المصری الشافعی القاهری.

---

[۱] الامداد، بمعرفة علو الاسناد ۱۷، ۱۸

ولادت

آپ کی پیدائش مصر کے ایک قریہ بابل میں ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

بچپن سے ہی علوم دینیہ کا شوق تھا بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کی تحصیل میں منہمک ہوگئے اور اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔

کہا جاتا ہے کہ جب آپ پر ایک مرتبہ لیلۃ القدر ظاہر ہوئی تو آپ نے اس رات میں یہ دعاء مانگی کہ اے اللہ مجھے علم حدیث میں حافظ ابن حجر جیسا بنادے چنانچہ دعاء قبول ہوئی اور آپ اپنے زمانہ میں حافظ ابن حجرؒ جیسے شمار کیے گئے، اور آپ سے اکتساب فیض کرنے والے تلامذہ نے اس بات کی گواہی دی، چنانچہ آپ کا نفع عام ہوا اور آپ کے نامور شاگردان رشید پیدا ہوئے، اس زمانہ کے تمام علماء نے آپ کے حافظ حدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے، علامہ امین المحبی نے اپنی کتاب خلاصہ میں آپ کے متعلق تحریر فرمایا:

احد الاعلام فی الحدیث والفقہ وھو احفظ اھل عصرہ لمتون الاحادیث واعرفھم بجرحھا ورجالھا وصحیحھا وسقیمھا.

چنانچہ آپ کی تمام مرویات کو آپ کے تلمیذ خاص ابومہدی عیسیٰ الثعالبی نے اپنی فہرست میں جمع کرکے اس کا نام منتخب الاسانید رکھا۔

وفات

آپ کی وفات ۱۰۷۷ھ یا ۱۰۸۰ھ میں ہوئی ہے [1]

تذکرہ

الشیخ الفقیہ الزین عبداللہ بن محمد الحنفیؒ

نام ونسب

علامہ محبی نے تحریر فرمایا ہے عبداللہ بن محمد بن محی الدین عبدالقادر بن زین الدین بن ناصر الدین النحراوی الحنفی۔

[1] ماخوذ ومستفاد فہرالفہارس ۲۱۰ تا ۲۱۲ جلد ۱ وترجمۃ فی خلاصۃ الاثر ۳۹ ج ۴ تا ۴۲، الکلام المفید ۴۵۴، ۴۵۵

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے والد سے شروع میں علوم دینیہ کو حاصل کیا اور بڑی جانفشانی اور لگن سے انتھک محنتیں کیں، اور پھر دیگر امصار ومدن کے اسفار کر کے وہاں کے شیوخ سے اکتساب فیض کیا، اور علم حدیث کی سندیں حاصل کی، اور اپنے زمانہ کے شیوخ الحدیث میں شمار کئے گئے۔

درس وتدریس

آپ نے درس حدیث کے ساتھ افتاء کا بھی کام کیا، اور آپ سے خلق کثیر نے روایت حدیث کی اور جم غفیر نے نفع حاصل کیا۔

وفات

آپ کی وفات مصر میں ۱۰۲۶ھ میں ہوئی۔ [1]

تذکرۃ الشیخ

جمال الدین یوسف الانصاری

نام ونسب

شیخ کتانی نے فرمایا: یوسف بن القاضی زکریا الانصاری الشافعی المصری المسند المشہیر شیخ الشیوخ۔

تعلیم وتربیت

آپ بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کے حصول میں مشغول ہوئے اور اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے سند حدیث حاصل کی جن میں سے چند حضرات یہ ہیں:

آپ نے اپنے والد قاضی زکریا انصاری سے اور حافظ السیوطی، برہان ابراہیم بن ابی شریف مقدسی، کمال بن حمزہ دمشقی، ابوالجود بن النجار الدمیاطی، عبدالبر بن الشحنۃ الحنفی، برہان ابراہیم بن کرکی اور آپ سے بہت سارے علماء محدثین نے سند حدیث حاصل کی ہے۔ [2]

باقی حالات تفصیلی طور سے نہیں مل سکے ہیں۔

[1] ماخوذ ومستفاد خلاصۃ الاثر ۲۶ جلد ۳، اتحاف الاکابر للشوکانی ۵۰، الکلام المفید ۴۵۴

[2] ماخوذ ومستفاد: فہرالفہارس ۲۹۸، ۲۹۹ جلد (۱) الکلام المفید ۴۵۲، ۴۵۳

تذکرۃ الشیخ

محمد بن عبد اللطیف ابن الکویک

نام ونسب

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں محمد بن عبد اللطیف بن احمد بن محمود بن ابی الفتح ابوالیمن عزالدین بن الکویک۔

ولادت

آپ کی پیدائش شعبان المعظم ۷۱۵ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے شروع میں اپنے گھر ہی میں بنیادی تعلیم حاصل کی، پھر حدیث کے لئے اس زمانہ کے مختلف شیوخ سے سند حدیث حاصل کی، ان میں سے چند یہ ہیں، اپنے بھائی رکن الختنی، محمد بن عبد المجید ابن الصوان، محمد بن زکریا سویداوی، محمد بن عثمان توزری، محمد بن عالی، ابوحیان وغیرہم۔

آپ کا اصل وطن سکریت تھا، آپ کے اسلاف نے تجارت کی غرض سے اسکندریہ میں بود وباش اختیار کرلیا تھا، یہیں آپ نے تعلیم پائی، اور اپنا فیض جاری کیا، اور بہت سارے علماء کبار نے آپ سے سماع حدیث کیا ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۲/ جمادی الاولی ۷۹۰ھ میں ہوئی [1]

تذکرۃ مسندۃ الشام

زینب بنت الکمال المقدسیہ

نام ونسب

حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے، زینب بنت احمد بن عبد الرحیم بن عبد الواحد بن احمد المقدسیہ المعروفہ بنت الکمال۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۶۴۶ھ میں ہوئی۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد الدرر الکامنۃ ۲۵ جلد ۴، الکلام المفید ۴۵۲

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم حبیبہ بنت ابوعمر سے حاصل کی اور پھر علم حدیث کا شوق ہوا تو بہت سارے کبار محدثین سے حدیث حاصل کی۔

شیوخ واساتذہ

آپ نے بہت سارے مشائخ وقت سے سماع حدیث کی ہے، جن میں سے چند یہ ہیں: محمد بن الہادی، ابراہیم بن خلیل، خطیب مردا، ابوالفہم البلدانی، احمد بن عبدالدائم وغیرہم

تلامذہ ومستفیدین

آپ سے بہت سارے کبار محدثین نے سند حاصل کی ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

ابراہیم بن محمود بن الخیر، ابونصر بن العلیق عجیبۃ، ابن السری، وغیرہ بغداد سے، عبدالخالق النشتری ماردین سے، یوسف بن خلیل حلب سے، عیسیٰ بن سلامۃ حران سے، سبط السلفی اسکندریہ سے، زکی المنذری قاہرہ سے، رشید بن مسلم شام سے ابوعلی البکری وغیرہم۔

اخلاق وعادات

آپ نہایت دیندار، پردہ نشین، پاکدامن، قانعہ، کریمۃ النفس، خوش اخلاق محدثہ تھیں، عابدہ زاہدہ، شب بیدار، صاحب علم خاتون تھیں، پوری زندگی آپ نے شادی نہیں کی، حدیث پاک کی خدمت میں صرف فرمادیا، ہر طرف سے طلباء کا ہجوم رہتا اور بڑی بڑی کتابیں آپ سے پڑھ کر واپس جاتے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۷۴۰ھ میں ہوئی، ۹۰ سال سے زیادہ عمر پائی۔[۱]

تذکرۃ الشیخ

محمد بن عبدالہادی

نام ونسب

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: محمد بن عبدالہادی بن یوسف بن محمد بن قدامۃ بن مقدام الفقیہ المقری۔

---

[۱] ماخوذ ومستفاد: الدرکامنۃ ۱۱۷، ۱۱۸ جلد ۲، شذرات الذہب ۱۶۶ جلد ۶، الکلام المفید ۴۵۱

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کی طرف رغبت کی اور زمانہ کے کبار محدثین سے اکتساب فیض فرما کر سند حدیث حاصل کی، جن میں سے چند حضرات یہ ہیں، محمد بن ابی الصفر، عبد الرزاق بن نصر النجار، یحییٰ الثقفی، ابن صدقۃ الحرانی وغیرہم، اور ابو طاہر السلفی نے بھی آپ کو حدیث کی روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا ہے اور حدیث کی روایت کی ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

ابن الحلوانية، والدمياطی، قاضی تقی الدین حنبلی، قاضی شرف الدین ابن الحافظ، محمد بن احمد البجدی، محمد بن الزراد، عائشه اخت محاسن، زینب بنت الکمالؒ وغیرهم.

عادات واخلاق

آپ نہایت ہی دیندار، خیر کثیر کے مالک، کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والے، پاکدامن، شب وروز ذکر واذکار اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والے، عالم باعمل محدث تھے، شیخ ضیاء المقدسی وغیرہ نے آپ کی خوب تعریفیں کی ہیں۔

وفات

آپ کی وفات جمادی الاولیٰ ۶۵۸ھ میں ہوئی ہے۔ [1]

تذکرۃ الحافظ

ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینیؒ

نام ونسب

علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں:

الامام العلامة الحافظ الكبير، الثقة شيخ المحدثين ابوموسى محمد بن ابی بكر عمر بن ابی عیسیٰ احمد بن عمر بن محمد بن احمد بن ابی عیسیٰ المدینی الاصبهانی الشافعی صاحب التصانیف.

[1] ماخوذ ومستفاد: سیر اعلام النبلا ۳۴۲، ۳۴۳ جلد ۲۳، شذرات الذہب ۲۹۵ ج ۵، الکلام المفید ۴۵۰، ۴۵۱

ولادت

آپ کی پیدائش ۵۰۱ھ میں ہوئی ہے اور آپ کے والد شیخ ابوبکر کی پیدائش ۴۶۵ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

سب سے پہلے اپنے والد محترم کی ترغیب پر بنیادی تعلیم پاکر حافظ ابونعیم کے شاگردوں سے اکتساب فیض کیا، اور پھر علم حدیث کا شوق ہوا تو اپنے لئے حدیث کا ایک نسخہ معجم تیار کیا، اور اس سلسلہ میں انہوں نے تین سو سے زیادہ شیوخ سے روایات جمع کی۔

شیوخ واساتذہ

آپ نے بہت سارے محدثین سے حدیث حاصل کی ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، ان میں سے چند مشاہر علماء کا نام پیش ہے مثلا ابوسعد محمد بن محمد بن محمد المطرزی، ابومنصور محمد بن عبداللہ بن مندویہ غانم بن ابی نصر البرجی، ابوعلی الحداد، حافظ ہبۃ اللہ بن الحسن الابرقوہی، حافظ یحیٰ بن مندہ، حافظ محمد بن طاہر المقدسی، ابوالعباس احمد بن الحسن بن ابی ذر، وغیرہم۔

تصانیف

آپ نے متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں وہ یہ ہیں:

کتاب الطوالات ۲ جلدوں میں، ذیل معرفة الصحابة کتاب القنوت جلد، تتمة الغریبین، اللطائف فی روایة الکبار ونحوهم عن الصغار، عوالی، تضییع العمر فی اصطناع المعروف الی اللئام واشیاء کثیرة.

تلامذۃ

آپ سے بہت سارے علماء کبار نے اکتساب فیض کیا اور حدیث کی سندیں حاصل کیں، جن میں سے چند حضرات یہ ہیں: ابوسعد السمعانی، ابوبکر محمد بن موسی الحازمی، ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی، ابومحمد بن معاویۃ، الناصح عبدالرحمٰن ابن الحنبلی۔

فضل وکمال

اللہ تعالی نے آپ کو اعلی درجہ کا ذہن عطا فرمایا تھا، آپ حفظ واتقان کے اعلی معیار پر فائز تھے، حافظ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ مجھے ان سے ایسی مسموعات حاصل ہوئی جو کسی سے اس زمانہ میں نہیں ملی، آپ قانع اور زہد وتقویٰ کے

اعلیٰ معیار پر فائز تھے، بہت سارے لوگوں نے آپ کے لئے مال کی وصیت کی تو آپ نے رد فرمادیا، آپ کے اندر اس قدر تواضع پائی جاتی تھی کہ اپنے اوپر اپنے سے بڑے اور چھوٹے کو ترجیح دیا کرتے اور مبتدیوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

حسین بن یوحسن الباوری فرماتے ہیں کہ میں ایک شہر (مدینۃ الخان) میں تھا کہ کسی نے مجھ سے ایک خواب کے متعلق سوال کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے، تو میں نے کہا کہ اگر تو اپنے خواب میں سچا ہے تو کسی ایسے امام کا انتقال ہوگیا ہے جن کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ہے، کیونکہ اسی طرح کا خواب حضرت امام شافعی حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام احمد بن حنبل کی وفات پر بھی دیکھا گیا تھا، علامہ باوری فرماتے ہیں کہ ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ ابوموسیٰ المدینی کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔

علامہ عبداللہ بن محمد الجندی فرماتے ہیں کہ جس دن ابوموسی المدینی کی وفات ہوئی تھی، اس دن تدفین کے بعد تیز ہوا کے ساتھ بہت زیادہ بارش ہوئی، حالانکہ اصبہان میں اس وقت بہت کم پانی تھا، وجہ یہ تھی ابوموسیٰ المدینی نے آخری بات یہ املاء کرائی تھی۔

انه متى مات من له منزلة عند الله فان الله يبعث سحابا يوم موته علامة المغفرة له.

وفات

محمد بن محمود الرویدشتی فرماتے ہیں کہ شیخ ابوموسی المدینی کی وفات نو (۹) جمادی الاول ۵۸۱ھ میں ہوئی۔ [۱]

تذکرۃ الشیخ المسند
اسماعیل بن الفضل السراج

نام ونسب

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

الشيخ الامين المسند الكبير ابوسعد اسماعيل بن الفضل بن احمد بن محمد بن على بن الا خشيذ الاصبهانى التاجر يعرف بالسراج .

ولادت

آپ کی پیدائش شب برأت شعبان میں ۴۳۶ھ یا ۴۳۷ھ میں ہوئی ہے۔

[۱] ماخوومستفاد: سیر اعلام النبلاء ۱۵۲ تا ۱۵۷ جلد ۲۱، شذرات الذہب ۲۷۳ جلد ۴، الکلام المفید ۴۴۸ تا ۴۵۰

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کو حاصل کیا اور اس زمانہ کے محدثین سے حدیث حاصل کرنے دور دراز کا سفر بھی کیا، آپ اپنے زمانہ کے ثقہ اور متقن علماء میں سے تھے۔

شیوخ واساتذہ

آپ کے اساتذہ وشیوخ بہت سارے ہیں ان میں سے چند حضرات یہ ہیں:

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن ابی بکر الذکوانی، ابوطاہر بن عبدالرحیم الکاتب، علی بن القاسم المقوی، ابوالعباس بن النعمان الصائغ، ابوالفضل الرازی المقری، احمد بن الفضل الباطرقانی وغیرہم۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے اکتساب فیض کیا ہے، اور زمانہ کے کبار محدثین نے آپ سے روایتیں لی ہیں، جن میں سے چند حضرات یہ ہیں:

ابوموسی المدینی، یحیی بن محمود الثقفی، ناصر الویرج، خلف بن احمد الفراء، اسعد بن احمد الثقفی، ابوجعفر الصیدلانی وغیرھم.

وفات

آپ کی وفات میں دو قول ہیں شعبان یا رمضان ۵۲۴ھ میں ہوئی ہے اور کل ہو کر مقبرہ سنبلان میں تدفین ہوئی۔ [1]

تذکرۃ الشیخ

ابوالفتح منصور بن الحسین التانیؒ

نام ونسب

شیخ ابن نقطہ نے تحریر فرمایا ہے، منصور بن الحسین بن علی بن القاسم بن محمد بن رواد، ابوالفتح التانی، شیخ ابوزکریا یحیٰی بن عبدالوہاب بن مندہ نے اپنی کتاب تاریخ میں بھی اسی طرح سے نسب بیان کیا ہے۔

[1] ماخوذ ومستفاد: سیر اعلام النبلاء ۵۵۵، ۵۵۶ جلد ۱۹، کتاب التقیید ۴۴۹ جلد ۱، شذرات الذہب ۶۸، جلد ۴ الکلام المفید ص ۴۴۷

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد حدیث کا شوق پیدا ہوا اور مختلف علماء محدثین سے حدیث کو حاصل کیا، خاص کر شیخ ابوبکر بن المقری سے معجم شیوخہ اور کتاب المسند لابی حنیفہ پڑھیں۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور کبار محدثین نے آپ سے حدیث کی سند حاصل کی، خاص کر مذکورہ دو کتابوں کی سند آپ سے شیخ سعید بن ابی الرجاء الصیرفی نے حاصل کی ہے، اسی طرح حافظ شمش الدین ذہبی نے فرمایا کہ اسماعیل بن الاخشیذ السراج شیخ الثانی سے امام ابوجعفر الطحاوی کی کتاب تہذیب الاثار المعروف بشرح معانی الاثار شیخ ابن المقری کی سند سے روایت کی ہے۔

وفات

آپ کی وفات ماہِ ذی الحجہ ۴۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ [1]

تذکرۃ الحافظ
ابوبکر محمد بن ابراہیم المقریؒ

نام ونسب

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

الشیخ الحافظ الجوال الصدوق مسند الوقت ابوبکر محمد بن ابراهیم بن علی بن عاصم بن زاذان الاصبهانی ابن المقری صاحب المعجم والرحلة الواسعة.

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۸۵ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد علم حدیث کا شوق ہوا، سن ۳۰۰ھ سے علم حدیث کے سماع کا آغاز فرمایا اور اس زمانہ کے

[1] ماخوذ مستفاد: سیر اعلام النبلاء ۱۵۳ تا ۱۵۷ جلد ۱۸، شذرات الذهب ۲۸۷ جلد ۳، الکلام المفید ۴۴۶

کبار محدثین سے حدیث کی روایتیں لیں۔

شیوخ واساتذہ

آپ نے بہت سارے علماء محدثین سے سماع حدیث کیا، جن میں سے چند حضرات ہیں: محمد بن نصیر بن ابان المدینی، محمد ابن علی الفرقدی، اسماعیل بن عمرو البجلی، ابراہیم بن محمد بن الحسن، بن متوبہ الامام وغیرہم۔

تلامذہ

آپ سے بھی کبار محدثین نے روایتیں حاصل کی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں، ابواسحاق بن حمزۃ الحافظ، ابوالشیخ بن حیان وہما اکبر منہ، ابوبکر بن مردویہ، ابن ابی علی الذکوانی، ابوسعید النقاش، ابونعیم الحافظ وغیرہم۔

فضل وکمال

ابن مردویہ نے اپنی تاریخ میں تحریر فرمایا ہے، ابوبکر المقری، ثقۃ مأمون صاحب اصول، ابونعیم نے فرمایا محدث کبیر ثقۃ صاحب مسانید سمع مالا یحصی کثرۃ۔

ابوطاہر بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن المقری کو کہتے ہوئے سنا کہ میں بیت المقدس میں دس مرتبہ داخل ہوا ہوں، اور میں نے چار حج کئے ہیں اور پچیس مہینے مکہ میں قیام کیا۔

اور وہاں کے محدثین سے سماع حدیث کیا، ابوبکر بن ابی علی نے روایت کی ہے کہ ابن المقری نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ مدینہ میں تھے، ان دنوں ہم لوگوں پر فاقہ کشی کی وجہ سے وقت تنگ ہوگیا، اور پورا دن یوں ہی گزر گیا، عشاء کے وقت روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا، اور میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجوع، یعنی بھوک نے پریشان کردیا ہے، اس پر طبرانی نے کہا بیٹھ جایا تو روزی ملے گی یا موت آئے گی، پس میں اور ابوالشیخ وہاں سے کھڑا ہوگئے (اور اپنے حجرہ میں آگئے) اس کے بعد ایک علوی دروازے پر آپہنچا، ہم نے ان کے لئے دروازہ کھولا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ان کے ساتھ دو غلام ہیں، ان کے ساتھ دو ٹوکریاں ہیں جن میں بہت سارے کھانے پینے کے سامان ہیں، اس پر اس شخص نے کہا کہ تم نے حضور ﷺ سے شکایت کی تو حضور ﷺ نے ہمیں خواب میں حکم دیا کہ تمہارے لئے کھانے پینے کا یہ سامان لاؤں۔

وفات

آپ کی وفات ماہ شوال المکرّم ۳۸۱ھ میں ہوئی کل عمر ۹۶ سال پائی۔ [1]

تذکرہ

امام الفقیہ الحافظ الحجۃ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی

نام ونسبت

آپ کا نام احمد باپ کا نام محمد بن سلامہ نسبت طحاوی، مصری ازدی، حجری۔

سلسلہ نسب

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

الامام العلامة الحافظ صاحب التصانيف البديعة، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة بن سلمه الازدى الحجرى المصرى، الطحاوى الحنفى.

یمن کے ایک قبیلہ ازدی شاخ حجر سے آپ کا تعلق تھا اس لئے حجری ازدی کہلاتے ہیں، فتح اسلام کے بعد آپ کے آباواجداد مصر چلے آئے تھے، اس لئے مصری کہلائے ہیں، مصر کے دیہات میں طحا نامی گاؤں آپ کا وطن عزیز ہے اس لئے طحاوی کہے جاتے ہیں۔

ولادت

آپ کی پیدائش ماہِ ربیع الاول ۲۳۹ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد مزید طلب علم کے حصول کے لئے اپنے ماموں اسماعیل مزنی کی خدمت میں مصر تشریف لائے امام مزنی حضرت امام شافعیؒ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں، امام مزنی سے تعلیم پانے لگے۔

امام مزنی شافعی المسلک تھے، اس لئے امام طحاوی بھی شروع میں حضرت امام شافعیؒ کی تقلید کررہے تھے، ماموں

---

[1] ماخوذ ومستفاد: سیر اعلام النبلاء ۳۹۸، ۴۰۲ جلد ۱۶، فیض الباری ۱۲۷ جلد ۳، شذرات الذہب ۱۰۱، جلد ۳، الکلام المفید ۴۴۳ تا ۴۴۵

مزنی کو دیکھا کہ وہ کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہوں نے بھی فقہ حنفی کا مطالعہ شروع کر دیا، اور اس سلسلہ میں شرح صدر ہو گیا۔

حضرت امام طحاوی شروع میں کند ذہن تھے، اس لئے زیادہ ضبط نہیں کر پا رہے تھے، ایک مرتبہ امام مزنی نے غصہ میں کہا کہ خدا کی قسم تجھے کچھ بھی نہیں آئے گا، اس پر امام طحاوی کو غصہ آیا اور امام مزنی کو چھوڑ کر شیخ ابن عمران حنفی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقہ ان سے پڑھنے لگے، پھر مذہب شافعی کو چھوڑ کر حنفی مسلک اختیار کر لیا پھر ۲۶۸ھ میں دیگر امصار ومدن کا سفر فرمایا، جیسے شام، بیت المقدس غزہ، عسقلان، دمشق وغیرہ اور وہاں کے شیوخ سے حدیث وفقہ کو حاصل کیا، پھر ۲۶۹ھ میں مصر لوٹ آئے اور وہاں کے شیوخ سے بھی اکتساب فیض کیا۔

شیوخ واساتذہ

آپ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد بے شمار ہے چند مشاہیر علماء کا نام پیش ہے، جیسے ہارون بن سعید الدیلی، عبد الغنی بن رفاعہ، یونس بن عبد الاعلی، عیسیٰ بن شرود، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم، بحر بن نصر وغیرہم، ہارون بن سعید الدیلی سے امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابو حاتم نے بھی روایت لی ہے۔

تلامذہ

آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

احمد بن القاسم الخشاب، ابو الحسن محمد بن احمد الاخمیمی، یوسف المیانجی، ابوبکر ابن المقری، طبرانی، احمد بن عبد الوارث الزجاج عبد العزیز بن محمد الجوہری قاضی الصعید محمد بن بکر بن مطروح وغیرہم۔

فضل وکمال

آپ کے فضل وکمال کا اعتراف ہر دور کے محدثین ومؤرخین نے کیا ہے، حضرت علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، امامت، فضیلت کاملہ اور علم حدیث کے ناسخ ومنسوخ کی مہارت، اور علل حدیث کی معرفت، اور فقہی اجتہادی قوت وغیرہ پر اجماع ہو چکا ہے، ابن الجوزی فرماتے ہیں طحاوی، ثقہ، ثبت، فہیم اور فقیہ تھے، علامہ سیوطی کے الفاظ ہیں، الامام العلامۃ، الحافظ، صاحب تصانیف، ثقہ، ثبت، فقیہ ان کے بعد کوئی ان کے جیسا نہیں ہوا۔

آپ کے صدق وفضل وکمال، زہد وتقوی، وغیرہ پر سب کا اتفاق ہے، ان سب کے باوجود بعض علماء محدثین حضرت

امام طحاوی پر کچھ اعتراضات کئے ہیں جیسے امام بیہقی علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہم، تو حقیقت یہ ہے کہ اکثر علماء محدثین اور کبار علماء کی توثیق اور حضرات متقدمین کا آپ کی جلالت قدر کے اعتراف واتفاق کے سامنے چند علماء کی تنقیدات کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کی تصانیف سے علماء مالکیہ نے جس قدر فائدہ اٹھایا ہے اتنا احناف نے استفادہ نہیں کیا ہے۔

تصانیف

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چند کا ذکر ہے، معانی الآثار جس کو شرح معانی الآثار اور طحاوی شریف کہا جاتا ہے، اس کتاب میں مختلف طرق سے روایتوں اور ائمہ کے دلائل کو جمع کرنے سے آپ کی محدثانہ شان بخوبی نمایا ہوتی ہے، اور فقہی مسالک کے بیان کرنے سے مذاہب ائمہ پر پوری واقفیت کا اندازہ لگتا ہے۔

(۱) مختصر الطحاوی: فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اور اعلیٰ تصنیف ہے (۳) عقیدۃ الطحاوی، جو فن عقائد میں مستند اور مشہور کتاب ہے

(۴) مشکل الآثار: سب سے آخری تصنیف ہے اس کتاب میں احادیث کا تضاد دور کرکے احکام کا استخراج کیا گیا ہے...... ان کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں

حضرت امام طحاوی کی وفات

آپ کی وفات یکم ذی قعدہ ۳۲۱ھ میں ہوئی ہے کل عمر ۹۲ سال پائی اور مقام خرافہ میں مدفون ہوئے، مصطفیٰ سے ولادت، محمد سے مدت عمر، اور محمد مصطفیٰ سے وفات کی تاریخ برآمد ہوئی ہے۔ [۱]

اسناد مشکوۃ المصابیح

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک

احقر الوری (محمد کوثر علی سبحانی) نے پوری مشکوۃ شریف حضرت الاستاذ متکلم الاسلام مولانا سید محمد سلمان صاحبؒ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے پڑھی ہے، اور حضرت الاستاذ نے اپنی سند خود تحریر فرمائی ہے، ان تمام حضرات کے تذکرے گزر چکے ہیں، حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحبؒ کا اسناد نسائی میں اور باقی حضرات کے اسناد بخاری میں۔

[۱] ماخوذ ومستفاد: الحاوی فی سیر الامام ابی جعفر طحاوی، ۴، ۵، النجوم الزاہرۃ ۲۳۹، ج ۳، شذرات الذہب ۲۸۸ جلد ۲، الکلام المفید ۴۳۹، تا ۴۴۲

باسمه سبحانه تعالى

نحمد ونصلی علی رسوله الکریم امابعد

(حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ) احقر نے مشکوۃ شریف کا ایک حصہ باب الکبائر وعلامات النفاق تک حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے پڑھا ہے، اس کے بعد پوری کتاب حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیثؒ سے پڑھی ہے، ان دونوں حضرات نے مشکوۃ شریف مولانا امیر احمد صاحبؒ سے انہوں نے مولانا منظور احمد صاحبؒ سے انہوں نے مولانا عبداللطیف صاحبؒ ناظم مدرسہ سے انہوں نے حضرت مولانا ثابت علی صاحب سے انہوں نے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ سے انہوں نے مولانا مملوک العلی صاحبؒ سے، انہوں نے مولانا رشید الدین صاحب کشمیریؒ سے انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے پڑھی ہے، آگے سند کتاب میں مکتوب ہے۔ فقط والسلام

محمد سلمان

مدرسہ مظاہر علوم سہانپور

اسناد مشكاه المصابيح الى مؤلف الكتاب الخطيب التبريزى

اما مشكاه المصابيح فقد رواه الشيخ ابوطاهر، عن الشيخ ابراهيم الكردى ، وهوعن الشيخ احمد القشاشي ،وهو عن الشيخ احمد بن عبد القدوس الشناوى ،وهو عن الشيخ السيدغظنفر بن السيد جعفر النهروانى، وهو عن الشيخ محمد سعيد المعروف ب (مير كلا) وكان شيخ مكه فى عصره، وهو السيد نسيم الدين ميرك شاه ،وهو عن ابيه السيد جمال الدين عطاء الله بن السيد غياث الدين فضل الله بن السيد عبد الرحمن وهوعن عمه المكرم السيداصيل الدين عبدالله بن عبدالرحمن بن عبد اللطيف بن جلال الدين يحى الشيرازى الحسينى ،وهو عن مسند الوقت ومحدث العصرشرف الدين عبد الرحيم بن عبد الكريم الجرهى الصديقى، وهو عن علامة العضر امام الدين على بن المبارك شاه الساؤجى الصديقى، وهو عن مؤلف الكتاب ولى الدين محمد بن عبد الله بن الخطيب التبريزى رحمه الله .

اسناد مشکوۃ المصابیح شیخ ابوطاہر مدنیؒ سے صاحب مشکوۃ خطیب تبریزیؒ تک

مشکوۃ المصابیح کی روایت شیخ ابوطاہر مدنی اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے کرتے ہیں، اوران کو سند حاصل ہے شیخ احمد قشاشی سے، اور شیخ قشاشی کو سند حاصل ہے شیخ احمد بن عبدالقدوس الشناوی سے (ان پانچوں حضرات کے تذکرے اسناد بخاری میں گزر چکے ہیں) اور شیخ شناوی کو سند حاصل ہے شیخ سید غضنفر بن السید جعفر النہروانی سے اور شیخ نہروانی کو سند حاصل ہے شیخ محمد سعید المعروف بہ میرکلاں النحر سانی سے اور شیخ میر کلاں کو سند حاصل ہے سید نسیم الدین میرک شاہ سے اور شیخ میرک شاہ کو سند حاصل ہے اپنے والد سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ بن السید عبدالرحمٰن سے اور شیخ جمال الدین کو سند حاصل ہے اپنے چچا مکرم سید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن جلال الدین یحیٰ الشیرازی الحسینی سے اور شیخ شیرازی کو سند حاصل ہے محدث العصر شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم الجرہی الصدیقی سے اور شیخ صدیقی کو سند حاصل ہے علامۃ العصر امام الدین علی بن مبارک شاہ الساوجی الصدیقی سے اور شیخ ساوجی کو سند حاصل ہے مؤلف کتاب ولی الدین محمد بن عبداللہ بن الخطیب التبریزی رحمہ اللہ سے۔

تذکرہ
الشیخ السید غضنفر بن جعفر النہروانیؒ

نام ونسبت

آپ کا نام غضنفر والد کا نام سید جعفر، نسبت حسینی اور نہروانی ہے، نہروان گجرات الہند میں ایک جگہ کا نام ہے اسی کی طرف منسوب ہے۔

ولادت وفات

آپ کی تاریخ پیدائش اور وفات کسی کتاب میں نہیں ملی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم پاکر کبار محدثین وفقہاء سے اکتساب فیض کیا ہے۔

شیوخ واساتذہ

آپ کے اساتذہ کئی ہیں جن میں سے چند حضرات یہ ہیں:

شیخ محمد امین بن اخت الشیخ عبدالرحمٰن الجامی، شیخ المسند محمد سعید بن مولانا خواجہ الکوہی الخراسانی، شیخ تاج الدین عبد الرحمٰن بن مسعود بن شمس الکاذرونی۔

فضل وکمال

آپ اپنے زمانہ کے مشہور محدثین میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین علوم میں کمال عطا فرمایا تھا، علم حدیث، علم فقہ، اور علم عربی ادب میں، چنانچہ علامہ عبدالحی حسنی نزہۃ الخواطر میں فرماتے ہیں:

احد العلماء المبرزين فی الفقه والحديث والعربية.

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا ہے، اور بہت سے علماء نے اکتساب فیض کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

شيخ ابو المواهب احمد بن علی العباسی الشناوی، شيخ عبد الرحمن بن عيسى العمری المرشدی مفتی الحرم الشريف بمكة المباركة، شيخ الامام عبد القادر بن محمد بن يحيى الحسينی الطبری المكی. [1]

تذکرۃ الشیخ

محمد سعید المعروف بہ میر کلاں الخراسان

نام ونسب

شیخ عبدالحی الحسنی تحریر فرماتے ہیں:

الشيخ العالم المحدث محمد سعيد بن مولانا خواجه الحنفی الخراسانی المشهور بمير كلان.

آپ کی نسبت اکبرآبادی بھی ہے۔

[1] ماخود مستفاد: نزہۃ الخواطر، ۳۰۱ جلد ۵، الکلام المفید ۴۸۱، حاشیہ عجالۃ نافعہ ۱۰۰

ولادت

آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے نشو نما پانے کے بعد علامہ عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائنی اور دیگر علماء سے تعلیم پائی، پھر حدیث کا شوق پیدا ہوا تو اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے سند حدیث حاصل کی۔

شیوخ واساتذہ

آپ نے علم حدیث بہت سے کبار محدثین سے حاصل کیا ہے، جن میں سے سرفہرست سید نسیم الدین میرک شاہ بن جمال الدین الحسینی الہروی ہیں ان کی صحبت میں ایک مدت تک رہے اور علم حدیث سے بحر دبر ہوئے، پھر حرمین شریفین کا سفر فرمایا اور حج وزیارت سے سرفراز ہو کر مدت مدید تک وہاں قیام فرمایا۔

تلامذہ

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا ہے، اور کبار محدثین نے آپ سے سند حدیث حاصل کی ہے، خاص کر شارح مشکوۃ شیخ علی بن سلطان القاری الہروی صاحب المرقات اور سید غضنفر الحسینی النہروانی قابل ذکر ہیں۔

فضل وکمال

آپ اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں سے شمار کیے جاتے ہیں، لوگوں کو رہتی زندگی تک ظاہری وباطنی علوم سے آراستہ کرتے رہے، شیخ عبدالحی الحسنی آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

وكان عالما كبيرا محدثا محققا لما ينقله كثير الفوائد جيد المشاركة فى العلوم له يد طولى فى الحديث درس وافاد مدة حياته مع الطريقة الظاهرة والصلاح

وفات

آپ کی وفات شہر آگرہ میں ۹۸۱ھ یا ۹۸۳ھ میں ہوئی اور کل عمر اسی سال پائی۔ [۱]

---

[۱] ماخوذ ومستفاد: نزہۃ الخواطر ۳۳۱، ۳۳۲ جلد ۴، حاشیہ عجالۃ النافعہ ۱۰۰

تذکرۃ الشیخ

نسیم الدین بن عطاء اللہ میرک شاہ الحسینی

نام ونسبت

نسیم الدین محمد بن عطاء اللہ بن فضل اللہ المعروف بمیرک شاہ الحسینی، الشیر ازی، الدشتکی۔

ولادت ووفات

آپ کی ولادت ووفات معلوم نہیں ہوسکی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے والد محدث جمال الدین الحسینی الشیر ازی سے علوم عقلیہ ونقلیہ خاص کر علم حدیث کو حاصل کیا اور ان کے علاوہ اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے بھی سند حدیث حاصل کی۔

فضل وکمال

آپ اپنے والد کے زمانہ ہی میں درس وتدریس اور خلق خدا کے افادہ میں مشغول تھے، اور اپنے والد کی وفات کے بعد تو ان کے جانشین ہوئے اور خوب شہرت ومقبولیت پائی، آپ اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار تھے، آپ سے ایک جماعت نے سند حدیث حاصل کی ہے۔ [1]

تذکرۃ السید

جمال الدین عطاء اللہ الشیر ازیؒ

نام ونسب

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں السید جمال الدین عطاء اللہ بن السید غیاث الدین فضل اللہ بن السید عبدالرحمٰن، آپ کی نسبت شیر ازی، دشتکی، ہردی اور الحسینی ہے۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد: الکلام المفید ص: ۴۸۰، حاشیہ عجالۃ النافعہ ۱۰۰

فضل وکمال

آپ اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء میں شمار کئے جاتے تھے، خاص کر علم حدیث میں منفردانہ حیثیت کے مالک و صاحب فضل وکمال تھے۔

تصنیفات

آپ کی کئی تصانیف ہیں: خاص کر روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآل والاصحاب، فارسی زبان میں تاریخ کی ایک شاہکار اور بے مثال کتاب ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۹۲۶ھ یا ۹۳۲ھ ہے۔ [۱]

تذکرۃ

السید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن الشیرازیؒ

نام ونسب

حشی عجالہ نافعیہ تحریر فرماتے ہیں:

اصیل الدین عبد الله بن عبد الرحمن بن عبد اللطيف بن جلال الدين يحيى الشيرازی الدشتكی الهروی.

تصانیف

آپ نے کئی کتابیں لکھیں ہیں جیسے: درج الدرر فی میلاد سید البشر، غرفۃ الحض (یعنی حصن الحصین کا فارسی میں ترجمہ ہے) ہزار مزار فی مزارات ہرات وغیرہ۔

وفات

آپ کی وفات ۸۸۳ھ میں ہوئی۔ [۲]

---

[۱] ماخوذ ومستفاد: معجم المؤلفین ۲۸۵ جلد ۶، ہدیۃ العارفین ۶۶۴ جلد ۱، حاشیہ عجالہ نافعیہ ۱۰۰، الکلام المفید ۴۷۹، ۴۸۰

[۲] ماخوذ ومستفاد: ہدیۃ العارفین ۴۷۰ جلد ۱، حاشیہ عجالہ نافعیہ ۱۰۰، الکلام المفید ۴۷۹

تذکرۃ

محدث العصر شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم الجرہیؒ

نام ونسب

حافظ سخاوی فرماتے ہیں، عبدالرحیم بن عبدالکریم بن نصراللہ بن سعداللہ بن ابی حامد بن ابی الطاہر بن عمر بن خلیفۃ بن الشیخ الولی ابی محمد عبداللہ بن احمد بن احمد بن علی الشرف ابوالسعادات وابوالفضائل ابن کریم الدین ابی المکارم بن کمال الدین ابی عبداللہ بن سعدالدین ابن الخطیب جمال الدین القرشی البکری الصدیقی الجرہی المحتد الشیرازی المولد الشافعی۔

ولادت

آپ کی پیدائش لیلۃ الخمیس ثین صفرالمظفر ۷۴۴ھ شیراز میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے چھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا، اور روایۃً ودرایۃً اپنے والد محترم سے دیگر علوم کے ساتھ علم حدیث کو حاصل کیا، اور علم فقہ اپنے بھائی ابومحمد عبداللہ سے حاصل کیا، اوران کے علاوہ بے شمار محدثین سے سماع حدیث فرمایاہے، آپ نے خود فرمایا کہ میں نے تین سو شیوخ سے سماعۃً، قراءۃً اوراجازۃً سند حدیث حاصل کی ہے۔

چند شیوخ

آپ کے اساتذہ وشیوخ تو بے شمار ہیں جیسا کہ اوپر گزرا ان میں سے چند حضرات کو سرفہرست شمار کیا جاتا ہے:

مثلاً احمد بن محمد بن احمد السمرقندی التبریزی، ابوالمحاسن عبداللہ بن محمود بن نجم الشیرازی، اور کشاف کی سماعت کی عضد کے قاضی، معمر امام الدین حمزۃ بن محمد بن احمد التبریزی، سعدالدین بن محمد بن مسعود البلیانی الکازرونی وغیرہ ذالک۔

پھر مکہ تشریف لے گئے اور وہاں کے شیوخ عفیفین الیافعی، کمال ابوالفضل النویری، اوران کے بھائی ابوالحسن علی، شہاب احمد بن ظہیرۃ اوران کے بھائی عفیف عبداللہ، امین ابوالیمن، محب بن شہاب احمد الطبری، ابوالعباس احمد بن عبد المعطی، تقی عبدالرحمٰن بن محمد الفاسی، شمس بن مسکر، مجد فیروز آبادی وغیرہم سے سند حدیث حاصل کی۔

تلامذہ

آپ سے بے شمار طالبان علوم حدیث اور کبار محدثین نے سماع حدیث کیا ہے، خاص کر ابوالفرج المراغی نے ۸۲۱ھ

میں آپ سے سند حدیث حاصل کی ہے۔

فضل وکمال

آپ ضعف اور کبیر السن ہونے کے باوجود کثرت سے عبادت وتلاوت میں مشغول رہتے تھے، اور صائم النہار وقائم اللیل کے عادی تھے، پانچوں نمازیں باجماعت پڑھنے پر حریص تھے، آپ نے تقریباً پچاس سے زیادہ حج کئے ہیں اور اکثر حرمین شریفین میں جاکر اعتکاف فرماتے اور حدیث کے سننے سنانے کا مشغلہ جاری رکھتے۔

وفات

آپ کی وفات لیلۃ الاحد ۷ اصفر المظفر ۸۲۸ھ میں ہوئی۔ [1]

تذکرۃ

علامۃ العصر امام الدین علی بن المبارک شاہ الساوجی

نام ونسب

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں: علی بن مبارک شاہ بن ابی بکر النساوی الشیرازی، یلقب امام الدین۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۷۰۹ھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد حدیث کا سماع حافظ مزی سے کیا ہے، آپ نے علم حدیث کے لئے دمشق، مصر اور قدس وغیرہ کا سفر فرماکر وہاں کے شیوخ سے سند حدیث حاصل کی اور اپنے وطن شیراز واپس آئے تو علوم نبویہ سے مالا مال تھے، علامہ جزری نے شیخۃ الجنید البلیانی میں آپ کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

کان اماما علامۃ جمع العلم والعمل شهر السنة بشیراز [2]

---

[1] ماخوذ ومستفاد: الضوء اللامع ۱۸۰ تا ۱۸۲ جلد ۴، حاشیہ عجالہ نافعہ ۱۰۱، الکلام المفید ۴۷۷ تا ۴۷۹

[2] ماخوذ ومستفاد: اتحاف النبیہ ۷۹، الدرر الکامنۃ ۸۵، جلد ۳، حاشیہ عجالہ نافعہ ۱۰۱، الکلام المفید ۴۷۶

تذکرہ

(مؤلف الکتاب)

العلامۃ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی۔

نام ونسبت

آپ کا نام محمد ہے بعض حضرات نے محمود لکھا ہے لیکن صحیح اور زیادہ مشہور محمد ہی ہے، کنیت ابوعبداللہ، لقب ولی الدین والد ماجد کا نام عبداللہ ہے نسبت تبریزی اور عمری ہے (چونکہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق تک پہنچتا ہے اس لئے عمری کہلاتے ہیں)

سلسلہ نسب

شیخ محمد ادریس کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں:

مؤلف مشکوۃ المصابیح الحبر العلامۃ، والبحر الفھامۃ، مظھر الحقائق موضع الدقائق الشیخ التقی الورع الزاھد ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی، من اعیان المائۃ الثامنۃ رحمہ اللہ تعالی، ورفعہ درجاتہ ونفعنا بکتابہ وبرکاتہ آمین.

ولادت

تاریخ ولادت معلوم نہیں ہوسکی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم پانے کے بعد حدیث وفقہ اپنے زمانہ کے محدثین وفقہاء اور یگانہ روزگار شیوخ واساتذہ سے حاصل کیا، سرفہرست آپ کے اساتذہ میں علامہ حسن بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ ہیں جنہوں نے استاذ ہونے کے باوجود آپ کی مشکوۃ المصابیح کی شرح لکھی، الکاشف عن حقائق السنن، جو شرح طیبی سے مشہور ہے۔

وجہ تالیف

کتاب المصابیح میں راوی کا نام اور سند نہ ہونے پر بعض لوگوں نے جب اعتراض کیا تو علامہ طیبی نے اپنے شاگرد

رشید شیخ ولی الدین الخطیب کو تکمیل مصابیح کے لئے مشورہ دیا تو حضرت صاحب مشکوۃ نے آپ کی مدد و معاونت سے بڑی جانفشانی سے تحقیق و تدقیق کے ساتھ مرتب فرمایا اور بروز جمعہ ماہ رمضان ۷۳۷ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فراغت ہوئی۔

وفات

صاحب مظاہر حق تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب مشکوۃ کا سال وفات معلوم نہ ہوسکا تاہم یہ یقینی ہے کہ آپ کی وفات ۷۳۷ھ کے بعد ہوئی ہے کیونکہ مشکوۃ سے فراغت ۷۳۷ ہے تو اس کے بعد ہی کسی سال میں آپ کی وفات ہوئی ہوگی، بعض حضرات نے انداز سے ۷۴۸ھ سن وفات لکھ دی ہے، اور بعض نے ۷۴۰ھ لکھی ہے۔ [1]

الاجازة المسندة لسائر الكتب المتداولة وغيرها من الحديث الشريف عن فضيلة الشيخ محمد سالم القاسمي الرئيس العام واستاذ الحديث بدار العلوم وقف ديوبند (الهند)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمدن المبعوث الى كافة الورى والمبين للناس مانزل اليه بكمال الصدق والامانة وبعد فاقو اناالعبد المفتقر الى رحمة الله محمد سالم القاسمي بن سماحة الشيخ محمد طيب بن المحدث العظيم مولانا محمد احمد بن حجة الله فى الارض سماحة الشيخ محمد قاسم النانوتوى المؤسس لاكبر الجامعة فى قارة اسيا جامعه دار العلوم ديوبند غفر الله لهم ولجميع مشائخى ان الاخ فى الله المفتى محمد كوثرعلى بن الحاج محمد كليم السبحانى وفقه الله الى مايحبه ويرضاه استجاء رواية الكتب المتداولة وغيرها من الحديث الشريف فاجزته باسانيدى التالية المحصلة من مشائخى الكرام باسانيدهم المتصلة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى اله واصحابه اجمعين ان يروى عنى الصحاح الستة والمسانيد والمعاجم والجوامع وغيرها بكل ماتحصلت الى الاجازة به قراءة

[1] ماخوذ و مستفاد: مقدمۃ التعلیق الصبیح ۷، ۸ جلد ۱، مقدمہ مرقات ۳ جلد ۱، مظاہر حق ۲۶، حاشیہ عجالہ نافعہ ۱۰۱، الکلام المفید ۱۵

وسماعا لبشرط الضبط والاتقان فى الالفاظ والمعانى فى الرواية والتثبت فى المقاصد والمبانى فى الدراية واستقامة العقائد والاعمال على طريقة الصحابة رضى الله عنهم وعلى ماكان عليه ائمة اهل السنة والجماعة اولها اجازنى المحدث الجليل سماحة الشيخ الحسين احمد الفيض ابادى ثم المدنى عن سماحة شيخ الهند محمود حسن الديوبندى عن جدى الكبير حجة الله فى الارض الامام الاكبر مولانا محمد قاسم النانوتوى(مؤسس دار العلوم ديوبند) عن المحدث الكبيرسماحة الشيخ الشاه عبد الغنى المجدد الدهلوى ثم المدنى عن المحدث الجليل سماحة الشيخ محمد اسحاق الدهلوى عن سماحة الشيخ عبد العزيز الدهلوى عن الامام الهمام المفسر المحدث العلظيم سماحة الشيخ الشاه ولى الله الدهلوى قدس الله اسرارهم باسانيده المشتعبة المتصلةالى رسول الله صلى الله عليه وسلم ثانيها اجازنى والدى المجد حكيم الاسلام سماحة الشيخ محمد طيب (المدير العام واستاذ الحديث لجامعة دار العلوم ديوبند) عن الامام المحقق سماحة الشيخ محمد انور شاه الكشميرى عن سماحة الاستاذ الاكبر شيخ الهند مولانا محمود حسن الى الشاه ولى الله ، ثالثها اجازنى والدى الماجد عن والده سماحة الشيخ الاسلام محمد احمد الديوبندى عن فقيه الاسلام سماحة الشيخ الاكبر رشيد احمد كنكوهى عن الشيخ الشاه عبد الغنى الدهلوى الى الشاه والى الله الدهلوى، رابعها اجازنى والدى الماجد بجميع كتب الحديث المتداولة وطائفة من الاحاديث المسلسلة القولية والفعلية وغيرها قرائة وعملا بها لاسيما الحديث بالماء والتمرمع الضيافة المسلسل بالمصافحة عن المحدث الجليل سماحة الشيخ خليل احمد السهارنفورى باسانيده المتطرقة المتصلة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم عاليها عن سماحة الشيخ عبد القيوم بدهانوى عن سماحة الشيخ محمد اسحاق الدهلوى الى الشاه ولى الله الدهلوى ، خامسها اجازنى والدى الماجد عن الشيخ أبو محمد عبد الله بسنده المتصل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم، سادسها اجازنى فى المدينة المتبورة سماحة الشيخ محمد زكريا كاندهلوى رئيس هيئة التدريس بجامعة مظاهر علوم سهارنفور المعروف بشيخ الحديث بعد قراء تى عليه اوائل الاحاديث من اربعين كتب الحديث المتداولة وغيرها عن سماحة الشيخ خليل احمد السهارنفورى عن سماحة الشيخ عبد القيوم بدهانوى الى

الشاه ولى الله الدهلوى باسانيده المشتعبة المتصلة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم، سابعها اجازنى فى البلدة جدة المملكة العربية السعودية صاحب الفضيلة المحدث الجليل الشيخ عبد الله بن احمد الناخى استجازنى اولا فاجزته ثم اجازنى فيما اجاز شيوخه الكرام من حديث وفقه وتفسير اجازة وخاصة وعامة مع وصيتى اليه بتقوى الله تعالى وان لاينسانى فى دعواته الصالحة وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين آمين.

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ سابق مہتمم دارالعلوم وقف کی طرف سے اجازت سند حدیث

وفات سے چند سال قبل حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند مدرسہ مظاہر علوم قدیم کے دارالحدیث میں تشریف لائے تھے، حضرت نے بیان فرمایا اور پھر ہم لوگوں کو اپنی تمام (متداولہ) کتب حدیث کی سندیں عطا فرمائی تھیں، حضرت کو جن جن حضرات سے سندیں حدیث حاصل ہیں، ان کا ذکر اوپر حضرت کی مطبوعہ سند میں آ گیا۔

تذکرہ

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

نام ونسب

خطیب الاسلام الشیخ محمد سالم القاسمی الدیوبندی بن حکیم الاسلام الشیخ المقری محمد طیب القاسمی بن الحافظ محمد احمد بن حجۃ الاسلام الشیخ محمد قاسم النانوتوی رحمہم اللہ تعالی۔

ولادت

آپ کی پیدائش جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں دیوبند میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ کی ولادت علمی خانوادہ میں ہوئی ہے، اور گھر کا ماحول علمی تھا، آپ حکیم الاسلام، محقق دوران دارالعلوم دیوبند

کے شہرۂ آفاق مہتمم کے بڑے فرزند تھے، اس لئے اکابر دار العلوم کے منظور نظر اور ان سب سے تربیت یافتہ تھے، ابتداء سے انتہاء تک آپ نے دار العلوم دیوبند میں ہی تحصیل علم کیا، اور ۱۳۶۷ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

آپ کے نامور اساتذہ

آپ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی اور باقی کتب حدیث دار العلوم دیوبند کے کبار محدثین جیسے حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ وغیرہم اساطین علم وفضل سے پڑھیں۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں اپنے والد محترم حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی نگرانی میں دار العلوم دیوبند میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، اور ابتداء سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائی اور ترقی کی منزل طے فرماتے ہوئے حدیث کے استاذ بھی مقرر ہوئے۔

دار العلوم دیوبند میں درس وتدریس کے ساتھ اپنے والد محترم کے ساتھ انتظامی امور میں بھی حصہ لیتے رہے، اور بعد میں نیابت اہتمام کی خدمت پر آپ کو مامور کیا گیا، جس کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں جب دار العلوم میں اختلاف ہوا تو حضرت حکیم الاسلام صاحبؒ کی سرکردگی میں دار العلوم وقف دیوبند کا قیام عمل میں آیا تو آپ کو دار العلوم وقف کا مہتمم منتخب کیا گیا، اخیر عمر تک اس عہدہ پر فائز رہ کر شبانہ روز انتی جد وجہد کی کہ دار العلوم وقف کو بام عروج تک پہنچا دیا، طلباء کا ہجوم اس ادارہ کی طرف اتنا بڑھا کہ دار العلوم دیوبند کا ثانی دار العلوم وقف کو شمار کیا جانے لگا۔

رفتہ رفتہ آپ کی علمی، تحقیقی، تخلیقی، اصلاحی، سماجی، ملی اور ملکی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا کہ عالم اسلام کے ممتاز علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا، حکومت مصر نے برصغیر کے ممتاز عالم کے نشان امتیاز سے آپ کو نوازا۔

چند سال قبل جنوبی افریقہ میں ایک عظیم الشان اجلاس میں حجۃ الاسلام ایوارڈ سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔

بیعت وسلوک

آپ نے اصلاحی تعلق اپنے والد محترم حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ سے قائم کیا تھا، اور دوسرے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی زیارت وصحبت کی سعادت بھی حاصل کی، بنیادی کتاب میزان الصرف آپ نے حضرت تھانویؒ سے پڑھی ہے۔

فضل وکمالات

آپ بڑے ذہین، محقق عالم دین، عربی واردو کے ادیب، متکلم الاسلام، حساس منتظم اور وعظ وتقریر کے میدان میں خطیب الاسلام کے لقب سے ملقب تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر جامع فضل وکمالات تھے، ملک وبیرون ملک میں اصلاحی، دینی، ملی تحریک کو عام کرنے کے لئے اسفار کئے، اور حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے علوم ومعارف کو عام کرتے رہے۔

مناصب

دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم بعدہ صدر مہتمم، سرپرست مجلس شوریٰ مظاہر علوم وقف سہارنپور، رکن مجلس انتظامیہ وشوریٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو، رکن علی گڑھ یونیورسٹی، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر، آل انڈیا مجلس مشاورت کے صدر اور فقہ کونسل از ہر مصر کے مستقل رکن تھے، دارالعلوم وقف دیوبند میں معارف القاسم نام کی ایک اکیڈمی قائم کی اور اس کے تحت متعدد اہم تحقیقی کتابیں شائع کیں، وغیرہ۔

تصانیف

قرآن کریم کے اردو تراجم کا جائزہ (اردو) تاجدار حرم کا پیغام (اردو) ایک عظیم تاریخی کارنامہ (اردو) مبادی التربیۃ الاسلام (عربی)، سفرنامہ برما (اردو) مرد غازی (اردو) رسالۃ المصطفیٰ (اردو) علاوہ ازیں، ملک وبیرون ملک، بہت سے جرائد ورسائل میں شائع شدہ بیش قیمتی مقالات ومضامین۔

وفات

۲۶/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۴/اپریل ۲۰۱۸ء میں انتقال فرمایا، دارالعلوم دیوبند کے احاطہ مولسری میں حضرت مولانا سفیان صاحب قاسمی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم وقف) نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار قاسمی میں مدفون ہوئے۔ [1]

---

[1] حوالہ (۱) (سو بڑے علماء ۱۴۳، پس مرگ زندہ ۱۷۳، دارالعلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ ۶۷۷، ۶۷۸، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی علیہ الرحمہ کا اجمالی سوانحی خاکہ از حضرت مولانا شکیب صاحب مدظلہ

اجازة الاسانيدمن الشيخ محمد رابع لحسنى الندوى

الحمد لله الذى تواتر علينا فضله واحسانه، الموصول الينا بره وامتنانه، واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له فى ذاته وصفاته، واشهد ان مجمدا عبده ورسوله الذى صح سند كمالاته، وتسلسل لمرفوع ماوصل من هباته، وعلى آله واصحابه وناصريه وأحزابه.

امابعد: فقد التقى بنا الشاب الصالح محمدكوثر على سبحاني اوائل صحيح البخارى، وصحيح الامام مسلم، وسنن الترمذى، وسنن ابى داؤد، وسنن ابن ماجه، وسنن النسائى، ومؤطا الامام مالک، ومسند الامام احمد، وذالک فى ۲۳......۲نسة ۱۴۳۵ه وطلب من الفقير الاجازة معا اجازنى به شيخنا واستاذنا العلامة السيد ابو الحسن على الحسنى الندوى رحمه الله رحمة واسعة، وذالک ليصل سنده بسند اهل الجد والاتباع فأجزته بماطلب، وأجبته لماله رغبوان لم اكن اهلا لذالک ولاممن يخوض تلک المسالک ولكن تشبها بالائمة الأعلام السابقين الكرام.

واذا اجزت مع القصور فاننى ——— ارجو التشبه بالذين اجازوا
السابقين الى الحقيقة منهما ——— سبقوا الى غرف الجنان ففازوا

فأقول:قد اجزت الخ المذكور بماذكر وبجميع مروياتى ومسموعاتى من كل ماتجوز لى روايته وتصح عنى درايته، عن شيخنا العلامة السيد ابى الحسن على الحسنى الندوى رحمه الله و لله الحمد وهو الذى اخذ قراء ة وسماعة واجازة عن شيخه العلامة حيدر حسن بن المرحوم احمد حسن الطونكى وهو عن شيخه العلامة رأس المحدثين، وعمدة المحدثين، وخاتم المحدثين، شيخ الاسلام حسين بن محسن الانصارى الخزرجى السعدى، نسبة الى سعد بن عبادة رئيس الخزرج صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن مشايخ اجلاء اعلام، وسادة كرام، من اجلهم، شيخنا الشريف الامام، والمحقق المدقق الهمام، محمد بن ناصر الحسينى الحازمى، والقاضى العلامة أحمد بن القاضى الحافظ الربانى، محمد بن على الشوكانى الصنعانى، كلاهما عن والد الثانى اعنى القاضى محمد بن على الشوكانى، عن شيخه السيد

العلامة عبد القادر بن احمد الكوكبانی، عن شيخه السيد العلامة سليمان بن يحيى بن عمر بن مقبول الاهدل رحمه الله تعالي.

(ح) وبرواية الشريف محمد بن ناصر، والقاضی احمد بن محمد بن علی الشوكانی، عاليا بدرجة، وشيخنا السيد العلامة ذی المنهج الأعدل، السيد حسن بن عبد الباری الاهدل ايضا، وثلاثتهم عن السيد العلامة وجيه الدين، وعمدة المحدثين، شيخ الاسلام ومفتی الأنام، عبد الرحمن بن سليمان بن يحيى بن عمر بن مقبول الاهدل محمد شريف الاهدل، عن شيخيه العلامتين عبد الله بن سالم البصری المكی، واحمد بن محمد بن نحل المكی، كلاهما عن المحقق الربانی الشيخ ابراهيم بن الحسن الكردی الكورانی المدنی عن شيخه العلامة احمد بن محمد القشاشی المدنی عن شيخه العلامة شمش الدين احمد الرملی المصری الشافعی، عن شيخ الاسلام القاضی زكريا بن محمد الانصاری المصری المتوفی ۹۲۰۱هج

(ح)وبرواية البصری والنخلی ايضا عن الشمس محمد بن علاء الدين البابلی (بكسر الباء الثانية) عن سالم بن محمد السنهوری، عن النجمی محمد ابن احمد النيطی، عن القاضی زكريا بن محمد الانصاری المصری، عن شيخ الاسلام وخاتم المحدثين الاعلام ابی الفضل احمد بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی رحمه الله تعالی.

فأروی صحيح الامام الحافظ امير المؤمنين فی حديث سيد المرسلين، ابی عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم البخاری (رحمه الله تعالی) بالاسانيد المذكورة الی الحافظ ابن حجر العسقلانی، عن شيخه زين الحفاظ ابی الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقی، عن شيخه الامام الحجة المعجز، ابی العباس احمد بن ابی طالب الحجار، عن شيخه الامام ابی عبد الله الحسين بن المبارك الزبيدی، عن الحافظ ابی الوقت عبد الاول السجزی، عن الامام ابی الحسن عبد الرحمن بن محمد بن مظفر الداؤدی، عن شيخه الحافظ ابی محمد عبد الله بن حمويه السرخسی، عن ابی عبد الله محمد ابن يوسف بن مطر الفربری، عن الحافظ ابی عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن المغيرة بن الأحنف الملقب بزدزبه الجعفی مولاهم البخاری.

امام صحيح الامام الحافظ مسلم بن الحجاج القشيری.

فأرويه بالاسانيد السابقة الى الحافظ ابن حجر العسقلانی، عن الصلاح بن عمر المقدسی، عن ابی الحسن علی بن احمد المعروف بابن البخاری، عن المؤید محمد التاؤسی، عن فقیه الحرم ابی عبد الله محم بن الفضل بن احمد الفرادی، عن ابی الحسن عبد الغافر بن محمد الفارسی،عن ابی احمد محمد بن عیسی الجلودی، نسبة لسكة الجلود قرية بنيسابور الدارسة، وقيل بفتحها نسبة لجلود قرية، كذا في ثبت الامير محمد بن احمد بن عبد القادر المصری، عن ابی اسحاق ابراهيم بن محمد بن سفيان، عن مؤلفة الامام الحافظ مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری رحمه الله تعالى، الا ثلث فواتت فی ثلاثة مواضع لم يسمعها ابراهيم بن محمد بن سفيان عن شيخه الامام مسلم، فروايتی لها عن مسلم بالاجازة او بالوجادة، وقد غفل اكثر الرواة عن تبين تلك الحقيقة فی اجازاتهم وفهارسهم ، بل يقولون فی جميع الكتب، اخبرنا ابراهيم بن محمد بن سفيان قال: اخبرنا مسلم بن الحجاج وهو خطا، نبه علی ذالک ابن الصلاح، كما حكاه النووی فی مقدمة شرحه لصحيح الامام مسلم رحمه الله تعالى.

واماسنن الامام الحافظ ابی داؤد سليمان بن الاشعشث السجستانی رحمه الله تعالى، فبالاسانيد السابقة الى الحافظ ابن حجر العسقلانی، عن ابی علی المطرزی، عن يوسف بن علی الحنفی، عن الحافظ زكی الدين عبد العظيم المنذری، عن ابی حفص عمر بن محمد بن معمر بن طبرزد البغدادی، عن ابراهيم بن محمد بن منصور الكروخی، عن ابی بكر احمد بن علی بن ثابت الخطيب البغدادی، عن ابی عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمی، عن أبی علی محمد بن احمد اللؤلؤی، عن مؤلفة الحافظ أبی داؤد سليمان بن الاشعث السجستانی رحمه الله تعالى.

اما جامع الامام الحافظ ابی عيسی محمد بن سورة الترمذی رحمه الله تعالى، فبالاسانيد السابقة الی شيخ الاسلام القاضی زكريا بن محمد الانصاری، عن العز عبد الرحيم بن محمد المعروف بابن الفرات، عن الشيخ ابی حفص عمر بن الحسن المراغی، عن الفخر علی بن احمد بن عبد الواحد المعروف بابن البخاری عن عمر بن محمد بن معمر بن طبرزد البغدادی، عن ابی الفتح عبد الملک بن ابی سهل الكروخی (بفتح الكاف وضم الراء) عن القاضی ابی

عـامـر محمود بن القاسم الازدی عن ابی محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد الله بن ابیالجراح، الـمـروزی، عن الشیخ الثقة الامین، محمد بن أحمد بن محبوب المحبوبی المروزی، عن مؤلفه الحافظ ابی عیسی محمد بن سورة بن موسی الترمذیرحمه الله تعالی

واما سـنـن الـحـافظ أبی عبد الرحمن احمد بن شعیب القریشی بـن عـلی بن بحر بن سنان لنسائی رحمه الله تعالی،

فبالأسانید السابقة الی الحافظ ابن حجر العسقلانی، عن ابراهیم بن احمد التنوخی، عن الامام احـمـد بـن ابـی طـالـب الحجاز، عن أبی اللطیف بن محمد بن علی القبطی، عن أبی زرعة طاهر بن مـحمد المقدسی، عن أبی محمد عبد الرحمن بن أحمد الدونی، بضم الدال وسکون الواو وکسر الـنـون بعده یاء، نسبة الی دون قریة من قری دینور، عن القاضی ابی نصر أحمد بن الحسین الکبار، عـن أبی بکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری، المعروف بابن السنی، عن مؤلفة الحافظ الإمام ابی عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان النسائی رحمه الله تعالی.

وامـا سنن الحافظ الامام محمد بن یزید بن ماجه (بسکون الهاء) القزوینی، فبالاسانید السابقة الـی الـحـافـظ ابـن حـجر العسقلانی، عن ابی الحسن علی بن ابی المجد الدمشقی عن ابی العباس احـمـد بن ابی طالب الحجار، عن أبی بن ابی السعادات الحمانی، عن ابی زرعة طاهر بن محمد بن طـاهـر المقدسی، عن الفقیه أبی المنصور محمد بن الحسین بن احمد المقدامی القزوینی، عن ابی طـلحة القاسم بن أبی المنذر الخطیب، عن ابی الحسن علی ابن ابراهیم بن سلمة القطان، عن مؤلفة الحافظ الامام ابی عبد الله محمدبن یزید بن ماجه القزوینی رحمه الله تعالی.

وقـد قـرأ عـلـی اوائـل مؤطا الامام الحافظ مالک بن انس رحمه الله تعالی، ومسند الحافظ الحجة ابی عبد الله احمد بن حنبل رحمه الله تعالی وقد اجزت الاخ الصالح.

واوصیه وایای بتقوی الله فی السر والعلن، وترک الفواحش ماظهر منها ومابطن، والمراقبة لله واتباع السنن، والحیاء من الله، حسن الظن فی الله، وان لایغفل عن ذکر الله المطلق، وتلاوة کتـابـه وتـدبـر مـعـانـیـه بـحسب الطاقة، فیما یقربه الي الله عزوجل، وان لا ینسانی وشیوخی من صـالـح دعواته فی خلواته وجلواته، فی حیاتی ومماتی، وفقنا الله وایاه لما یحبه ویرضاه، وسلک

بنا وبه طريق النجاة، والحمد لله رب العالمين اولا وآخرا، وظاهرا وباطنا، وصلى الله على نبيه محمد وعلى آله وصحبه وسلم، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

محمد الرابع الحسني الندوی من تلامذ العلامة الشيخ السيد ابو الحسن علی الندوی رحمه الله تعالى...... دار العلوم ندوة العلماء لکناؤ الهند.

احقر الوریٰ (محمد کوثر علی سبحانی)

کو حضرت العلام مولانا محمد سید رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم اعلیٰ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنوء کی طرف سے اسانید حدیث کی اجازت

چھ سال قبل جمادی الاول ۱۴۳۵ھ میں حضرت مولانا عبد الرشید صاحب متالا مدظلہ مہتمم معہد الرشید چیپاٹا زامبیا صاحبزادہ حضرت العلام مولانا عبد الرحیم متالا صاحب رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کی معیت میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

وہاں کے اکابر علماء ومشائخ عظام سے شرف لقاء حاصل ہوا، بالخصوص دار العلوم ندوۃ العلماء کے روح رواں مفکر ملت حضرت اقدس مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر زیارت وملاقات کی سعادت سے بہرہ ور ہوا، حضرت والا کی مہمان نوازی تو مشہور ہے ہی بلکہ حسنی وحسینی حضرات کا یہ طرۂ امتیاز ہے بنابریں دوروز تک اعلیٰ ضیافت فرمائی، اور ایک ہی دستر خوان پر ہم خردوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا، اور ہم لوگوں کی رخصت سے قبل اپنی تمام اسانید حدیث کی اجازت مرحمت فرما کر سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کی ہمہ جہتی فکر ملت وزندہ دل شخصیت کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر امت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے۔ آمین

بہرکیف: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو کتب صحاح ستہ وموطا امام مالک اور سند امام احمد بن حنبلؒ کی تمام مرویات کی سند آپ کے ماموں مفکر اسلام شیخ العرب والعجم حضرت العلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ سے حاصل ہے، اوران کو اپنے مشائخ عرب وعجم سے قرأۃ واجازۃ اور سماعۃ کتب مذکورہ کی سندیں حاصل ہیں، جن کے تذکرے حضرت مولانا محمد رابع حسنی کی اجازۃ الاسانید میں مذکور ہیں، بندہ صرف دو حضرات حضرت مولانا سید محمد رابع

حسنی ندوی صاحب اور حضرت مولانا سید ابوالحسن حسنی علی ندوی صاحبؒ کے تعارف وتذکرے پر اکتفا کر رہا ہے۔

تذکرہ

مفکر ملت حضرت العلام مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناظم اعلی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ولادت

آپ کی پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء میں رشید احمد حسنی کے خاندان میں یوپی انڈیا کے ضلع رائے بریلی کے تکیہ کلاں میں ہوئی، آپ عالم اسلام کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے بھانجے ہیں۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی مکتب رائے بریلی میں ہی مکمل فرمائی، اس کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے، اور یہاں کے اساتذہ ومشائخ سے اکتساب فیض فرمایا اور تمام علوم نقلیہ وعقلیہ سے بحر وبر ہوکر کتب حدیث وہاں کے شیوخ سے پڑھ کر ۱۹۴۸ء میں سند فضیلت حاصل کی، اسی دوران ۱۹۴۷ء میں ایک سال دار العلوم دیوبند میں قیام فرما کر وہاں کے شیوخ سے حدیث کی سند حاصل کی۔

تدریسی ودینی خدمات

۱۹۴۹ء میں تعلیم مکمل ہونے کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں معاون مدرس کے طور پر تقرر ہوا، اس کے بعد دعوت وتعلیم کے سلسلہ میں ۱۹۵۰ء ۱۹۵۱ء کے دوران حجاز سعودی عرب میں قیام رہا، ۱۹۵۵ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے كلية اللغة العربية کے وکیل منتخب ہوئے، اور ۱۹۷۰ء کو عمید كلية اللغة مقرر ہوئے، عربی زبان کی خدمات کے لئے انڈیا کونسل اتر پردیش کی جانب سے اعزاز دیا گیا، اس کے بعد اسی سال صدارتی اعزاز بھی دیا گیا، ۱۹۹۳ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم بنائے گئے، اس کے بعد ۱۹۹۹ء میں نائب ناظم ندوۃ العلماء بنائے گئے، پھر ۲۰۰۰ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کے بعد ناظم ندوۃ العلماء مقرر ہوئے۔

دو سال بعد حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ کی وفات کے بعد ۲۰۰۲ء میں حیدر آباد دکن میں آل انڈیا مسلم

پرسنل لاء بورڈ کے مشاورتی اجلاس میں متفقہ طور سے بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔

دیگر عہدے وذمہ داریاں

آپ بورڈ کے چوتھے صدر، دار العلوم ندوۃ العلماء کے حالیہ ناظم، رابطہ ادب اسلامی ریاض (سعودی عرب) کے نائب صدر، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن اساسی بھی ہیں۔

اس کے علاوہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش اور رائے بریلی کے صدر، دار المصنفین اعظم گڑھ کے رکن، آکسفورڈ یونیورسٹی کے آکسفورڈ سینٹر برائے اسلامک اسٹڈیز کے ٹرسٹی، اور تحریک پیام انسانیت اور اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے سرپرستوں میں شامل ہیں۔

دعوتی واصلاحی اسفار

حضرت نے تبلیغ دین اور اصلاح معاشرہ وغیرہ کے لئے ہندوستان کی مختلف جگہوں کے علاوہ متعدد ممالک کے اسفار فرمائے ہیں، جیسے امریکہ، جاپان، مراکش، ملائیشیا، مصر، تونس، الجزائر، ازبکستان، ترکی، جنوبی افریقا، اس کے علاوہ متعدد عربی، یورپی اور افریقی ممالک کے سفر کئے ہیں۔

حضرت مولانا سید رابع حسنی صاحب کی تصانیف

حضرت کی تا حال عربی زبان میں ۱۵/اور اردو زبان میں بارہ مختلف موضوعات پر کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: ''جزیرۃ العرب، دو مہینے امریکہ میں، رہبر انسانیت، الادب العربی بین عرض ونقد، معلم الانشاء سوم، ''اس کے علاوہ متعدد رسائل ومجلّات مثلاً تعمیر حیات لکھنؤ البعث الاسلامی لکھنؤ، الرائد لکھنؤ اور کاروان ادب وغیرہ میں علمی، تحقیقی، سماجی، ملکی معاشرتی وغیرہ سلسلہ میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت العلام مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

حضرت کی سوانح وسیرت پر مستقل کئی کتابیں اہل علم کی طرف سے موجود ہیں یہاں مختصر لکھ رہا ہوں۔

نام ونسب

آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن، مشہور بہ علی میاں ہیں، والد کا نام علامہ ومولانا عبدالحی حسنی، دادا کا نام فخر الدین حسنی

ہے،نسبت آپ کی حسنی اور ندوی لقب مفکر اسلام ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۵/دسمبر ۱۹۱۳ء مطابق ۱۳۳۳ھ میں ایک علمی خاندان میں ہوئی، اور آپ کے والد بھی مشہور عالم دین مؤرخ اسلام مولانا عبدالحی نے آٹھ جلدوں پر مشتمل ایک عربی سوانحی نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر لکھی، جس میں برصغیر کے تقریباً پانچ ہزار سے زائد علماء و مصنفین وغیرہ کے حالات زندگی موجود ہیں، ایسے علمی گھرانہ میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم کی نگرانی میں اپنے وطن تکیہ رائے بریلی اتر پردیش انڈیا میں ہوئی، اس کے بعد عربی وفارسی اور اردو کی تعلیم کا آغاز فرمایا، نوسال کی عمر میں والد محترم کا انتقال ہوگیا، تو ساری تعلیم وتربیت اپنے بھائی ڈاکٹر عبد العلی صاحب سے پائی، دس سال کی عمر میں عربی وانگریزی شروع فرمائی، عربی کی تعلیم شیخ خلیل بن محمد یمانی سے حاصل کی، بعد میں عربی ادب شیخ تقی الدین ہلالی مراکشی سے حاصل کی (جو اس زمانہ میں ندوۃ میں عربی کے استاذ تھے)

اس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے لکھنؤ میں واقع اسلامی علوم کا مرکز ایشیاء کی عظیم درسگاہ دار العلوم ندوۃ العلماء کا رخ فرمایا اور داخل ہو کر وہاں کے علماء کبار، ماہرین فن اساتذہ ومشائخ سے اکتساب فیض فرمایا، وہیں سے سند فضیلت حاصل کی، وہاں حضرت العلام مولانا حیدر حسن خاںؒ سے علم حدیث کی سند حاصل کی، کچھ ماہ کے لئے آپ کا قیام دار العلوم دیوبند میں بھی رہا، اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے حدیث کی سماعت فرما کر سند حدیث حاصل کی، فن تفسیر میں عبور پانے کے لئے لاہور (پاکستان) تشریف لے گئے اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے فن تفسیر میں کمال حاصل کیا۔

اعزازات

۱۹۶۲ء میں واقع رابطہ عالم اسلامی کے قیام کے موقع پر افتتاحی نشست کے سکریٹری، ۱۹۸۰ء میں شاہ فیصل ایوارڈ، ۱۹۸۰ء، آکسفورڈ سینٹر برائے اسلامک اسٹڈیز کے صدر، ۱۹۸۴ء میں رابطہ ادب اسلامی کے صدر، ۱۹۹۹ء میں متحدہ عرب امارات کے محمد بن راشد آل مکتوم کی جانب سے قائم کردہ ایوارڈ اسلامی شخصیت ایوارڈ دیا گیا، ۱۹۸۰ء میں بین

الاقوامی شاہ فیصل ایوارڈ، برائے خدمات اسلامی سے سرفراز کیا گیا،۱۹۸۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ کی وفات کے بعد مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر منتخب ہوئے ،۱۹٦۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے رکن شوریٰ منتخب ہوئے۔

کعبہ تک رسائی

۱۹۵۱ء میں دوسرے حج کے دوران میں کلید برادر کعبہ نے دو دن کعبہ کا دروازہ کھولا، اور حضرت علی میاں کو اپنے رفقاء کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دی۔

تدریسی ودینی خدمات

فراغت کے بعد۱۹۳۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تفسیر وادب کے استاذ مقرر ہوئے، ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر امبیڈکر کو اسلام کی دعوت دیکر دعوتی مشن کا آغاز فرمایا، ۱۹۴۸ء میں اپنی ادارات میں تعمیر نامی رسالہ جواب تعمیر حیات کے نام سے نکل رہا ہے جاری کیا، اسی سال ندوۃ کی مجلس شوری کے رکن منتخب ہوئے ،۱۹۴۹ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تحریک پر نائب معتمد بنائے گئے، پھر ۱۹۵۰ء میں باضابطہ معتمد بنائے گئے، ۱۹۵۹ء میں لکھنؤ میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے نام سے ایک ادارہ کی داغ بیل ڈالی۔

۱۹٦۱ء میں آپ کے بڑے بھائی کا جب انتقال ہوا تو ان کی وفات کے بعد آپ ندوۃ العلماء کے ناظم منتخب کئے گئے،۱۹٦۲ء میں جب مدینہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے مشاورتی بورڈ کے رکن منتخب ہوئے۔۱۹۷۴ء میں تحریک پیام انسانیت کا آغاز فرما کر پورے ملک میں اس تحریک کو سرگرم کیا۔

بیعت وسلوک

آپ نے منازل سلوک حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے پاس رہ کر طے کیا اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، اسی کے ساتھ اپنے اکابر خاص کر حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ اور حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ وغیرہم سے خوب استفادہ کیا، اور تعلق ومحبت کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

دیگر قابل قدر کارنامے

آپ کی شخصیت ہمہ جہتی فکر ملک وملت، زندہ دل ہر دل عزیز ہر دل نواز تھی، آپ کی تدریسی، تصنیفی، تحقیقی، تخلیقی، ادبی، تفسیری، تاریخی، تقریری، صحافتی، علمی، وسماجی، لسانی، اصلاحی، خانقاہی وغیرہ ہر ایک خدمت خلوص وللٰہیت کے رنگ

میں رنگی ہوئی تھی، آپ کی تمام تر خدمات چودھویں صدی کی تاریخ کا روشن اور جلی عنوان ہے، ان میں سب سے عظیم کارنامہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی سرپرستی وسربراہی اور انتظامی خدمات ہیں، آپ نے اپنی جدوجہد سے اس ادارہ کو عالمی شہرت یافتہ یونیورسٹی بنادیا، اس مرکز علوم دینیہ وعصریہ سے ہزار ہا ہزار طلباء عظام دونوں طرح کے علوم سے سیراب ہوکر ملک وبیرون میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی عظیم شخصیت کروڑوں میں ایک ہے، ہمارے حضرت شیخ امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا یونس صاحب جونپوریؒ ہر کسی کے قائل نہیں ہوتے تھے، مگر حضرت علی میاں کے متعلق دارالحدیث میں بندہ نے خود سنا کہ آپ نے فرمایا بچوں ایسی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوا کرتی ہے۔

تصنیفی خدمات

آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، آپ کی تصانیف عربی اور اردو دونوں میں ہیں، موضوع تاریخ، الہیات، سوانح اور سیرت پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں، ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین جس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے، اردو میں اس کا نام ہے، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، اسی طرح، عالم عربی کا المیہ، المرتضیٰ، دریائے کابل سے دریائے یرموک تک، ہندوستانی مسلمان ایک تاریخی جائزہ، کاروان مدینہ، پاجا سراغ زندگی قرآنی افادات، قصص النبیین، مختارات، پرانے چراغ، النبی الخاتم وغیرہ، درجنوں کتابوں سے اوپر ہیں، اس کے علاوہ جلسوں کانفرنسوں میں مقالات ومضامین الگ ہیں۔

وفات

آپ کی وفات ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ ماہِ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن فرماتے ہوئے مولائے حقیقی سے جاملے۔ [1]

سند الاجازة للصحاح الستة من الشیخ عبد القادر الندوی المظاهری استاذ الحدیث الشریف بدار العلوم لندوة العلماء لکهنؤ الهند.

حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب ندوی، مظاہری، پیٹنی دامت برکاتہم العالیہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے

[1] حوالہ ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ۱۸۹ وغیرہ سوانح علی میاں

موٴقر ومقبول اساتذہ میں سے ہیں، بندہ جب جامعہ ابن عباس احمد آباد میں مدرس تھا، اسی وقت سے حضرت سے تعلق قائم ہے، اور حضرت ہماری رہنمائی وسرپرستی فرماتے رہتے ہیں، میری فرائش پر حضرت نے مجھے اپنی سند ارسال فرماکر اپنی تمام مرویات ومسموعات کی اجازت مرحمت فرمائی ہے (جزاہ اللہ احسن الجزاء) من وعن نقل کررہا ہوں

سند الاجازة للصحاح الستة

الحمد لله الذى خلق الانسان ونزل لهدايته الكتاب المسمى بالقرآن، على خير خلقه سيد الانس والجان، محمد بن عبد الله، سيد السادات الكرام من الرسل والانبياء السابقين العظام، ثم تكفل حفظ كتابه قوله "انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون" والصلوة والسلام الاتمان الاكملان على من هدابه الله الانس والجان، وحفظ قوله وفعله وماقرره لتكون أسوة للخلق الى يوم القيام، فأنشأ لحفظ دينه وكتابه وسيرته سلسلة الأسانيد الجياد الحسان، فما من قول أو فعل أو تقرير الا وله سند قوى متين لاترى ذالك فى دين من الأديان فالصلوة والسلام على هذا الرسول العظيم، ومن روى سيرته من قول او فعل أو تقرير بالسند المتين، من السابقين الأولين الى اللاحقين بهم من عباد الله الصالحين الى يوم الدين.

اما بعد: فقد طلب منى بعض من أحبهم ويحبوننى من تلاميذى قديما وحديثا الاجازة لرواية الحديث، ولست ممن يليق به، ولكن تجاوبا مع حسن ظنهم ورغبة فى دعوة الصالحين منهم، وكلهم ان شاء الله صالحون، كتبت لهم هذه الاجازة على يقين منى كامل انى لست اهلا له ولكن تشبها بالسابقين الكرام.

واذا أجزت مع القصور فاننى ——— أرجو التشبه بالذين اجازوا

السابقين الى الحقيقة منهجا ——— سبقوا الى غرف الجنان ففازوا

فأقول: قد أجزت اخى فى الله محمد كوثر على سبحانى مظاهرى بن حاجى محمد كليم من أهالى ارریاوی .

بجميع مروياتى ومسموعاتى من كل ماتجوز لى روايته وتصح عنى درايته، وسندى كما يلى:

وفقني الله سبحانه وتعالى لقراءة الحديث الشريف من الصحاح الستة على المشايخ العظام، منهم الشيخ الاكبر السيد ابو الحسن على الحسنى الندوى برد الله مضجعه وطيب ثراه، سنة ١٣٨٦ھ الموافق ١٩٦٦ م حيث كان سماحته حينذاک يدرس مع مطلع العام الدراسى فى دار العلوم لندوة العلماء كتاب الايمان من الجامع الصحيح لأمير المؤمنين فى الحديث الامام الهمام محمد بن اسماعيل البخارى الجعفى ويجيز بسنده المتين بما يروى من مشايخه وماتصح الرواية عنه، ثم ساقنى التوفيق من الله جل وعلا الى ان التحقت بالمدرسة العلية مظاهر علوم بسهارنفور، حيث قرأت الجامع الصحيح للامام البخارى على ريحانة الهند العلامة المحدث، المعروف بشيخ الحديث، محمد زكريا الكاندهلوى المهاجر المدنى رحمه الله تعالى، قرأت أنا عليه بعضه واكثره يقرأ عليه وأنا أسمع، وذالک سنة ١٣٨٧ھ الموافق ١٩٦٧م وأجاز برواية جميع مروياته، وقرأت الجامع الصحيح للامام الحجة مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى، بمدرسة مظاهر علوم أيضا، على فضيلة الشيخ مظفر حسين الأجراروى، وقرأت سنن الترمذى مرتين، اولا: على الشيخ العلامه الدكتور تقى الدين الندوى المظاهرى فى دارالعلوم لندوة العلماء، اذ كان الشيخ يدرس فيها وسنده المتصل الى المشايخ موجود عندى وثانيا على الشيخ مظفر حسين الاجراروى المذكور فى مدرسة مظاهر علوم بسهارنفور، وبها قرأت سنن أبى داود على الشيخ العلامة الكبير سماحة الشيخ محمد يونس الجونفورى رحمه الله تعالى، وكذالک قرأت عليه الموطين، وقرأت شرح معانى الآثار للطحاوى على الشيخ العلامة المحدث الأديب الأريب الشيخ أسعد الله الرامفورى المغفور له.

هذا وقد أجازنى فضيلة الشيخ محبوب الرحمن الأزهرى رحمه الله بمروياته، وكذا الشيخ السيد سلمان الحسينى الندوى حفظه الله بمروياته، وطريق كل من مشايخى المذكورين يصل بأسانيدهم المعروفة الى الشيخ شاه عبد العزيز الدهلوى، وهو يروى عن والده الامام الاكبر أمير المؤمنين فى الحديث فى بلاد الهند الشيخ احمد بن عبد الرحيم المعروف ب شاه ولى الله الدهلوى، وسنده مطبوع معروف لدى العلماء وأصحاب هذا الفن الشريف.

وأوصيه بتقوى الله فى السر والعلن، والاعتصام بكتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه

وسلم على طريقه السلف وأن لاينساني ووالدي وجميع مشايخي في دعواته الصالحة، وأن يجعل بعض وقته لخدمة الكتاب والسنه خاصة مخلصا لابتغاء مرضاة الله، وصلى الله وسلم على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين والحمد لله رب العالمين. عبد القادر بن عبد الله غربه الندوى المظاهرى خادم الديث الشريف بدار العلوم لندوة العلماء لكناؤ الهند

تذکرۃ

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم

نام ونسب

عبدالقادر بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن ناصر عرب۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۰/مارچ ۱۹۴۴ء میں پٹن گجرات میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ شروع میں عصری تعلیم کے لئے اسکول میں داخل ہوئے، اور درجہ سات تک تعلیم پائی، ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم نورانی قاعدہ اردو، فارسی، ناظرہ قرآن شریف وغیرہ اپنے گھرانہ کے ذی علم حضرات مثلاً والدمحترم سے اور دادا مولانا عبدالرحمٰن صاحب عربؒ سے اور ابامیاں تایہ مولانا نصیرالدین صاحب رحمہم اللہ تعالی سے حاصل کی۔

ندوۃ العلماء میں داخلہ

مزید تعلیم پانے کے لئے جون ۱۹۵۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوکر ۱۹۶۶ء تک عالمیت کے درجہ تک یہیں رہ کر یہاں کے شیوخ وکبار اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے بھی مالا مال ہوئے۔

مظاہر علوم میں داخلہ

ندوۃ سے عالمیت کرنے کے بعد علم حدیث میں مزید پختگی اور اکابر محدثین سے سند حدیث حاصل کرنے کے لئے ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں مظاہر علوم میں دورۂ حدیث کی جماعت میں داخل ہوئے، اور یہاں کے شیوخ وقت سے سند حدیث حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف مکمل قطب الاقطاب حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنیؒ سے، طحاوی شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے، مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے ترمذی شریف مکمل، حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد عاقل صاحب موجودہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سے پڑھی۔

دورۂ حدیث کے رفقاء

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم بانی ومہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ بری (لندن) حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب بستوی، مولانا محمد عزیر ابن مولانا حکیم ایوب صاحب سرپرست مدرسہ مظاہر علوم، حضرت مولانا قاضی انصار احمد صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد فاضل صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا حافظ بلال احمد سہارنپوری، حضرت مولانا ضیاء النبی رائے بریلی وغیرہم۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد تقریباً سترہ سال مسلسل دارالعلوم کنز مرغوب وغیرہ ادارہ میں تدریسی خدمت انجام دی، اس کے بعد ۱۹۸۹ء سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دیگر علوم کے ساتھ حدیث پاک کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اجازۃً سند حدیث

منجانب: حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودرویؒ

تقریباً دس سال قبل بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) نے حضرت مولانا ابراہیم صاحب مظاہری دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ قاسمیہ کھروڈ گجرات) کی معیت میں مفکر ملت حضرت رئیس الجامعہ مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کے دولت کدہ پر کاپودرا گجرات میں حضرت سے ملاقات کی غرض سے حاضری کی سعادت حاصل کی، حضرت بیحد شفقت اور خندہ پیشانی سے ملے اور بہت اکرام فرمایا، حضرت کے مکان کے قریب مسجد میں علماء وطلباء اور دیگر لوگوں کا مجمع تھا، اس میں ایک عربی کتاب پیش فرما کر تعلیم کرنے کو کہا، بندہ اولاً حدیث کی عبارت پھر اردو میں ترجمہ کرتا رہا، حضرت بہت خوش ہوئے اور اپنی چھپی ہوئی سند عنایت فرما کر اپنی تمام تر مرویات کی اجازت مرحمت فرمادی۔

اس ناچیز نے بھی اپنی ختم بخاری کی تقریر الجہد الکوثری علی ختم البخاری کو پیش خدمت کیا، جس کے شروع میں احقر الوری سے لیکر حضرت امام بخاری تک سند مذکور ہے، حضرت کاپودرویؒ نے اسے دیکھ کر فرمائش کی کہ ان راویوں کے حالات لکھ دو، بندہ نے کہا کہ انشاءاللہ یہ کتاب اسی حکم کی تعمیل ہے۔

اسناد اجازة الحديث الشريف
من الشيخ العلامة عبد الله الكافودروى السورتى

الحمد لله الملك الديان القوى السلطان الحنان المنان الذى أيد هذا الدين بالاسناد فشيد أركانه وأيده بالحفظ عن تدليس المدلسين، وزينه بالأنجم اللوامع، وصلى الله تعالى على من لا ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى وهو الأولى من بين الناس وأحرى بأن تحفظ أحاديثه وتروى، صلاة دائمة مستمرة عدد أسماء الرجال وماقيل فيهم او يقال، وعلى اله وأصحابه الذين حموا حماها وردوا عن فنائها كل دساس من حيث أتاها، وميزوابين الفضة والقضة فى فحواها.

فإن علم الحديث افضل العلوم واشرفها، واهتم به العلماء والسلف الصالحون اهتماما بليغا، حتى سافروا الى مشارق الأرض ومغاربها، وقطعوا مفاوز وصحارى لتحصيل هذا الفن الشريف والعلم المنيف، واجتهدوا فى تحصيل الأسانيد العالية، لأن حفاظة الأسانيد والتسلسل فيها من ميزات الاسلام، وخصائص الأمة الاسلامية أما أسانيد هذا العبد الضعيف، فهى هذه:

(۱) قرأت المجلد الأول من صحيح البخارى، وجامع الترمذى وسنن النسائى على الأستاذ الشيخ عبد الجبار الأعظمىؒ، وهو قرأ على الشيخ العلامة المحدث محمد زكريا الكاندهلوىؒ وأسانيده مطبوعة لامع الدارى شرح صحيح البخارى.

(۲) قرأت المجلد الثانى من صحيح البخارى وصحيح مسلم على الشيخ عبد الرؤف البشاروىؒ، وسنن الامام أبى داؤد على الشيخ فضل الرحمن البشاروىؒ وكلاهما عن شيخ الاسلام الشيخ حسين احمد المدنىؒ عن شيخ الهند مولانا محمود الحسن الديوبندىؒ.

(۳) قرأت صحيح البخارى الزائد على النصف على الشيخ المحدث فخر الدين المرادآبادى، وهو قرأ على شيخ الهند.

(٤) قرأت أوائل الصحاح الستة على العلامة الشيخ محمد ابراهيم البلياوىؒ وهو عن شيخ الهند.

(٥) قرأت دروسا عديدة لشرح معانى الآثار للامام الطحاوى على الشيخ الفقيه المفتى مهدى حسن الشاه جهانفورىؒ عن العلامة المفتى كفايت الله الشا جهانفورىؒ عن شيخ الهندؒ وأسانيد مشهورة.

(٦) قرأت الحديث الأول والآخر من صحيح البخارى وأجازنى اجازة عامة فضيلة الشيخ العلامة عبد الفتاح أبو غدة، قرأ هو على المشايخ الكثيرين أعلاهم سند الشيخ العلامة محمد زاهد الكوثرى.

(٧) وأجازنى بالحديث المسلسل بالأولية وبالمسلسلات للشاه ولى الله المحدث الدهلوىؒ فضيلة الشيخ المحدث مولانا زكرياالكاندهلوى، وهو عن الشيخ خليل أحمد السهارنفورى صاحب بذل المجهود.

(٨) وكذا أجازنى به حكيم الاسلام القارى المقرى محمد طيبؒ مدير دار العلوم ديوبند، عن الشيخ مولانا خليل أحمد السهارنفورى.

(٩) وأجازنى بحديث المسلسلات الفقيه النابغ المفتى محمود الحسن الغنغوهىؒ عن المشايخ الكثيرين، منهم شيخ الاسلام حسين أحمد المدنىؒ والشيخ محمد زكريا الكاندهلوىؒ

(١٠، ١١، ١٢) أجازنى الشيخ المفتى محمد تقى العثمانى، والشيخ تقى الدين الندوى حفظهم الله، والمحدث الشيخ محمديونس الجونفورىؒ

(١٣) وأجازنى بالحديث المسلسل بالاؤلية فضيلة الشيخ عبد الله بن محمد الناخبى وهو عن المشايخ الكثيرين

(١٤) أجازنى اجازة عامة الشيخ أحمد قلاش عن الشيخ ياسين الفادانى.

(١٥، ١٦) وكذا أجازنى عامة الشيخ مالك بن العربى بن الشيخ أحمد الشريف الشنوسى، والشيخة فاطمة بنت أحمد الشريف الشنوسية رحمهم الله وأرضاهم أجمعين.

تذکرۃ

حضرت رئیس الجامعہ مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ

نام ونسب

آپ کا نام عبداللہ والد کا نام اسماعیل بن حسین قاسم پٹیل ہے، آپ کا اصلی وطن جیتالی تحصیل انکلیشور ضلع بھروچ صوبہ گجرات۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں مقام ہی ہو، صوبہ شان اسٹیٹ برما میں ہوئی، (جہاں آپ کے والد مرحوم نے بغرض تجارت سفر فرما کر سکونت اختیار فرمائی تھی) پھر وطن تشریف لاکر کاپودرا میں مقیم ہوگئے)

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم مدرسہ اسلامیہ کاپودرا میں حافظ ابراہیم بن اسماعیل ملاں عمرواڑی سے حاصل کی، اسی کے ساتھ کاپودرا ہی کے اسکول میں پانچویں درجہ تک تعلیم حاصل کی۔

پھر ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ لیا، اور عربی اول ودوم کی تعلیم پائی، پھر ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، یہاں ایک سال تین ماہ تعلیم پانے کے بعد بیماری کی وجہ سے پھر جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل واپس ہوگئے اور دورۂ حدیث تک یہیں تعلیم مکمل فرمائی، فراغت کے بعد پھر ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں قیام رہا ہے، اس دوسالہ قیام کے دوران دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھنے کے ساتھ یہاں کے مشائخ سے حدیث کا سماع بھی کیا۔

اساتذہ حدیث

ڈابھیل میں بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی سے، بخاری شریف جلد ثانی مسلم شریف، اورطحاوی شریف، حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی

سے اور مشکوۃ شریف حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب سے ہی پڑھی، ۱۹۵۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف کا سماع چھ ماہ تک حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ سے کیا، اور طحاوی شریف اور اسم المفتی کے کچھ اسباق حضرت مولانا مفتی مہندی حسن صاحب سے پڑھے، اور حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی سے تبرکا احادیث کی سند حاصل کی، اور سہارنپور آ کر حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے مسلسلات کی سند حاصل کی۔

ان کے علاوہ مختلف عرب وعجم کے مشائخ سے آپ کو اجازۂ سند حدیث حاصل ہے، جس کا ذکر آپ کی سند میں آچکا ہے، فراغت کے بعد آپ نے مختلف مراکز جیسے دارالعلوم، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ وغیرہ کے اکابر کے پاس حاضر ہو کر ملاقات وزیارت کر کے اکتساب فیض کیا، دارالعلوم دیوبند کے قیام کے زمانہ میں حضرت مولانا عمید الزماں کیرانوی اور دیگر احباب کے ساتھ مل کر ایک عربی پندرہ روزہ جریدۃ الیقظہ نکالا جو دارالعلوم دیوبند کا شاید پہلا عربی جریدہ تھا۔

تدریسی خدمات

۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا محمد سعید بزرگ سملکی کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تقرری ہوئی، تقریباً پانچ سال میں مختلف علوم وفنون کی کئی کتابیں پڑھائیں۔

جنوری ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں بطور تدریس تقرری ہوئی اور مارچ ۱۹۶۶ء میں اہتمام کی ذمہ داری سپرد کی گئی، یہاں آپ نے تقریباً ۲۷/سال تک اہتمام کے ساتھ مختلف کتابیں بھی پڑھائیں اکثر عربی ادب کی کتابیں زیر درس رہیں اور کچھ تفسیر وحدیث کی کتابوں کا بھی درس دیا، ۱۹۸۶ء میں جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات کے اہتمام سے استعفیٰ دیدیا، اور اخیر دم تک یہاں کے رئیس الجامعہ اور سرپرست رہے، ۱۹۹۴ء میں ہندوستان سے کنیڈا تشریف لے گئے، وہاں جا کر دعوتی واصلاحی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

اصلاحی تعلق

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے قائم کیا تھا، ان کے علاوہ بے شمار اہل دل اکابر علماء سے روحانی فیض حاصل کیا۔

اجازت بیعت

آپ کو جن مشائخ سے اجازت بیعت حاصل ہوئی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) محدث کبیر امیر المؤمنین فی الحدیث مرشدنا الشیخ حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے۔(۲) شفیق الامت حضرت حاجی فاروق صاحب سکھر وی۔(۳) محبوب العلماء حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم۔(۴) حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب جوگواڑی دامت برکاتہم (۵) حضرت ڈاکٹر اسماعیل میمن صاحب۔(۶) حضرت مولانا نعیم اللہ فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم۔(۷) حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم کالینہ بمبئی (۸) حضرت حاجی آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم (۹) حضرت مولانا ولی آدم صاحب ستپونی دامت برکاتہم۔

عہدہ ومناصب

آپ کئی عظیم عہدے پر فائز تھے، جن میں سے چند یہ ہیں، مہتمم ورئیس، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، رکن مجلس مشاورت، دارالعلوم وقف دیوبند، سرپرست جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر، رکن شوری جامعہ عربیہ باندہ یوپی، رکن رابطہ ادب اسلامی ہند، رکن شوری جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات، رکن شوری دارالعلوم کنتھاریہ گجرات، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ۔

ان کے علاوہ بے شمار اداروں کی آپ نے سرپرستی فرمائی ہے۔

تصانیف

تعلیمی، تحقیقی، تخلیقی، اور ملی سرگرمیوں کے ساتھ تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی جاری رکھا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اضواء علی تاریخ الحرکۃ العلمیۃ والمعاہد الاسلامیۃ والعربیۃ فی غجرات الہند (عربی)

اور مندرجہ ذیل اردو تصانیف ہیں۔

(۲) علامہ بدرالدین عینی اور علم حدیث میں ان کا نقش دوام

(۳) دیوان امام شافعی (ترجمہ وتشریح) (۴) مقالات مفکر ملت (تین جلدیں) نصیحۃ المسلمین (۵) درجہ حفظ کے اساتذہ وطلباء کے آداب (۶) رشد وہدایت کے منار جن سے میں نے کسب فیض کیا (۷) صدائے دل (پانچ جلدیں)

(۸) مقدمات کاپودروی (۹) مکارم الشیم ترجمہ وشرح عنوان الحکم (۱۰) علامہ قطب الدین نہر والا اور ان کی علمی خدمات (۱۱) علامہ محمد یوسف نبوری اور خدمات حدیث۔

وفات

آپ ۲۶ رشوال المکرّم ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۰ ر جولائی ۲۰۱۸ء منگل کی شام کو تقریباً ۴ ربجے رحلت فرما گئے، حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے کاپودرا میں حاجی بھائی اسٹیڈیم نامی ایک وسیع میدان میں نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں ہزاروں کا مجمع شریک تھا، اور کاپودرا کے عام قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے، اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین [1]

دیگر اساتذہ حدیث کی سندیں

دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اساتذہ حدیث کی سندیں حضرت شاہ عبد الغنی مجددی محدث دہلوی اور حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے نیچے، اگرچہ کچھ مختلف طرق وواسطے سے الگ الگ ہیں، لیکن اوپر سب حضرات کی سندیں مل جاتی ہیں، بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) نے جو اپنی سندیں اصحاب کتب حدیث تک پہنچا کر رجال اسناد کا تعارف کرایا ہے وہ سب ایک ہی ہے البتہ ان دونوں ادارے کے اساتذۂ حدیث کی جہاں تک سندیں مختلف ہیں، ان کو پیش کیا جارہا ہے۔

باب سوم

مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور کے اساتذہ حدیث کی سندیں

اسناد بخاری شریف

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں جب مظاہر علوم تقسیم ہوگیا تو بخاری شریف کے استاذ حضرت الاستاذ شیخ جونپوریؒ مظاہر علوم دار جدید چلے گئے، تو یہاں دو حضرات نے بخاری شریف کا درس دیا، حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑویؒ، اور حضرت علامہ مولانا رفیق احمد صاحب بھینسانویؒ، ان دونوں حضرات کی سندیں اور تذکرۂ رجال اوپر بندہ کی سند اجازۃ حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کی اسناد بخاری شریف میں آچکے ہیں، حضرت فقیہ الاسلام اور حضرت بھینسانوی کی وفات کے بعد شیخ الحدیث کی مسند پر حضرت علامہ ومولانا عثمان غنی صاحبؒ بہاری جلوہ افروز

حوالہ (۱) (مختصر خود نوشت سرگزشت حیات، تعزیتی خطوط وپیغامات بروفات حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودرویؒ)

ہوئے، آپ نے پوری بخاری حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی ہے، اور حضرت مدنیؒ کی سند بخاری حضرت شیخ جونپوریؒ کی سند میں مع تعارف وتذکرہ رجال کے آچکی ہے، حضرت علامہ عثمان غنیؒ کی وفات کے بعد یہاں تاہنوز بخاری شریف کا درس حضرت مولانا اسلام الحق صاحب...... سہارنپوری دامت برکاتہم دے رہے ہیں، انہوں نے پوری بخاری شریف قطب الاقطاب حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ سے پڑھی ہے، اور حضرت شیخ کی سند مع تعارف رجال کے بندہ کی سند بخاری میں آچکی ہے۔

اب صرف دو حضرات (علامہ عثمان غنیؒ اور مولانا اسلام الحق اسعدی) کے تذکرے باقی ہیں جو سپرد کتاب ہے

تذکرہ

حضرت العلام مولانا محمد عثمان غنی قاسمی بہاریؒ

نام ونسب

آپ کا نام محمد عثمان غنی والد کا نام مولوی محمد عبداللہ بیگوسرائیوی، بیگوسرائے پہلے مونگیر ضلع میں تھا، اس لئے مونگیری بھی کہا جاتا ہے، بعد میں بیگوسرائے مستقل ضلع بن گیا۔

ولادت

تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے بعض مدارس میں پاکر بنگلہ دیش چلے گئے اور مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹھرہ چوک بازار ڈھاکہ میں چار سال تعلیم پائی، والد محترم کاروباری سلسلہ میں مقیم تھے، وہاں جاکر تعلیم کے ساتھ والد صاحب کے کاروبار میں بھی شریک رہے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، اور عربی پنجم میں داخلہ لیا اور مسلسل چار سال رہ کر یہاں کے شیوخ واساتذہ سے اکتساب فیض فرماکر ۱۹۵۰ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ

بخاری شریف مکمل، ترمذی جلد اول، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے، ترمذی شریف ثانی مع شمائل ترمذی، اور ابوداؤد شریف مکمل شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے، مسلم شریف مکمل حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے اور نسائی شریف حضرت مولانا فخرالحسن صاحبؒ سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد اولا والد صاحب کے ساتھ کاروبار میں لگ گئے، اور اپنے علاقہ کی بدعات وخرافات کے مٹانے میں منہمک ہوکر اس سلسلہ کے چند کتابچہ بھی تیار کئے، الحمدللہ اس کا بہت بڑا اثر ہوا اور علاقہ سے بدعات ورسومات ختم ہوکر لوگ دین وشریعت پر آ گئے۔

پھر ۱۹۵۵ء میں مدرسہ رشید العلوم چترا میں تقرری ہوئی، اور وہاں مسلم شریف اور ترمذی شریف وغیرہ کتب حدیث کا درس فرمایا، پھر چند سال کے بعد مدرسہ حسینیہ گریڈیہہ اور پھر مدرسہ حسینیہ ڈیگھی ضلع بھاگلپور میں متوسطات کی کتابیں پڑھائیں، پھر اس کے بعد ۱۹۶۳ء میں مدرسہ عالیہ فتحیہ فرفرہ ضلع ہگلی بنگال میں پرسکون ماحول پاکر بارہ سال درس حدیث میں مشغول رہے، اکثر بخاری شریف جلد اول کا درس رہا، پھر وہاں سے دارالعلوم تاراپور گجرات تشریف لائے، اور بخاری شریف مکمل ترمذی شریف مکمل کا درس فرمایا۔

مدرسہ مظاہر علوم میں آمد

مظاہر علوم میں تقسیم کا عظیم سانحہ پیش آیا تو آپ کو حضرت فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے دعوت دی تو ۹ رشوال المکرم ۱۴۰۹ھ میں درجہ علیا عربی پر آپ کی تقرری ہوئی، اور بخاری شریف جلد ثانی چند سال کے بعد بخاری شریف اول ومسلم شریف کامل، اور طحاوی شریف کے اسباق سپرد کئے گئے، اور تقریباً بیس سال یہاں رہ کر طالبان علوم نبوت کو اپنے علمی فیضان سے مستفیض فرماتے رہے۔

تصانیف

تصنیف وتالیف کا سلسلہ آپ نے فراغت کے بعد ہی سے جاری رکھا تھا، جس کی وجہ سے متعدد کتابیں آپ کے قلم سے طبع ہوکر داد تحسین اور مقبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہے وہ یہ ہیں:

آئینہ حقوق، التقریر الکافی، نوٹ بیضاوی شریف، درایۃ الادب شرح ہدایۃ الادب، نصر المنعم نوٹ مسلم شریف، فیض الامامین شرح جلالین، نصر الحیات شرح مشکوۃ، نصر الباری شرح صحیح البخاری، آپ کی زندگی کا بڑا کارنامہ نصر الباری شرح صحیح البخاری ہے جو ۱۳ر جلدوں پر مشتمل ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورے برصغیر میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے، سب سے پہلے آپ ہی نے پوری بخاری شریف کی اردو شرح مکمل فرمائی ہے، الفضل للمتقدم۔

بیعت وسلوک

آپ نے حضرت فقیہ الاسلام حضرت مفتی صاحب سے اپنا اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور چند سالوں کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

وفات

آپ ۱۳ر جنوری، ۲۰۱۱ء مطابق ۸ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ کی رات میں کلمہ کا ورد کرتے ہوئے رحلت فرما گئے، مدرسہ مظاہر علوم دار الطلبہ قدیم کے احاطہ میں جم غفیر کے ساتھ نماز جنازہ ہوئی، قبرستان حاجی شاہ کمال ہی میں حضرت فقیہ الاسلام کے پہلو میں دفنا دیا گیا۔ [1]

تذکرۃ

حضرت مولانا اسلام الحق اسعدی صاحب سہارنپوری

نام ونسب

آپ کا نام اسلام الحق والد کا نام حاجی عبد الحق، نسبت اسعدی، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی طرف منسوب ہے، دوسری نسبت سہارنپوری ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش شاہ بہلول سہارنپور میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم قرآن شریف وغیرہ جامع مسجد سہارنپور میں حاصل کی ہے، پھر دار العلوم شاہ بہلول سہارنپور

[1] حوالہ ماخوذ ومستفاد: مقدمہ نصر الباری، وتذکرہ حضرت علامہ عثمان غنیؒ

میں داخلہ لیا، ابتدائی ومتوسط درجات کی جملہ کتابیں پڑھیں۔

پھر دس شوال ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۸ / مارچ ۱۹۶۱ء میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر جلالین، ہدایہ ثالث، مشکوۃ شریف شرح نخبۃ الفکر وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

۱۳۸۲ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوری سے ابوداؤد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوری سے، ترمذی، نسائی، طحاوی، حضرت مولانا امیر احمد صاحب سے پڑھی۔

دورۂ حدیث کے رفقاء

حضرت مولانا قطب الدین صاحب گیاوی، خلیفۂ مجاز حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، مولانا عبد اللہ طارق صاحب دہلوی، مولانا عبداللہ صاحب علی گڑھی استاذ شعبہ تحفظ القرآن مکۃ المکرمہ سعودی عرب، مولانا غلام نبی صاحب افریقی، آپ کے دورۂ حدیث شریف کے خاص رفقاء ہیں۔

فراغت مشق افتاء

فراغت کے بعد چند ماہ دار الافتاء میں قیام فرما کر دار الافتاء سے منسلک ہو کر فتاوی لکھے، اسی زمانہ میں رسم المفتی بھی سبقاً سبقاً پڑھی۔

تدریسی خدمات

۱۳۸۴ھ میں سہارنپور کے قدیم مدرسہ دار العلوم شاہ بہلول میں آپ کا تقرر ہوا، درس وتدریس کے ساتھ انتظامی خدمات میں بھی تعاون فرمایا، تدریجاً درسی کتب میں ترقی کرتے ہوئے، اس مدرسہ میں جب دورۂ حدیث شروع ہوا تو آپ نے کتب حدیث کا بھی درس دیا، اور سالہا سال سے آپ وہاں بخاری، مسلم وغیرہ کتابوں کا درس دے رہے ہیں۔

مظاہر علوم میں آمد

۲۰۱۱ء میں علامہ عثمان غنیؒ اور مولانا رئیس الدین صاحب بجنوری کی وفات کے بعد خلاء پیدا ہوا، تو آپ کو یہاں کتب حدیث شریف کی تدریس پر مامور کیا گیا، اسی وقت سے آپ مظاہر علوم میں بخاری شریف مکمل، ابوداؤد شریف

پڑھارہے ہیں اور ۲۰۱۸ء سے طحاوی شریف کا سبق بھی دوسال آپ سے متعلق رہا۔

دیگر دینی واصلاحی خدمات

موصوف نے علمی وتحریری مزاج کے مطابق ۱۳۸۰ھ میں سہارنپور سے دینی ماہنامہ اشاعت اسلام جاری فرمایا تھا، جوایک عرصہ تک چل کر بند ہوگیا، اسی طرح آپ نے سہارنپور میں ایک علمی ودینی مجلس بنام تحقیقات علمیہ بھی قائم رکھی، جس کا مقصد موجودہ دور میں سنجیدہ تصانیف کے ذریعہ علمی دنیا کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا ہے، اس مجلس نے سب سے پہلی کتاب اسلام کا نظام وتقسیم دولت، دوسری کتاب اسلام کا نظام حیات (از مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب دارالعلوم دیوبند) شائع کی اور اب تک متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں، ۱۳۹۹ھ میں اسی مجلس نے ایک مجلّہ ماہنامہ تحقیقات علمیہ بھی جاری کیا۔

تصانیف وتالیفات

آپ کا مزاج لکھنے پڑھنے کا ہے، کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہتے ہیں، آپ کے زور قلم سے درجنوں رسائل وکتابیں شائع ہوکر داد وتحسین حاصل کرچکی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں، فضائل دعا، معلم المیزان، شرح اردو میزان الصرف، شب برأت کیا ہے، نورالفتاح شرح نورالایضاح، مصباح القدوری، تذکرہ ائمہ اربعہ، ہماری نماز، قربانی اور اسلام، حقیقت عقیقہ، آئینہ زکوۃ، تحقیق الدف فی النکاح وغیرہ۔

بیعت وسلوک

آپ نے حضرت فقیہ الاسلام سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے، اللہ تعالی آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم دائم رکھے۔ آمین

اسناد مسلم وموطا امام محمد

مظاہرعلوم کی تقسیم کے بعد مظاہرعلوم قدیم میں مسلم شریف کا سبق علامہ عثمان غنی نے پڑھایا ہے، یہ روایت کرتے ہیں علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے، علامہ ابراہیم بلیاوی روایت کرتے ہیں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبند سے ان کو حضرت حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے سند حاصل ہے، ان کو شاہ عبدالغنی سے ان کو شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے ان کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ان کو اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے سند حاصل ہے۔

حضرت علامہ عثمان غنیؒ کے بعد مسلم شریف حضرت مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری پڑھا رہے ہیں، اور مؤطا امام محمد بھی، انہوں نے دونوں کتابیں پڑھی ہیں مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ سے ان کی سند وہی ہے جو احقر کی نسائی شریف کی سند ہے، جس کی تفصیل وتذکرے گزر گئے۔

تذکرہ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سہارنپوری

نام ونسب

آپ کا نام محمد یعقوب بن الحاج محمد اسحاق بن الحاج محمد عمر ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۴۸ء میں محلہ ٹوپیا سرائے سہارنپور میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم محلہ کے مکتب میں حاصل کی، اس بعد ۱۳۸۲ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوکر فارسی سے دورۂ حدیث شریف تک تعلیم پاکر ۱۳۸۶ھ میں فراغت پائی، فراغت کے بعد فنون میں داخلہ لیکر کچھ افتاء کی کتابیں بھی پڑھیں

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف مکمل حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطین، کل چھ کتابیں حدیث کی حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ سے پڑھیں۔

ابوداؤد شریف حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی سے، طحاوی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے پڑھی۔

دورۂ حدیث کے رفقاء

حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا اقبال صاحب شاہ آبادی، حضرت الاستاذ مولانا قاری رضوان نسیم صاحب سہارنپوریؒ، مولانا غلام احمد میر تاج علی افریقی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۳۸۷ھ میں مظاہر علوم میں تقرری ہوئی، مرقات نور الایضاح سپرد ہوئیں، پھر اگلے سال کنز الدقائق پھر اگلے سال شرح وقایہ پڑھاتے ہوئے جلالین شریف پڑھائی، تقسیم مظاہر علوم کے بعد ۱۴۱۰ھ میں استاذ حدیث بنا کر مشکوۃ شریف سپرد ہوئی، پھر ۱۴۱۱ھ میں استاذ دورۂ حدیث بنائے گئے، اور نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک کے اسباق متعلق ہوئے، پھر ۲۰۱۱ء میں علامہ عثمان غنیؒ کے انتقال کے بعد مسلم شریف کا سبق متعلق ہوا جو تا ہنوز آپ کے زیر درس ہے۔

اور ۱۴۲۳ھ میں آپ کو مظاہر علوم قدیم کا صدر المدرسین منتخب کیا گیا۔

اسناد سنن ابی داؤد

مدرسہ مظاہر علوم میں ۲۰۱۱ء سے تا ہنوز ابوداؤد شریف حضرت مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی پڑھا رہے ہیں، آپ نے ابوداؤد شریف حضرت ناظم مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ سے پڑھی ہے، اس کے بعد بعینہ وہی سند ہے جو بندہ کی ابوداؤد کی سند ہے جو گزر چکی ہے۔

اسناد جامع ترمذی، نسائی، سنن ابن ماجہ اور مؤطا امام مالک

ترمذی جلد اول، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مؤطا امام مالک کے اسباق ۲۰۱۱ء سے تا ہنوز بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) کے سپرد ہیں، ان سب کی اسانید گزر چکی ہیں، ترمذی جلد ثانی حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم اعلی مدرسہ ہذا کے زیر درس ہے، آپ کی سند بھی گزر چکی۔

اسناد طحاوی شریف

اس سال سے قبل طحاوی شریف حضرت مولانا ریاض الحسن صاحب سہارنپوری نے کئی سال تک پڑھائی ہے، ان کے شدید بیمار ہونے کی بناء پر عارضی طور پر ۲۰۱۷ء میں بندہ محمد کوثر علی سبحانی نے پڑھائی، تقریباً پورے سال اس ناچیز ہی نے پڑھائی ہم دونوں کی سند ایک ہے، سند کی تفصیل بندہ کی سند طحاوی میں آ گئی۔

اس سال یعنی ۲۰۱۸ء میں طحاوی شریف کا سبق حضرت مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی سہارنپوری کے سپرد ہے، انہوں نے طحاوی شریف حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی سے پڑھی ہے (باقی سند بعینہ وہی ہے جو بندہ ناچیز سبحانی کی ہے)۔

اسنادمشکوۃ المصابیح

مظاہرعلوم وقف میں کئی سال سے مشکوۃ شریف مکمل بعدہ صرف جلد اول حضرت مولانا نثار احمد صاحب سہارنپوری پڑھارہے ہیں، انہوں نے کچھ حصہ مشکوۃ حضرت الاستاذ مولانا سلمان صاحبؒ سے پڑھا ہے، پھر مظاہرعلوم تقسیم ہوگیا تو باقی حصہ مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری سے پڑھا، آگے دونوں حضرات کی سند ایک ہی ہے، اور جلد ثانی مولانا مفتی عبد الحسیب صاحب اعظمی پڑھارہے ہیں، انہوں نے مولانا عبداللہ صاحب پھولپوری سے جلداول، جلد ثانی مولانا عبدالرشید سلطان پوری سے اورانہوں نے مفتی سجاد صاحب جونپوری سیاورانہوں نے مولانا عبدالشکور صاحب سے پڑھی ہے۔

تذکرۃ

حضرت مولانا نثار احمد صاحب سہارنپوری

نام ونسب

آپ کا نام، نثار احمد بن حاجی عبدالرشید بن محمد علی پہلوان۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۸راگست ۱۹۶۸ء میں محلّہ چھیپیان قصبہ کھیڑاافغان ضلع سہارنپور یوپی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن مدرسہ تعلیم الاسلام کھیڑا میں ہوا، پھر فن تجوید مدرسہ تعلیم القرآن گنگیر وفرد کاندھلہ میں پڑھا، پھر فارسی سے چہارم تک کی تعلیم مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور ضلع سہارنپور میں مکمل کی۔

پھر عربی پنجم سے دورۂ حدیث تک مظاہرعلوم سہارنپور میں پڑھے، اور ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں فراغت ہوئی

دورۂ حدیث کے اساتذہ

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب، علامہ رفیق صاحب بھینسانی، علامہ عثمان غنی صاحب بیگوسرائے بہار، آپ کو شیخ عوامہ مدینہ سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور میں تقرری ہوئی اور فارسی سے چہارم تک کی کتابیں چند سال تک

زیر درس رہیں، پھر مظاہر علوم وقف میں کئی سال سے تدریسی خدمات پر مامور ہیں، اور نیچے سے عربی ہفتم تک مختلف کتابیں خاص کر مشکوۃ شریف کا آپ درس دے رہے ہیں۔

بیعت وسلوک

آپ اولاً حضرت فقیہ الاسلام سے بیعت ہوئے، پھر حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب مدظلہ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، اور مولانا کلیم صدیقی صاحب نے بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے، اور مولانا ہاشم صاحب جھمل پوری نے بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

تصنیف

خطبات ہاشم (حضرت مولانا ہاشم صاحب کی تقریر کو غالباً مرتب فرمایا ہے) خطبات سعید، مطبوعہ، گنجینۂ ابرار، عظمت ماہ رمضان، احکام عید الاضحیٰ وغیرہ۔

بانی ومہتمم

دار العلوم الخیریہ سندر پور سہارنپور نامی ادارہ قائم فرما کر اس کا اہتمام وانتظام بھی سنبھالتے ہیں۔

تذکرہ
حضرت مولانا مفتی عبد الحسیب صاحب اعظمی

نام ونسب

عبد الحسیب بن عبد الرحیم بن مولانا عبد القوی مظاہری بن شاہ حبیب اللہ۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۶۵ء میں جگدیش پور اعظم گڑھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتداء سے ۱۲ر پارہ حفظ تک مدرسہ امداد العلوم جگدیش پور میں پڑھے اور پھر حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری کی خانقاہ مدرسہ روضۃ العلوم پھول پور میں داخل ہوئے، اور حفظ مکمل کیا، پھر فارسی سے لیکر مشکوۃ شریف تک آپ نے

تعلیم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں پائی۔
اس کے بعد ۱۴۰۸ھ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

آپ چونکہ حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کے رفقاء دورۂ حدیث میں سے ہیں، اسلئے ساری تفصیلات وہاں دیکھ لی جائیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۴۰۹ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں تقرری ہوئی، نفحۃ الیمن، اور ایساغوجی سے درس وتدریس کا آغاز فرمایا، ترقی کرتے ہوئے ۱۴۲۷ھ میں استاذ حدیث مقرر ہوکر مشکوۃ جلد ثانی کا درس دیا اب کئی سال سے طحاوی شریف کا درس دے رہے ہیں، اسی کے ساتھ آپ نگراں دار الافتاء ہیں بلکہ اکثر مشق افتاء کی کتابیں آپ ہی سے متعلق ہیں اور تمرین بھی طلباء کو آپ کراتے ہیں۔

اصلاحی تعلق

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت شاہ مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ سے قائم تھا، اور حضرت فقیہ الاسلام صاحب کے زیر تربیت رہے ہیں۔

باب چہارم

مظاہر علوم (دار جدید) کے اساتذہ حدیث کی سندیں

اسناد بخاری شریف

مظاہر علوم سہارنپور کی تقسیم کے بعد جدید میں بھی بخاری شریف کا درس ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ ہی دیتے رہے، ۱۶ر شوال بروز منگل ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ر جولائی ۲۰۱۷ء کو حضرت شیخ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو تمام لوگوں کی نگاہیں متفقہ طور سے بلکہ حضرت شیخ کی علالت کے دور میں بھی اہل علم وعوام الناس کے مابین یہ ہی چرچا تھا کہ خدانخواستہ اگر شیخ کا سانحہ ہوگیا تو آپ کے جانشین اور مظاہر علوم کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائق ہونے کے سو فیصد لائق وفائق

محقق زمانہ محدث ذی وقار حضرت الاستاذ مولانا سید محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں، گمان کے مطابق مجلس شوری نے اس مسند جلیل پر آپ کو فائز فرمایا، حضرت شیخ مولانا سید محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم نے پوری بخاری شریف حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ سے پڑھی، اور حضرت شیخ کاندھلوی کی پوری سند حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی سند بخاری میں گزر چکی ہے (کیونکہ یہ دونوں حضرات رفیق درس ہیں، اس لئے سند ایک ہی ہے)

اسناد مسلم شریف

حضرت شیخ جونپوریؒ نے اپنی حیات ہی میں مسلم شریف کا سبق حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوریؒ کے حوالہ فرمادیا تھا جو تاحیات درس دیتے رہے، ان کی مسلم شریف کی سند بعینہ وہی ہے جو نسائی ابن ماجہ موطائین کی ہے، یعنی حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنویؒ سے آپ نے یہ کتابیں پڑھی ہیں۔

اسناد سنن ابی داؤد

مظاہر علوم دارِ جدید میں تقسیم کے بعد بھی حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم ابوداؤد شریف کا درس دیتے رہے، ۱۴۳۸ھ میں جب آپ سے متعلق بخاری شریف ہوئی تو ابوداؤد شریف حضرت مولانا مفتی طاہر صاحب غازی آبادی کے سپرد تدریس ہوئی اور کئی سال سے آپ ابوداؤد کا درس دے رہے ہیں۔

آپ نے ابوداؤد شریف امام المنقول والمعقول حضرت علامہ مولانا محمد حسین بہاریؒ سے پڑھی ہے، علامہ بہاری نے ابوداؤد شریف کا اکثر حصہ پڑھا کر باقی حصہ کی اجازۃ سند دی، اور علامہ بہاری نے حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی سے (ان دونوں حضرات کے تذکرے پانچویں باب میں سند ابوداؤد کے تحت آرہے ہیں)

انہوں نے حضرت شیخ الہند سے انہوں نے دو حضرات، حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے، یہ دونوں حضرات روایت کرتے ہیں شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے یہ روایت کرتے ہیں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی وہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اور یہ اپنے والد مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے (ان ساتوں حضرات کے تذکرے دوسرے باب میں سند بخاری کے تحت آچکے ہیں) اب یہاں صرف حضرت مفتی طاہر صاحب غازی آبادی کا تذکرہ باقی ہے)

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب غازی آبادی مدظلہ

نام ونسب

محمد طاہر بن علی رضا، موضع ککرالہ نوئیڈا یوپی۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۶۸ء میں ہوئی ہے

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم سے لیکر حفظ قرآن کی تکمیل اپنی بستی میں کی، پھر جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام پیلرہ ضلع غازی آباد میں داخلہ لیکر فارسی سے کافیہ تک تعلیم پائی، پھر مدرسہ خادم العلوم باغو والی ضلع مظفر نگر یوپی میں داخلہ لیا، اور شرح جامی سے مشکوۃ شریف تک یہاں تعلیم حاصل کی۔

پھر ۱۴۰۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف کی کتابیں پڑھ کر ۱۴۰۸ھ میں فراغت پائی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف جلد اول حضرت شیخ مولانا نصیر احمد خاں صاحب دیوبندیؒ سے، جلد ثانی حضرت شیخ مولانا عبدالحق اعظمیؒ سے، مسلم شریف جلد اول حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہ سے، جلد ثانی علامہ قمر الدین صاحب گورکھپوری مدظلہ سے، ترمذی جلد اول اور طحاوی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ سے، ترمذی جلد ثانی حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب سے، ابوداؤد شریف حضرت علامہ ومولانا حسین احمد بہاری سے ابن ماجہ حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوریؒ سے۔

مشق افتاء وتدریب افتاء

فراغت کے بعد آپ نے مشق افتاء اور تدریب افتاء کے لئے تین سال دارالعلوم میں ہی قیام فرما کر وہاں کے مفتیانِ عظام وماہرین فن سے اکتساب فیض کیا۔

تدریسی ودیگر علمی خدمات

دارالعلوم دیوبند سے افتاء وتدریب افتاء سے فراغت کے بعد جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام پیلرہ غازی آباد میں مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، اور تین سال میں مختلف کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، اور اپنے علمی تحقیقات سے طلباء کو مستفیض فرمایا۔

پھر تین سال کے بعد دارالعلوم دیوبند میں دارالافتاء میں تقرری ہوئی، اور فتاوی نویسی کے ساتھ الاشباہ والنظائر کا سبق بھی آپ سے متعلق رہا، تین سال دارالعلوم میں خدمت انجام دینے کے بعد جامعہ مظاہر علوم دارِ جدید میں ایک معتمد مفتی کی ضرورت پیش آئی تو وہاں کے اکابر کے مشورہ سے مظاہر علوم آنے کی آپ کو دعوت دی گئی، تو ۱۹۹۷ء میں آپ یہاں تشریف لائے اور تقریباً پچیس سال سے یہاں مفتی کے عہدہ کی ذمہ داری بحسن خوبی نبھانے کے ساتھ مختلف معیاری کتب حدیث وتفسیر کا درس بھی دیا، جیسے بیضاوی شریف، مشکوۃ شریف، اور فی الحال دورۂ حدیث میں ابوداود شریف کا درس تحقیق وترتیب کے ساتھ دے رہے ہیں۔

بیعت وسلوک

حضرت اقدس فقیہ الامت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

مفتی محمد طاہر صاحب کی تصنیف

ایسے تو ہزاروں کی تعداد میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور میں فتاوی آپ کے قلم سے صادر ہوئے ہیں، مستقل تصنیف کی صورت میں ایک انوکھی کتاب العقود الجواہر شرح الاشباہ والنظائر جس کی کوئی اچھی حل کتاب کے لئے مستقل شرح کی ضرورت تھی آپ نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ مرتب فرمائی ہے، فی الحال آپ کی مشکوۃ شریف کی درسی افادات کو تحقیق وترتیب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، اللہ آپ کی عمر کو لمبی فرما کر آپ کا سایہ تادیر امت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے۔ آمین

اسنادِ ترمذی شریف

مظاہر علوم تقسیم کے بعد ترمذی شریف مکمل، حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری مدظلہ کے زیر درس رہی،

آپ کی سنداوپر بندہ کی ترمذی کی سند میں گزر گئی، اور ۱۴۳۸ھ میں آپ کے پاس بخاری شریف آنے کی وجہ سے اب صرف حضرت کے ذمہ ترمذی شریف جلد اول ہے، جلد ثانی حضرت مولانا مفتی مقصود صاحب انبیہٹوی دامت برکاتہم کے زیر درس ہے، آپ نے ترمذی شریف جلد اول حضرت شیخ مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ سے پڑھی ہے (ان کا تذکرہ پانچویں باب میں آرہا ہے) اور ترمذی جلد ثانی حضرت مولانا حسین بہاریؒ (ان کا تذکرہ پانچویں باب اسناد دارالعلوم میں آئے گا) سے پڑھی ہے، پھر ان دونوں حضرات نے پوری ترمذی حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے انہوں نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے انہوں نے شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے (بعد کے ساتوں حضرات کے تذکرے بندہ کی سند بخاری میں آچکے ہیں)

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی مقصود احمد صاحب انبیہٹوی

نام ونسب

مقصود احمد بن حاجی ظہور احمد بن حبیب احمد بن مولی بخش انبہٹوی سہارنپوری۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۵۵ء میں قصبہ انبیہٹہ پیرزادگان ضلع سہارنپور میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

چھ سال کی عمر میں مدرسہ قاسم العلوم انبہٹہ میں داخلہ لیکر حافظ محمد قاسم صاحب (جو پانی پت سے تعلیم حاصل کئے ہوئے تھے) سے بنیادی تعلیم پائی پھر ناظرہ قرآن حافظ وقاری ولی محمد صاحب سے پڑھا، بعدہ مدرسہ خلیلیہ انبہٹہ میں داخلہ لیکر ناظرہ قرآن مکمل کرنے کے بعد وہیں حفظ مکمل فرمایا۔

حفظ مکمل کرنے کے بعد ۱۳۹۰ھ میں مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں داخلہ لیکر اجراء قرآن وفارسی سے لیکر مشکوۃ شریف تک وہیں تعلیم حاصل کی

پھر ۱۳۹۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مولانا فخر الحسن صاحبؒ صدرالمدرسین حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ۔

مشقِ افتاء

۱۳۹۷ھ میں دارالعلوم میں ہی مشق افتاء کیا۔

تدریسی خدمات

۱۳۹۸ھ میں جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں بحیثیت استاذ عربی تقرر عمل میں آیا، وہاں آپ نے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے ہوئے چوتھے سال میں جب وہاں دورۂ حدیث شریف شروع ہوا تو مسلم شریف، ابوداؤد شریف، شرح معانی الآثار وغیرہ کتابیں پڑھائیں، اور مکمل بارہ سال اپنے علمی فیضان سے طالبان علوم نبوت کو سیراب فرمایا۔

مظاہر علوم میں آمد

مظاہر علوم کی تقسیم کے بعد ۱۸ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ میں ۲۰ر ستمبر ۱۹۹۰ء بروز چہار شنبہ کو مظاہر علوم میں علیا مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اور ہدایہ آخرین آپ کے سپرد تدریس ہوئی، چار سال تک یہ سلسلہ چلا، اسی اثناء میں شرح عقائد بیضاوی ہدایہ جلد اول وغیرہ کا درس دیا، اسی طرح ۱۴۱۱ھ میں فتاوی نویسی کی ذمہ داری بھی سپرد ہوئی، پھر تین سال کے بعد حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب سہارنپوریؒ کی وفات کے بعد طحاوی شریف آپ سے متعلق ہوئی اور آپ کو استاذ دورۂ حدیث بنایا گیا۔

پھر ۱۴۲۸ھ میں آپ کو ترمذی جلد ثانی دی گئی جو تا ہنوز آپ کے زیر درس ہے۔

بیعت وسلوک

آپ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے، اور منازل سلوک طے کرتے ہوئے، اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کو صحت وعافیت کے ساتھ آپ کا سایہ تادیر امت مسلمہ پر قائم ودائم فرمائے۔ آمین

اسناد نسائی شریف وموطا امام مالک

کئی سال سے نسائی شریف وموطا کا درس حضرت مولانا یوسف سورتی صاحب دے رہے ہیں، انہوں نے یہ دونوں کتابیں حضرت مولانا سلمان صاحب سہارنپوری سے پڑھی، (گویا ان کی اور بندہ کی ان دونوں کتابوں کی سندیں ایک ہی ہیں جن کا تذکرہ دوسرے باب میں بندہ کی سند میں آچکا ہے)

تذکرہ

حضرت مولانا یوسف صاحب سورتی زید مجدہ

نام ونسب

محمد یوسف بن محمد سلیمان قاضی سورتی گجراتی۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۰/۶/۱۹۷۱ء مطابق ۲۰/۴/۱۳۹۱ھ میں اپنی بستی انکرود میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں انکرود میں حاصل کی، حفظ قرآن شہر سورت میں کیا، اس کے بعد ۱۹۸۷ء میں جامعہ فلاح دارین میں داخل ہو کر فارسی سے دورۂ حدیث تک وہیں تعلیم پا کر ۱۹۹۶ء میں فراغت پائی، پھر ۱۹۹۹ء میں دوبارہ مظاہر علوم سے دورۂ حدیث کیا۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

مظاہر علوم میں حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ سے بخاری، مسلم، موطا امام محمد، حضرت شیخ مولانا محمد عاقل صاحب سہارنپوری مدظلہ سے ابوداؤد، ترمذی، حضرت مولانا سلمان صاحبؒ سے، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، حضرت مولانا مفتی مقصود احمد صاحب سے طحاوی شریف پڑھی، فلاح دارین ترکیسر گجرات کے اساتذہ حدیث:

شیخ الحدیث حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحبؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا ابوبکر صاحب، مولانا اقبال صاحب وغیرہ۔

تخصص فی الحدیث

فراغت کے بعد مظاہر علوم میں دو سال تخصص فی الحدیث کیا، پھر تکمیل مقالہ۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ہی جامعہ مظاہر علوم میں تخصص فی الحدیث کے اہم شعبہ میں آپ کی تقرری ہوئی، حضرت مولانا زین العابدین صاحب کے زیر نگرانی کام کرتے رہے، اور ترقی کرتے ہوئے تخصص کی اہم کتابیں پڑھانے کے ساتھ دورۂ حدیث شریف میں، نسائی اور موطا امام مالک آپ کے زیر درس ہیں۔

بیعت وسلوک

آپ نے حضرت الحاج مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا، اور ترقی کرتے ہوئے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

اسناد سنن ابن ماجہ

مظاہر علوم دارِ جدید میں ابن ماجہ شریف، حضرت مولانا محمد خالد صاحب اعظمی پڑھاتے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ سے پڑھی وہ اسے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دار العلوم دیوبند) سے روایت کرتے ہیں وہ علامہ انور شاہ کشمیری سے وہ حضرت شیخ الہند سے وہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے وہ شاہ عبد الغنی سے وہ شاہ محمد اسحاق دہلوی سے، وہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے وہ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے۔

اخیر کے چھ حضرات کے تذکرے گزر گئے، علامہ انور شاہ کشمیری کا تذکرہ آگے دار العلوم دیوبند کی سند میں آئے گا، یہاں شروع کے تین حضرات کے تذکرے پیش کئے جارہا ہے۔

تذکرہ

حضرت مولانا محمد خالد بن مولانا سعید احمد صاحب مبارکپوری

نام ونسب

محمد خالد بن مولانا سعید احمد بن عبد الحی، ساکن مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ یوپی

ولادت

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ یا ۱۳۹۸ھ میں ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے، خاندان کے ایک بزرگ عالم اور ماہر طبیب حضرت مولانا حکیم الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مسترشدین میں سے تھے، آپ نے ۱۳۱۷ھ میں مبارک پور میں جو جہالت کی وجہ سے قسم قسم کی رسومات اور بدعات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی تھی، جو جامعہ عربیہ احیاء العلوم کے نام سے مشہور رہوا، اور عظیم تعلیمی وملی خدمات انجام دی، اور مشرقی یوپی کی مرکزی درسگاہ کی اسے حیثیت حاصل ہوئی، اور ایک صدی سے زائد سے برابر وہ دینی وعلمی خدمات انجام دے رہا ہے۔

تعلیم

قرآن کریم اور ابتدائی دینیات وغیرہ کی تعلیم مبارکپور میں حاصل کی، اس کے بعد ''دار التعلیم والصنعۃ'' کانپور میں ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی، جہاں آپ کے والد صاحب مدرس تھے، اور پھر جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں شوال ۱۴۱۳ھ تا شعبان ۱۴۱۵ھ کافیہ، شرح جامی اور شرح وقایہ وغیرہ پڑھ کر شوال ۱۴۱۵ھ میں دار العلوم دیوبند آکر جلالین کی جماعت میں داخلہ لیا، اور شعبان ۱۴۱۸ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل ہوئی، اور مزید ایک سال رہ کر شعبہ ادب عربی سے استفادہ کیا۔

دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ کرام

بخاری شریف جلد اول، حضرت مولانا نصیر احمد خانصاحب بلندی شہری رحمہ اللہ سے اور بخاری شریف جلد ثانی حضرت مولانا عبد الحق صاحب اعظمی رحمہ اللہ سے، اور ان دونوں حضرات نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے پڑھی ہے، صحیح مسلم شریف جلد اول حضرت مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری مدظلہ سے، اور جلد ثانی حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ العالی سے پڑھی، اور ان دونوں حضرات نے علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ سے پڑھی ہے۔

جامع الترمذی جلد اول، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ سے اور جلد ثانی حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہ سے پڑھی اور یہ دونوں حضرات اسے علامہ ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

سنن ابی داؤد جلد اول، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہ سے اور وہ اسے حضرت مولانا اعزاز علی صاحب سے روایت کرتے ہیں اور جلد ثانی مولانا قمر الدین گورکھپوری مدظلہ سے، اور انہوں نے حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی

سے، اور یہ دونوں حضرات اسے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، سنن نسائی حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی القاسمیؒ سے پڑھی ہے، اور وہ اسے حضرت مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

شمائل ترمذی حضرت مولانا عبدالخالق مدراسی مدظلہ سے پڑھی، وہ اسے حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، سنن ابن ماجہ کی سند اوپر آ گئی۔

شرح معانی الآثار للطحاوی حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوریؒ سے پڑھی، وہ اسے علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

مؤطا امام مالک حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ سے پڑھی، وہ اسے مولانا بشیر احمد صاحب بلند شہری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

مؤطا امام محمد حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ سے پڑھی، وہ اسے مولانا محمد سالم صاحب دیوبندی رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم وقف سے روایت کرتے ہیں۔

تدریس

پھر بعض گھریلو حالات کی بنا پر تعلیم کا سلسلہ آگے جاری نہ رہ سکا، اور جامعہ رشیدیہ بہور، ضلع اعظم گڑھ میں تدریسی خدمات انجام دینی شروع کر دی، اور یہاں (شوال ۱۴۱۹ھ تا شعبان ۱۴۲۱ھ دو سال بحیثیت مدرس عربی ہدایہ شرح وقایہ اور مقامات حریری وغیرہ کا درس دیا۔

تعلیم کا دوسرا مرحلہ

لیکن اللہ رب العزت کی دست گیری، اور حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ العالی کی دعا اور توجہ سے پھر شوال ۱۴۲۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شعبہ تخصص فی الحدیث میں داخلہ لیا، اور دو سالہ نصاب کی تکمیل کر کے شعبان ۱۴۲۳ھ میں فراغت پائی۔

حضرت مولانا خود تحریر فرماتے ہیں کہ تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ اللہ رب العزت کا اس بندہ ناتواں اور کم مایہ پر بے پایاں احسان رہا کہ اس کے فضل اور والدین و اساتذہ کی دعاؤں کے طفیل تقریباً ہر جماعت میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل ہوتی رہی۔

تدریس کادوسرامرحلہ

شوال ۱۴۲۳ھ میں جامعہ مظاہرعلوم کے شعبہ تخصص فی الحدیث میں مدرس کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیااور شعبہ تخصص فی الحدیث، شعبہ ادب عربی کے اسباق کے ساتھ ۱۴۳۴ھ سے سنن ابن ماجہ شریف بھی زیر درس ہے، اوراس سے قبل مختلف سالوں میں نورالایضاح، اصول الشاشی، تلخیص المفتاح اور ترجمہ کلام پاک (نصف ثانی) وغیرہ کا درس بھی بندہ سے متعلق رہا۔

بیعت وسلوک

بیعت وسلوک کا تعلق حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی نوراللہ مرقدہ (سابق صدر شعبہ تخصص فی الحدیث مظاہرعلوم) سے قائم کیا، اورآپ کی وفات حسرت آیات کے بعدآپ کے خلیفہ حضرت مولانا قاری عبدالستارصاحب اسلام پوری (شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ امدادالعلوم وڈالی گجرات،) کی طرف رجوع کیا۔

تصنیف وتالیف

اصول نقد متون السنة عند الحنفية(مطبوع) (۲) تحقيق وتعليق تراجم الأحبار من رجال شرح معانی الآثار (زیر طبع)(۳)مراجعة وتعليق مجموعة مقالات فی علم الحديث (جلد ۱ تا ۴ مطبوع)

(۴) ماہنامہ مظاہرعلوم کی مجلس ادارت کے رکن کی حیثیت سے مختلف موضوعات پر مضامین، اورحضرت مولانا زین العابدین اعظمی رحمہ اللہ کے بعدانوارحدیث کے عنوان سے مستقل کالم کا سلسلہ ہے۔

تذکرہ

حضرت مولاناریاست علی ظفر بجنوریؒ

نام ونسبت

آپ کانام الشیخ الذکی ریاست علی ہے، تخلص ظفر ہے، آپ کا آبائی وطن موضع حبیب والاضلع بجنوریوپی ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۹/مارچ ۱۹۴۰ء میں علی گڑھ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم کے ساتھ اسکول میں چوتھی کلاس تک عصری تعلیم پائی

۱۹۵۱ء میں اپنے پھوپھا حضرت مولانا سلطان الحق بجنوری (ناظم کتب خانہ دار العلوم دیوبند) کے ہمراہ دار العلوم دیوبند آکر داخلہ لیا، اور ابتدائی عربی سے لیکر دورۂ حدیث تک یہیں تعلیم مکمل فرمائی، اور ۱۹۵۸ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

حضرت مولانا فخر الدین احمد مراد آبادی سے بخاری شریف اور موطا امام مالک پڑھی، حضرت علامہ مولانا ابراہیم بلیاویؒ سے مسلم شریف اور جامع ترمذی، حضرت مولانا فخر الحسن مراد آبادی سے سنن ابوداؤد شریف، حضرت مولانا ظہور احمد صاحب سے طحاوی شریف، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سے ابن ماجہ شریف، حضرت مولانا بشیر احمد خاں بلند شہری سے شمائل ترمذی، حضرت مولانا جلیل احمد کیرانویؒ سے موطا امام محمد اور مشکوۃ شریف پڑھی، اور آپ کے مخصوص اساتذہ میں حضرت مولانا قاری سید اصغر علی دیوبندی، مولانا سید اکمل الحسینی اور حضرت مولانا نعیم صاحب قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد فن کتابت میں مشغول رہے، اور کتابوں کی تجارت بھی کرتے رہے، پھر جمعیت کی مطبوعات وغیرہ پر نظر کرنے کے لئے مقرر ہوئے، اور اپنے استاذ محترم حضرت مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی سے وابستہ ہوکر استفادہ کیا، اور حضرت شیخ فخر الدین احمد صاحب کی بخاری شریف کی درسی تقریر کو مرتب کر کے ایضاح البخاری کے نام سے شائع کرنا شروع کیا۔

تدریسی خدمات

۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں دار العلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے، اور ابتداء سے انتہاء تک اکثر کتابوں کا درس دیا، اور ترقی کرتے ہوئے استاذ حدیث بنائے گئے اور مشکوۃ شریف ترمذی شریف اور ابن ماجہ شریف وغیرہ کا کامیاب درس دیا۔

چند سال تک تدریس کے ساتھ ساتھ ماہنامہ دار العلوم کی ادارت کی ذمہ داری بھی نبھائی، ۱۴۰۵ھ میں مجلس شوری نے آپ کو مجلس تعلیمی کا ناظم مقرر کیا، ۱۴۰۸ھ میں آپ کو شیخ الہند اکیڈمی کا نگراں بھی بنایا گیا۔

فضل وکمال

آپ نہایت ذہین وفطین باشعور عالم دین تھے، آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز استاذ حدیث ہونے کے ساتھ اردو زبان کے بہترین ادیب اور شاعر تھے، شعر وادب میں اعلی ذوق کے حامل تھے، جس کا زندہ ثبوت دارالعلوم دیوبند کا شہرہ آفاق ترانہ ہے جو ایک لازوال شہ پارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

تصانیف

آپ کا اہم کام ایضاح البخاری ہے جس کا ذکر اوپر آیا، اسی طرح شوریٰ کی شرعی حیثیت اور آپ کا مجموعہ کلام نغمہ سحر کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس کے علاوہ مقالات ومضامین کا مجموعہ بھی ہے جو مختلف جلدوں میں ہے۔[1]

وفات:

آپ کی وفات ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰ مئی ۲۰۱۷ء میں ہوئی اور مزار قاسمی میں مدفون ہوئے۔

تذکرہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دیوبندی

نام ونسب

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی مظاہری العناقید الغالیہ میں تحریر فرماتے ہیں، تاج الخطباء الشہیر فی الآفاق مولانا القاری محمد طیب القاسمی بن الحافظ محمد احمد بن حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم النانوتوی رحمہم اللہ تعالی۔

ولادت

آپ کی پیدائش محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء میں بروز اتوار دیوبند میں ہوئی، تاریخی نام مظفر الدین ہے، مگر آپ قاری طیب سے مشہور ہیں۔

تعلیم وتربیت

سات سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، ممتاز بزرگوں کے عظیم الشان اجتماع میں کتب نشینی کی

تقریب عمل میں آئی، دوسال کی قلیل مدت میں قرآن مجید قرأت وتجوید کے ساتھ حفظ فرمالیا، پانچ سال میں کتب فارسی پڑھنے کے ساتھ ریاضی کے درجات کی تکمیل فرمائی، پھر عربی درجات میں داخل ہوئے، اور ذہانت وذکاوت انتہاء درجہ کی تھی، ہر کتاب میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے، ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں سند فضیلت حاصل کی، آپ نے حدیث حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھی۔

آپ کے نامور اساتذہ

آپ کے زمانہ طالب علمی میں بڑے بڑے محدثین، جبال العلم موجود تھے، ان کے سامنے زانوئے تلمذ کا شرف حاصل فرما کر سند حدیث حاصل کی، جن میں سے چند یہ ہیں:

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (صاحب فتح الملہم) حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ وغیرہم۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند میں درس وتدریس کا آغاز فرمایا، مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں، تدریسی زمانہ ۱۳۳۷ھ سے لیکر ۱۳۴۳ھ تک مسلسل جاری رہا، ذہانت وذکاوت اور علم وفضل میں کمال پیدا ہوگیا، علمی شرافت وفضیلت اور آبائی نسبت ووجاہت کے باعث بہت جلد طلباء کے مابین مقبولیت حاصل کرلی، اور ترقی کرتے ہوئے، استاذ حدیث منتخب ہوگئے، اور مختلف حدیثوں کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، حتی کہ بخاری شریف کے درس کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

درس وتدریس کے ساتھ انتظامی امور میں بھی حصہ لیا، ۱۳۴۱ھ میں آپ کو نائب مہتمم بنایا گیا، پھر دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے انتقال کے بعد ۱۳۴۸ھ، ۱۹۲۹ء میں اہتمام کے منصب پر فائز کئے گئے، اور نصف صدی سے زیادہ اس منصب عظمی پر قائم رہ کر ۱۴۰۱ھ میں اہتمام سے الگ ہوگئے

آپ کے زیر اہتمام دار العلوم میں بہت زیادہ ترقی ہوئی، تعمیری، تعلیمی تربیتی، دعوتی، تبلیغی وغیرہ مختلف شعبوں میں جو نمایاں فرق آیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، دار العلوم دیوبند کو آپ کی وجہ سے عالمی پیمانہ پر شہرت ملی، دار العلوم کا

ل حوالہ ماخوذ ومستفاد: الکلام المفید ۵۳۶، دار العلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ ۶۹۴

پیغام آپ نے ملک و بیرون ملک میں عام کیا۔

بیعت وسلوک

آپ اولاً حضرت شیخ الہند سے بیعت ہوئے، ان کے بعد حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی طرف رجوع فرمایا اور علمی استفادہ کے ساتھ روحانی اعتبار سے بھی اکتساب فیض فرمایا، پھر ان کی وفات کے بعد ۱۳۵۰ھ میں حضرت تھانوی کی طرف رجوع فرمایا اور ریاضت ومجاہدے کے بعد اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے۔

فضل وکمال

آپ علم کے پہاڑ، فن خطابت کے شہسوار تھے، آپ دو دو، تین تین گھنٹے تک مسلسل اسرار شریعت وحکم بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے، عرب وعجم کے مختلف ممالک میں آپ کی حکیمانہ خطابت کی گونج تھی، آپ کی رواں دواں دل کش تقاریر میں علم کے گہرے سمندر سے گزرتی ہوئی فصاحت وبلاغت کا ٹھاٹے مارتا ہوا تموج ابھرنے لگتا تو مجمع عام پر سکوت وسکینت کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی، آپ کی تقاریر کا مجموعہ خطبات حکیم الاسلام کے نام سے پورے عالم میں آج بھی اپنا جلوہ دکھار ہا ہے۔

آپ دار العلوم کے اہتمام کے منصب سے پورے ملک کے مسلمانوں کی مسیحائی فرمارہے تھے، ۱۹۷۲ء میں حکومت ہند یکساں سیول کوڈ نافذ کر کے شرعی قوانین میں تبدیلیاں کرنے لگی، اور اسلام کے شریعت بیضہ میں چھیڑ خانی کرنے لگی تو امیر شریعت بہار، اڑیسہ حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ اور دیگر ملک کے مقتدر علماء کو لیکر بمبئی میں عمومی کنونشن بلایا اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ قائم فرمایا، اور اس کے صدر اول آپ ہی کو منتخب کیا گیا اور جنرل سکریٹری حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ کو مقرر کیا گیا۔

یقیناً آپ کی ہمہ جہتی شخصیت کے بے شمار پہلو ہیں، شرافت وانسانیت، سراپا انکسار، پاک طینت، پاکباز، ہونے کے ساتھ مسلمانوں کے آپ عظیم قائد تھے۔

تصانیف

آپ دار العلوم کے اہتمام وانتظام میں مصروف اور ملک وملت کی ہمہ جہتی فکروں کے ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی قائم کئے ہوئے تھے، آپ کے زور قلم سے درجنوں کتابیں منشاء شہود پر آئی ہیں، جن میں چند یہ ہیں:

التشبہ فی الاسلام، مشاہیر امت، کلمات طیبات، مقامات مقدسہ، اطیب الثمر فی مسئلۃ القضاء والقدر، سائنس اور اسلام، اسلام اور مسیحی اقوام، اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام، الاجتہاد والتقلید، علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج وغیرہ۔

وفات:

۶؍شوال المکرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار اٹھاسی سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا، وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم کے احاطہ میں ادا کی گئی اور مزار قاسمی میں اپنے جد امجد حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے، آل انڈیا ریڈیو کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

۷؍صفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۳؍نومبر ۱۹۸۳ء کی مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند میں تعزیت کی تجویز پاس کرکے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

اقتباس خراج عقیدت

مرحوم ومغفور کو اللہ نے لاتعداد محاسن ومناقب اور فضائل ومکارم سے نوازا تھا، علوم ظاہری میں وہ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مایہ ناز تلمیذ رشید تھے، اور علوم باطنی میں ان کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے عظیم المرتبت شیخ کی خلافت حاصل تھی، انہوں نے اپنے سرچشمہ فیض سے درس وتدریس موعظت ودعوت اور رشد وصحبت کے مختلف ذرائع سے اپنی طویل عمر میں نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کو سیراب کیا۔[۱]

اسناد طحاوی شریف

مظاہر علوم دار جدید میں حضرت مفتی یحییٰ صاحب سہارنپوریؒ کی وفات کے بعد طحاوی شریف کا درس حضرت مولانا مفتی مقصود احمد صاحب انبہٹوی دامت برکاتہم کے زیر درس ہے (ان کا تذکرہ اسناد ترمذی ثانی میں گزر چکا ہے) حضرت مفتی صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں شرح معانی الآثار شیخ الادب حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ سے پڑھی ہے، انہوں نے حضرت مولانا سید مبارک علی (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے انہوں نے حضرت شیخ الہند سے انہوں نے حضرت نانوتوی سے انہوں نے شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے انہوں نے شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے انہوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وہ اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے (اخیر کے ساتوں حضرات کے تذکرے باب دوم بندہ کی سند بخاری میں آچکے ہیں)

---

۱ حوالہ ماخوذ ومستفاد، تجویز تعزیت اجلاس مجلس شوریٰ، الکلام المفید ۵۳۷، ۵۳۸، العناقید الغالیہ ۸۰، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲۳۵ تا ۲۳۹ جلد ۲، تذکرہ طیب ۳۷

تذکرہ

حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ

نام ونسب

آپ کا نام وحید الزماں نسبت کیرانوی ہے، آپ کا گھرانہ علمی تھا، باپ دادا، پردادا سب عالم دین تھے، آپ کی دادی نواب قطب الدین مصنف مظاہر حق کی نواسی تھیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۷ر فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۲۷ شوال المکرم ۱۳۴۹ھ میں قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر یوپی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ جامع مسجد کیرانہ میں ہوئی، ۱۹۴۶ء میں تعلیم کی غرض سے حیدر آباد گئے، ایک سال قیام رہا، مگر تقسیم ہند کی بناء پر تعلیم کا کوئی نظام نہیں بن سکا، ۱۹۴۸ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور تقریباً پانچ سال یہیں تعلیم مکمل فرما کر ۱۹۵۲ء میں سند فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے پرائیویٹ سکریٹری رہے۔

۱۹۶۳ء میں دار العلوم دیوبند میں بہ حیثیت استاذ عربی تقرر ہوا، ایک سال کے بعد استقلال کے ساتھ درجہ وسطی (ب) میں مدرس بنائے گئے، پھر چند سال کے بعد وسطی (الف) میں ترقی دی گئی، پھر ۱۹۷۵ء میں درجہ علیا میں ترقی دی گئی، ۱۹۷۶ء سے ۱۹۷۷ء عربی ادب کی کتابوں کے ساتھ دو حدیث کی کتابیں طحاوی شریف، نسائی شریف کا درس بھی آپ سے متعلق ہوا۔

دار العلوم میں دوران درس النادی الادبی کے نام سے طلباء کی ایک عربی انجمن قائم کی، اس کے ذریعہ ہر سال تین سو طلباء کو عربی زبان کی تقریری وتحریری مشق کے ساتھ انتظامی امور کی تربیت بھی دی، اور ۱۹۸۳ء میں ناظم مجلس تعلیمی اور ۱۹۸۵ء معاون مہتمم کے عہدے پر فائز ہوئے۔

تصنیفی وعلمی خدمات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف النوع خاص کر عربی ادب کی بے مثال صلاحیتوں سے نوازا تھا، دار العلوم دیو بند میں عربی ادب کا احیاء اور جدید عربی زبان کی بزم آرائیاں آپ ہی کی جد و جہد کی رہن منت ہیں، دار العلوم کے واسطہ سے عربی ادب کا جو بھی فیض اب تک زمانہ میں پہنچا ہے، وہ آپ اور آپ کے لائق و فائق شاگردوں کی انتھک محنت ہی کا ثمرہ ہے، اس سلسلہ کی مختلف کتابیں آپ کے زور قلم سے صادر ہوئی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) القاموس الجدید، اس میں اردو سے عربی اور عربی سے اردو لغات کو جمع فرمایا ہے، جو برصغیر میں ایک منفرد کارنامہ ہے، اس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے، اس وقت اس سلسلہ کی پانچ کتابیں مطبوعہ ہیں۔

(۲) اسی طرح تمرین عربی کے لئے، القرأۃ الواضحۃ تین اجزاء (۳) نفحۃ الادب (۴) القاموس المحیط، جو اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں آپ کے نجی ادارہ دار المؤلفین سے شائع ہو چکا ہے، جواہر المعارف، جو حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کی معارف القرآن کی علمی و تاریخی مضامین کی تلخیص ہے۔

اس کے علاوہ دعوۃ الحق، اور جمعیۃ العلماء کا عربی ترجمان الکفاح میں مختلف مضامین پر آپ کی تحریریں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

وفات

آپ کا انتقال ۱۵/اپریل ۱۹۹۵ء مطابق ۱۵/ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ دہلی میں ہوا اور ۱۶/اپریل کو صبح ۱۱/ بجے دار العلوم کے احاطہ مولسری میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار قاسمی میں مدفون ہوئے۔ [1]

اسناد مشکوۃ شریف

اس وقت مظاہر علوم دار جدید میں مشکوۃ شریف دو حضرات کے زیر درس ہے، جلد اول حضرت مولانا عبد العظیم صاحب بلیاوی پڑھاتے ہیں، مولانا نے جلد اول حضرت مولانا الیاس صاحب بارہ بنکی سے پڑھی ہے، آگے سند مولانا عبد العظیم صاحب کو خود معلوم نہیں ہے وہ صرف یہ فرماتے ہیں کہ مولانا الیاس صاحب نے حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانیؒ کے بھانجے سے پڑھی جو اس وقت دار العلوم میں پڑھاتے تھے اور بس۔

[1] حوالہ ماخوذ و مستفاد، کوہ کن کی بات، پس مرگ زندہ، ذکر رفتگاں، ترجمان دار العلوم جدید، مولانا وحید الزماں کیرانوی نمبر۔

تذکرہ

حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب بلیاوی

نام ونسب

آپ کا نام عبدالعظیم آپ کے والد دعوت وتبلیغ کے مشہور عالم دین، مرکز نظام الدین کی قابل قدر شخصیت حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ ہیں۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۸ر فروری ۱۹۷۵ء میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے الف یعنی ابتداء سے دورۂ حدیث شریف تک تعلیم مرکز نظام الدین ہی میں پائی ہے، ۱۹۹۵ء میں فراغت حاصل کی، پھر ۱۹۹۶ء میں مظاہر علوم میں دوبارہ دورۂ حدیث کیا۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

مظاہر علوم میں بخاری مسلم اور مؤطا محمد حضرت شیخ جونپوریؒ سے، ابوداؤد، ترمذی، طحاوی حضرت شیخ مولانا عاقل صاحب سہارنپوری سے، نسائی ابن ماجہ، موطا امام مالک حضرت مولانا سلمان صاحب سہارنپوریؒ سے طحاوی حضرت مولانا مفتی مقصود صاحب انبہٹوی سے پڑھی ہے۔

مرکز نظام الدین کے اساتذہ حدیث

بخاری جلد اول مولانا زبیر الحسن صاحبؒ سے، بخاری جلد ثانی، ابوداؤد مکمل اور موطا امام محمد حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب سے، مسلم مکمل، نسائی، ابن ماجہ اور موطا امام مالک حضرت مولانا الیاس صاحب بارہ بنکی سے، ترمذی اور طحاوی حضرت مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری سے پڑھی، پھر مظاہر علوم سے فراغت کے بعد یہاں دوسال تخصص فی الحدیث کیا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد شعبہ تخصص فی الحدیث میں آپ کی تقرری ہوئی، اور مختلف کتابیں پڑھائی، چند سالوں کے بعد

آپ کومشکوۃ شریف جلد اول سپرد کی گئی جوتا ہنوز آپ کے زیر درس ہے۔

بیعت وسلوک

سب سے پہلے آپ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ امیر مرکز نظام الدین سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے پھران کی وفات کے بعداس وقت حضرت مولانا سعد صاحب مرکز نظام الدین سے اصلاحی تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ آپ مشکوۃ شریف بڑی تحقیق وتدقیق اور ترتیب سے پڑھاتے ہیں، اللہ تعالی آپ کی عمروعلم اور عمل میں برکت نصیب فرمائے۔آمین

اسناد مشکوۃ جلد ثانی

مظاہر علوم دارِ جدید میں مشکوۃ جلد ثانی حضرت مولانا ساجد حسن صاحب سہارنپوری پڑھاتے ہیں، آپ نے حضرت مولانا سلمان صاحب سہارنپوریؒ سے پڑھی ہے، بندہ کی بھی یہی سند ہے، جس کی تفصیل باب دوم میں بندہ کی اسناد مشکوۃ میں آچکی)

تذکرہ

حضرت مولانا محمد ساجد حسن صاحب سہارنپوری

نام ونسب

آپ کانام ساجد والد کانام امیر احمد، سہارنپور سے ۲۲ رکلومیٹر دوری پر دبکورہ آپ کا گاؤں ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنی بستی میں مکتب فیض غفار میں پارہ عم تک حافظ نیاز احمد صاحب سے پڑھا، اور وہیں دس سال کی عمر میں حافظ پھول محمد صاحب کے پاس حفظ کی تکمیل کی، شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں مدرسہ بدر العلوم گڑھی دولت ضلع مظفر نگر میں داخلہ لیکر، فارسی اور عربی کی مختلف کتابیں تین سال میں پڑھیں، پھر ۱۳۹۸ھ میں مدرسہ مدینۃ العلوم پٹیالہ چنداپور روڑ کی کے استاذ حضرت مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی کی فن نحو میں مہارت سن کر داخل ہوئے، اور

شرح جامی وغیرہ کتابیں اچھے انداز سے پڑھیں، پھر ۱۳۹۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، اور ۱۳۹۹ھ سے ۱۴۰۱ھ تک یہاں کے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، چنانچہ جلالین حضرت مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری سے، ہدایہ اول حضرت مولانا محمد اللہ صاحبؒ سے، ہدایہ جلد ثانی حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ سے ۱۴۰۱ھ میں بیضاوی شریف ومشکوۃ حضرت مولانا سلمان صاحب سہارنپوریؒ سے ہدایہ ثالث حضرت مولانا عاقل صاحب سے پڑھیں۔

۱۴۰۲ھ میں دورۂ حدیث میں داخل ہو کر بخاری، مسلم اور موطا امام محمد حضرت شیخ جونپوریؒ سے، ابوداؤد، حضرت مولانا عاقل صاحب سے، ترمذی، حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحب سے، نسائی ابن ماجہ، موطا امام مالک حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب سے اور طحاوی حضرت مفتی یحیٰ صاحب سہارنپوری سے پڑھیں، اور سالانہ امتحان میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

تدریسی خدمات

مظاہر علوم سے فراغت کے بعد ۱۴۰۲ھ میں مدرسہ مدینۃ العلوم پنیالہ میں، شرح تہذیب اور شرح جامی سے تدریس کا آغاز فرمایا، بعدہ ۱۴۰۳ھ میں حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوری کے حکم پر سید الطائف حضرت میاں جی نور محمد صاحب کے نام سے منسوب مدرسہ نوریہ میں ذمہ دار کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اور سال چہارم تک متعدد کتابیں پڑھائیں، پانچ سال تدریسی خدمت کے بعد ۱۴۰۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر دوبارہ دورۂ حدیث کیا، اور بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ سے جلد ثانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ سے، ترمذی شریف جلد اول حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ سے، جلد ثانی حضرت مولانا محمد ارشد مدنی سے، مسلم جلد اول حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی سے، شمائل ترمذی حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی سے پڑھی، اور ۱۴۰۸ھ میں سالانہ امتحان میں درجہ اول سے کامیاب ہوئے۔

پھر ۱۴۰۹ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں استاذ کی حیثیت سے تقرری ہوئی، مختلف کتابیں پڑھاتے ہوئے ۱۴۱۶ھ میں جلالین شریف کا سبق آپ سے متعلق ہوا، جو تا ہنوز آپ کے زیر درس ہے، چند سال کے بعد استاذ حدیث بنا کر مشکوۃ شریف جلد ثانی آپ سے متعلق ہوئی جو تا ہنوز آپ کے زیر درس ہے۔

تصانیف

اللہ تعالیٰ نے آپ کو درس و تدریس کے ساتھ تقریر و تحریر کا بھی اچھا ذوق عطا فرمایا ہے، چند کتابیں آپ کے قلم سے

شائع ہوچکی ہیں، چند یہ ہیں (۱) ہندو مذہب ایک مطالعہ (۲) مبارک دن مبارک راتیں (۳) تذکرۃ الخاصیات۔

اس کے ساتھ ماہنامہ مظاہر علوم کے آپ رکن بھی ہیں، ماہنامہ میں خصوصی کالم درس قرآن کے تحت سینکڑوں صفحات پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تفسیر آپ کے قلم سے صادر ہوئی ہیں۔ [1]

بیعت وسلوک

آپ حضرت شیخ جونپوری سے اپنا اصلاحی تعلق قائم فرما کر اوراد و وظائف میں مشغول ہیں۔

باب پنجم

دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ حدیث کی سندیں

دوسرے باب میں احقر الوریٰ (محمد کوثر علی سبحانی) کی اسانید کے تحت دارالعلوم دیوبند کے اکثر مشائخ خاص کر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور ان سے اوپر کے تمام حضرات محدثین کی سندیں اور ان کی تذکرے آچکے ہیں، اس باب میں ماضی قریب اور موجودہ اساتذہ حدیث کی سندیں اور ان کے تذکرے سپرد قرطاس ہیں۔

اسانید صحیح بخاری

حضرت مولانا شیخ نصیر احمد خاں صاحب بلند شہریؒ اور حضرت شیخ مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ کی اسانید۔ بخاری شریف دارالعلوم دیوبند میں چند سال قبل بخاری شریف مکمل پھر ایک سال بعد صرف جلد اول کا سبق حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلند شہریؒ سے متعلق رہا، آپ نے دو اساتذہ سے بخاری شریف پڑھی، اول حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ سے (اس سال حضرت مدنیؒ نینی جیل میں قید تھے) دوم، دوبارہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے (ان کا تذکرہ باب دوم میں بخاری کی سند میں گزر چکا ہے)۔

اور بخاری جلد دوم حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ پڑھا رہے تھے، انہوں نے بخاری شریف مکمل حضرت مدنیؒ سے، حضرت مدنیؒ کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے سند حاصل ہے (حضرت شیخ الہند کی سند اور رجال کے تذکرے باب دوم میں بندہ کی بخاری کی سند کے تحت گزر چکے ہیں) اب یہاں تین حضرات یعنی حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلند شہریؒ، حضرت شیخ عبدالحق اعظمیؒ اور حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ کے تذکرے باقی ہیں جو پیش ہیں۔

[1] ماخوذ و مستفاد: علماء مظاہر علوم ۲۱۱ تا ۳۱۴ جلد ۳

تذکرہ

حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلند شہریؒ

نام ونسب

الشیخ نصیر احمد بن عبدالشکور خاں البرنی الدیوبندی، بلند شہری۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۱۶ء میں، ضلع بلند شہر کی ایک چھوٹی سی بستی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم اپنے برادر اکبر حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحب سے پاکر مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر یوپی میں داخل ہوئے حفظ قرآن سے لیکر مشکوۃ شریف تک یہیں تعلیم پائی۔

آپ جب ۴ یا ۵ سال کے تھے کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اسلئے آپ کی تعلیم کی پوری سرپرستی آپ کے برادر اکبر نے ہی کی، اکثر کتابیں آپ نے اپنے بڑے بھائی سے ہی پڑھیں، جب آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحب کی دارالعلوم دیوبند میں تقرری ہوگئی، تو آپ بھی بھائی صاحب کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند آگئے، اور ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیکر دورۂ حدیث کیا، چونکہ ان دنوں جنگ آزادی کی جدوجہد کی پاداش میں حضرت مدنیؒ نینی جیل میں قید تھے، اس لئے اس سال بخاری شریف اور ترمذی شریف آپ نے حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ سے پڑھیں۔

مگر حضرت مدنی سے علمی اکتساب اور سند حدیث کا لگن آپ کے دل میں موجیں مار رہا تھا، اس لئے حضرت مدنی کی رہائی کے بعد پھر دوبارہ ۱۳۶۳ھ میں حضرت مدنی سے بخاری شریف اور ترمذی شریف کی سماعت کی، ساتھ ہی ساتھ دیگر فنون کی کتابیں مثلاً ہدایہ آخرین، قرأت قرآن، جزری، مسلم الثبوت، بیضاوی، سراجی، فوائد مکیہ پڑھنے کے ساتھ مسلم اور ابوداؤد شریف بھی دوبارہ پڑھیں۔

پھر ۱۳۶۴ اور ۱۳۶۵ میں فنون میں داخلہ لیکر مختلف کتابیں خاص کر فن تجوید کی کتابیں پڑھ کر قرأت کی مشق فرمائی

اور قرأت سبعہ وعشرہ سے بھی فراغت پائی، اور امتحان دیگر اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

آپ کے مشہور اساتذہ

آپ نے بہت سارے کبارِ علماء سے اکتساب فیض فرمایا، جن میں سے چند نامور علماء یہ ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہی، مولانا بشیر احمد خاں بلند شہری، حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب امروہی، حضرت مولانا عبد الخالق ملتان، حضرت مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ خٹک حضرت مولانا قاضی شمس الدین گوجرنوالہ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھی، صدر شعبہ قرأت، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری طیب صاحب (مہتمم دار العلوم دیوبند)

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۳۶۵ھ کے اواخر کے ماہ ذی الحجہ میں اعزازی ابتدائی مدرس کی حیثیت سے آپ کا دار العلوم دیوبند میں تقرر ہوا، دو سال اسی طرح درس دیتے رہے، پھر ۲۸ رصفر المظفر ۱۳۶۷ھ میں باقاعدہ آپ کا تقرر عمل میں آیا، پھر حسن کارکردگی کی وجہ سے ۲۱ ر ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ میں استقلال بھی ہوگیا، آپ نے بالکل ابتدائی کتابوں سے درس کا آغاز فرمایا تھا، میزان سے لیکر بخاری شریف تک تمام کتابوں کو آپ نے پڑھایا، نہایت ہی محنت ولگن اور پابندیٔ اوقات کے ساتھ آپ نے پڑھایا، جس کی وجہ سے ترقی ہوتی چلی گئی، اور ۱۳۹۱ھ میں آپ کو استاذ حدیث بنا کر مسلم شریف جلد ثانی طحاوی شریف اور موطا امام مالک سپرد تدریس ہوئیں۔

منصب شیخ الحدیث پر

چھ سال تک دورۂ حدیث کے تمام طلباء کو کلی طور سے جب مطمئن فرمادیا تو ۱۳۹۷ھ میں دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندیؒ کی وفات کے بعد آپ کو اس منصب جلیلہ پر فائز کردیا گیا، پہلے سال بخاری شریف مکمل پڑھائی، اس کے بعد صرف جلد اول کا سبق تادم حیات آپ سے متعلق رہا، ۱۳۹۱ھ سے ۱۴۲۱ھ تک مکمل چالیس ۴۰ سال مسند حدیث پر رونق افروز رہے۔

انتظامی ذمہ داریاں

درس وتدریس کے ساتھ انتظامی امور میں بھی حصہ لیکر بخوبی انجام دیتے رہے، چنانچہ پہلے آپ ناظم دار الاقامہ

رہے، پھر ۱۶؍صفر المظفر ۱۳۹۱ھ میں نائب مہتمم بنایا گیا، اور حضرت مولانا معراج الحق صاحب دیوبندیؒ کی وفات کے بعد ۱۴۱۲ھ میں بالاتفاق اراکین شوریٰ صدر المدرسین آپ کو منتخب کرلیا گیا، ۱۴۲۹ھ میں جب مختلف امراض نے گھیر لیا، تو تدریس اور صدارت سے معذرت فرمادی، آپ ابتداء سے انتہاء تک کل ۶۵؍سال تک طالبان علوم نبوت کو سیراب کرتے رہے۔

اجازت سند

آپ کو شیخ وقت قاری عبدالرحمٰن امروہی سے حدیث کی سند اجازۃً حاصل ہے، اور ان کو دو حضرات سے (۱) حضرت نانوتوی سے (۲) مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے دونوں کی سندیں دوسرے باب میں آگئی ہیں

بیعت وسلوک

آپ اولاً حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے بیعت ہوئے تھے بعد میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ سے رجوع فرمایا، اور انہیں سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی۔

وفات

آپ کی وفات ۱۹؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعرات مطابق ۲۰۱۰ء کی شب میں صاحبزادے محترم سے سورہ یاسین کی تلاوت سن کر قبلہ رو ہوکر مولیٰ حقیقی سے جاملے، کل عمر ۹۶ سال پائی، حضرت قاری عثمان صاحب منصور پوریؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور مزار قاسمی میں مدفون ہوئے۔ [۱]

تذکرہ
حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب اعظمیؒ

نام ونسب

شیخ عبدالحق بن محمد عمر الاعظمی رحمہ اللہ تعالی۔

ولادت

آپ کی پیدائش پیر کے دن ۶؍رجب المرجب ۱۳۴۵ھ میں ہوئی

تعلیم وتربیت

آپ کے والد کا سایہ آپ کے سر سے اس وقت اٹھ گیا تھا، جبکہ آپ چھ ۶؍سال کے تھے، تو آپ کی تعلیم وتربیت

[۱] حوالہ ماخوذ ومستفاد ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد مارچ ۲۰۱۰ء، الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۵۰۸، ۵۰۹

کی ساری کفالت مولانا شیخ ابوالحسن محمد مسلم نے اٹھائی، جنہوں نے حدیث حاصل کی تھی حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد مولانا شیخ ماجد سے، انہوں نے رامپور ضلع وغیرہ میں تقریباً پندرہ سال حدیث کا درس بھی دیا تھا، خیر حضرت شیخ اعظمی نے اس کے بعد مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ میں داخلہ لیکر ابتدائی کتابوں سے لیکر شرح الوقایہ تک تعلیم پائی، پھر دارالعلوم مؤناتھ بھنجن میں داخلہ لیا، اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھتے ہوئے مشکوۃ شریف تک یہاں تعلیم حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، اور دورۂ حدیث میں داخلہ لیا، اور ۱۹۴۹ء میں فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

آپ نے مندرجہ ذیل حضرات سے کتب حدیث پڑھیں، بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف جلد اول حضرت شیخ الاسلام مدنی سے، اور ترمذی جلد ثانی مع شمائل، سنن ابوداؤد شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی امروہی سے، صحیح مسلم حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے، طحاوی شریف، نسائی شریف، اور مؤطا امام مالک شیخ فخر الحسن مرادآبادی سے، سنن ابن ماجہ حضرت مولانا ظہور احمد دیوبندی سے اور موطا امام محمد حضرت مولانا جلیل احمد سے۔

اجازۂ سند

آپ کو محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی سے تمام صحاح ستہ اور اوائل سعید بن سنبل کی اجازت حاصل ہے، اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کو سند حاصل ہے شیخ عبدالغفار سے ان کو حضرت گنگوہی سے (حضرت گنگوہی کی سند باب دوم میں میری سند بخاری میں گزر چکی)

نیز آپ کو حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ اور حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بھی سند حاصل ہے، اور ان دونوں حضرات سے مسلسلات کی سند بھی حاصل ہے۔

خصائل وکمالات

آپ ذکی الفہم، فطین الذہن، بیدار مغز، عالم کبیر، محدث وقت، زاہد الدنیا، متقی انسان تھے، آپ کو درس وتدریس میں ملکہ حاصل تھا، ہر ہر حدیث پر قیمتی فوائد اور توضیحات پر مشتمل جامع تقریر فرمایا کرتے تھے۔ [1]

[1] حوالہ ماخوذ ومستفاد، الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۵۰۹، ۵۱۰

وفات

۳۰ دسمبر ۲۰۱۶ء کی شب میں دل کے دورہ میں اس دارِفانی کو الوداع کہا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اللہ کروٹ کروٹ راحت نصیب فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

تذکرہ

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی دیوبندی

نام ونسب

شیخ الادب والفقہ العلامۃ محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ فقیہ، ادیب محدث، مفسر، ناشر وناظم۔

آپ کا وطن مالوف امروہہ ہے جو مرادآباد کے مضافات میں ایک مشہور شہر ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں شہر بدایوں یوپی میں غروب شمس کے وقت ہوئی، اور آپ کے نانا نے اعزاز علی نام رکھا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم شاہ جہاں پور میں حاصل کی، جہاں والد محترم ملازمت کرتے تھے، ثلث قرآن قاری قطب الدین صاحب سے اور حفظ قرآن، حافظ وقاری شریف الدین صاحب سے مکمل کیا، اردو اور فارسی کی کتابیں اپنے والد صاحب سے ہی پڑھیں، اور عربی کی ابتدائی کتابوں سے لیکر شرح جامی تک مدرسہ گلشن فیض تاہر میں مولانا مقصود علی خاں سے پڑھیں، پھر مدرسہ عین العلوم شاہ جہاں پور میں داخل ہوکر اکثر درس نظامی کی کتابیں پڑھی، شرح ملا جامی، کنز، قاری بشیر احمد صاحب سے اور بعض کتب فارسیہ اور شرح الوقایہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند سے پڑھیں۔

پھر مفتی کفایۃ اللہ صاحب شاہجہاں پوریؒ اور قاری بشیر احمد صاحب کے مشورہ سے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور داخلہ لیکر ہدایہ اول حافظ احمد بن قاسم نانوتویؒ سے پڑھی، اور میر قطبی امام المنطق علامہ مولانا سہول بھاگلپوری سے اور دیگر کتابیں اسوقت کے دیگر مشائخ سے پڑھیں، پھر ایک سال کے بعد اپنی بہن سے ملاقات کرنے میرٹھ گئے، تو شیخ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے مشورہ دیا کہ ایک دو سال میرٹھ میں تعلیم حاصل کرلیں، تو وہاں آپ نے تقریباً دو سال

تعلیم پائی، وہاں کچھ فن اصول وعروض کی کتابیں علامہ عاشق الٰہی میرٹھی سے اور عقائد اور معقولات وفلسفہ کی کتابیں مولانا عبدالمؤمن دیوبندی (جو وہاں صدر المدرسین تھے) سے پڑھیں، اور بخاری شریف کے علاوہ صحاح ستہ بھی پڑھیں، پھر علامہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے دارالعلوم دیوبند جانے کا مشورہ دیا، تو آپ نے دوبارہ دارالعلوم مین داخل ہوکر کتب حدیث یہاں کے مشائخ سے پڑھیں۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ دیوبند میں

بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، ابوداؤد شریف مکمل، ہدایہ آخرین، بیضاوی وغیرہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے پڑھیں، اور جامع المعقول علامہ رسول خاں ہزاروی سے کتب معقولات پڑھیں، اور ادب کی کتابیں ادیب مولانا معزالدین سے پڑھیں۔

پھر دارالعلوم دیوبند میں مشق افتاء کیا، اور تمرین، مسئلہ ودیگر کتب افتاء حضرت مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کی تربیت میں رہ کر مکمل فرمائی، اور ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند نے آپ کو مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگلپور بھیج دیا، جہاں آپ نے سات سال تک کامیاب درس دیا، پھر شاہجہاں پور تشریف لاکر اپنے والد کے حکم سے ایک مسجد میں افضل المدارس کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا، یہاں آپ نے تین سال تک درس وتدریس کے ساتھ دیگر دینی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔

پھر ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا، اور یہاں چوالیس سال تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، اور ہر فن کی کتابیں اول تا اخیر پڑھائیں، اور ہزاروں طلباء نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے نامور تلامذہ

آپ سے اکتساب فیض کرنے والے پانچ ہزار سے زائد طلباء ہیں جن میں سے چند منتخب حضرات یہ ہیں۔

مجاہد ملت مؤرخ زماں، علامہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی، حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانی دیوبندی، علامہ عتیق الرحمٰن عثمانی، ادیب ومحدث سید محمد میاں کاکوری، مفتی اعظم مفتی محمود الحسن گنگوہی، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی، ڈاکٹر علامہ سعید احمد اکبرآبادی، قاضی زین العابدین میرٹھی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دیوبندی، شیخ

الحدیث حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی، حضرت مولانا معراج الحق دیوبندی، شیخ عبد الاحد دیوبندی، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر احمد خاں دیوبندی وغیرہ

تصانیف

آپ نے بہت سے قیمتی اور اہم موضوعات پر درجنوں کتابیں وحواشی لکھے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں، حاشیہ نور الایضاح (عربی) حاشیہ دیوان حماسہ، حاشیہ دیوان المتنبی حاشیہ شروح النقایہ، حاشیہ مفید الطالبین، حاشیہ مقامات حریری، حاشیہ قدوری وغیرہ اور عربی ادب میں مشہور کتاب نفحۃ العرب جو عربی مدارس میں داخل نصاب ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۳؍رجب المرجب ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء منگل کی صبح میں دیوبند میں ہوئی اور مزار قاسمی میں مدفون ہوئے۔ [۱]

تذکرہ

حضرت شیخ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ اور حضرت شیخ مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری مدظلہ

حجرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ اور مولانا شیخ عبدالحق اعظمی کے بعد دارالعلوم دیوبند میں دو حضرات بخاری شریف کا درس دیتے ہیں، جلد اول: حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ پڑھاتے تھے، انہوں نے شیخ فخر الدین مرادآبادیؒ سے پڑھی ہے اور جلد ثانی حضرت اقدس مولانا قمر الدین صاحب گورکھپوری مدظلہ پڑھا رہے ہیں، انہوں نے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی ہے اور کچھ حصہ علامہ فخر الدین مرادآبادیؒ سے، پھر شیخ مرادآبادی اور شیخ مدنی دونوں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے روایت کرتے ہیں (حضرت مدنی وشیخ الہند کی سندیں اور رجال اسناد کے تذکرے باب دوم میں حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی سندوں کے تحت تفصیلی طور سے آچکے ہیں) اب صرف حضرت گورکھپوری کا تذکرہ باقی ہے وہ پیش ہے۔

---

[۱] حوالہ ماخوذ ومستفاد: نقش دوام ۹۳، تاریخ دارالعلوم ۹۳، ج ۲، الکلام المفید ۵۱۹، تا ۵۲۲

تذکرہ

حضرت العلام شیخ قمر الدین صاحب گورکھپوری مدظلہ

نام ونسب

آپ کا نام قمر الدین بن حاجی بشیر الدین مرحوم گورکھپوری ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۲رفروری ۱۹۳۸ء میں گورکھپور کے قصبہ بڑہل گنج میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ کے والد محترم دینی مزاج کے انسان تھے، اس لئے اپنے فرزند کو دینی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل فرمایا، آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا صفی اللہ صاحبؒ سے پائی، بعدہ مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور میں داخلہ لیکر ایک سال پڑھا، پھر شرقی یوپی کی مشہور درسگاہ دار العلوم مئو میں داخلہ لیا اور ایک حدتک درس نظامی کے مراحل طے فرمائے، اس کے بعد باقی ماندہ نصاب تعلیم کی تکمیل کے لئے دیوبند تشریف لائے ۱۳۷۴ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور تقریباً چار سال یہاں رہ کر یہاں کے ماہرین فن اور مشاہیر علماء عظام سے اکتساب فیض فرمایا، اور ۱۳۷۷ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے خاص اساتذہ

آپ نے بخاری شریف حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب سے پڑھی پھر حضرت مدنی کی وفات کے بعد بخاری شریف کا مابقیہ حصہ حضرت شیخ فخر الدین مرادآبادی سے پڑھا، اور مسلم شریف حضرت علامہ مولانا ابراہیم بلیاوی صاحبؒ سے پڑھی اور باقی کتب حدیث اس وقت کے مشائخ دار العلوم سے پڑھیں۔

تدریسی خدمات

آپ دوران تعلیم حضرت علامہ بلیاویؒ کے خادم خاص تھے، لہٰذا فراغت کے بعد حضرت ہی کے حکم سے مدرسہ عبد الرب دہلی میں تدریس کا آغاز فرمایا، وہاں کم وبیش آٹھ سال تدریسی خدمات انجام دی، اور مؤقر کتابیں آپ سے متعلق رہیں، خاص کر وہاں آپ نے بخاری شریف کا درس بھی دیا، اور دہلی کی ایک جامع مسجد میں تفسیر قرآن کا سلسلہ

بھی جاری رکھا، جس میں کثرت کے ساتھ عوام الناس کی شرکت رہی۔

۱۹۶۶ء میں علامہ بلیاوی ہی کے توسط سے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں تقرر ہوا، اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں آپ نے پڑھائیں، خاص کر مسلم شریف، بیضاوی شریف، ہدایہ ثالث وغیرہ آپ کے زیر درس رہیں اور حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب اعظمیؒ کی وفات کے بعد بخاری شریف جلد ثانی کا درس آپ سے متعلق ہے، نصف صدی سے زائد عرصہ سے آپ دارالعلوم کی مسند تدریس کی زینت بنے ہوئے ہیں، آپ کی ایک قابل رشک خصوصیت ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے ۹۵ رفیصد اساتذہ آپ کے تلامذہ ہیں۔

بیعت وسلوک

منازل سلوک طے کرنے کے لئے علامہ بلیاوی صاحبؒ نے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے پاس بھیجا، اور ایک رقعہ تحریر فرمایا کہ جو کچھ علوم ظاہری دینا تھا وہ میں نے دیدیا، اب علوم باطنی اور تزکیہ نفس کے لئے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، اور میں اس سلسلہ میں کوئی سفارش بھی نہیں کرتا، حضرت شاہ صاحب نے اس پر مسکراتے ہوئے فرمایا یہ بھی تو ایک سفارش ہے، پھر بیعت فرمالیا، آپ کی نیک طبیعت اور اخلاق کریمانہ اور کسر نفسی کی بناء پر چند دنوں ہی میں آپ حضرت شاہ صاحبؒ کے منظور نظر بن گئے، اور ایک دن بڑی محبت میں ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی بیعت ہو تو تم بھی شامل ہو جایا کرو، پھر حضرت شاہ صاحبؒ کے بعد حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا، اور بہت جلد منازل سلوک طے فرماتے ہوئے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، آپ کو علامہ بلیاوی، حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی اور حضرت مولانا محمود صاحب خلیفہ حضرت مدنی سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

دعوتی واصلاحی سرگرمیاں

آپ دعوت واصلاح اور تبلیغ وارشاد کی غرض سے ملک وبیرون ملک کے اسفار فرماتے رہتے ہیں کئی مرتبہ انگلینڈ بھی تشریف لے گئے ہیں، اور کئی سالوں سے رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد ہاشم آمبور میں اعتکاف فرماتے ہیں اور دل پذیر نصیحت اور حضرات اکابر کے واقعات سناتے رہتے ہیں، اور ان من الشعر لحکمۃ کے مصداق اشعار سے مزین مواعظ حسنہ سے شہر وبیرون شہر کے سینکڑوں افراد کو مستفیض فرماتے ہیں۔

نیز دار العلوم دیو بند کی مسجد طیب میں تقریباً دو دہائیوں سے زائد سے بعد نماز عصر آپ کی وعظ ونصیحت کی مجلس منعقد ہوتی ہے، جس میں طلباء دار العلوم کا بڑا مجمع شریک ہوکر آپ سے استفادہ کرتا رہتا ہے، مگران سب فضل وکمال کے باوجود آپ سراپا تواضع، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم من تواضع للہ رفعہ اللہ کے حقیقی مصداق ہیں [۱]

تصنیفات

حضرت والا کی کوئی مستقل تصنیف بندہ کے علم میں نہیں آسکی ہے، البتہ آمبور تمل ناڈو کی جامع مسجد ہاشم میں جو بیان فرمایا ہے اسے جمع کر کے جواہرات قمر نام سے کئی جلدوں میں کتاب آئی ہیں، اللہ تعالی آپ کا سایہ تادیر امت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے۔ آمین

اسناد صحیح مسلم شریف

اس سے قبل دار العلوم دیو بند میں مسلم شریف دونوں جلدیں، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ پڑھاتے تھے، انہوں نے مولانا بشیر احمد صاحب سے پڑھی ہے، انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے، انہوں نے حضرت شیخ الہند سے، انہوں نے حضرت نانوتویؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے، انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے، انہوں نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے، انہوں نے اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے پڑھی ہے۔

اخیر کے چھ حضرات کے تذکرے باب دوم سند بخاری کے تحت آچکے ہیں، اب شروع کے تین حضرات کے تذکرے باقی ہیں وہ پیش ہیں۔

تذکرہ

حضرت العلام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں اپنے وطن جگدیش پور ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی ہے

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم پانے کے بعد عربی کی تعلیم اولاً مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، پھر مطلع العلوم بنارس اور دار العلوم مئو میں

[۱] حوالہ ماخوذ ومستفاد: الکلام المفید ۵۲۳، ۵۲۴، جواہرات قمر ۲۶ تا ۳۰

حاصل کی، ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث مکمل کر کے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادی سے، مسلم شریف مولانا بشیر احمد صاحب بلند شہری سے، ترمذی جلد اول علامہ ابراہیم بلیاوی سے، ترمذی جلد ثانی اور ابوداؤد حضرت مولانا فخر الحسن صاحب سے، نسائی شریف حضرت مولانا شریف الحسن صاحب سے، طحاوی حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کوپا گنجی سے، مؤطین حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندی سے پڑھیں۔

تدریسی خدمات

۱۹۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ بنارس میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، تقریباً ۱۶ سولہ سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا درس دیا، ۱۹۸۰ء میں مؤتمر فضلاء دارالعلوم دیوبند کی طلب پر دیوبند تشریف لائے، اور عالمی مؤتمر کی نظامت اور ماہنامہ القاسم کی ادارت کے فرائض انجام دینا شروع کیا، ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے، پھر ماہِ صفر ۱۴۰۵ھ میں تدریس کے ساتھ ماہنامہ دارالعلوم کی ادارت کی ذمہ داری بھی آپ کو سپرد کی گئی، جسے وفات تک حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے، ۱۴۲۰ھ میں ردعیسائیت کمیٹی کے نگراں اور پھر ناظم مقرر کیے گئے۔

آپ نے تدریسی خوبیوں کے ساتھ بتدریج ترقی کرتے ہوئے دورۂ حدیث کے استاذ مقرر ہو کر مختلف حدیث کی کتابوں کا درس دیا، وفات سے قبل مسلم شریف آپ کے زیر درس رہی، آپ کا سبق نہایت محقق، مدلل اور محول ہوتا تھا، خاص کر فن اسماء رجال پر آپ کو مہارت حاصل تھا، اس سلسلہ میں آپ کی بڑی شہرت تھی، آپ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محدث تھے۔

تصانیف

آپ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، چھوٹی بڑی تقریباً تیس کتب ورسائل آپ کے قلم سے صادر ہوئے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں، (۱) آپ کے مضامین کا مجموعہ مقالات حبیب کے عنوان سے تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے، اسی طرح شرح نزہۃ الخواطر، شرح مقدمہ شیخ عبدالحق، شیوخ الامام ابی داؤد السجستانی (عربی) تذکرۂ علماء اعظم گڑھ، اجودھیا کے اسلامی آثار وغیرہ ذالک

وفات:

آپ کی وفات ۱۲ مئی ۲۰۲۱ء کو دیوبند میں ہوئی کل عمر ۸۰ سال ہوئی۔

تذکرہ

حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحب بلند شہریؒ

نام ونسب

الشیخ بشیر احمد بن عبدالشکور خاں البرنی، بلند شہری ثم الدیوبندیؒ

ولادت

معلوم نہیں ہوسکی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنی بستی میں پاکر عربی کی تعلیم شروع کی، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیکر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات

مختلف جگہ تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں استاذ کی حیثیت سے تقرری ہوئی، مختلف کتابیں پڑھاتے ہوئے علیا کے استاذ بن کر حدیث کی مختلف کتابیں پڑھائیں، خاص طور سے مسلم شریف کا درس کئی سال تک رہا۔

۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم بنایا گیا، اور اخیر تک اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیتے رہے

فضل وکمال

آپ حدیث وفقہ کے ساتھ علم ہیئت، علم کلام اور علم منطق میں مہارت رکھتے تھے، سادہ طبیعت، با اخلاق علم وعمل میں ہم آہنگ، متبع سنت تھے حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلند شہریؒ کے برادر اکبر اور استاذ ومربی تھے۔

وفات

۸؍جمادی الثانیہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۴؍دسمبر ۱۹۶۶ء میں انتقال ہوا اور مزار قاسمی میں مدفون ہیں۔ [1]

تذکرہ

امام العصر الشیخ المحدث حضرت العلام المولانا محمد انور شاہ الکشمیریؒ

نام ونسب

هو امام العصر مسند الوقت الجهبذ الكبير الشيخ العلامة محمد انور شاه بن معظم شاه بن الشاه عبد الكبير الكشميرى ثم الديوبندى رحمة الله عليه.

آپ کا سلسلہ نسب عارف باللہ شیخ مسعود نروری کشمیریؒ سے جاملتا ہے، آپ کے آباواجداد کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے لاہور کوچ کئے پھر وہاں سے ملتان آئے پھر وہاں سے کشمیر میں آکر سکونت اختیار کی۔

آپ کے والد محترم حضرت مولانا معظم شاہ بہت بڑے عالم ربانی زہد وتقوی سے متصف اور اپنے علاقہ کے پیر ومرشد تھے، آپ کا خاندان علم وفضل کے لحاظ سے کشمیر میں ممتاز خاندان سمجھا جاتا تھا۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۲۷؍شوال المکرم ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۶؍اکتوبر ۱۸۷۵ء بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننھیال میں بمقام دوداں، وادی لولاب مضافات کشمیر میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

جب آپ چار سال کے ہوئے تو اپنے والد محترم سے قرآن پڑھنا شروع کیا، آپ کے اندر غیر معمولی ذہانت وذکاوت اور بے مثال قوت حافظہ شروع ہی سے موجود تھی، بنابریں ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں قرآن کریم کے ساتھ فارسی کی چند ابتدائی کتابیں ختم کر کے علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہوگئے، ابھی ۱۴؍سال کی عمر تھی کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر ہزارہ کے مدارس میں تین سال تک مختلف علوم وفنون میں دست گاہ حاصل کر لی، مگر دار العلوم دیوبند کی شہرت سن

[1] حوالہ ماخوذ ومستفاد دار العلوم دیوبند کی تاریخی شخصیات ۲۷

کر دیو بند آنے کے لئے بے چین تھے، چنانچہ کشمیر سے دیو بند تشریف لائے۔

۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا، اس وقت حضرت شیخ الہندؒ مسند صدارت پر متمکن تھے، پہلی نظر میں استاذ نے شاگرد کو اور شاگرد نے استاذ کو پہچان لیا، حضرت شیخ الہند اور دیگر مشائخ وقت سے تفسیر وحدیث کی کتابیں شروع کیں اور چار سال یہاں رہ کر یہاں کے ماہرین فن سے اکتساب فیض کیا، طالب علمی ہی کے زمانہ میں علمی گہرائی وگیرائی کے اعتبار سے تمام طلباء میں فائق نظر آرہے تھے، بعض عارفین اور اہل باطن آپ کے متعلق یہ تأثر پیش کرتے نظر آرہے تھے:

انه عسى ان يكون له شأن

اور بعض اہل دل اپنی فراست سے آپ کے متعلق کہتے تھے،:

انه سيكون غزالي عصره ورازي دهره.

بہر حال اسی امتیازی شان کے ساتھ ۱۳۱۴ھ میں دارالعلوم دیو بند سے فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد راہِ سلوک

فراغت کے بعد حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور سند حدیث حاصل کرنے کے ساتھ باطنی فیوض سے بھی مستفیض ہوئے، اور روحانی اعتبار سے بھی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس

دارالعلوم سے فراغت کے بعد ۱۳۱۵ھ میں جب مدرسہ امینیہ دہلی کی بنیاد رکھی گئی، تو آپ کا صدر المدرسین کے عہدے پر انتخاب کیا گیا، اور وہاں آپ نے ساڑھے چار سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا درس دیا، پھر ۱۳۰۲ھ میں دہلی چھوڑ کر کشمیر تشریف لے گئے، اور وہاں اپنے علاقہ میں فیض عام نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، اور تعلیم وتعلم کے ساتھ وہاں جو بدعات وخرافات رائج تھے اس کا خاتمہ کیا، اور لوگوں کی اصلاح حال کی برابر فکریں کرتے رہے۔

پھر ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، حج وعمرہ سے فراغت کے بعد کچھ مدت کے لئے وہاں قیام رہا، اور حجاز کے کتب خانوں سے استفادہ کیا، اور شیخ حسین بن محمد الجسر الطرابلسی صاحب الحمیدیہ سے سند حدیث حاصل کی، اس کے بعد وطن تشریف لے آئے، لیکن دل میں مدینہ میں قیام اور قرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

غلبہ تھا، اس لئے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ بنالیا، مگر اس سے قبل ۱۳۲۷ھ میں دیو بند تشریف لائے، اور حضرت شیخ الہندؒ سے اس خیال کا اظہار فرمایا تو حضرت شیخ الہند نے ارادہ فسخ کر کے دار العلوم دیو بند میں قیام کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ آپ دار العلوم میں کئی سال تک درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، اور بغیر تنخواہ کے تقریباً چھ یا سات سال تک دیگر علوم وفنون کی کتابوں کے ساتھ صحاح ستہ میں بعض کتب حدیث کا کامیاب درس خالص لوجہ اللہ دیتے رہے، اس وقت تک حافظ محمد احمد صاحبؒ کے مہمان رہے، ۱۳۳۳ھ کے اواخر میں جب حضرت شیخ الہند نے سفر حجاز کا قصد فرمایا اور وہاں آپ کو لمبا قیام کرنا تھا، تو اپنی جانشینی کا فخر شاہ صاحب کو بخشا، چنانچہ تقریباً ۱۲ سال تک آپ نے دار العلوم دیو بند میں حضرت شیخ الہند کی زیر درس کتاب بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا، اور صدر المدرسین کے منصب پر بھی آپ ہی فائز رہے، اور نہایت تحقیق واتقان کے ساتھ حدیث کی سند ومتن سے متعلقات کتب شروح وحواشی کے سمندر کی تہہ تک پہنچ کر انمول موتی نکالتے اور طالبان علوم نبوت کو سیراب کرتے، ائمہ کے مذاہب اور ان کے دلائل کی چھان بین کرتے ہوئے متقدمین کی کتابوں سے باریکیاں نکال کر نقد وتبصرہ کرتے کہ طلبا عش عش کرنے لگتے

۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء کے اوائل میں اہتمام دار العلوم سے بعض اختلافات کے باعث آپ فرائض صدارت سے دست کش ہو کر جنوبی ہند ڈھابیل گجرات تشریف لے گئے، اور آپ کے ساتھ بعض طلباء بھی ساتھ چلے گئے، وہاں ایک مدرسہ جامعہ اسلامیہ کے نام سے قائم تھا، حضرت کے تشریف لے جانے سے چار چاند لگ گیا، اور دور دراز سے طالبان علوم نبوت آ کر آپ سے اکتساب فیض کرتے اور سند حدیث حاصل کرتے، آپ نے وہاں ۱۳۵۱ھ تک درس کا سلسلہ جاری رکھا، پھر ڈھابیل کے قیام کے دوران ہی بواسیر اور دیگر امراض نے آپ کو جکڑ لیا، تو آپ وہاں سے دیو بند (جس کو آپ نے وطن اقامت بنالیا تھا) تشریف لے آئے، اور درس وتدریس کا باضابطہ سلسلہ رک گیا۔

نامور تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد تو ہزاروں سے متجاوز ہے، چند نامور یہ ہیں، حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا یوسف بنوری، حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی وغیرہم۔

علمی قدر ومنزلت

آپ حفظ واتقان کے اعلی معیار پر فائز تھے، قدرت نے آپ کو ایسا عدیم النظیر حافظہ عطا فرمایا تھا، ایک مرتبہ جس

کتاب کو دیکھ لیتے برسہابرس مطالب ومضامین تو درکنار عبارتیں تک مع صفحات وسطور کی یاد رہتیں، آپ کا مطالعہ اس قدر بڑھتا چلا جاتا تھا کہ جملہ علوم وفنون کے خزانے ان کے دامن جستجو کی وسعتوں کو مطمئن اور تشنگی علم کو سیراب نہ کر سکتے تھے، صحاح ستہ کے علاوہ اکثر کتابیں تقریباً برنوک زبان تھیں، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا جب میں کسی کتاب کا سرسری مطالعہ کرتا ہوں ان کے مباحث محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا ہے، تب بھی پندرہ سال تک اس کے مضامین مجھے محفوظ رہتے ہیں، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب میرے پاس آکر بیٹھتے ہیں تو میرا قلب ان کی علمی عظمت کا دباؤ محسوس کرتا ہے۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حضرت شاہ کی وفات پر معارف میں لکھا تھا کہ ان کی مثال اس سمندر کی سی تھی، جس کی اوپر کی سطح ساکن لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گراں قیمت خزانوں سے معمور ہوتی ہے۔

مصر کے مشہور زمانہ عالم سید رشید رضا صاحب جب دیوبند تشریف لاتے اور شاہ صاحب سے جب ملاقات ہوتی تو بے ساختہ بار بار کہتے تھے:

مارأيت مثل هذا الاستاذ الجليل، اور مصر جاکر اپنے رسالہ المنار میں ان کی جلالت علمی وعظمت شان کا اعتراف کیا۔

اصلاحی وسیاسی کارنامہ

آپ قادیانیت کے بالکل خلاف اور سخت نفرت کرنے والے تھے، قادیانیت کے خلاف آپ نے مناظرے بھی کئے اور ردقادیانیت پر کتابیں بھی لکھیں، اسی طرح ملکی سیاست میں بھی آپ نے حصہ لیا، اس سلسلہ میں آپ حضرت شیخ الہند کے پیروکار اور برطانوی حکومت کے سخت مخالف تھے، جمعیۃ العلماء ہند کے مجلس عاملہ کے آپ رکن اعلی تھے۔

تصانیف

آپ نے متعدد کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں جیسے:

تعليقات على فتح القدير لابن الهمام الى كتاب الحج، تعليقات على الاشباه والنظائر، تعليقات على صحيح مسلم، عقيدة الاسلام فى حياة عيسى عليه السلام، اكفار الملحدين فى ضروريات الدين، نيل الغرقدين، فى مسئلة رفع اليدين، كشف الستر عن صلاة الوتر، مشكلات القرآن.

اسی طرح کے آپ کی درسی افادات کو آپ کے خاص شاگردوں نے جمع کر کے لکھا ہے، جیسے درس ترمذی کا نام

عرف الشذی، جو مطبوع ترمذی کے ساتھ لاحق ہے، اور درس بخاری کا نام فیض الباری، جس کو علامہ بدر عالم میرٹھی نے جمع کیا ہے، اسی طرح ترمذی کی تقریر پر اضافہ کر کے علامہ یوسف بنوری نے معارف السنن تحریر کی ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۳/صفر المظفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء کو ۶۰/سال کی عمر میں دیوبند میں ہوئی اور مزار نوری عیدگاہ کے قریب مدفون ہوئے۔ [۱]

اسناد سنن ابی داؤد

دار العلوم دیوبند میں، ابوداؤد شریف دو حضرات پڑھاتے ہیں۔

جلد اول، حضرت مولانا مفتی امین صاحب پالنپوری مدظلہ، انہوں نے حضرت علامہ مولانا محمد حسین بہاری سے پڑھی ہے، ان سے حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی نے روایت کی ہے۔

جلد ثانی: حضرت مولانا مجیب اللہ گونڈوی مدظلہ پڑھاتے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا عبد الاحد دیوبندی سے پڑھی ہے ان سے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے روایت کی ہے، اور علامہ محمد حسین بہاری کو بھی حضرت مدنی سے اجازۃً سند حاصل ہے، پھر دونوں کو یعنی حضرت مولانا اصغر حسین دیوبندی اور حضرت مدنی کو حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے سند حاصل ہے ان کو حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ سے ان کو شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے ان کو شاہ محمد اسحاق دہلوی سے ان کو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے ان کو اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے سند حاصل ہے (اخیر کے آٹھوں حضرات کے تذکرے اوپر آچکے ہیں)

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی امین صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

نام ونسب

آپ کا نام محمد امین، حضرت شیخ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ کے بھائی ہیں اس لئے سلسلہ نسب بعینہ وہی ہے۔

---

[۱] حوالہ ماخوذ و مستفاد العناقید الغالیہ ۱۰۴ تا ۱۰۶، الکلام المفید ۵۳۸ تا ۵۴۱، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲/ ۷۶ تا ۷۷ جلد ۲، حیات انور، تذکرہ محدثین ۲۳۷

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۵؍جنوری ۱۹۵۲ء میں شمالی گجرات کے ضلع بناس کانٹھا کے علاقہ پالنپور کے ایک گاؤں کالیڑہ میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

جب حضرت شیخ پالن پوری دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے، تو حضرت مفتی محمد امین صاحب اپنے برادر مکرم کے ہمراہ ۱۹۶۲ء میں دیوبند تشریف لائے، اور ابتدائی تعلیم کے بعد قرآن کریم دو سال میں حفظ کیا، جب حضرت شیخ مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت گجرات میں مدرس ہوئے، تو آپ بھی ان کے ہمراہ راندیر سورت چلے گئے، اور وہاں حفظ قرآن کا دور مکمل کیا، اور فارسی کی کتابیں پڑھیں، اور عربی اول، دوم، سوم کی تعلیم دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں حاصل کی، پھر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، اور شرح جامی علامہ صدیق کشمیری سے پڑھی، اور مختصر المعانی اور دیگر کتابیں مظاہر علوم میں پڑھیں، پھر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، مشکوۃ شریف ہدایہ آخرین وغیرہ کتابیں پڑھ کر اپنے برادر مکرم حضرت شیخ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ کے پاس راندیر سورت چلے گئے، اور شرح عقائد نسفی اور ترمذی شریف مکمل حضرت مفتی صاحب پالن پوری سے اور جلالین شریف حضرت شیخ الحدیث شیخ طریقت حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیری قدس سرہ سے پڑھیں، پھر ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں پھر دارالعلوم دیوبند آکر دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۳۹۳ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد تکمیل ادب اور پھر مشق افتاء کیا۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف آپ نے تین اساتذہ سے پڑھی ہے۔

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مرادآبادیؒ سے، حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندیؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے، مسلم شریف حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندی سے پڑھی ہے، ترمذی شریف بھی تین حضرات سے پڑھی، پہلے راندیر میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری سے، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مرادآبادی سے، اور حضرت مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی سے ترمذی کے ساتھ شمائل بھی پڑھی، ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد حسین بہاری سے پڑھی ہے، نسائی شریف حضرت مولانا نعیم صاحب دیوبندی سے اور ابن ماجہ حضرت مولانا انظر شاہ

صاحب کشمیری سے، طحاوی حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلند شہری سے، مؤطا امام مالک حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی سے، موطا امام محمد حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی دیوبندی (سابق مہتمم دار العلوم وقف) سے پڑھی ہے، یہ تمام اساتذہ حضرت شیخ الاسلام مدنی کے شاگرد ہیں، ان کو حضرت شیخ الہند سے سند حاصل ہے (اور حضرت شیخ الہند کی سند اوپر گزر چکی)۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں مدرسہ کنز مرغوب پٹن شمالی گجرات میں تقرری ہوئی، یہاں دو سال میں مشکوۃ شریف، نور الانوار وغیرہ کتابیں پڑھائیں، پھر دار العلوم ترا پور گجرات چلے گئے، اور یہاں بھی دو سال میں ابوداؤد شریف، مشکوۃ شریف، ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھائیں، پھر دار العلوم وڈالی ضلع سابر کانٹھا گجرات میں بھی دو سال رہ کر مختلف کتابیں پڑھائیں۔

۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دار العلوم دیوبند میں آپ کی تقرری ہوئی، اس وقت سے لیکر اب تک یعنی تقریباً چھتیس سال سے آپ نے دار العلوم میں مختلف کتابوں کا درس دیا ہے، جیسے مشکوۃ شریف، ہدایہ آخرین، نسائی شریف وغیرہ، اس وقت دورۂ حدیث میں ابوداؤد شریف جیسی مایہ ناز کتاب کا سبق آپ سے متعلق ہے، آپ کا درس اپنے برادر محترم حضرت شیخ پالن پوری کے طرز وانداز میں محقق ومدلل مفصل اور مرتب ہوتا ہے، طلباء کے مابین آپ کا سبق بہت مقبول ہے۔

آپ کی تصانیف

آپ درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں، مختلف کتابیں مختلف موضوعات پر طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں، جیسے (۱) اصلاح معاشرہ (۲) آداب اذان واقامت (۳) الفوز الکبیر کی شرح الخیر الکثیر (۴) ادلہ کاملہ کی تسہیل (۵) ایضاح الادلہ کی تعلیق (۶) رضاخانیت کا تعارف وتعاقب (۷) فتاوی دار العلوم دیوبند کی ۱۳ر سے ۱۸ر تک چھ جلدوں کی ترتیب وتعلیق (۸) مطبوعہ فتاوی دار العلوم دیوبند کی جلد اول اور دوم کی ترتیب جدید وتعلیق (۹) دنیا کب تباہ ہوگی (۱۰) آب حیات (یہ موصوف کی خود سوانح اور مسلک دیوبند کی وضاحت ہے) (۱۱) تین نادر سبق (۱۲) تین نادر تحفے (۱۳) حیات امین۔

اللہ تعالی آپ کا سایہ تادیر امت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے۔ آمین۔ [۱]

[۱] حوالہ ماخوذ ومستفاد حیات امین ۱تا۴

تذکرہ

امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا محمد حسین شہیر علامہ بہاری صاحبؒ

نام ونسب

محمد حسین بن فرمان علی سیتامڑھی، علامہ بہاری ملا بہاری سے ملقب تھے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں بسیا ضلع سیتامڑھی بہار میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں بسیا کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ (چمپارن بہار) کا سفر کیا، وہاں آپ نے فارسی سے شرح جامی تک تعلیم پائی، پھر دار العلوم مئو تشریف لے گئے، جہاں مختصر المعانی سے تعلیم شروع کی، اور یہاں کے اساتذہ خاص کر حضرت مولانا عبد اللطیف نعمانیؒ اور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی سے مختلف کتابیں پڑھیں، پھر مدرسۃ الشرح سنبھل میں تعلیم پاکر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے، اور ایک سال رہ کر یہاں کے اکابر علماء سے اکتساب فیض فرمایا، پھر دار العلوم دیوبند تشریف لائے، اور ۱۳۴۵ھ میں داخلہ لیکر مشکوۃ شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں، اور ۱۳۴۶/۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے پڑھی، دیگر کتب حدیث، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی، علامہ ابراہیم بلیاوی، علامہ ادریس کاندھلوی (صاحب التعلیق الصبیح) سے پڑھیں، اور حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی سے، ابوداؤد، علامہ مرتضی حسن چاندپوری سے مؤطا امام مالک پڑھیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ شاہ بہلول سہارنپور میں تقرری ہوئی، ایک سال کے بعد مدرسہ اشرفیہ راندیر گجرات تشریف لے گئے، یہاں دوسال درس دیا، پھر مدرسہ صدیقیہ پھاٹک حبش خاں دہلی تشریف لے گئے، جہاں چودہ سال تک

پڑھایا، پھر ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں دار العلوم دیوبند میں تقرری ہوئی، دار العلوم دیوبند میں پینتالیس سال تک تدریسی خدمت انجام دی، نیچے سے اوپر تک کی تمام کتابیں پڑھائیں، دورۂ حدیث میں بخاری شریف کو چھوڑ کر تمام کتابیں پڑھائیں (بخاری شریف صدر المدرسین کے لئے وہاں مخصوص ہے اس لئے شاید موقع نہیں ملا)

بیعت وسلوک

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ سے قائم کیا، اور منازل سلوک کو طے کیا۔

تصنیف

آپ کی مستقل طور سے کوئی تصنیف نہیں ہے مگر ہزاروں تلامذہ جنہوں نے اکتساب فیض کر کے تصنیفی، سیاسی، اصلاحی دینی، سماجی اور دیگر علمی کارنامے انجام دیئے ہیں، یہ سب آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے

فضل وکمال

آپ بڑے ذہین، ذی ہوش، بیدار مغز، بڑے علماء میں آپ کا شمار ہے، حدیث، فقہ کے علاوہ منطق وفلسفہ کے امام اور ماہر فن سمجھے جاتے تھے، عابد، زاہد اور ورع تقوی سے متصف تہجد کے پابند، صف اول میں نماز پڑھنے کے عادی تھے، آپ کی طبیعت کھلی ہوئی تھی، ملنسار اور ظریف الطبع انسان تھے۔

وفات

آپ کی وفات ۵/ یا ۶/ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲/ جنوری ۱۹۹۲ء میں دار العلوم دیوبند میں ہوئی، اور مزار قاسمی دیوبند میں مدفون ہیں، نوے سال سے زیادہ عمر پائی اللہ کروٹ کروٹ راحت نصیب فرما کر اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ [1]

تذکرہ
علامہ محدث سید اصغر حسین دیوبندیؒ

نام ونسب

آپ کا نام اصغر حسین والد شاہ محمد حسن دیوبندیؒ ہیں، آپ میاں جی دیوبندی سے مشہور تھے، آپ کا خاندان تقدس

[1] حوالہ ماخوذ ومستفاد: ماہنامہ دار العلوم دیوبند فروری ۱۹۹۲ء کاروان رفتہ ۲۲۷

وبزرگیت میں مسلم رہا ہے، آپ کا گھرانہ علم وعمل میں یکساں تھا۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں دیوبند میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم ناظرہ قرآن شریف اور فارسی میں گلستاں تک اپنے والد محترم سے ہی حاصل کی
۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیکر عربی اول سے تعلیم کا آغاز فرمایا اور دورۂ حدیث تک پوری تعلیم دارالعلوم ہی میں مکمل کی، ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

آپ نے بخاری شریف، ترمذی شریف، حضرت شیخ الہند سے پڑھی، باقی تمام کتب میں حضرت شیخ الہند سے اجازت سند حاصل ہے، اور دیگر حدیث کی کتابیں اس وقت کے دیگر مشائخ رحمہم اللہ سے پڑھیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند نے جون پور کی اٹالہ مسجد کے مدرسہ کے صدرالمدرسین بنا کر بھیجا، سات سال تک تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرنے کے ساتھ مسلمانان جونپور کو اپنے علوم ظاہری وباطنی سے سرفراز کیا، ۱۳۲۸ھ میں جب ارباب دارالعلوم نے ماہنامہ رسالہ القاسم جاری کرنے کا ارادہ کیا، تو آپ کو جون پور سے بلاکر اس کام پر مامور کیا، اسی کے ساتھ مختلف کتابوں کے اسباق بھی سپرد تدریس کیئے گئے، آپ کے زیر درس اکثر تفسیر حدیث کی کتابیں رہتی تھیں۔

آپ کو علوم دینیہ علم حدیث تفسیر، فقہ وغیرہ میں مہارت ہونے کے ساتھ علم فرائض میں خاص کر ملکہ حاصل تھا، آپ کا ابوداؤد شریف کا درس بہت مشہور تھا، آپ کی تقریر مختصر مگر جامع ہوتی تھی، درس ابوداؤد اس انداز کا تھا کہ حدیث کا مفہوم دل میں اتر جاتا اور تمام شبہات خود بخود کافور ہو جاتے۔

فضل وکمال

آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج، خوش اخلاق، علم وفضل، زہد وتقوی سے متصف اور اتباع سنت کے مجسم پیکر اور حق وصداقت کے علمبردار تھے، پابندئ اوقات میں بے مثال تھے، خاموش مزاجی اور سادگی آپ کی نمایاں صفات تھیں،

آپ کوتعویذات کے فن میں مہارت تامہ حاصل تھی، مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم آپ کے تعویذات سے فیض حاصل کرتے تھے،اس خدمت کا دائرہ بہت وسیع تھا۔

بیعت وسلوک

آپ کا اصلاحی تعلق آپ کے اپنے بزرگ ماموں حضرت میاں جی منے شاہ صاحب سے تھا ان سے خلافت واجازت بھی حاصل تھی، نیز آپ کو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

دارالمسافرین کی تعمیر

آپ نے دیوبند میں ایک مسافر خانہ تعمیر کرایا تھا،اوراپنے خاندانی مکتب جوان کے والد صاحب کے بعد بند ہوگیا تھا دوبارہ جاری کیا، اب یہ مدرسہ اصغریہ کے نام سے ایک بڑی تعلیم گاہ میں تبدیل ہو چکا ہے، جہاں حفظ وقرأت کی بہترین تعلیم ہورہی ہے۔

تصانیف

آپ کی چھوٹی بڑی ۳۵ رتصانیف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الورود الذکی (اس میں حضرت شیخ الہند کی تقریر ترمذی کو جمع کیا ہے) **الفتاوی المحمدیہ** (اس میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرکے جواب حدیث سے ہی دیا ہے) **القول المتین فی الاقامة والتاذین، حیات شیخ الھند، مفید الوارثین فی الفرائش وغیرہ ذالک.**

وفات

۱۳۶۳ھ کے اواخر میں اپنے متوسلین کی دعوت پر گجرات تشریف لے گئے، راندیر میں قیام تھا، اچانک حرکت قلب بند ہوگئی،اور ۲۲ رمحرم الحرام ۱۳۶۴ھ بروز دوشنبہ داعی اجل کو لبیک کہا وہیں مدفون ہوئے۔[1]

ابوداؤد جلد ثانی

حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب پڑھاتے ہیں انہوں نے حضرت مولانا عبدالاحد دیوبندی سے پڑھی ہے، ان کو سند حاصل ہے حضرت مدنی سے ان کو حضرت شیخ الہند سے۔

[1] حوالہ ماخوذ ومستفاد: الکلام المفید فی تحریر الاسانید، ۵۲۶، ۵۲۷، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۹۰، ۹۱، دارالعلوم کی صدسالہ زندگی ۱۱۱

تذکرہ

حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی مدظلہ

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۵۲ء میں موضع جوڑھا ضلع گونڈہ یوپی میں ہوئی

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم یعنی پرائمری پنجم تک مدرسہ عثمانیہ اٹیا تھوک بازار گونڈہ میں پانے کے بعد مدرسہ نورالاسلام بہرائچ میں داخلہ لیکر عربی تعلیم کا آغاز فرمایا، اور عربی کی بنیادی کتابیں یعنی عربی سوم تک پڑھی (اس وقت درجہ بندی نہیں ہوتی تھی) اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور عربی چہارم سے دورۂ حدیث تک یہیں تعلیم پائی اور ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی اور ۱۹۷۳ء میں دارالعلوم میں مشق افتاء کیا۔

دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ

بخاری شریف اولاً حضرت مولانا فخرالدین صاحب مرادآبادی سے شروع کی، ۲۱ رصفر کو حضرت کا انتقال ہونے کے بعد ایک ہفتہ حضرت قاری طیب صاحب نے پڑھائی، پھر ایک ہفتہ حضرت مولانا فخرالحسن صاحب نے پڑھائی، پھر ہنگامی مجلس شوری نے جلد اول بخاری کا درس حضرت مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندی کے سپرد کیا، اور بخاری جلد ثانی حضرت مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہیؒ نے مکمل پڑھائی، ترمذی شریف حضرت مولانا فخرالحسن صاحب نے، شمائل ترمذی حضرت مولانا معراج الحق صاحب نے، مسلم شریف حضرت مولانا شریف الحسن صاحب نے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا عبدالاحد صاحب نے، نسائی شریف حضرت مولانا محمد حسین عرف ملا بہاری نے، ابن ماجہ مولانا انظر شاہ نے، طحاوی حضرت شیخ نصیر احمد خاں صاحب نے، موطا امام مالک حضرت مولانا نعیم احمد صاحب نے موطا امام محمد حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نے، ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا سالم صاحب قاسمیؒ نے مکمل کرائی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد اولاً مدرسہ اسلامیہ جودھپور راجستھان میں ایک سال صدرالمدرسین مقرر ہوئے، اور چند کتابیں

پڑھائی، پھر ۱۹۷۵ء میں مدرسہ فرقانیہ گونڈہ منتقل ہوگئے، اور پانچ سال تدریسی خدمات انجام دیکر ۱۹۷۹ء میں جامع العلوم پٹکاپور کان پور میں مدرس مقرر ہوئے، تین سال کے بعد ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء میں دار العلوم دیوبند میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے ہوئے ۲۰۰۸ء میں درجہ علیا میں ترقی ہوئی، اور مجلس تعلیمی کا (ناظم تعلیمات) مقرر کیا گیا، جس پر آپ ۱۴۳۵ھ تک قائم رہے، اس وقت آپ کا دورۂ حدیث کے اساتذہ میں شمار ہے، اور ابوداؤد شریف کا درس دیتے ہیں۔

تصنیف

شرح عقائد کی شرح بیان الفوائد لکھی ہے جو اساتذہ وطلباء میں بیحد مقبول ہے بیان الحواشی شرح اصول الشاشی، بچوں کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

بیعت وسلوک

اولاً حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے بعدہ پیر ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم سے ہے۔

تذکرہ

حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ

نام ونسب

آپ کا نام عبدالاحد ہے، آپ کے والد دار العلوم دیوبند کے حدیث وفقہ کے استاذ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندیؒ ہیں۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ مطابق ۵ر ستمبر ۱۹۱۱ء میں دیوبند میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے والد کی نگرانی میں پاکر دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، ابتداء سے انتہاء تک تعلیم دار العلوم دیوبند

ہیں ہی ہوئی، ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے، اوراس کے اگلے سال فنون کی تکمیل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی صاحب وغیرہم آپ کے حدیث کے اساتذہ میں سے ہیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں دارالعلوم میں عربی کے ابتدائی مدرس مقرر ہوئے، اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے ہوئے بتدریج بہت جلد علیا کے استاذ حدیث ہوگئے، ابوداؤد شریف اور اخیر میں مسلم شریف کا کئی سال تک درس دیا، آپ دارالعلوم میں بیالیس سال تک استاذ رہے۔

فضل وکمال

آپ زہد وتقوی سے متصف اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا تھے، آپ کی شخصیت میں کشش تھی طلباء کے مابین مقبول اساتذہ میں سے تھے۔

تصنیف

آپ نے کنز الفرائد کے نام سے شرح عقائد کی شرح لکھی ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔ [1]

الاسناد الجامع الترمذی

اس وقت دارالعلوم دیوبند میں ترمذی شریف تین حضرات پڑھاتے ہیں۔

جلد اول: حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہ (کتاب النکاح تک) کتاب النکاح سے حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ

جلد ثانی: حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ، پھر ان تینوں حضرات نے علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی سے

[1] ماخوذ ومستفاد: مشاہیر علماء دارالعلوم دیوبند ۱۰۵، دارالعلوم دیوبند کی تاریخی شخصیات ۷۸

پڑھی ہے، انہوں نے حضرت شیخ الہند سے انہوں نے حضرت نانوتوی سے انہوں نے شاہ عبدالغنی مجددی سے انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے، انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، انہوں نے اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے پڑھی ہے (اخیر کے ساتوں حضرات کے تذکرے باب دوم اسناد بخاری میں آچکے ہیں) اب یہاں شروع کے تین حضرات کے تذکرے پیش ہیں۔

تذکرہ

بحرالعلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ

نام ونسب

بحرالعلوم، محقق ومدقق حضرت العلام مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں اپنے گاؤں پورہ معروف ضلع مئو میں ہوئی ہے (پورہ معروف پہلے اعظم گڑھ ضلع میں تھا اس لئے آپ اعظمی کہلاتے ہیں)۔

تعلیم وتربیت

بینیات اورعربی کی اکثر کتابیں اپنے گاؤں پورہ معروف ہی میں پڑھیں، پورہ معروف بڑے بڑے جبال العلم، کبار محدثین اور شیوخ الحدیث کا مولد اور مرکز ہے، اس لئے آپ کی نشو ونما علمی ماحول میں ہوئی، بنابریں اس علمی فضاء سے آپ خوب مستفیض ہوئے، چنانچہ پورہ معروف کا مشہور مدرسہ اشاعۃ العلوم میں داخل ہوکر ابتداء سے مختصر المعانی اور ہدایہ تک تعلیم پائی، اس کے بعد دار العلوم دیوبند تشریف لائے، اور ۱۳۷۰ھ میں داخلہ لیکر تین سال میں جلالین شریف، مشکوۃ شریف اور دیگر کتابیں پڑھ کر دورۂ حدیث کیا، اور ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد دوسال علوم وفنون کی تکمیل میں گزارے۔

حدیث شریف کے اساتذہ

بخاری شریف اور ترمذی جلد اول حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے، ترمذی جلد ثانی مع شمائل اور

ابوداؤدشریف شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی امروہی سے اور مسلم شریف حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ سے، نسائی شریف اور موطا امام مالک حضرت مولانا فخرالحسن مرادآبادیؒ سے اور ابن ماجہ شریف حضرت مولانا ظہوراحمد صاحب سے، موطا امام محمد اور مشکوۃ شریف حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کیرانویؒ سے پڑھی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۳۷۵ھ میں مدرسہ مصباح العلوم گوپا گنج ضلع مئو میں تقرری ہوئی، مختلف کتابوں کا درس دینے کے بعد پھر مدرسہ حسینیہ تاؤلی میں مدرس مقرر ہوئے، اس کے بعد جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ، مفتاح العلوم مئو، دارالعلوم چھاپی گجرات، مدرسہ مظہرالعلوم بنارس وغیرہ مدارس میں کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، اور آسام میں بھی آپ نے کچھ دنوں تک پڑھایا ہے، پھر ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے علیاء کے مدرس مقرر ہوئے، مشکوۃ کی جماعت اور دورۂ حدیث شریف کی مختلف کتابوں کا درس دیا ہے، حدیث کی معیاری کتابیں مسلم شریف ابوداؤد شریف وغیرہ کا درس آپ سے متعلق رہا ہے، اس وقت ترمذی شریف جلد اول آپ کے زیر درس ہے۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند کے علاوہ مذکورہ مدارس میں تمام درسی کتابوں کو پڑھایا ہے، آپ کا سبق خصوصاً درس حدیث بہت ہی عمدہ محقق، مدلل، نکتہ آفریں ہوتا ہے، طلباء میں آپ کا درس بہت مشہور ومقبول ہے۔

آپ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محدث ہیں، وسعت مطالعہ، کثرت معلومات، علمی، تحقیقی، تدقیقی اور نکتہ بینی میں اساتذہ وطلباء دارالعلوم کے علاوہ پورے عالم میں مشہور ہیں، طلباء کے علاوہ کبار علماء محدثین بھی آپ کی طرف مراجعت کرکے سیرابی حاصل کرتے ہیں۔

صدر تخصص فی الحدیث

جب دارالعلوم دیوبند میں تخصص فی الحدیث کا شعبہ قائم ہوا تو آپ کو اس کا صدر اور نگراں متعین کیا گیا، آپ کی نگرانی میں یہ شعبہ دن بدن علوم الحدیث اور تحقیقی میدان میں ترقی کی سمت رواں دواں ہے۔

تصانیف وتالیفات

اردو وعربی زبانوں میں مختلف کتابیں آپ کے قلم سے صادر ہوئی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں، تقریب شرح معانی الآثار، نعمۃ المنعم شرح مقدمہ مسلم، درس بخاری، اور اصول فقہ وغیرہ من ذالک۔

اسی طرح تخصص فی الحدیث سے ترمذی شریف کی حدیث حسن، حدیث غریب اور حدیث حسن غریب اور حدیث صحیح حسن پر نہایت وقیع اور تحقیقی کام آپ کی نگرانی میں پورا ہوا ہے۔ [۱]

[۱] حوالہ ماخوذ ومستفاد: الکلام المفید فی تحریر الاسانید ۵۰۵، ۵۰۶، دار العلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ ۶۹۲

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

میری درخواست پر حضرت والا نے اپنی سوانحی خاکہ خود تحریر فرما کر ارسال فرمایا (جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء) اولاً حضرت کا ارسال کیا ہوا من وعن پیش ہے، اخیر کا مضمون فضل وکمال بندہ (محمد کوثر علی سبحانی کی طرف سے ہے)

نام ونسب

ابوالقاسم نعمانی بن حاجی محمد حنیف صاحب بن قاری نظام الدین صاحب ساکن محلہ بازار سدانند مدن پورہ شہر بنارس (وارانسی) یوپی۔

ولادت

۱۴ر جنوری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۲ر صفر ۱۳۶۶ھ بمقام بنارس میں ولادت ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

ناظرہ قرآن پاک والدہ محترمہ مرحومہ سے اور جدامجد قاری نظام الدین صاحب سے پڑھا، والدہ مرحومہ گھر میں بچیوں کو قرآن پڑھاتی تھیں، اور دادا مرحوم حضرت مولانا قاری حمید الدین صاحب سنبھلی (والد گرامی مولانا برہان الدین سنبھلی، ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے تلمیذ اور بہترین قاری ومجود تھے، تجوید کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے اور گھر کے بچوں کو پڑھانے کا معمول تھا۔

پرائمری درجہ دوم میں جامعہ اسلامیہ مدن پورہ وارانسی میں داخلہ لے کر پرائمری درجات، فارسی اور عربی اول تک تعلیم حاصل کی۔

شوال ۱۳۷۹ھ (۱۹۵۹ء) میں مشرقی اترپردیش کی مشہور درسگاہ ((دار العلوم مئوناتھ بھنجن'' میں دوبارہ عربی اول میں داخلہ لے کر اسی مدرسہ میں عربی اول اور دوم کی تعلیم حاصل کی، اور اسی مدرسہ میں جناب قاری محمد مصطفیٰ صاحب

مرحوم سے حفص اردو کی دو سال میں تکمیل کی۔

۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء) میں دار العلوم مئو میں انتظامیہ کی تبدیلی کی وجہ سے پیدا شدہ حالات کی بناء پر مئو کے دوسرے بڑے مدرسہ مفتاح العلوم مئو میں درجہ عربی سوم میں داخل ہو کر سال کی تکمیل کی اور اسی کے ساتھ اگلے سال دار العلوم دیوبند میں داخلہ کی تیاری کی۔

شوال ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء) میں کنز الدقائق، اصول الشاشی، نور الانوار، شرح جامی بحث فعل وغیرہ جماعت میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور پانچویں سال ۱۳۸۷ھ میں یہیں سے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی اور اس سے اگلے سال دار الافتاء سے منسلک ہو کر تکمیل افتاء کیا۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ کرام

حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ سے ترمذی جلد اول، مسلم مقدمہ و کتاب الایمان)

حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادیؒ سے بخاری شریف مکمل۔

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مراد آبادیؒ سے ابوداؤد مکمل، ترمذی جلد ثانی، شمائل ترمذی، تفسیر بیضاوی سورۂ بقرہ۔

حضرت مولانا عبد الاحد صاحبؒ سے نسائی شریف۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سے سنن ابن ماجہ و مسلسلات

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب اعظمیؒ سے شرح معانی الآثار و ملاحسن

حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ سے موطا امام مالک و محمد

حضرت مولانا شریف الحسن صاحبؒ سے مسلم شریف مابعد کتاب الایمان و مشکوۃ شریف جلد اول مع شرح نخبۃ و میبذی۔

حضرت شیخ زکریاؒ سے ۱۳۸۷ھ میں مسلسلات پڑھی، اسی سال حضرت قاری طیب صاحبؒ سے بھی پڑھی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہ سے جزء الاوائل سنبلیہ پڑھ کر جملہ مرویات کی اجازت حاصل کی۔

دیگر اساتذہ

حضرت مولانا سید اختر حسین میاں صاحبؒ سے ہدایہ اولین و ہدایہ آخرین۔

حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحبؒ سے مختصر المعانی۔

حضرت مولانا وحید الزماں صاحبؒ سے صف عربی ابتدائی وثانوی۔

حضرت مولانا خورشید عالم صاحبؒ دیوبندی سے شرح وقایہ، مقامات حریری، شرح عقائد نسفی۔

حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ سے قطبی، سلم العلوم، جلالین مکمل۔

حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاریؒ سے مشکوۃ شریف جلد ثانی۔

حضرت مولانا سعید احمد صاحب گنگوہیؒ سے شرح جامی، اصول الشاشی، نور الانوار۔

حضرت مولانا بہاء الحسن صاحبؒ سے کنز الدقائق، ترجمہ قرآن پاک۔

جناب منشی امتیاز احمد نسیمی سے خوش خطی۔

جناب قاری احمد میاں صاحبؒ سے فوائد مکیہ و مشق تجوید۔

تکمیل افتاء کے اساتذۂ کرام میں سرفہرست حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحبؒ اور حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ ہیں

تدریسی خدمات

دار العلوم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے مشورہ سے اپنے وطن میں جامعہ اسلامیہ مدن پورہ وارانسی میں بالکل آغاز سے تدریس کی شروعات کی، اور بخاری شریف تک تدریسی خدمات انجام دی

دار العلوم میں اہتمام کی ذمہ داری

۱۹۹۲ء میں دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے دار العلوم میں آمد ورفت شروع ہوئی، مجلس شوریٰ منعقدہ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۳ فروری ۲۰۱۱ء میں بحیثیت مہتمم ذمہ داری سپرد کی گئی، اس طرح جامعہ اسلامیہ بنارس سے دار العلوم دیوبند میں منتقلی عمل میں آئی۔

چونکہ ابتداء سے پڑھنے پڑھانے کا مزاج تھا، اس لئے اہتمام کی ذمہ داری کے ساتھ دار العلوم میں دورۂ حدیث کا ایک سبق ترمذی شریف جلد اول از کتاب النکاح تا اختتام (۱۰۲ صفحات) بندہ سے متعلق ہے ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۰۲۱ء میں دار العلوم دیوبند کا شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا ہے اور بخاری شریف جلد اول کا مایہ ناز درس آپ ہی سے متعلق ہے۔

اصلاحی تعلق

۱۹۶۵ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہوا، لیکن باقاعدہ اصلاحی تعلق حضرت مفتی محمود صاحب سے ہی رہا، یکم جون ۱۹۸۵ء کو حضرت مفتی صاحب نے حکم فرمایا کہ اگر کوئی اللہ کا نام پوچھے تو بتادینا۔

تصانیف

کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، جامعہ اسلامیہ بنارس سے ایک سہ ماہی مجلّہ ''ترجمان الاسلام'' کے نام سے شائع ہوتا تھا، جس کی ادارت بندہ کے حوالہ تھی، اس میں کبھی کبھی مضامین آجاتے تھے، جن کا مجموعہ ''مقالات نعمانی'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس کے علاوہ احباب نے بندہ کی تقریروں کے تین مجموعے ''خطبات نعمانی'' کے نام سے شائع کئے اور رمضان المبارک میں درس حدیث کے نام سے ہونے والی اصلاحی مجالس کو مرتب کر کے اسباق حدیث اول، دوم اور مواعظ نعمانی اول، دوم کے نام سے شائع کیا۔

دیگر خدمات

فراغت کے بعد بنارس میں احباب کے ساتھ مل کر انجمن اصلاح المسلمین کے نام سے ایک انجمن قائم کی اور اس کے تحت پندرہ روزہ اصلاحی جلسوں کا سلسلہ شروع کیا، اس کے علاوہ محلّہ کی مسجد اور عیدگاہ میں جمعہ وعیدین کے موقع پر بیانات کا سلسلہ جاری رہا، محلّہ کی مسجد (مسجد بلال) میں دیوبند آنے تک امام وخطابت کی ذمہ داری وابستہ رہی۔

فضل وکمال

آپ کا چہرہ بہت ہی منور، معصومانہ شکل شبہات ہے، آپ خود متواضع مگر سب کی نظروں میں بارعب، ذی وقار، ذی شان، عالی مقام ہیں، بلند مرتبہ والے با اخلاق بلند کردار، خوددار عالم دین ہیں، آپ علم نحو، صرف، معانی، بلاغت، ادب، منطق وغیرہ علوم کے اندر مہارت کے ساتھ، علم فقہ، تفسیر اور حدیث کے متعلقہ مباحث سے واقف محقق ومدقق محدث ہیں، آپ کا درس شستہ شگفتہ خاموش دریا کے مانند بہتا ہوا مسلسل ومدلل اور محول ہوتا ہے، طلباء میں آپ کا درس بیحد مقبول ہے۔

آپ دار العلوم کی مسجد میں مجلس قائم کر کے طالبان علوم نبوت اور دیگر مسلمانوں کو اپنی روحانیت سے مستفیض

فرماتے ہیں اس کے علاوہ ملک وبیرون ملک میں اسفار کے ذریعہ لوگوں کو علمی وروحانی فیض پہنچاتے رہتے، اللہ تعالی آپ کا سایہ تادیرامت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض برکات قائک دائم رکھے۔ آمین

تذکرہ

حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم

نام ونسب

الشيخ الذكى الفطن السيد ارشد بن شيخ العرب والعجم شيخ الاسلام المجاهد فى سبيل الله العلامة المحدث الجليل الزاهد الورع الناسک السيد حسين احمد المدنى رحمه الله تعالى.

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن کریم کی تکمیل قاری اصغرعلی سہارنپوری سے دیوبند میں کی اور حفظ قرآن آپ نے سات سال کی عمر میں مکمل کیا، پھر دارالعلوم دیوبند میں باضابطہ طور پر ۱۹۵۹ء میں داخلہ لیا اور پانچ سال تقریباً تعلیم مکمل کر کے ۱۹۶۳ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

اساتذۂ حدیث

بخاری شریف فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی سے مسلم شریف اور ترمذی شریف حضرت علامہ مولانا ابراہیم بلیاویؒ سے، اور دیگر کتب حدیث حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی، مولانا عبدالاحد دیوبندی، مولانا ظہور احمد دیوبندی، مولانا بشیر احمد خاں البرنی سے پڑھیں ہیں، اور مشکوۃ شریف حضرت مولانا جلیل احمد کیرانوی سے پڑھی ہے۔

تدریسی خدمات

۱۶۶۵ء میں بہار کے مرکزی ادارہ جامعہ قاسمیہ گیا میں تقرری ہوئی چار سال میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائی، ۱۹۶۹ء میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد تشریف لائے، اور یہاں تقریباً دس سال میں مختلف علوم وفنون کی

کتابوں کے ساتھ کتب حدیث میں مسلم شریف وغیرہ کتابوں کا کامیاب درس دیا، پھر۱۹۸۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں علیا مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، اور مشکوۃ شریف مسلم شریف وغیرہ کتب حدیث کا درس آپ کے متعلق رہا، بعدہ ترمذی شریف جلد ثانی کا درس کئی سال سے آپ کے زیر درس ہے، آپ کا درس ولولہ انگیز پر مغز محقق ومدقق ہوتا ہے درس حدیث میں آپ کے والد محترم حضرت شیخ الاسلام کی جھلکی نظر آتی ہے۔

۱۹۸۷ء سے لیکر ۱۹۹۰ء تک دارالعلوم کے نائب ناظم تعلیمات رہے، پھر ۱۹۹۶ء سے لیکر ۲۰۰۸ء تک ناظم تعلیمات کے عہدے پر فائز رہے، آپ کی نظامت میں دارالعلوم دیوبند میں اہم تعلیمی اصلاحات عمل میں آئیں، اور تعلیمات میں نمایاں ترقی ہوئی۔

۲۰۰۶ء میں جمعیۃ العلماء ہند کے قومی صدر منتخب ہوئے اور حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے بعد ملک کی سیاست اور مسلمانان ہند کی قیادت کے حوالہ سے عظیم الشان خدمات انجام دے رہے ہیں، اس وقت ہندوستان کے جو حالات ہیں بہت سنگین اور پر خطر ہیں، ہر خونخوار کی نظر مسلمانوں پر ٹکی ہے، مسلمانوں کی جان مال، خاص کر شریعت ومذہب پر بڑی بے چینی اور اضطرابی کیفیت طاری ہے، ایسی صورت حال میں آپ شیخ الاسلام حضرت مدنی کی جانشینی کا صحیح حق ادا کر رہے ہیں، آپ جیسے قائدین ملک وملت کو دیکھ کر ہم کمزوروں کی ڈھارس بندھ جاتی ہے، اللہ تعالی بال بال آپ کی حفاظت فرما کر صحت وعافیت کے ساتھ آپ کا سایہ تادیر امت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے۔ آمین

تصانیف وتالیف

تدریسی، علمی، سیاسی وسماجی اور تخلیقی خدمات میں مشغولیات کے ساتھ متعدد تصانیف وعلمی خدمات بھی منظر عام پر آچکی ہیں، عقد الفرائد فی تکمیل قید الشرائد معروف بہ منظومہ ابن وہبان کے مخطوطہ کو اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ دو جلدوں میں شائع کیا ہے، علامہ بدرالدین عینی کی کتاب نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاحبار فی شرح معانی الآثار کے مخطوطہ کو مصر سے حاصل کر کے اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ ۲۳ رجلدوں میں عالم عرب سے شائع فرمایا ہے، اسی طرح ترجمۃ شیخ الہند بھی مرتب فرمایا ہے۔

اسناد شمائل ترمذی

دارالعلوم دیوبند میں شمائل ترمذی حضرت مولانا عبدالخالق مدارسی صاحب پڑھاتے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا

فخر الحسن مرادآبادیؒ سے پڑھی ہے، انہوں نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے، انہوں نے حضرت شیخ الہند سے انہوں نے حضرت نانوتوی سے، انہوں نے شاہ عبدالغنی مجددی سے انہوں نے شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے، انہوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، انہوں نے اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے پڑھی ہے۔

صرف دو حضرات جو شروع میں ان کے تذکرے باقی ہیں۔

تذکرہ

حضرت شیخ الادب مولانا عبدالخالق مدراسی مدظلہ

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۵۰ء میں شمالی ارکاٹ تمل ناڈو کی جدوال نامی بستی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم پانے کے بعد فارسی کی تعلیم مدرسہ الباقیات الصالحات بویلور مدراس میں پائی، پھر دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور میں داخل ہوئے اور عربی کی ابتدائی جماعت کے تین سال تک یہاں تعلیم حاصل کر کے مدرسہ داؤدیہ تمل ناڈو میں داخل ہوئے، اور چند سال تعلیم پانے کے بعد ۱۹۶۹ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر مشکوۃ شریف پڑھی، پھر ۱۹۷۰ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

حدیث کے اساتذہ

آپ نے بخاری شریف جلد اول حضرت مولانا فخر الدین احمد مرادآبادی سے، بخاری جلد ثانی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے، مسلم شریف حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندیؒ سے ترمذی مع شمائل حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مرادآبادی سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ سے، ابن ماجہ شریف حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کوپاگنجی سے اور موطا امام مالک حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب برنی بلند شہری سے، مشکوۃ شریف حضرت مولانا لقمان الحق فاروقی بجنوری صاحبؒ سے ان کے علاوہ علامہ حسین بہاری، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ وغیرہ سے بھی پڑھی ہے۔

فراغت کے بعد

عربی ادب اور پھر مشق افتاء بھی کیا اور فنون بھی کیا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں دار العلوم دیو بند میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے ہوئے حدیث کے استاذ مقرر ہوکر مشکوۃ شریف اور اس وقت شمائل ترمذی آپ سے متعلق ہے۔

تدریس کے ساتھ انتظامی ذمہ داریاں بھی آپ سے متعلق رہیں، چنانچہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء سے دار العلوم کے شعبہ تعمیرات کی نظامت آپ سے متعلق ہے، اور ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء سے دار العلوم کے نائب مہتمم کے عہدہ پر بھی فائز ہیں۔

دار العلوم کی تعمیری ترقی

آپ کے نظام تعمیرات میں دار العلوم دیو بند نے تعمیری اعتبار سے بہت ہی ترقی کی ہے، دار العلووم کو مادی اور تعمیری اعتبار سے ترقی دینے میں آپ کا اہم کردار ہے۔

مسجد رشید کی تعمیر میں فنی مہارت، شیخ الہند لائبریری کی عظیم الشان تاریخی عمارت، ودیگر خوبصورت منقش بلڈنگیں آپ کی تعمیری مہارت کا عکس ہے، اللہ تعالی آپ کا سایہ تادیرامت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

تذکرہ

حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مرادآبادیؒ

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ میں قصبہ عمری ضلع مرادآباد میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے بنیادی تعلیم اور ابتدائی اردو وفارسی کی کتابیں حضرت حافظ شیم الدین اور حافظ عبد القادر امروہی سے

پڑھیں، پھر ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخلہ لیکر کچھ فارسی کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں، آپ کے والد اس وقت وہاں کے کتب خانہ کے ناظم تھے، پھر چند سال تعلیم پانے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر متوسطات کی تعلیم حاصل کی۔

۱۳۴۳ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور تقریباً پانچ سال یہاں تعلیم کو مکمل کر کے ۱۳۴۷ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت پائی، آپ نے حدیث کی کتابیں حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی اور دیگر اکابر علماء محدثین سے سند حدیث حاصل کی ہے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں مدرس ہوئے، چند سال پڑھانے کے بعد مدرسہ شمس الہدی پٹنہ تشریف لے گئے، اور وہاں صحاح ستہ میں سے بعض کتب حدیث کا درس دیا، پھر دوبارہ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی تشریف لے آئے، اور تدریسی خدمات میں مصروف ہوگئے، پھر دار العلوم دیوبند میں علیاء کے مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اور مسلم شریف، نسائی شریف، بیضاوی شریف وغیرہ کتب حدیث وتفسیر کا درس دیا، ۱۳۸۷ھ میں علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ کی وفات کے بعد صدر المدرسین بنائے گئے، اور اخیر تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

اصلاحی تعلق

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ سے قائم کیا تھا، اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ عالم کبیر زاہد فی الدنیا، ورع وتقوی سے متصف، اور بہترین واعظ اور مقرر تھے۔

تصانیف

آپ نے بہت ساری کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں، جیسے مشہور کتاب التقریر الحاوی فی شرح التفسیر البیضاوی آپ کی علمی فنی وتحقیقی شاہکار ہے۔

وفات

آپ کی وفات ۱۳۹۸ھ میں دیوبند میں ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند میں فی الحال نسائی شریف حضرت مولانا مفتی محمد یوسف تاؤلی صاحب پڑھاتے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا نعیم احمد دیوبندیؒ سے انہوں نے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندی سے انہوں نے حضرت شیخ الہند سے انہوں نے حضرت نانوتوی سے انہوں نے شاہ عبدالغنی مجددی سے انہوں نے شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے، انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے انہوں نے اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ سے پڑھی ہے۔

نوٹ:- شروع کے صرف تین حضرات کے تذکرے باقی ہیں پیش ہیں۔

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف تاؤلی مدظلہ

نام ونسب

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف بن عظیم الدین تاؤلی مظفرنگری۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں اپنے گاؤں تاؤلی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم حسینیہ تاؤلی میں حاصل کرنے کے بعد ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، تقریباً تین سال تعلیم پاکر ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے افتاء کی تکمیل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

آپ نے خود تحریر فرما کر بھیجا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ، حضرت

مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مرادآبادیؒ، حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ، حضرت مولانا نسیم صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ مرادیہ مظفرنگر میں تین سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر دارالعلوم چلہ امروہہ میں سات سال تک علیاء کے مدرس رہے، پھر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں دارالعلوم میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے ہوئے حدیث کے استاذ ہوئے، اور اس وقت آپ سے متعلق نسائی شریف کا درس ہے۔

تدریس کے ساتھ دارالاقامہ کے ناظم، اور ناظم تعلیمات بھی رہے۔

بیعت وسلوک

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے قائم فرمایا اور منازل سلوک طے کرتے ہوئے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

تصانیف وتالیفات

آپ نے چھوٹی بڑی کئی درجن کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چند یہ ہیں:

فتاویٰ یوسفیہ ۴؍جلدوں میں، جواہر البلاغ، شرح دروس البلاغۃ، بدائع الکلام فی بیان عقائد الاسلام، درس جلالین، الکلام المسوی لحل ما فی الموطا (عربی) الکلام المنظم فی توضیح مافی السلم، فی الحال نسائی شریف کی شرح عربی میں زیر تالیف ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرما کر آپ کا فیض تادیر قائم فرمائے۔ آمین۔

تذکرہ

حضرت مولانا نعیم احمد صاحب دیوبندیؒ

ولادت

۷؍ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ ۶؍اگست ۱۹۱۹ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتداء سے دورۂ حدیث شریف تک پوری تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، اور ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد فیضان القرآن سہارنپور اور قاسم العلوم فقیروالی بھاول پور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

ذی القعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے، اور تقریباً پینتیس سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم وقف دیوبند میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہو کر تیرہ سال تک بخاری شریف کا درس دیا۔

تصنیفی خدمات

آپ نے تدریس کے ساتھ جلالین کی مشہور شرح لکھی جو کمالین کے نام سے طلباء وعلماء کے حلقوں میں کافی مقبول ہے۔

وفات

۹؍شعبان ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۳؍اگست ۲۰۰۷ء کو شکاگو (امریکہ) میں انتقال ہوا۔ [1]

تذکرہ

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دیوبندیؒ

نام ونسب

آپ ایک بلند پایہ عالم دین، مقبول مدرس اور بافیض استاذ تھے، دیوبند کے شیوخ خاندان سے تھے، آپ کے والد کا نام مولانا نورالحسن نقشبندی تھا، آپ کے دادا مولانا شمس الدین حضرت سید احمد شہید کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔

ولادت

آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے از اول تا اخیر دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، اور ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد: ماہنامہ الداعی ذوالحجہ ۱۴۲۸۔

تدریسی خدمات

مدرسہ صدیقیہ دہلی اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں مدتوں تدریس کی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں دار العلوم دیوبند میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اور ایک لمبے عرصہ تک یہاں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں، اور ترقی کرتے ہوئے کتب حدیث خاص کر نسائی شریف کا کامیاب درس دیا۔

مدینہ کی طرف ہجرت

۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں دار العلوم کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ میں مدرس مقرر ہو گئے، حجاز میں اللہ تعالی نے ان کے درس کو بڑی مقبولیت بخشی اور ہزار ہا عرب وعجم کے طلباء آپ کے درس سے فیض یاب ہوئے۔

فضل وکمال

مولانا موصوف کی شخصیت اپنے علم وفضل، زہد وتقوی، ایثار وانکساری وسادگی کا ایک پرکشش مجموعہ تھی، ساری عمر قرآن وحدیث وفقہ دیگر علوم کی خدمات میں گزاری، قرآن کے جید حافظ تھے، جب ایک خاص کیفیت کے ساتھ تلاوت کرتے تو سننے والے پر وجد طاری ہو جاتا۔

وفات

جمادی الاول ۱۳۸۳ھ ستمبر ۱۹۶۳ء میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ [۱]

اسناد سنن ابن ماجہ

ابن ماجہ شریف از یں قبل حضرت مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلیؒ پڑھاتے تھے، انہوں نے حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری سے پڑھی ہے انہوں نے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب سے انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے انہوں نے حضرت شیخ الہند سے انہوں نے حضرت حجۃ الاسلام نانوتوی سے انہوں نے حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی سے انہوں نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے انہوں نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے پڑھی ہے (اخیر کے ساتوں حضرات کے تذکرے گزر چکے ہیں)

---

[۱] ماخوذ ومستفاد: تاریخ دار العلوم دیوبند ۱۱۲ جلد ۲، مشاہیر علماء دیوبند ۲۹۸، دار العلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ ۶۱۷

تذکرہ

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحبؒ

نام ونسب

آپ کا نام عبدالخالق والد محترم کا نام نصیر احمد جو باوقار خوش اطوار رقیق القلب متواضع شخص تھے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۴؍جنوری ۱۹۵۰ء میں سنبھل کے محلہ سرائے ترین جھجران میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

محلہ کے مدرسہ وحید المدارس میں حضرت مفتی محمد آفتاب علی خاں صاحب سے تعلیم کا آغاز فرمایا جب مفتی صاحب وہاں سے منتقل ہوکر شمس العلوم آگئے تو آپ نے بھی ان کے ہمراہ شمس العلوم میں آکر داخلہ لیا، یہاں حافظ فرالدین صاحب سے حفظ قرآن کی تکمیل کی اور دوسرے اساتذہ سے اردو ہندی وغیرہ دینیات کی تعلیم حاصل کی، اور فارسی سے لیکر شرح جامی تک تمام عربی کتابوں کی تعلیم حضرت مفتی آفتاب علی صاحب سے حاصل کی، پھر ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور دورۂ حدیث تک یہاں رہ کر تعلیم مکمل کر کے ۱۳۹۲ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی، غیر معمولی دماغی قوت اور ذہانت کی وجہ سے طلباء میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے، دورۂ حدیث میں سوم پوزیشن لائے۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف آپ نے حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب مرادآبادی، حضرت مولانا قاری طیب صاحب دیوبندی، حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی، حضرت مولانا شریف الحسن صاحب یعنی ان چاروں حضرات سے پڑھی ہے۔

فراغت کے بعد عربی ادب سے خاص لگاؤ کی وجہ سے ایک سال حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد ۱۹۷۳ء میں مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اس وقت وہاں

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب سنبھلی بھی مدرس تھے، اس لئے استفادہ کا موقع ملا اور خوب ترقی کی، ابتداء سے علیا تک کی کتابیں پڑھائیں، چھ سال کے بعد ۱۹۷۹ء میں مدرسہ جامع الہدیٰ مرادآباد میں تدریسی خدمات کے لئے منتخب کئے گئے، یہاں تین سال رہ کر جلالین، مشکوۃ اور سراجی وغیرہ پڑھائیں، پھر ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں تقرری ہوئی، اور درجہ ادنیٰ کے مدرس بنائے گئے، اور بہت جلد ترقی کرتے ہوئے وسطی اور پھر مدرس علیا میں شامل ہوگئے، اور آخری عمر میں دورۂ حدیث میں ابن ماجہ شریف کا درس آپ سے متعلق رہا۔

تصانیف

آپ نے کئی موضوعات پر مقالے وغیرہ تحریر کئے ہیں، اور کتب ورسائل تصنیف فرمائے، وہ یہ ہیں:

فتاویٰ عالم گیری کے کتاب الایمان کا اردو ترجمہ، تحسین المبانی فی فن علم المعانی کے ترجمہ میں ضمیمہ، عبدالمجید عزیز الزندانی یمنی کی کتاب التوحید کا ترجمہ جو تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، ۵ حصوں میں ہے اور رد مودودیت پر محاضرہ تیار کیا جس کو دارالعلوم دیوبند نے شائع کیا۔

حج بیت اللہ

۱۹۹۰ء میں حرمین شریفین کا سفر فرمایا اور حج وعمرہ کیا۔

وفات

آپ کی وفات ۳۰ جولائی ۲۰۲۱ء میں ہوئی ۷۱ سال عمر پائی۔

تذکرہ

حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی، کشمیری صاحبؒ

نام ونسب

آپ کا نام انظر شاہ ہے آپ حضرت علامہ محدث کبیر مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے فرزند ارجمند ہیں والد محترم کا نسب نامہ آپ کا بھی ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۴؍شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹؍دسمبر ۱۹۲۸ء میں شاہ منزل محلہ خانقاہ دیوبند میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

۵؍پانچ سال کی عمر میں والد محترم کا انتقال ہوگیا، اس لئے حضرت مولانا اعزاز علی امروہی اور دیگر اساتذہ کی سرپرستی میں تعلیمی مراحل طے کئے، اولاً پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عصری تعلیم کی مختلف قسم کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد عربی تعلیم حاصل کی، چنانچہ اول تا اخیر دارالعلوم دیوبند ہی میں تعلیم مکمل کی، اور ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی اور حضرت مدنیؒ سے بخاری، ترمذی وغیرہ کتب حدیث کی سند حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ کی سفارش پر ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، اور مختلف درجات کی کتابیں پڑھاتے ہوئے ترقی کرتے رہے، اور درجہ علیاء تک پہنچ کر ۲۸؍سال تک بخاری شریف اور جامع ترمذی جلد ثانی کا درس دیا، آپ نے فلسفہ کے علاوہ ہرفن کی کتابیں دارالعلوم دیوبند میں پڑھائیں، اسی دوران دارالاقامہ کے ناظم اعلیٰ اور مددگار ناظم تعلیمات پھر ناظم تعلیمات اور قائم مقام مہتمم بھی رہے۔

دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی

۲۴؍جمادی الاخری ۱۴۰۲ء مطابق ۲۲؍مارچ ۱۹۸۲ء میں جب دارالعلوم دیوبند میں دوسرے انتظامیہ کی عمل داری قائم ہوئی تو حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی میں آپ اور حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی نے دوسرا دارالعلوم وقف قائم فرمایا، چند سال جامع مسجد دیوبند میں یہ ادارہ چلا پھر مستقل تعمیر نوعیدگاہ دیوبند میں سلسلہ چل پڑا، اب منظم انداز سے یہ دوسرا دارالعلوم اپنی تمام تر تحریکوں میں پوری تابانی کے ساتھ ترقی کی سمت رواں دواں ہے۔

خیر وقف دارالعلوم میں بھی دیگر کتابوں کے ساتھ بخاری شریف کا درس آپ سے متعلق رہا، دونوں دارالعلوم میں آپ سے حدیث پڑھ کر سند حدیث حاصل کرنے والے سات ہزار سے متجاوز علماء ہیں۔

آپ دار العلوم وقف میں منصب شیخ الحدیث پر فائز ہونے کے ساتھ تعلیمی وتربیتی اور تعمیری ترقیات کے بہترین منتظم تھے آپ کی محنت سے اس ادارہ نے خوب ترقی کی اور طلباء کی کثیر تعداد اس میں داخل ہوتی چلی گئی۔

فضل وکمال

آپ کے اندر شروع ہی سے بے پناہ قوت حافظہ بے مثال ذہانت وذکاوت نے آپ کو ہم عصروں میں ممتاز کیا تھا، اخیر آپ اس باپ کے بیٹے تھے جس کا حافظہ ہمیشہ مشہور رہا ہے، آپ کو درس حدیث کا ملکہ حاصل تھا، زبان وبیان پر خوب قدرت حاصل تھی، آپ اپنے زمانہ کے محدث، کامیاب مدرس اعلی درجہ کے خطیب ومقرر تھے، اور بلند پایہ صاحب قلم ومصنف تھے، آپ کی تحریریں رواں دواں ادب کی چاشنی کا نمونہ ہوئی تھیں، دیگر علوم میں درک کامل کے ساتھ تفسیر وحدیث آپ کا محبوب موضوع تھا آپ نہایت خوش اخلاق، نرم گفتار اور باغ وبہار طبیعت کے مالک تھے، آپ علمی وابستگی کے ساتھ ملکی سیاست سے بھی عملاً وابستہ تھے، سیاسی حلقوں میں آپ کی مقبولیت اور پذیرائی علمی دینی دائروں سے کم نہیں تھی۔

معہد انور کا قیام

دار العلوم وقف میں تعلیمی وتدریسی اور انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ آپ نے اپنے بڑے فرزندار جمند مولانا احمد شاہ خضر کشمیری کے زیر تحریک دار العلوم وقف کے جوار میں ایک بہترین ادارہ معہد انور کے نام سے قائم فرمایا جو دن بدن ترقی کی سمت رواں دواں ہے۔

تصانیف

آپ گونا گوں مشغولیات کے ساتھ بہت ساری کتابوں کے مصنف بھی ہیں، جیسے:

الفیض الجاری، تراجم ابواب، تفردات کشمیری، لاله وگل، نقش دوام، تقریر شاهی، تفسیر قرآن، اسماء حسنی کی برکات تذکرة الاعزاز، خطبات کشمیری فروغ سحر وغیره

نیز آپ نے بعض عربی وفارسی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا ہے وہ یہ ہیں:

تعلیم المتعلم، تفسیر ابن کثیر، تفسیر مدارک، تفسیر طنطاوی، تفسیر جلالین تفسیر مظهری وغیره.

وفات

۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ۲۶؍اپریل ۲۰۰۸ء بروز شنبہ دہلی میں انتقال ہوا، آپ کی نعش دیوبند لائی گئی، اور دار العلوم دیوبند میں دار الحدیث تحتانی میں زیارت کے لئے رکھی گئی اور پھر حضرت مولانا سالم صاحب قاسمیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عیدگاہ کے قریب اپنے والد ماجد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ [۱]

تذکرہ

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندیؒ

نام ونسب

ظہور احمد بن منظور احمد جو حضرت مولانا خورشید عالم شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے والد محترم ہیں دیوبند آپ کا وطن ہے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۱۹۰۰ء میں دیوبند میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

آپ کی پوری تعلیم دار العلوم دیوبند میں ہوئی ہے، چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں دار العلوم کے درجہ تحفیظ القرآن میں داخل ہوئے، ۱۳۲۶ھ میں درجہ فارسی میں آئے، ۱۳۳۱ھ میں عربی درجہ میں داخل ہوکر تمام علوم وفنون کی کتابیں دار العلوم کے ماہرین فن اساتذہ سے پڑھ کر ۱۳۳۷ھ میں فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

آپ نے اکثر کتابوں کی سندیں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے اور اس وقت کے دار العلوم دیوبند کے محدثین سے حاصل کی ہیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ شاہ بہلول سہارنپور میں صدر مدرس بنائے گئے اس کے بعد مدرسہ قاسمیہ نگینہ ضلع بجنور

---

[۱] ماخوذ ومستفاد: ماہنامہ دار العلوم دیوبند مئی ۲۰۰۸ء، پس مرگ زندگی ۷۹۸ تا ۸۱۸

مدرسہ سعیدیہ شاہ جہانپور وغیرہ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دی۔
۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند بلالیا گیا، تقریباً تیرہ سال دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۶۲ھ سے لیکر ۱۳۶۷ھ تک دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ ہوکر ڈھابیل گجرات چلے گئے، مگر پھر واپس دار العلوم چلے آئے، آپ نے ابتداء سے انتہاء تک اکثر کتابیں پڑھائی اور حدیث شریف کی کتابوں کا بھی درس دیا۔

وفات

۲۹/ربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں انتقال ہوا اور مزار قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔ ۱

اسناد معانی الآثار (معروف بہ طحاوی)

ازیں قبل دارالعلوم دیوبند میں طحاوی شریف کا درس حضرت مولانا قاری محمد عثمان منصور پوریؒ دے رہے تھے، یہ حضرت مولانا اسلام الحق کوپا گنجی اعظمیؒ سے روایت کرتے ہیں، یہ حضرت شیخ الہندؒ سے یہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ سے یہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے یہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے یہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے یہ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

تذکرہ

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوریؒ

نام ونسب

آپ کا نام محمد عثمان ضلع مظفر نگر میں منصور پور آپ کا وطن ہے، اس کی طرف منسوب ہوکر منصور پوریؒ کہلاتے ہیں آپ سادات میں سے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خوش دامن داماد ہیں۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۲/اگست ۱۹۴۴ء میں اپنے گاؤں منصور پور میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

بنیادی تعلیم میں قرآن شریف اردو وغیرہ اپنے وطن میں پاکر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور فارسی وعربی کی پوری

۱ ماخوذ ومستفاد: مشاہیر دارالعلوم دیوبند ۹۱، دیوبند کی تاریخی شخصیات ۷۰

تعلیم دار العلوم ہی میں تکمیل فرمائی، اور ۱۹۶۵ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۱۹۶۶ء میں دیگر فنون کی تکمیل کے ساتھ تجوید وقرأت اور ادب عربی کی تعلیم حاصل کی۔

تدریسی خدمات

اولاً جامعہ قاسمیہ گیا بہار میں پانچ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں گیارہ سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں، ۱۹۸۲ء میں دار العلوم دیوبند میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، درس وتدریس کے ساتھ مختلف انتظامی امور کی ذمہ داریاں بھی آپ سے متعلق رہیں، تدریسی دور میں ابتداء سے انتہاء تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے ہوئے دورۂ حدیث کے استاذ منتخب ہوئے، مؤطا امام مالک، مشکوۃ شریف وغیرہ کتب حدیث پڑھائیں، آخری عمر میں شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف آپ کے زیر درس رہی۔

۱۹۸۶ء میں عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت کے موقع پر آپ کو کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کا ناظم مقرر کیا گیا، ۱۹۹۹ء میں آپ کو دار العلوم دیوبند کا نائب مہتمم مقرر کیا گیا، اور ۲۰۰۸ء تک اس عہدہ پر فائز رہے، ۲۰۰۶ء میں جمعیۃ العلماء ہند میں جب اختلاف ہوا تو حضرت مولانا محمود مدنی صاحب مدظلہ کے گروپ جمعیۃ العلماء ہند کا صدر آپ کو بنایا گیا، آپ اس منصب کا خیال کرتے ہوئے بحسن وخوبی جمعیۃ العلماء ہند کی قیادت فرماتے رہے۔

وفات:

آپ کی وفات ۲۱ مئی ۲۰۲۱ء کو ہوئی اور مزار قاسمی میں مدفون ہوئے کل عمر ۷۶ سال پائی۔

تذکرہ

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کوپاگنجی اعظمی

ولادت

آپ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں اپنے وطن کوپا گنج اعظم گڑھ (اب ضلع مئو) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی اور متوسطات کی تعلیم اپنے وطن جونپور بعدہ کان پور میں حاصل کی، ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں مینڈھو میں

مشکوۃ شریف اور ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں، ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور دیگر محدثین سے کتب دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد دار العلوم مئو میں مدرس ہوئے پھر اپنے وطن کو پا گنج میں مدرسہ مصباح العلوم میں مدرس بنائے گئے، پھر اس کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈھابیل مدرسہ تعلیم الاسلام آنند گجرات اور مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں استاذ حدیث کے ساتھ صدر المدرسین کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔

۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں دار العلوم دیوبند بلائے گئے اور اخیر عمر تک یہیں درس وتدریس میں منہمک رہے اور حدیث وتفسیر وغیرہ کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، آپ یکسو مزاج، ذی استعداد علمی انہماک اور خالص علمی رنگ کے محقق عالم تھے۔

تصانیف

دیوبند کے زمانہ قیام میں تدریس کے ساتھ کئی اہم کتابیں تحریر فرمائیں، جیسے:

التوضیح الاحسن شرح ملاحسن، شرح قطبی، اور فیض الملهم مقدمه مسلم لکھیں جو طبع ہوئیں، اس کے علاوہ نبراس شرح عقائد نسفی کا سلیس ترجمہ بھی کیا جو طبع نہ ہوسکا۔

وفات

۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۷ر جون ۱۹۷۲ء کو اپنے وطن میں وفات پائی۔ [1]

اسناد مؤطا امام مالکؒ

دار العلوم دیوبند میں ازیں قبل مؤطا امام مالک حضرت مولانا جمیل احمد سکروڑوی" پڑھاتے تھے، یہ روایت کرتے ہیں حضرت مولانا نعیم احمد صاحب دیوبندیؒ سے یہ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ سے یہ حضرت شیخ الہند سے یہ حضرت نانوتوی سے یہ شاہ عبد الغنی مجددی دہلویؒ سے یہ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے یہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

نوٹ: تمام حضرات کے تذکرے گزر چکے ہیں صرف حضرت سکروڑوی کا تذکرہ باقی ہے وہ پیش ہے۔

---

[1] ماخوذ ومستفاد: تذکرہ علماء اعظم گڑھ ۹۶ تا ۱۰۱

تذکرہ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڑویؒ

نام ونسب

جمیل احمد بن جان محمد سکروڑہ، ضلع ہریدوار کے رہنے والے تھے۔

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۹۴۷ء میں ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم پانے کے بعد مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور ضلع سہارنپور میں تعلیم حاصل کی پھر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر چند سال تعلیم پائی، پھر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، تقریباً پانچ سال تعلیم پانے کے بعد ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

آپ نے بخاری شریف جلد اول حضرت شیخ مولانا فخر الدین احمد مرادآبادی سے اور جلد ثانی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سے اور باقی کتب حدیث حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مرادآبادی سے حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندی، حضرت مولانا عبد الاحد صاحب دیوبندی، مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاری، حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلند شہری، حضرت مولانا نعیم احمد صاحب دیوبندی وغیرہم سے پڑھیں ہیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد جامعہ حسینیہ پرانا بازار ہاپوڑ میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی پھر مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور اور پھر مدرسہ قاسم العلوم گاگلہیڑی ضلع سہارنپور میں صدر مدرس اور ناظم تعلیمات کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی، پھر دارالعلوم تقسیم کے بعد ۱۹۸۲ء

میں دارالعلوم وقف سے وابستہ ہوگئے، پھر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر کیے گئے، اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے ہوئے ترقی کرتے ہوئے علیا مدرس تک پہنچ گئے، اور اخیر میں دورۂ حدیث میں آپ سے متعلق مؤطا امام مالک رہی، آپ کا درس صاف ستھرا مرتب ہوتا تھا، طلباء میں مقبول تھا۔

بیعت وسلوک

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق اولاً حضرت مولانا اسعداللہ صاحب سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم سے قائم فرمایا، پھر فقیہ الملت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب ڈھاکہ بنگلہ دیش سے قائم کیا، اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

تصانیف

آپ نے تدریس کے ساتھ درسی کتابوں کی سہل اور مرتب انداز میں ایسی شرحیں لکھی ہیں کہ طلباء کے علاوہ مدرسین حضرات کو بھی فائدہ ہورہا ہے، جیسے اشرف الہدایہ شرح ہدایہ آٹھ جلدیں اور تفہیم الہدایہ دوجلدیں، قوت الاخیار شرح نورالانوار دوجلدیں، فیض سبحانی شرح اردو منتخب الحسامی دوجلدیں، اجمل الحواشی شرح اصول الشاشی، تکمیل الامانی شرح مختصر المعانی ۳ جلدیں، تقریر الحاوی شرح بیضاوی، درس طحاوی (دو درسی تقریر ہے)

وفات:

آپ کی وفات ۲۳ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۳۱ مارچ ۲۰۱۹ء میں ہوئی۔

اسناد مؤطا لامام محمدؒ

اس وقت دارالعلوم دیوبند میں مؤطا امام محمدؒ کا درس حضرت مولانا خورشید انور گیاوی مدظلہ دیتے ہیں یہ حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم سے روایت کرتے ہیں یہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے یہ حضرت شیخ الہند سے یہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی سے یہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے یہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے یہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے (باقی سند موطا امام محمد میں مذکور ہے)

نوٹ

تمام حضرات کے تذکرے گزر چکے ہیں صرف حضرت مولانا خورشید انور گیاوی مدظلہ کا باقی ہے وہ پیش ہے:

تذکرہ

حضرت مولانا خورشید انور گیاوی صاحب مدظلہ

راقم الحروف (محمد کوثر علی سبحانی) نے حضرت مولانا دامت برکاتہم کی خدمت میں درخواست بھیجی تھی اس پر حضرت نے مختصر مگر جامع تذکرہ تحریر فرما کر ارسال فرمایا، خود حضرت کا تحریر کردہ تذکرہ پیش ہے۔

نام ونسب

خورشید انور بن حضرت مولانا محمد عادل صاحب مرحوم بن جناب مولوی عبدالغفور صاحب (مرحوم) ساکن ہردے چک سابق ضلع گیا حال ضلع اروِل بہار، والد صاحب دار العلوم دیوبند کے قدیم فاضل تھے، دورۂ حدیث کے اساتذہ میں حضرت مدنیؒ، حضرت شیخ الادبؒ اور حضرت علامہ بلیاویؒ وغیرہ حضرات اکابر تھے، عرصۂ دراز تک جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوج ضلع آرہ بہار میں شیخ الحدیث رہے، کچھ عرصہ دوسرے مدارس میں رہ کر آخر میں مدرسہ انوار العلوم گیا میں ناظم رہے، دادا صاحب مرحوم پوری زندگی امارت شرعیہ پھلواری پٹنہ کے نقیب رہے۔

ولادت

تمام رکارڈ میں سن ولادت ۱۹۶۴ء درج ہے، لیکن احقر کا خیال ہے کہ ولادت چند سال پہلے کی ہے۔

تعلیم وتربیت

تعلیم کا آغاز والد صاحب کے ساتھ مدرسہ خیر العلوم چندواٹوری ضلع پلاموں جھارکھنڈ میں ہوا، پھر کچھ دنوں مدرسہ فیض الرشید سیسی سابق ضلع رانچی میں رہنے کے بعد گاؤں کے مدرسہ میں ناظرہ شروع کیا، ناظرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی حفظ شروع کرا دیا گیا، جس کی تکمیل مدرسہ انوار العلوم گیا میں ہوئی، کچھ فارسی اور ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھ کر مدرسہ رحمانیہ روڑکی میں داخل ہوا، فارسی کی گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا، سکندر نامہ اخلاق محسنی، رسالہ عبدالواسع وغیرہ کے ساتھ سال سوم عربی تک کی تعلیم مکمل کی، پھر مدرسہ خادم العلوم باغونوالی میں دوم، سوم اور چہارم کی تعلیم مکمل کر کے دار العلوم دیوبند آ گیا، دار العلوم دیوبند میں ششم، ہفتم، (دو مرتبہ) اور دورۂ حدیث نیز افتاء کی تعلیم مکمل کی، دورہ اور افتاء میں اول پوزیشن سے بحمد اللہ کامیابی ملی۔

سن فراغت

۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ ماہِ شعبان میں فراغت پائی۔

دورۂ حدیث کے اساتذہ

بخاری شریف اول، حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب سے بخاری ثانی اور مؤطا امام مالک حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی سے، مسلم شریف اول اور نسائی شریف حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی سے، مسلم شریف ثانی حضرت مولانا قمر الدین احمد صاحب سے، ترمذی شریف اول نیز طحاوی شریف حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری سے، ترمذی جلد ثانی حضرت مولانا معراج الحق صاحب دیوبندی سے، ابوداؤد شریف اول حضرت مولانا حسین صاحب بہاری سے ابوداؤد ثانی اور مؤطا امام محمد حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی سے، ابن ماجہ شریف حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری سے اور شمائل حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی سے پڑھی ہیں۔

تدریسی خدمات

شروع ہی سے دارالعلوم دیوبند میں البتہ تقریباً ڈیڑھ سال حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کے گھر حضرت والا کے صاحب زادوں کو پڑھایا۔

دارالعلوم دیوبند میں باضابطہ تقرر

شعبان ۱۴۰۹ھ کی مجلس شوریٰ میں ہوا، البتہ اس سے پہلے بھی معین مدرس کے عنوان سے دو سال دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا۔

تصانیف

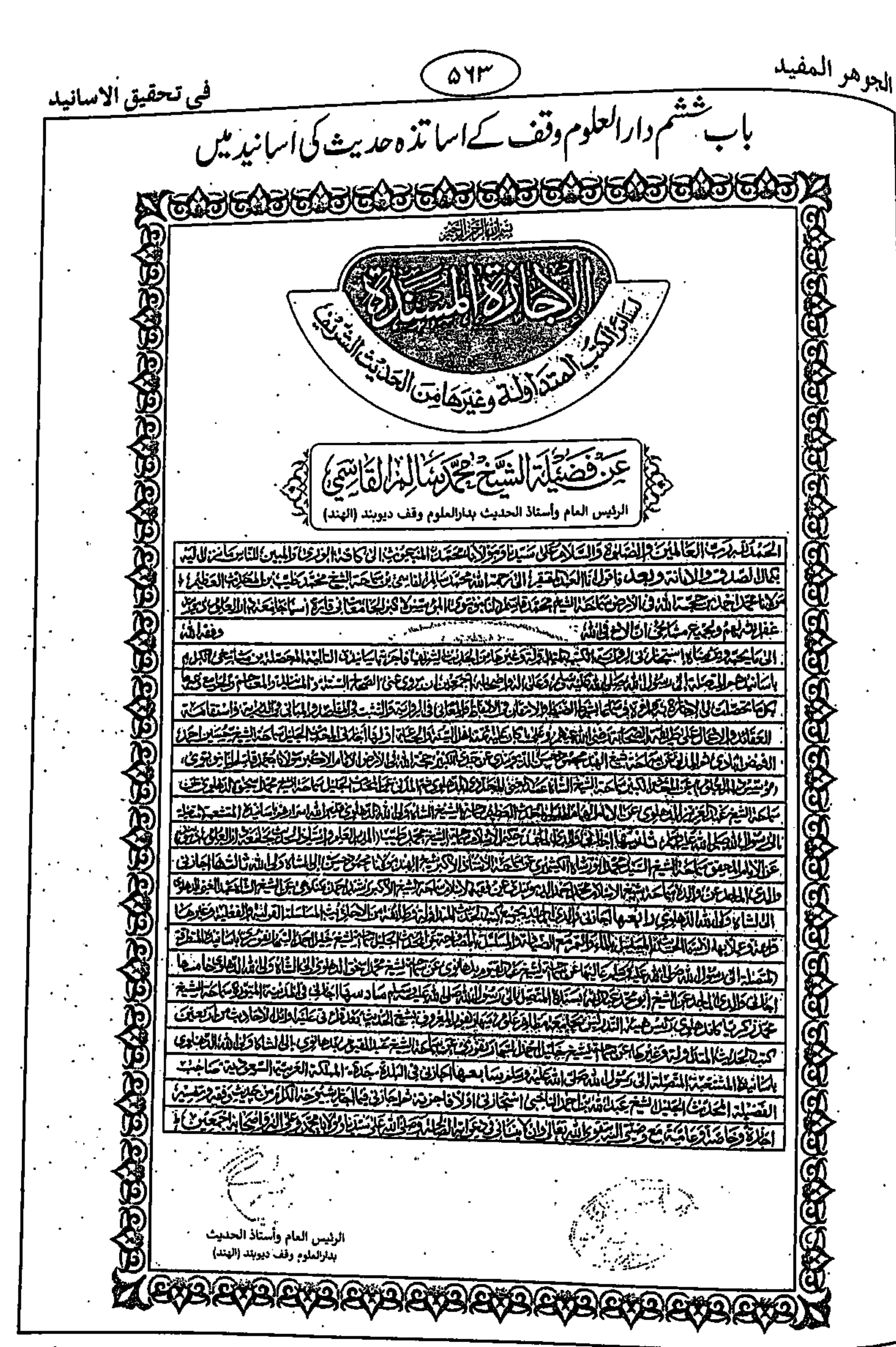
مفتاح العوامل کی ترتیب

مفتاح التہذیب کی ترتیب، رسالہ حیاۃ الانبیاء اور مختلف موضوعات پر لکھے گئے بہت سے فقہی مقالے۔

حسن خاتمہ کی دعاؤں کے التماس کے ساتھ

☆☆☆

باب ششم دار العلوم وقف کے اساتذہ حدیث کی اسانید میں



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الإجازة المسندة

لسائر الكتب المتداولة وغيرها من الحديث الشريف

عن فضيلة الشيخ محمد سالم القاسمي

الرئيس العام وأستاذ الحديث بدارالعلوم وقف ديوبند (الهند)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد المبعوث إلى كافة الورى والمبين للناس ما نزل إليه

بكمال الصدق والأمانة وبعد فأقول أنا العبد الفقير إلى رحمة الله محمد سالم القاسمي بن سماحة الشيخ محمد طيب بن الحكيم العظيم [illegible]

[illegible]

غفر الله لهم ولجميع مشايخي [illegible] وفقه الله

[illegible]

الرئيس العام وأستاذ الحديث

بدارالعلوم وقف ديوبند (الهند)

بسم الله الرحمن الرحيم

الإجازة المسندة

لسائر الكتب المتداولة وغيرها من الحديث الشريف

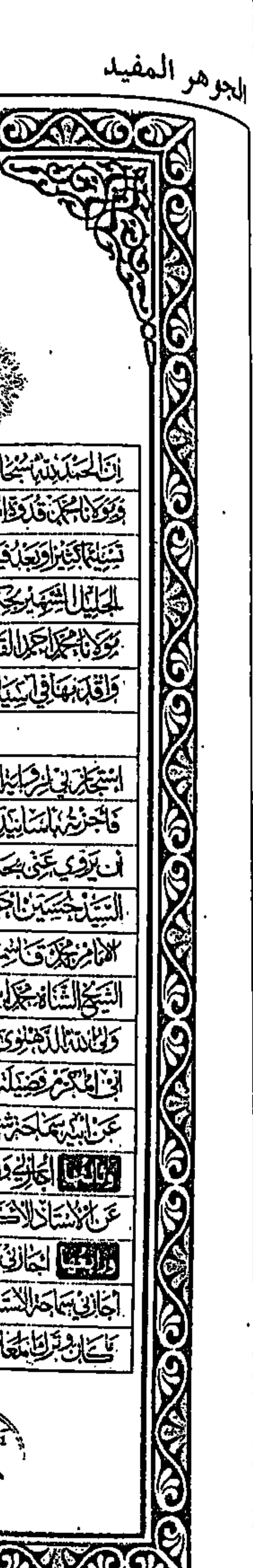
عن فضيلة الشيخ محمد سفيان القاسمي

أستاذ الحديث الشريف ورئيس الجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند (الهند)

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا محمد المبعوث إلى كافة الورى المبين للناس ما نزل إليهم بكمال الصدق والأمانة وبعد فيقول العبد المفتقر إلى رحمة الله محمد سفيان القاسمي بن الشيخ محمد سالم القاسمي بن الشيخ محمد طيب القاسمي بن الشيخ محمد أحمد بن حجة الله في الأرض الشيخ الإمام محمد قاسم النانوتوي المؤسس لأكبر الجامعات الإسلامية في قارة آسيا الجامعة الإسلامية دار العلوم ديوبند غفر الله لهم أن الأخ في الله

وفقه الله لما يحبه ويرضاه استجازني لرواية الكتب المتداولة وغيرها من الحديث الشريف فأجزته بأسانيدي التالية المحصلة من مشايخي الكرام بأسانيدهم المتصلة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يروي عني الصحاح الستة والمسانيد والمعاجم والجوامع وغيرها بكل ما تحصلت لي الإجازة به قراءة وسماعا بشرط الضبط والإتقان في الألفاظ والمعاني في الرواية والتثبت في المقاصد والمباني في الدراية واستقامة العقائد والأعمال على طريقة الصحابة رضي الله عنهم وعلى ما كان عليه أئمة أهل السنة والجماعة، أولها أجازني المحدث الجليل فضيلة الشيخ شريف الحسن الديوبندي عن الشيخ حسين أحمد الفيض آبادي ثم المدني عن شيخ الهند محمود حسن عن جدي الأمجد حجة الله في الأرض الإمام الأكبر مولانا محمد قاسم النانوتوي عن المحدث الكبير الشيخ الشاه عبد الغني المجددي الدهلوي عن المحدث الجليل الشيخ محمد إسحاق الدهلوي عن الشيخ الجليل عبد العزيز الدهلوي عن الإمام الهمام المفسر المحدث العظيم الشيخ الشاه ولي الله الدهلوي قدس الله أسرارهم بأسانيدهم المتشعبة المتصلة إلى رسول الله ﷺ ثانيها أجازني جدي حكيم الإسلام الشيخ محمد طيب رئيس الجامعة الإسلامية دار العلوم ديوبند سابقا وأستاذ الحديث بها عن الإمام المحقق الشيخ السيد محمد أنور شاه الكشميري عن شيخ الهند مولانا محمود حسن الديوبندي إلى الشاه ولي الله الدهلوي ثالثها أجازني جدي عن والده الشيخ محمد أحمد الديوبندي عن فقيه الإسلام الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي عن الشيخ الشاه عبد الغني الدهلوي إلى الشاه ولي الله الدهلوي رابعها أجازني جدي عن الشيخ أبو محمد عبد الله بسنده المتصل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم خامسها أجازني في مدينة جدة المملكة العربية السعودية صاحب الفضيلة المحدث الجليل الشيخ عبد الله بن أحمد الناخبي بما أجاز شيوخه الكرام من حديث وفقه وتفسير إجازة خاصة وعامة سادسها أجازني في المدينة المنورة المحدث الجليل الشيخ محمد عوامة الحلبي المدني الحنفي إجازة عامة بكل ما عنده من الأحاديث الصحيحة أن لي به رواية وإجازة سابعها أجازني الشيخ المحدث أحمد علي بن الشيخ يوسف اللاجفوري بجميع أسانيده المتشعبة المتصلة إلى رسول الله ﷺ رواية وتحديثا وكتابة وبعض أسانيده عالية جدا حيث هو يروي مباشرة عن الشيخ عبد الرحمن الأمروهوي وهو آخر من قرأ على الإمام النانوتوي كما أن الشيخ الأمروهوي ممن أجازهم الشيخ فضل رحمان الكنج مراد آبادي وسنده عال جدا وأوصيه ونفسي بتقوى الله تعالى والعمل بالعلم وأن لا ينساني ومشايخي الكرام في دعواته الصالحة وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

أستاذ الحديث الشريف
ورئيس الجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند (الهند)



بسم الله الرحمن الرحيم

الإجازة المسندة

لسائر كتب الحديث المتداولة

عن سماحة الشيخ حكيم الإسلام محمد أسلم القاسمي

استاذ الحديث ورئيس هيئة التدريس وعميد القبول والتسجيل بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند الهند

إن الحمد لله سبحانه وتعالى وتقدست أسماؤه وصفاته وعز وجل وهدى فأضل وأعز وأذل وصلى الله تعالى على سيدنا
ومولانا محمد قدوة أهل العقد والحل الذي قام بتبليغ الرسالة وداوم على سبيل النجاة دل وعلى آله وأصحابه وأزواجه وسلم
تسليما كثيرا وبعد فيقول العبد الضعيف المفتقر إلى رحمة الله الواسعة للمحسنين والمسيئين محمد أسلم القاسمي بن المحدث
الجليل الشهير بحكيم الإسلام وخطيب الزمان فضيلة الشيخ مولانا محمد طيب القاسمي بن المحدث الجليل فضيلة الشيخ
مولانا محمد أحمد القاسمي بن حجة الإسلام فضيلة الشيخ الإمام محمد قاسم النانوتوي المؤسس لأكبر الجامعات الإسلامية
وأقدمها في آسيا المشهورة بدار العلوم ديوبند غفر الله لهم ولجميع مشايخي وآبائي الأمجاد. إن الأخ في الله
وفقه الله العلي العظيم لما يحب ويرضى
استجازني لرواية الصحاح الستة من كتب الأحاديث النبوية بعد ما قرأ علي وقد وجدت فيه موهبة ومناسبة بالحديث
فأجزته بأسانيدي الأربعة المحصلة من مشايخي الكرام بأسانيدهم المتصلة إلى خير البرية صلى الله عليه وسلم
أن يروي عني بحسب ما حصلت لي الإجازة منهم بشرط الضبط والإتقان **أولها** عن المحدث الجليل شيخ الإسلام مولانا
السيد حسين أحمد المدني عن المحدث الجليل شيخ الهند مولانا محمود حسن الديوبندي حجة الإسلام المحدث الجليل
الإمام محمد قاسم النانوتوي مؤسس هذه الجامعة عن سماحة الشيخ الشاه عبد الغني المجددي المدني عن فضيلة
الشيخ الشاه محمد إسحاق عن فضيلة الشيخ الشاه عبد العزيز عن الإمام الجليل المفسر المحدث فضيلة الشيخ الشاه
ولي الله الدهلوي قدس الله أسرارهم بأسانيدهم المتشعبة المتصلة إلى النبي صلى الله عليه وسلم **وثانيها** أنه أجازني
أبي المكرم فضيلة الشيخ المحدث الكبير حكيم الإسلام مولانا محمد طيب القاسمي المدير العام سابقا بجامعة دار العلوم ديوبند
عن أبيه سماحة شيخ الإسلام محمد أحمد الديوبندي عن فقيه الإسلام سماحة الشيخ الأكبر رشيد أحمد الكنكوهي وسنده معروف
وثالثها أجازني والدي الماجد العارف بالله عن إمام المحدثين في عصره فضيلة الشيخ محمد أنور شاه الكشميري
عن الأستاذ الأكبر شيخ الهند مولانا محمود حسن الديوبندي بالسند المذكور متصلا إلى الإمام الشاه ولي الله الدهلوي
ورابعها أجازني والدي الماجد عن الشيخ أبو محمد عبد الله بسنده المتصل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم **وخامسها**
أجازني سماحة الأستاذ فضيلة الشيخ مولانا فخر الدين مراد آبادي وسنده معروف وأخيرا أوصيه بتقوى الله أينما كان وحيث
كان وترك المعاصي وأرجو ذلك أن لا ينساني في صالح دعائه وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وعلى سائر النبيين

استاذ الحديث ورئيس هيئة التدريس وعميد القبول والتسجيل
بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند (الهند)



عن سماحة الشيخ السيد محمد خضر شاه الكشميري نجل العلامة الشيخ محمد انور شاه الكشميري

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی اكرم الانسان بنعمة العلم وعلمه ما لم يعلم واضاء نبراس الهداية عن طريق الانبياء والمرسلين وخاصة بواسطة سيدنا ومولانا محمد خاتم الانبياء والرسل صلى الله عليه وعلى اله واصحابه اجمعين الذی بعثه الله تذكرة الهداية وعلى خلق عظيم للانسانية، وجميع الشكر لذاته تعالى الذی انزل علينا كتابه الهادی وسمح لنا فرصة النجاح فی الدارين ببعثة نبيه الينا، وليعلم ان اساس العلوم الدينية والشريعة هو علم القرآن والحديث، وسنة النبی باقواله وافعاله واحواله فانها شرح لكتاب الله تعالى ومنبع للعلوم الدينيه، فوفقنا الله بالاعتصام بهما حتى نحصل على سعادة الدارين وبعده

ان الاخ فی الدين

استجاز لی لرواية الصحاح الستة بعد ما قرأ على الاحاديث وقد وجدت فيه موهبة ومناسبة بالحديث الشريف فاجزته باسانيدی الاربعة المحصلة من مشائخی الكرام باسانيدهم المتصلة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم منها:

اولاً: انی قرأت المجلد الاول من صحيح البخاری على فضيلة الشيخ نصير احمد خان البلند شهری، والمجلد الثانی منه على والدی المحترم فضيلة الشيخ فخر المحدثين السيد انظر شاه الكشميری ابن امام العصر فی الحديث العلامة السيد محمد انور شاه الكشميری، ثم اجازانی فيهما اجازهما شيوخهما الكرام البررة، وسندهما معروف، وثانيا: عن الشيخ السيد احمد رضا البجنوری وهو يروی عن الشيخ العلامة انور شاه الكشميری وسنده ايضا معروف، وثالثا عن محقق العصر الشيخ عبد الفتاح ابوغدة الشامی وهو يروی عن شيخه العلامة زاهد الكوثری، رحمهم الله تعالى اجمعين، ورابعا: اجازنی المحدث الجليل الشيخ عبد الله بن احمد الناخبی "حفظه الله" الساكن فی بلدة "جدة" من المملكة العربية السعودية، واخيراً اوصيه بتقوى الله فی السر والعلن وان لا ينسانی فی دعواته الصالحة وادعو الله سبحانه وتعالى ان يوفقنا الاداء واجبنا نحو الحديث وصلى الله على خاتم النبيين وعلى اله واصحابه اجمعين.



شيخ الحديث
بالجامعة الاسلامية دار العلوم وقف ديوبند

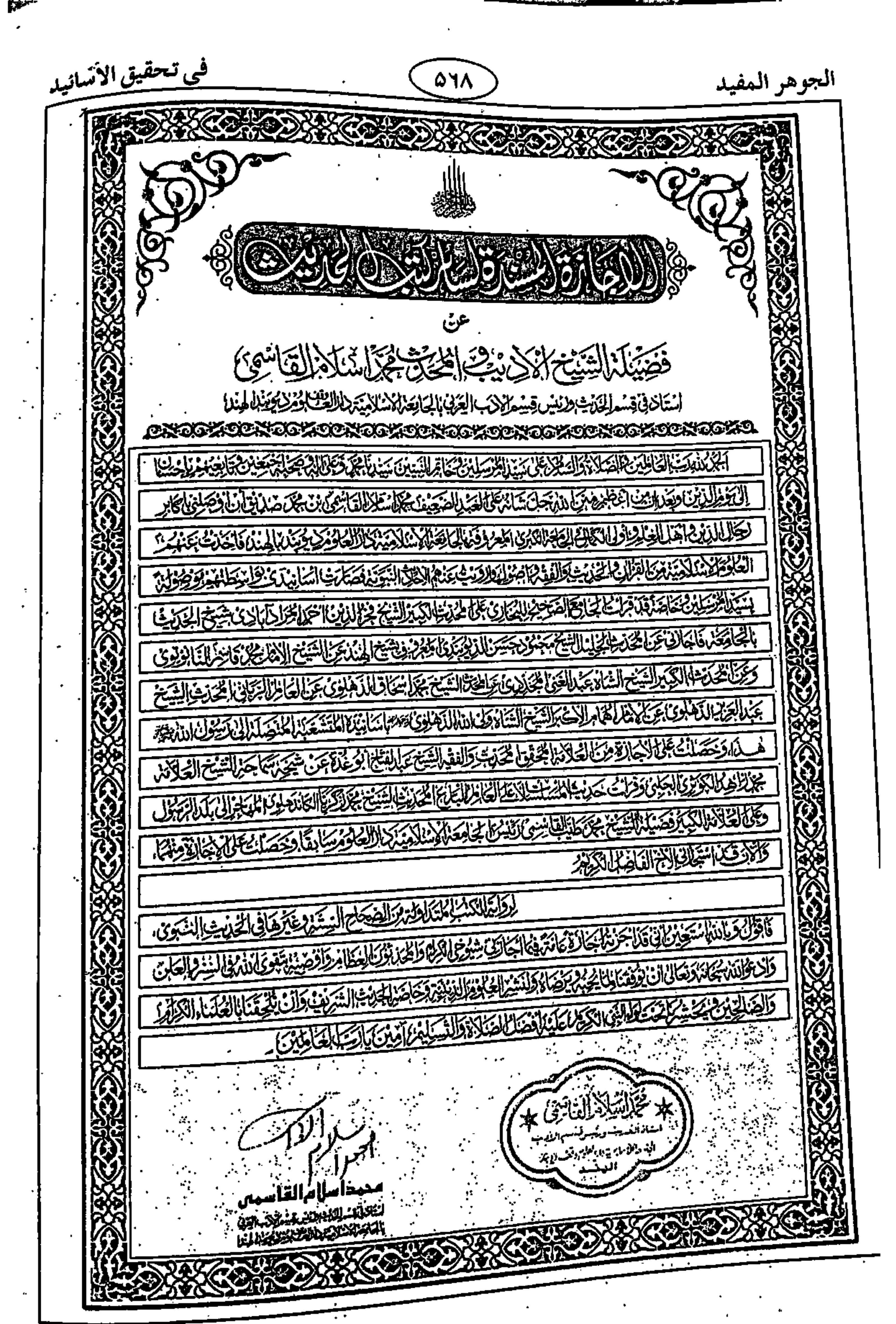
الاجازة المسندة لكتب الحديث المتداولة

عن فضيلة الشيخ المفتي محمد احسان القاسمي الندوي

الاستاذ في قسم الحديث ورئيس البلتيين بالجامعة الاسلامية دار العلوم وقف ديوبند، الهند.

الحمد لله الهادي المتين النور الذي جعل النبيين والمرسلين مهبط انواره وعلمهم بالوحي دقائق اسراره وانزل على بعضهم جامعا الاوامره ونواهيه والصلوة والسلام على جميع الانبياء والمرسلين سيما على خاتمهم وامامهم سيدنا محمد المصطفى واحمد المجتبى صلى الله عليه وسلم المتوج بتاج الاصفياء والمتردي برداء الاجتباء وقدوة الرسل والانبياء وعلى آله النجباء الاصفياء وسلالة نسله وازواجه المطهرات امهات المؤمنين المؤتمنات على سرائره واصحابه العرفاء الذين اقتدوا بهديه ومن تبعهم الى يوم القيمة اما بعد! فان من كرم الله تعالى جل جلاله وعم نواله وافرا على العبد الضعيف المفتقر الى رحمة ربه الصمد الرحيم ان رويت عن كبار علماء الشريعة الاسلامية والراسخين في العلم واولي الكمال الاحاديث النبوية فصارت اسانيدي بواسطتهم موصولة بخاتم الانبياء صلى الله عليه وسلم غشيهم الله برحمة واسعة من جميع مشايخي واساتذتي العظام ورحمة الله وسعت كل شئ فان الاخ في الدين

وفقه الله الى ما يحبه ويرضاه. قد استجازني لرواية الكتب المتداولة من كتب الاحاديث النبوية بعد قراءته على الاحاديث وقد وجدت فيه موهبة ومناسبة بالحديث الشريف وبالله استعين اني قد اجزت باسانيدي التالية المحصلة من مشايخي الكرام بشرط الضبط والاتقان اولها اجازني فضيلة الشيخ نصير احمد خان والشيخ عبد الحق الاعظمي كلاهما عن الشيخ حسين احمد المدني عن الامام شيخ الهند محمود حسن الديوبندي وسنده معروف ثانيها اجازني سماحة الشيخ ابو الحسن علي الحسني الندوي عن الشيخ علامة عبد الرحمن مباركفوري وسنده معروف ثالثها اجازني محقق العصر الشيخ عبد الفتاح ابو غدة وهو يروي عن شيخه العلامة زاهد الكوثري الدفين بالقاهرة وسنده معروف، رابعها اجازني خطيب الاسلام سماحة الشيخ محمد سالم القاسمي عن الشيخ حسين احمد المدني عن الامام شيخ الهند محمود حسن الديوبندي وسنده معروف خامسها اجازني فخر المحدثين فضيلة الشيخ محمد انظر شاه الكشميري عن الشيخ حسين احمد المدني عن الامام شيخ الهند محمود حسن الديوبندي وسنده معروف سادسها اجازني فضيلة الشيخ المفتي محمود حسن الكنكوهي عن المحدث الشهير محمد زكريا الكاندهلوي وشيخ الاسلام حسين احمد المدني وسندهما معروف سابعها اجازني المحدث الجليل سيد سليمان الحسني الندوي عن الشيخ عبد الستار الاعظمي والشيخ برهان الدين السنبهلي الاول عن العلامة عبد اللطيف السهارنفوري عن الامام المحدث خليل احمد السهارنفوري وسنده معروف والثاني عن السيد حسين احمد المدني والسيد فخر الدين احمد المراد آبادي كلاهما عن العلامة محمود حسن الديوبندي وسنده معروف ثامنها اجازني المحدث الكبير محمد زكريا السنبهلي عن الشيخ فخر الدين احمد المراد آبادي عن الامام شيخ الهند محمود حسن الديوبندي وسنده معروف تاسعها اجازني فقيه الاسلام المفتي محمد تقي العثماني عن المفتي الاعظم محمد شفيع العثماني عن رئيس المحدثين العلامة انور شاه الكشميري وسنده معروف عاشرها اجازني سماحة الشيخ محمد عوامة الحلبي عن الشيخ محمد ياسين الفاداني الاندونيسي ثم المكي بسنده الى عبد الله بن عمرو بن العاص عن النبي صلى الله عليه وسلم واخيرا اوصيه بتقوى الله في السر والعلن وترك الفواحش ما ظهر منها وما بطن وان لا ينساني في دعواته الصالحة وادعو الله سبحانه وتعالى ان يوفقنا لاداء واجبنا خاصة نحو الحديث الشريف وصلى الله على خاتم النبيين واصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.



الإجازة المسندة لسائر الكتب الحديثية

عن

فضيلة الشيخ الأديب والمحدث محمد إسلام القاسمي

أستاذ في قسم الحديث ورئيس قسم الأدب العربي بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند الهند

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وتابعيهم بإحسان
إلى يوم الدين وبعد فإن من أعظم منن الله جل شانه على العبد الضعيف محمد إسلام القاسمي بن محمد صديق أن وصلني بأكابر
رجال الدين وأهل العلم وأولي الكمال في الجامعة الكبرى المعروفة بالجامعة الإسلامية دار العلوم ديوبند بالهند فأخذت عنهم
العلوم الإسلامية من القرآن والحديث والفقه وأصولها ورويت عنهم الأحاديث النبوية فصارت أسانيدي بواسطتهم موصولة
بسيد المرسلين وخاصة فقد قرأت الجامع الصحيح للبخاري على المحدث الكبير الشيخ فخر الدين أحمد المرادآبادي شيخ الحديث
بالجامعة فأجازني عن المحدث الجليل الشيخ محمود حسن الديوبندي المعروف بشيخ الهند عن الشيخ الإمام محمد قاسم النانوتوي
وعن المحدث الكبير الشيخ الشاه عبد الغني المجددي عن المحدث الشيخ محمد إسحاق الدهلوي عن العالم الرباني المحدث الشيخ
عبد العزيز الدهلوي عن الإمام الهمام الأكبر الشيخ الشاه ولي الله الدهلوي رحمه الله بأسانيده المتشعبة المتصلة إلى رسول الله ﷺ
هذا وحصلت على الإجازة من العلامة المحقق المحدث والفقيه الشيخ عبد الفتاح أبو غدة عن شيخه سماحة الشيخ العلامة
محمد زاهد الكوثري الحلبي وقرأت حديث المسلسلات على العالم البارع المحدث الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي المهاجر إلى بلد الرسول
وعلى العلامة الكبير فضيلة الشيخ محمد طيب القاسمي رئيس الجامعة الإسلامية دار العلوم سابقا وحصلت على الإجازة منهما،
والآن قد استجازني الأخ الفاضل الكريم

لرواية الكتب المتداولة من الصحاح الستة وغيرها في الحديث النبوي،
فأقول وبالله أستعين إني قد أجزته إجازة عامة فيما أجازني شيوخي الكرام والمحدثون العظام وأوصيه بتقوى الله في السر والعلن
وأدعو الله سبحانه وتعالى أن يوفقنا لما يحبه ويرضاه ولنشر العلوم الدينية وخاصة الحديث الشريف وأن يلحقنا بالعلماء الكرام
والصالحين ويحشرنا تحت لواء النبي الكريم عليه أفضل الصلاة والتسليم آمين يا رب العالمين.

محمد إسلام القاسمي

محمد اسلام القاسمي

بسم الله الرحمن الرحيم

الأجازة المسندة لكتب الحديث المتداولة

عن فضيلة الشيخ
قمر الزمان قمر العثماني حفظه الله

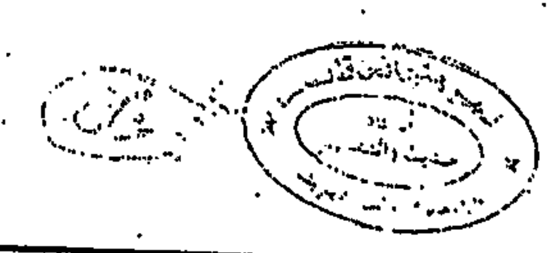
أستاذ الحديث الشريف بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند، الهند

الحمد لله الذي فضّل العلم والعلماء وجعل التقوي معيار المقربين والفضلاء، أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له في الخلق والأمر ذو العزة والعظمة والكبرياء والجبروت، وأشهد أن سيدنا وسندنا وحبيب قلوبنا و نور عيوننا محمد بن عبد الله ورسوله صلى الله عليه وعلى آله وأصحـــابه ومن اقتدى به من الأتقيــاء، وبعد: فأقول أنا العبــد المفتقر إلى رحمة الله تعالى قمر الزمان قمر العثماني، أستاذ الحديث الشريف بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند الهند : إن الأخ في الله..

استجازني لرواية الكتب المتداولة من الحديث النبوي الشريف، فأجزته بأسانيدي المحصلة من مشايخي الكرام بأسانيدهم المتصلة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يروي عني بشرط الضبط والإتقان واستقامة العقائد في البيان على ما كان عليه أهل السنة والجماعة: أولا: أجازني المحدث الجليل شيخ الإسلام حسين أحمد المدني، ثانيا: أجازني المحدث الشيخ إبراهيم البلياوي. ثالثا: أجازني شيخ الأدب إعزاز علي الأمروهوي، عن رئيس المحدثين شيخ الهند محمود حسن الديوبندي، عن الإمام الهمام قدوة علماء الأنام حجة الإسلام محمد قاسم النانوتوي مؤسس الجامعة الإسلامية دارالعلوم ديوبند الهند، عن المحدث الكبير الشاه عبد الغني المجددي، عن فخر المحدثين الشيخ الشاه إسحاق، عن رئيس المحدثين الشيخ الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن إمام المحدثين مسند الهند الشاه ولي الله الدهلوي، وسنده معروف.

وإني أجيزه بكل ما عندي من أسانيد أوصيه بوصايا: الأولى: العمل بما علم بكل تفان وإخلاص. الثانية: التثبت في كل ما يقول ويكتب. الثالثة: استمرار الجهود العلمية والدعوية. الرابعة: أوصيكم بتقوى الله والاستقامة في طاعة الله والالتزام بالتدريس والتبليغ أبداً. الخامسة: أن لا ينساني ووالدي ومشايخي في دعواته الصالحة كما أدعو له السداد والتوفيق لما يحبه الله ويرضاه.

توقيع المجيز





عن سماحة الشيخ محمد فريد الدين القاسمي حفظه الله

الحمد لله الذي كتب على نفسه الرحمة اجتباه تفضلا منه وإحسانا وجعل من شريعته بين الحق والباطل فرقانا وأفضل
الصلوة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وأسأل الله جل جلاله أن يوفقني وإخواننا
في الإسلام السداد في القول والعمل ويجنبنا مواطن الزيغ والزلل وبعد فيقول العبد الضعيف المفتقر إلى الله القوي

العزيز ان الأخ في الدين
وفقه الله العلي العظيم لما يحب ويرضى استجازني لرواية الصحاح الستة من كتب الحديث النبوية بعد ما قرأ علي
الأحاديث وقد وجدت فيه موهبة وشباهة بالحديث الشريف فأجزته بأسانيدي التالية المتصلة من مشايخي الكرام
بأسانيدهم المتصلة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه أجمعين أن يروي عني الصحاح الستة والمسانيد والمعاجم
الجوامع وغيرها بكل ما تحصلت لي الإجازة به قراءة وسماعا بشرط الضبط والإتقان في الألفاظ والمعاني في الرواية
والتثبت في المقاصد والمباني في الدراية واتباع العقائد والأعمال على طريقة الصحابة رضي الله عنهم أجمعين وعلى ما كان
عليه أئمة أهل السنة والجماعة أولها: أجازني فضيلة الشيخ المحدث الجليل رئيس المتكلمين محمد سالم القاسمي حفظه الله
بن حكيم الإسلام محمد طيب رحمه الله رحمة واسعة عن شيخه حسين أحمد فيض آبادي ثم المدني عن شيخه المعروف بشيخ
الهند محمود حسن الديوبندي عن شيخه حجة الله في الأرض الإمام الأكبر محمد قاسم النانوتوي رحمه الله مؤسس
دار العلوم في قارة الهند عن المحدث الكبير سماحة الشيخ عبد الغني المجددي الدهلوي ثم المدني عن المحدث الجليل سماحة
الشيخ محمد إسحاق الدهلوي عن جده الشيخ عبد العزيز الدهلوي عن الإمام الهمام المفسر المحدث العظيم سماحة الشيخ شاه
ولي الله الدهلوي قدس الله أسرارهم بأسانيده المتشعبة المتصلة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم. ثانيها: أجازني
فخر المحدثين أنظر شاه الكشميري ابن محدث العصر الشيخ محمد أنور شاه الكشميري عن الشيخ حسين أحمد المدني
عن الشيخ محمود حسن الديوبندي إلى الشاه ولي الله محدث الدهلوي. ثالثها: أجازني المحدث الكبير خورشيد عالم الديوبندي
عن الشيخ حسين أحمد المدني إلى حجة الشيخ الشاه ولي الله المحدث الدهلوي. رابعها: أجازني الشيخ المحدث الفقيه محمد رياست فتحپوري
عن الشيخ حافظ الحديث الأستاذ الأكبر محمد أنور شاه الكشميري عن الشيخ شيخ الهند محمود حسن الديوبندي إلى مسند الهند الشاه
ولي الله المحدث الدهلوي وأخيرا أوصيه بتقوى الله في السر والعلن أينما كان وحيثما كان وترك المعاصي وأرجو أن لا ينساني
في صالح دعواته ما دام حيا وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى
سائر الأنبياء والمرسلين



بسم الله الرحمن الرحيم



الإجازة المسندة

لسائر كتب الحديث المتداولة

عن فضيلة الشيخ المفتي محمد عارف القاسمي
الأستاذ في قسم التخصص في الحديث وفي الفقه بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند الهند

الحمد لله الذي فضل العلم والعلماء وجعل التقوى معيار المقربين والفضلاء، أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ذو العزة والعظمة والكبرياء، وأشهد أن سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله سيد الأنبياء صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن اقتدى به من الأتقياء، وبعد فأقول أنا العبد المفتقر إلى رحمة الله محمد عارف بن الشيخ خورشيد عالم رحمه الله شيخ الحديث بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند (الهند)

إن الأخ في الله:

استجازني لرواية الكتب المتداولة من الحديث النبوي فأجزته بأسانيدي المحصلة من مشايخي الكرام بأسانيدهم المتصلة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يروي عني بشرط الضبط والإتقان واستقامة العقائد في اللين على ما كان عليه أهل السنة والجماعة أولها: الجالي المحدث الجليل حكيم الإسلام محمد سالم القاسمي عن الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي المعروف بشيخ الحديث سماحة الشيخ خليل أحمد السهارنفوري عن الشيخ عبد القيوم بدهانوي وسنده معروف وعن حكيم الإسلام سماحة الشيخ المقرئ محمد طيب عن الإمام المحقق العلامة محمد أنور شاه الكشميري وعن شيخ الإسلام حسين أحمد المدني عن رئيس المحدثين شيخ الهند محمود حسن الديوبندي وسنده معروف وعن حكيم الإسلام محمد طيب عن الشيخ حبيب أحمد الديوبندي عن الشيخ الأكبر رشيد أحمد الكنكوهي ثانيها: الجالي الشيخ محمد نعيم الديوبندي شيخ الحديث سابقاً عن الشيخ عبد الرحمن الأمروهوي عن حجة الإسلام محمد قاسم النانوتوي وعن العلامة شبير أحمد العثماني وعن الشيخ فخر الدين أحمد وعن الشيخ إعزاز علي وعن الشيخ العلامة إبراهيم البلياوي كلهم عن الشيخ محمود حسن الديوبندي وسنده معروف ثالثها: الجالي الموقر المحدث الجليل فضيلة الشيخ خورشيد عالم عن شيخ الإسلام حسين أحمد المدني وعن جدي الموقر الشيخ ظهور أحمد الديوبندي وعن المفتي الأعظم محمد شفيع الديوبندي وكلاهما عن فخر المحدثين العلامة محمد أنور شاه الكشميري عن رئيس المحدثين شيخ الهند محمود الحسن الديوبندي وسنده معروف رابعها: الجالي رئيس المتكلمين فضيلة الشيخ محمد أنظر شاه الكشميري عن شيخ الإسلام حسين أحمد المدني وعن الشيخ محمد يوسف البنوري وهو يروي عن شيخه المحقق إمام العصر في الحديث الشيخ محمد أنور شاه الكشميري وسنده معروف وعن الشيخ المالكي وعن محقق العصر الشيخ عبد الفتاح أبو غدة وهو يروي عن شيخ العلامة زاهد الكوثري المدفون بالقاهرة خامسها: الجالي عمي المحترم الفقيه الشهير المفتي محمد ظفير الدين المفتاحي عن والده الجليل الشيخ المفتي محمد شفيع الديوبندي عن فخر المحدثين العلامة محمد أنور شاه الكشميري وسنده معروف وعن المفتي محمد شفيع عن شيخ الإسلام حسين أحمد المدني وعن جميع مشايخ الهند والباكستان وعن بلاد العربية والجالي المحدث النبيل بالأولية عن الشيخ عبد الفتاح أبو غدة وعن الحسن المشاط المالكي وعن محمد ياسين الفاداني سادسها: الجالي فضيلة الشيخ محمد بن محمد بن عوامة الحلبي المدني الحنفي المحدث المسلسل بالأولية والآخرية الشيخ محمد ياسين الفاداني من علماء مكة الأدلبي سابعها: الجالي متكلم الإسلام محمد إسماعيل القاسمي عن حجة الأستاذ فضيلة الشيخ فخر الدين المراد آبادي وعن شيخ الإسلام حسين أحمد المدني وعن حكيم الإسلام سماحة الشيخ المقرئ محمد طيب عن الإمام المحقق العلامة محمد أنور شاه الكشميري وكلهم عن رئيس المحدثين شيخ الهند محمود الحسن الديوبندي وسنده معروف ثامنها: الجالي فضيلة الشيخ الأديب الأريب محمد إسلام القاسمي عن الشيخ فخر الدين أحمد المراد آبادي عن المحدث الجليل الشيخ محمود الحسن الديوبندي وسنده معروف تاسعها: الجالي الشيخ جميل أحمد السكروذوي عن الشيخ عبد الأحد عن الشيخ أصغر حسين المعروف بميان جي وعن فخر الدين أحمد المراد آبادي عن المحدث الجليل الشيخ محمود الحسن الديوبندي وسنده معروف عاشرها: الجالي الشيخ محمد حسين الباندوي عن شيخ الإسلام حسين أحمد المدني وعن الشيخ محمد إبراهيم البلياوي وعن الشيخ للفقه والأدب إعزاز علي الأمروهوي وسندهم معروف. أجيزكم إجازة عامة بكل ما يصح عنكم أن يُروى رواية وإجازة عامة

بسم الله الرحمن الرحيم

الاجازة المسندة لكتب الحديث المتداولة

عن

العبد محمد سكندر القاسمي عفي عنه

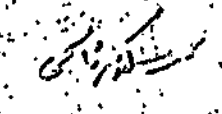
خادم الحديث النبوي الشريف، بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف، ديوبند، الهند

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ . اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ خَالِقُ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ بِالْهُدٰى وَالْقُرْاٰنِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَادَارَتِ الْقَمَرَانِ و بَعْدُ. إن الأخ في الله ....

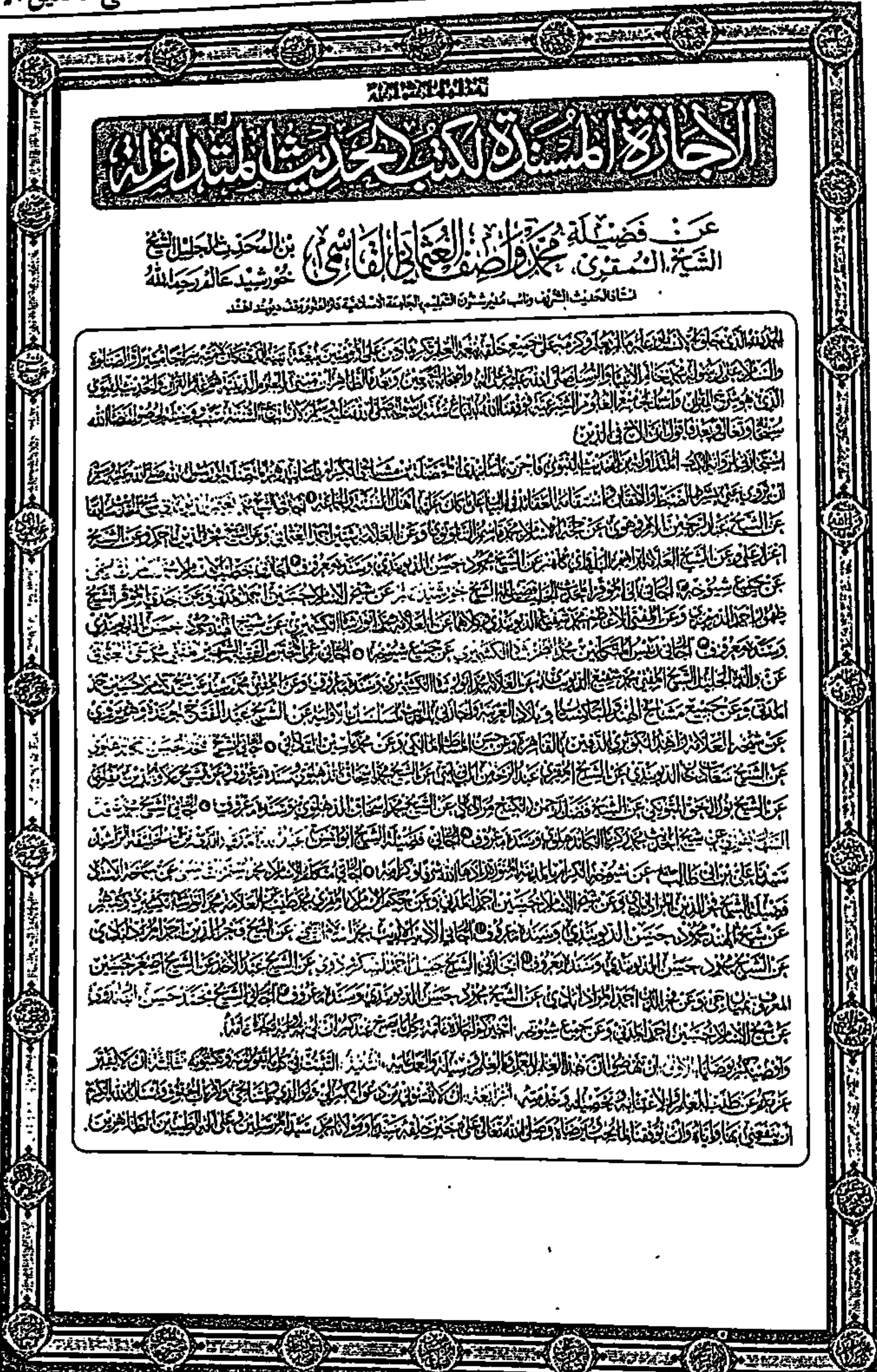
....اسْتَجَازَنِيْ لِرِوَايَةِ الْكُتُبِ الْمُتَدَاوِلَةِ مِنَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ

فَاَجَزْتُهُ بِاَسَانِيْدِيَ الْمُحَصَّلَةِ مِنْ مَشَائِخِي الْكِرَامِ بِشَرَائِطِهَا الْمَعْرُوْفَةِ بَيْنَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الضَّبْطِ وَالْإِتْقَانِ وَغَيْرِهَا. أَجَازَنِي خَطِيْبُ الْإِسْلَامِ الشَّيْخُ مُحَمَّد سَالِم القاسمي و فخر المُحَدِّثين الشيخ محمّد أنظر شاه الكشميري و الشيخ محمد نعيم الديوبَنْدي كُلُّهُمْ عَن شيخ الإسلام حُسَيْن أحمد المدني بصحيح البُخَارِي و سندُهُ مَعروف و الشيخ خورشيد عالم الديوبندي عن الشيخ فخر الحسن المراد آبادي والشيخُ محمّد إسلام القاسمي عن الشيخ شَريف الحَسَن الديوبندي كِلَاهُمَا عن الشيخ العَلَّامة محمّد إبراهيم البَلْيَاوِي بالصحيح لِمُسْلِم وسندهُ معروف و الشيخ مُحمّد أسلم القاسمي بجَامع التِرمِذِي عن الشيخ العلّامة محمد إبراهيم البَلْيَاوِي و سندهُ معروف و أيضًا الشَمائِل للترمذي عن الشيخ عَبدالجَليل عن الشيخ أنور شَاه الكشميري و سَنَدُهُ معروف والشيخ محمّد حَسَن البَانْدوِي عن شيخ الأدَب محمّد إعزاز عَلي الأمرُوهَوي بأبِي دَاوُدَ و جامع التِرمِذي والشيخ المفتي أنوَارُ الحَق القاسمي عن فخر المحدثين الشيخ أنظر شاه الكشميري عن الشيخ فخر الحَسَن المرادآبادي بِسُنَن النسائي و سنده معروف و الشيخ فَرِيد الدين القاسمي عن الشيخ المفتي محمّد واصِف عن فضيلة الشيخ سَيِّد مُبارك عَلي بالمُوطا للإمام محمّد و الشيخ غُلَام نبي الكشميري بالمُوطا للإمام مَالِك عن الشيخ العلامة حَسَن البَانْدوِي عن الشيخ عَبدالجَليل و سَنَده معروف و شرح معاني الآثار عن الشيخ خورشيد عالم الديوبندي عن ظهور أحمد الديوبندي عن إمام العَصر العَلامة أنوَر شَاه الكشميري عن شيخ الهند مَحمُود الحَسَن الديوبندي عن حجة الإسلام الإمَام محمد قاسم النانوتوي عن الشاه عبدالغني المجدّدي عن الشاه محمد إسحَاق الدهلوي عن الشاه عبدالعَزيز الدهلوي عن مسند الهند الإمَام الشاه ولي الله الدّهلوي عن الشيخ أبي طاهر المَدَني عن النخلي عن البابلي عن الزّين عَبدالله بن محَمّد النحريري عن الجَمَال يُوسف عن زكريا عن أبي الفضل بن حجَر عن الشريف أبي طاهر عن زَينبَ بنت الكَمَال المَقدِسيّة عن محمد بن عَبدالهَادي عن الحافظ أبي موسٰى محمد بن أبي بكر المديني عن أبي الفتح إسمَاعيل بن الفضل بن أحمَد السراج عن أبي الفتح منصور بن الحسين عن الحافظ أبي بكر محمّد بن إبرَاهيم المقري عن الإمام الحَافظ الشيخ أبي جَعفر أحمد بن محمد سلامه الطحاوي عن أبي معمر عن عَبدالوارث عن أيوب بن موسىٰ المكّي عن نُبَيه عن أبان بن عثمان عن عثمان بن عفان رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم.

أخيرًا أوصيه بتقوى الله في السرّ والعلن و اتباع سُنّة رسوله في العَمَل و أن لا يَنْسَاني في دعواته الصّالحَة و أدعو الله أن يوفّقنا لما يُحبّ ويرضىٰ و صلى الله تعالىٰ على خَير خَلقه و حبيْبه سيّدنا و مولانا محمّد و على اٰله و أصحابه أجمعين، اٰمين يا ربّ العالمين







الإجازة المسندة لكتب الحديث المتداولة

عن فضيلة الشيخ المقرئ محمد واصف العثماني القاسمي بن المحدث الجليل الشيخ خورشيد عالم رحمه الله

أستاذ الحديث الشريف ونائب مدير شؤون التعليم بالجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند الهند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندونیپال کی سرحد پر تعلیم وتبلیغ کا عظیم الشان مرکز

جامعۃ الفلاح دارالعلوم الاسلامیہ فاربس گنج بہار

جامعہ کے قیام کے چند اہم محرکات

(۱) ہندونیپال کے سرحدی خطہ شمالی بہار کو سیمانچل کہا جاتا ہے، اس علاقہ کے اسی (۸۰) فیصد لوگ گھاس پھوس کے چھپر میں زندگی بسر کرتے ہیں، تقریباً نوے (۹۰) فیصد گاؤں میں قرآن کو صحت کے ساتھ پڑھنے اور دینی تعلیم کا نظم نہیں ہے، گویا جہالت وغربت یہاں کا مقدر بن چکی ہے بعض لوگ مالدار تو ہیں لیکن انکے اندر دینداری نہیں ہے اکثر لوگ سودخوری میں مبتلا ہیں، غریبوں پر رحم کھا کر زکوٰۃ ، صدقات، اور عشریات کے ذریعہ مدد کرنے کے بجائے لوٹ گھسوٹ میں مبتلا ہیں ، علماء وصلحاء کے وقار کو مجروح کرنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں، کام کرنے والے کے ساتھ حوصلہ شکنی کا رویہ اختیار کر کے انکی ہمتیں پست کر دیتے ہیں، مجبوراً بہ شکستہ ہمتیں اس علاقہ کو چھوڑ کر دور دراز نکل کر دینی وتدریسی خدمات میں لگ کر اپنی معیشت کی فکر میں مصروف ہو جاتے ہیں اور یہاں کے مکاتب ومدارس کے جھونپڑے زمین پر گر اپنے وجود ہی کو مٹا دیتے ہیں مسلم نونہالان تعلیم و تربیت سے دور آوارہ گردی میں مبتلا ہو کر زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کرتے نظر آتے ہیں، انہیں سنگین صورتحال کو احساس کر کے اس ادارے کو قائم کیا گیا ہے۔

(۲) اس علاقہ کی غربت وجہالت سے فائدہ اٹھا کر مختلف گمراہ فرقے خصوصاً عیسائی وقادیانی فتنے مال وزر کی لالچ میں پھنسا کر سادہ لوح مسلمان کو لپیٹ میں لے رہے ہیں، مسلم بچوں کو اپنے اسکولوں وکالجوں میں ساری سہولتیں مہیا کر کے ذہنی ارتداد پھیلا رہے ہیں، نیز بعض مسلمان غیر اسلامی ماحول میں رہنے کی وجہ سے ہندوؤں کے دیوتاؤں کو بھی مانتے ہیں ان کے میلوں میں جا کر مورتیوں کی زیارت کر کے چڑھاوا بھی چڑھاتے ہیں اور ان مورتیوں کو عقیدت ومحبت کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر پرنام بھی کرتے ہیں، نیز مزاروں پر جانا، ماہ محرم میں تعزیہ داری کرنا، فاتحہ پڑھنا، مردوں کے سامنے نذر ونیاز کرنا وغیرہ خرافات وبدعات میں لوگ آئے دن پھنستے جا رہے ہیں انہیں شرکیات وبدعات کو دور کرنے کے لیے اس جامعہ کا قیام عمل میں آیا۔

(۳) فاربس گنج سرحدی علاقے کی بڑی منڈی اور مرکزی شہر ہے، اکابرین ملت کا جب بھی ورود ہوتا تو علماء ودانشوران قوم کو زبردست انداز میں مخاطب فرماتے کہ اس علاقے کی رہنمائی اور اس شہر کی قیادت کے لیے کوئی باکمال اور ہنرمند شخص

چاہئے کیونکہ یہ شہر اپنے اندر ایک دار العلوم مانگتا ہے، کافی عرصہ انتظار کیا گیا کہ کوئی باہمت اور موفق شخص اس کے لیے کھڑا ہو مگر اس سلسلے میں کچھ آثار نظر نہیں آرہے تھے تو والد محترم (حاجی محمد کلیم صاحبؒ) نے اپنے گاؤں کی ایک زمین اس کے لیے ہبہ کی اس کو بیچ کر اور اپنی کتاب خزینۃ الفقہ کو چھپوا کر گجرات کے مدارس میں بھیجا، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ذمہ داران مدارس کو کہ ہماری حوصلہ افزائی فرما کر اچھی مقدار میں کتاب کا آڈر فرمایا، ان رقومات کو جمع کر کے شہر فاربس گنج میں اولاً تھوڑی زمین خرید کر اس مدرسہ کو ٹین پترے کی شکل میں شروع کر دیا گیا، الحمد للہ تقریباً سترہ سال کے قلیل عرصہ میں بہت زیادہ ترقی ہوئی اور رفتہ رفتہ زمین کی خریداری اور تعمیری کام اور جامعہ کے سارے نظام کو چلاتے ہوئے آج جامعہ کے پاس بڑی مہنگی وسیع اراضی اور تین بلڈنگیں ہیں جس میں تعلیم وتربیت وتبلیغ دین اور اصلاحی پروگرام کے ذریعہ یہ ادارہ اس علاقہ میں الحمد للہ عظیم الشان خدمات انجام دے رہا ہے یہ ادارہ جہاں پر قائم ہے تقریباً ستر سال سے ہر طرح کی برائی کا اڈہ بنا ہوا تھا خاص کر یہاں ایک محلہ بازاری عورتوں کا ہے جو مسلمان ہیں اس طویل عرصہ سے اجرت پر زنا کاری میں وہ عورتیں مبتلا تھیں تو حضرت والد مرحوم (حاجی محمد کلیم صاحبؒ) نے یہاں مدرسہ قائم کرنے کا حکم صادر فرمایا بندہ نے اولاً منع کیا کہ لوگ بدنام کریں گے کہ رنڈی محلہ میں مدرسہ قائم کیا گیا، والد محترم نے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ اچھی جگہ تو سب مدرسہ بناتا ہے خراب جگہ کون بنائے گا اور مدرسہ کے قیام کا مقصد محض تعلیم ہی نہیں بلکہ معاشرہ کی اصلاح بھی ہے اس لیے یہیں مدرسہ قائم کرو چنانچہ جب مدرسہ شروع کیا گیا تو گمان کے مطابق چاروں طرف سے اشکالات وشبہات کے بوچھار شروع ہو گئے، عوام تو درکنار بعض علماء نے بھی تنقیدی اور طنزیہ کلمات سے حوصلہ شکن رویہ اختیار کرنے لگے والد صاحب نے فرمایا کسی کو جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے کام میں لگے رہو بندہ ناتواں نے تو کچھ بھی نہیں کیا کیونکہ یہاں سے ہزاروں کیلومیٹر دور گجرات اور پھر مظاہر علوم سہارنپور میں تدریسی خدمت میں مصروف ہوں، اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحب کو اور بعدہٗ یہاں کے مدرسین حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ مدرسہ میں دعوت کا کام ہر ہفتہ تبلیغی واصلاحی پروگرام ہونے لگا اور ہر ماہ مستورات کا اجتماع ہونے لگا، الحمد للہ اس کا اثر ظاہر ہوا اور آج مدرسہ کے قیام کو ۱۷ سال ہونے جارہے ہیں کہ نوے فیصد محترمہ خواتین نے بدکاری سے تائب ہو کر پاکدامنی کی زندگی گذارنے والی بن گئیں اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی، پردہ نشیں خواتین میں شمار ہونے لگی ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحبؒ کو اس کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے اور قبر کو نور سے منور کر کے کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور اس بندہ کو بھی اور جن جن حضرات نے اس ادارے کے لئے تعاون کیا اور کر رہے ہیں اور آئندہ کریں گے ان سبھوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

جامعہ عائشہ للبنات

بیادگار: شیخ عبدالرحیم متالاؒ

اس علاقہ میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے اندر زیادہ بددینی اور بے پردگی ہے پنچانوے (۹۵) فیصد عورتیں دین سے دور ہیں نماز، روزہ وغیرہ اعمال سے بیزاری کے علاوہ عقائد اور ایمان بھی صحیح نہیں ہے، مختلف قسم کے شرک وبدعات اور ہندوانہ رسم ورواج میں مبتلا ہیں اسی ضرورت کا احساس کر کے اس ادارہ کا قیام عمل لایا گیا ہے اس ادارہ کے ذریعہ نابالغہ بچوں کی مختصر مگر ٹھوس اور بقدر ضرورت عصری تعلیم کا نصاب بنا کر سات سال میں قرآن کو صحت کے ساتھ پڑھ کر نحو وصرف، فقہ، تفسیر اور منتخب احادیث کی کتابیں پڑھ کر فضیلت کی سند فراہم کی جائیگی اور ساتھ ہی ساتھ عصری واسکولی تعلیمی کورس کو مکمل کر کے میٹرک کا امتحان دلوا کر سرٹیفکٹ بھی دیا جائے گا، تعلیم موقوف کر کے اس مدرسہ میں مستورات کا اصلاحی پروگرام کرا کے عقائد واعمال اور اخلاقیات کی درستگی کی فکر کی جاتی ہے۔

جامعہ میں مختلف تعمیری کام جاری ہے

(۱) (المسجد الجامع للشیخ زکریاؒ) ۸۰ بائی ۸۰ (فٹ) مسجد کی تعمیر چھت تک مکمل ہو کر ٹین ڈال دئے گئے ہیں جامعہ کے طلباء کے علاوہ اطراف کے مسلمان بھی اس میں پنج وقتہ نمازیں اور جمعہ ادا کرتے ہیں کیونکہ قرب وجوار میں دور دور تک مسجد نہیں ہے خاص کر جمعہ میں دیہاتوں سے بھی آکر جمعہ ادا کرتے ہیں مکمل مسجد بننے کے لئے تقریباً پچاس (۵۰) لاکھ کا تخمینہ ہے۔

(۲) رواق شیخ یونس جونپوریؒ دوسری منزل مکمل ہو کر تیسری منزل کی تیاری ہو رہی ہے طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اس تیسری منزل کا کام بھی جلدی مکمل کرانا بیحد ضروری ہے

(۳) جامعہ عائشہ للبنات ۴۰ بائی ۴۰ کا ہال اور ۱۶ بائی ۱۶ کے ۶ کمرے پر مشتمل پہلی منزل مکمل ہو کر دوسری منزل کی تیاری ہے۔

(۴) وضوخانہ، غسل خانہ اور بیت الخلاء مسجد سے متصل زیر تعمیر ہے اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے کام بند ہے، طلباء وعام نمازیوں کو بڑی دشواری اٹھانی پڑتی ہے اہل خیر حضرات کو اس طرف توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔

(۵) باؤنڈری اور گیٹ جامعہ میں چہار دیواری اور صدر گیٹ بنا ہوا نہیں ہے جس کی وجہ سے جامعہ کا ساز وسامان اور طلباء غیر محفوظ ہیں جس کی وجہ سے ہمیشہ جان ومال کا خطرہ لاحق رہتا ہے لہٰذا آپ برادران اسلام سے دعاء کے ساتھ تعاون کی درخواست ہے۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

سبحانی کی دیگر تالیفات

① خزینۃ الفقہ فی مسائل النکاح .... جلد اول

② خزینۃ الفقہ فی مسائل الطلاق .... جلد دوم

③ خزینۃ الفقہ فی مسائل الوقف .... جلد سوم

④ الجھد الکوثری علی ختم البخاری

⑤ محسن مومن قوم حضرت پیر مشائخ رحمۃ اللہ علیہ

⑥ سلسلہ شتاریہ اور اس کے چند بزرگان

⑦ تذکرہ حضرت شیخ عبدالرحیم متالا" کچھ یادیں اور باتیں

⑧ دینی کارندوں کیلئے رہنما

⑨ آہ میرے والد حاجی محمد کلیم رحمۃ اللہ علیہ

⑩ اجتماعی کام کے زریں اصول

⑪ الجواہر المفید فی تحقیق الاسانید